فہم القرآن سیریز نمبر 1

پارہ 5

وَّالْمُحْصَنٰتُ

عجبا قرآنا

سوال وجواب کی صورت میں

قرآن مجید کی ہر آیت کی وضاحت

نگہت ہاشمی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُرآناً عَجَباً

نگہت ہاشمی

قُرآناً عَجَباً

جملہ حقوق بحق ادارہ محفوظ ہیں

نام کتاب : ''قرآنًا عَجَبًا'' [پارہ 5]

مؤلفہ : نگہت ہاشمی

طبع اوّل : جنوری 2009

طبع دوم : نومبر 2014

تعداد : 1000

ناشر : النورانٹرنیشنل

لاہور : 36J گلبرگ III فردوس مارکیٹ لاہور

102H گلبرگ III فردوس مارکیٹ لاہور

فون نمبر : 0423-5748737 03364033044

کراچی : گراؤنڈ فلور کراچی بیچ ریزیڈنسی، نزد بلاول ہاؤس، کلفٹن، بلاک 2، کراچی

021-35292341 0336 4033032

فیصل آباد : 121A فیصل ٹاؤن ویسٹ کینال روڈ، فیصل آباد

041-8759191 0336-4033086

ای میل : infoalnoorinternational@gmail.com

ویب سائٹ : www.alnoorpk.com

فیس بک : Nighat Hashmi
Alnoor international

فہرست

ابتدائیہ	
رکوع ❖ 1	11
رکوع ❖ 2	23
رکوع ❖ 3	39
رکوع ❖ 4	76
رکوع ❖ 5	94
رکوع ❖ 6	116
رکوع ❖ 7	138
رکوع ❖ 8	151
رکوع ❖ 9	179
رکوع ❖ 10	188
رکوع ❖ 11	206
رکوع ❖ 12	217
رکوع ❖ 13	230
رکوع ❖ 14	245
رکوع ❖ 15	255
رکوع ❖ 16	273
رکوع ❖ 17	289
آخری آیات	301

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ابتدائیہ

اِنَّ الْحمْدَلِلّٰہِ نَحمَدُہٗ وَنَستَعِینُہٗ ،وَنَستَغفِرُہٗ، وَ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنا ،وَمِنْ سَیِّاتِ أعْمالِنَا، مَنْ یَّھدِہِ اللّٰہُ فَلاَ مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُضْلِلْ فَلاھَادِیَ لَہٗ،وَأشھَدُاَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ وَأشْھَدُاَنَّ مُحمّداً عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ

بے شک حمد اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے ہم اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرتے ہیں اور ہم اسی سے مدد طلب کرتے ہیں اور اسی سے مغفرت چاہتے ہیں، اور اپنے نفس کی برائیوں سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں جسے اللہ ہدایت دے اسے کوئی گمراہ کرنے والا نہیں اور جسے وہ گمراہ کرے اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں، محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں۔

قرآن مجید کو انسان کے قلب و ذہن اور زندگی میں اُتارنے کے لیے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے جو طریقے اختیار کیے ہیں، اُن میں سے ایک اہم طریقہ سوال و جواب کا ہے۔مثلاً سورہ المدثر میں اللہ تعالیٰ سوال کرتے ہیں: **وَمَآ اَدْرٰکَ مَا سَقَرُ** (27) ”تم کیا جانو کیا ہے وہ دوزخ؟“
پھر اگلی ہی آیت میں جواب دیا جاتا ہے: **لَا تُبْقِیْ وَلَا تَذَرُ لَوَّاحَۃٌ لِّلْبَشَرِ عَلَیْھَا تِسْعَۃَ عَشَرَ** (28-30)
”نہ باقی رکھے نہ چھوڑے، کھال جھلس دینے والی، اُنیس کارکن اِس پر مقرر ہیں۔“

سورہ البلد میں اللہ تعالیٰ خود ہی سوال اُٹھا کر جواب دیتے ہیں:

وَمَآ اَدْرٰکَ مَا الْعَقَبَۃُ فَکُّ رَقَبَۃٍ اَوْ اِطْعَامٌ فِیْ یَوْمٍ ذِیْ مَسْغَبَۃٍ یَتِیْمًا ذَا مَقْرَبَۃٍ اَوْ مِسْکِیْنًا ذَا مَتْرَبَۃٍ ثُمَّ کَانَ مِنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَۃِ (12-17)

”اور تم کیا جانو کیا ہے وہ دشوار گزار گھاٹی؟ کسی گردن کو غلامی سے چھڑا دینا، یا فاقے کے دن کسی قریبی یتیم یا خاک نشین مسکین کو کھانا کھلانا، پھر (اس کے ساتھ یہ کہ) آدمی اُن لوگوں میں شامل ہو جو ایمان لائے اور جنھوں نے ایک دوسرے کو صبر اور (خلق خدا) پر رحم کی تلقین کی۔“

سوال آدھا علم ہے۔سوال جب اُٹھایا جاتا ہے تو ذہن متوجہ ہو جاتا ہے، پھر جب جواب آتا ہے تو اس کا اثر گہرا ہوتا ہے۔نبی ﷺ کثرت سے اس طریقے کو استعمال فرماتے تھے۔امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، انہوں نے بیان کیا:

قَالَ النَّبِیُّ ﷺ : أَیُّکُم مَالُ وَارِثِہٖ أَحَبُّ اِلَیْہِ مِنْ مَّالِہٖ ؟ قَالُوْا : یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ ! مَا مِنَّا أَحَدٌ اِلَّا مَالُہٗ أَحَبُّ اِلَیْہِ ؟ قَالَ : فَاِنَّ مَالَہٗ مَا قَدَّمَ وَمَالَ وَارِثِہٖ مَآ أَخَّرَ (صحیح بخاری:6442)

نبی ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے کون ہے جسے اپنے مال سے زیادہ اپنے وارث کا مال پیارا ہو؟''

انہوں نے عرض کیا: ''یارسول اللہ ﷺ! ہم میں سے کوئی بھی ایسا نہیں جس کو اپنا مال زیادہ پیارا نہ ہو۔''

آپ ﷺ نے فرمایا: ''بے شک اُس کا مال وہ ہے جو اس نے آگے بھیجا (یعنی اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کیا) اوراس نے جو (مال) پیچھے چھوڑا، وہ اس کے وارث کا مال ہے۔''

ہر آیت میں غور وفکر کے بہت سے پہلو ہوتے ہیں لیکن انسان عام طور پر انہیں نظر انداز کر کے گزر جاتا ہے۔ یہ پہلو سوال کی صورت میں سامنے آئیں تو انسان رُک کر سوچتا ہے۔ سوال وجواب کے انداز میں سیکھنا زیادہ آسان ہو جاتا ہے۔ انسان کو سوالوں کے جواب مل جائیں تو اطمینان ہو جاتا ہے اور دل جمتا ہے۔

قرآنِ حکیم کو سوال وجواب کی صورت میں **قرآنًا عَجَبًا** کے نام سے مرتّب کرنے کی کوشش کی ہے۔ ہر آیت کے اہم پہلوؤں کو سوال کی صورت میں اُٹھایا ہے اور نکات کی صورت میں ان کا جواب قرآنِ حکیم ہی سے لینے کی کوشش کی ہے۔ میں نے یہ تجربہ کیا ہے کہ اس طرح اہم نکات حافظے کا حصہ بن جاتے ہیں، وہ نکات جن پر انسان عام طور پر یا تو سوچتا نہیں یا پھر ویسے ہی گزر جاتا ہے۔ قرآنِ مجید کو اس انداز میں پڑھ کر ہر وہ شخص فائدہ اُٹھا سکتا ہے جو قرآن کے راستے کا مسافر بننا چاہتا ہے۔ اگرچہ سوال وجواب کے طریقے سے شعور بیدار ہوتا ہے لیکن ایک انسان کا علم محدود ہے، سمجھ محدود ہے، فرشتوں کی بات کو سامنے رکھیں تو اپنے علم کی حقیقت سامنے آتی ہے:

سُبۡحٰنَکَ لَا عِلۡمَ لَنَاۤ اِلَّا مَا عَلَّمۡتَنَا ؕ اِنَّکَ اَنۡتَ الۡعَلِیۡمُ الۡحَکِیۡمُ (البقرۃ:32)

پاک تو آپ (اللہ تعالیٰ) ہی کی ذات ہے، ہم تو بس اتنا ہی علم رکھتے ہیں جتنا آپ نے ہم کو دے دیا ہے۔ حقیقت میں سب کچھ جاننے اور سمجھنے والا آپ کے سوا کوئی نہیں۔

میں ان سب افراد کی بہت ممنون ہوں جنہوں نے اس کاوش کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے میں میری مدد کی۔ قارئین سے درخواست ہے غلطیوں کی نشاندہی ضرور کریں۔ اگر اس سے کوئی بھلائی نصیب ہو تو اسے اللہ تعالیٰ کا کرم سمجھ لیں، آخرت کی فکر لاحق ہو جائے تو دعاؤں میں یاد رکھئے۔ اللہ تعالیٰ میری خطاؤں سے درگزر فرمائیں۔

دُعاؤں کی طلب گار

نگہت ہاشمی

رکوع نمبر1

وَّالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ۚ كِتٰبَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ ۚ وَاُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِكُمْ مُّحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ ۭ فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ فَرِيْضَةً ۭ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا تَرٰضَيْتُمْ بِهٖ مِنْۢ بَعْدِ الْفَرِيْضَةِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا(24)

اورشوہروالی عورتیں (بھی حرام کی گئی ہیں) مگروہ (لونڈیاں) جن کے تمہارے دائیں ہاتھ مالک ہوں، یہ تم پر اللہ تعالیٰ نے لکھ دیا ہے اوران کے علاوہ تمہارے لیے سب عورتیں حلال کردی گئی ہیں یہ کہ تم اپنے مالوں کے بدلے میں طلب کرو اس حال میں کہ نکاح میں لانے والے ہونہ کہ بدکاری کرنے والے ہو پھران میں سے جن عورتوں سے تم فائدہ اُٹھاؤ اُن کواُن کے مقررہ مہردے دواورتم پرکوئی گناہ نہیں اس میں جس پرتم مہر مقرر ہونے کے بعد باہم رضامند ہوجاؤ یقیناً اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے۔(24)

سوال1:اس آیت کا شانِ نزول کیا ہے؟

جواب:ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حنین کے دن ایک لشکرکواوطاس کی طرف بھیجا۔ان کی دشمن سے مڈبھیڑ ہوئی اوران کوقتل کیا اوران پرصحابہ رضی اللہ عنہم نے غلبہ حاصل کیا اورانہوں نے کافروں کوقیدی بنایا۔اصحابِ رسول رضی اللہ عنہم میں سے بعض لوگوں نے ان سے صحبت کرنے کواچھا نہ سمجھا اس لیے کہ ان کے مشرک شوہرموجود تھے،تواللہ نے اس بارے میں یہ آیت نازل فرمائی وَّالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ اورشوہروالی عورتیں (بھی حرام کی گئی ہیں) مگروہ (لونڈیاں) جن کے تمہارے دائیں ہاتھ مالک ہوں یعنی وہ تمہارے لیے حلال ہیں جب ان کی عدت پوری ہوجائے۔(صحیح مسلم:3608)

سوال2:وَّالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ۚ كِتٰبَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ ''اورشوہروالی عورتیں (بھی حرام کی گئی ہیں) مگروہ (لونڈیاں) جن کے تمہارے دائیں ہاتھ مالک ہوں، یہ تم پر اللہ تعالیٰ نے لکھ دیا ہے''مُحصَنات کے کیا معنی ہیں اوریہاں کون سے معنی مراد ہیں؟

جواب:﴿1﴾اَلْمُحْصَنٰتُ سے مرادشادی شدہ عورتیں،آزادعورتیں،پاک دامن عورتیں اورمسلمان عورتیں ہیں۔یہاں شادی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

شدہ عورتیں مراد ہیں جو جنگ میں ہاتھ آئیں۔《2》اَلْمُحْصَنٰتُ کے لیے حکم یہ ہے کہ شادی شدہ عورت سے نکاح نہیں ہوسکتا ماسوائے ان عورتوں کے جو جنگ میں ہاتھ آئیں۔《3》اِلَّا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ''مگروہ (لونڈیاں) جن کے تمہارے دائیں ہاتھ مالک ہوں'' اس سے مراد یہ ہے کہ لونڈیوں سے تعلق قائم کرنے کی اجازت ہے۔لونڈیوں کے ساتھ اچھا معاملہ کرنے اور آزاد کر کے اس سے نکاح کرنے کا ثواب ہے۔سیدنا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کے پاس کوئی لونڈی ہو اور وہ اس کی اچھی پرورش کرے اور اس کے ساتھ اچھا معاملہ کرے پھر اسے آزاد کر کے اس سے نکاح کرلے تو اس کو دوہرا ثواب ملے گا۔(صحیح بخاری:2544)《4》كِتٰبَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ ''تم پر اللہ تعالیٰ نے لکھ دیا ہے'' یعنی یہ اللہ تعالیٰ کا قانون ہے جس کی پابندی تم پر لازم ہے۔اس کے قانون کی پابندی کرو، اس کی حدود سے تجاوز نہ کرو۔اسلامی قانون کا اصل الاصول اللہ تعالیٰ کا امر، اس کی اجازت ہے۔

سوال3: کافر عورتیں جو جنگ میں قید ہوکر آئیں اگر اُن کا مسلمان معاشرے میں رہنا ناگزیر ہو جائے تو اسلام ان کے لیے کیا طریقۂ کار اختیار کرتا ہے؟

جواب: کافر عورتیں جو جنگ میں قید ہوکر آئیں اگر اُن کا مسلمان معاشرے میں رہنا ناگزیر ہو جائے تو اسلام ان کو کسی مسلمان کی ملکیت میں دے دیتا ہے تاکہ i۔وہ ان کے کھانے پینے کا مناسب انتظام کریں۔ii۔ان کی فطری ضروریات کو قانونی طریقے سے پورا کیا جائے یعنی ان میں سے ہر عورت کو کسی مرد کی ملکیت میں دے دیا جائے۔iii۔حالت شرک میں ہونے کے باوجود ان سے مجامعت کی اجازت ہے لیکن ان کے رحم کی پاکیزگی کا اہتمام کیا جائے۔

سوال4: کیا لونڈیوں سے تمتع حکم ہے؟

جواب:《1》لونڈیوں سے تمتع ایک رخصت ہے حکم نہیں ہے۔یہ اللہ کی رحمت ہے کہ اس نے ایسی اجازت دی ہے کیونکہ جہاد اور اس میں عورتوں کی گرفتاری ایسی چیز ہے جس سے مفر نہیں اور ایسا بھی عین ممکن ہے کہ جنگ کے تبادلہ یا اور کوئی باعزت حل نہ نکل سکے اس لیے اللہ نے اسے کلیتاً حرام قرار نہیں دیا۔(تفسیر تیسیر القرآن 380/1)《2》اسلامی معاشرے میں چونکہ مشرک ہونے کی وجہ سے ان خواتین سے نکاح جائز نہیں ہے، نہ انہیں زبردستی اسلام میں داخل کیا جاسکتا ہے، نہ غیر قانونی طور پر ان کی فطری ضروریات کو پورا کرنے کی اجازت ہے کیونکہ اس سے گندگی پھیلتی ہے اور پورا اسلامی معاشرہ بے حیائی میں مبتلا ہو جاتا ہے۔اس لیے اسلام کافر عورت کو کسی مسلمان کی ملکیت میں دے دیتا ہے۔اس طرح اپنے دشمن کے ملک میں ہونے کے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

باوجود ایسی عورتوں کو مرد کا تحفظ مل جاتا ہے اور نارمل زندگی گزارنے کا موقع مل جاتا ہے یہی ان کے لیے واحد حل ہے۔

سوال5: وَاُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِكُمْ مُّحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ ''اوران کے علاوہ تمہارے لیے سب عورتیں حلال کردی گئی ہیں یہ کہ تم اپنے مالوں کے بدلے میں طلب کرو اس حال میں کہ نکاح میں لانے والے ہونہ کہ بدکاری کرنے والے ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ وَاُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ ''اوران کے علاوہ تمہارے لیے سب عورتیں حلال کردی گئی ہیں''یعنی محرمات کے علاوہ تمام عورتوں سے نکاح جائز ہے۔خاندان کی تشکیل کے لیے مرد اور عورت نکاح کے ذریعے خوشی حاصل کریں۔نکاح فطری تقاضا ہے اس کو پورا کریں۔نبی ﷺ نے فرمایا: دومحبت کرنے والوں کے لیے نکاح جیسی (مؤثر) کوئی چیز نہیں دیکھی گئی۔ (ابن ماجہ:1847)﴿2﴾ حرام محدود ہے اور حلال لامحدود اور غیر محصور ہے۔یہ اللہ تعالیٰ کا بندوں پر لطف وکرم،اس کی رحمت اوران کے لیے اس کی عطا کردہ آسانی ہے۔(تفسیر سعدی)﴿3﴾ اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِكُمْ ''یہ کہ تم اپنے مالوں کے بدلے میں طلب کرو''اَموال کے ذریعے حاصل کرنے سے مراد ہے مہر مقرر کرکے عورت سے نکاح کیا جائے۔﴿4﴾ مُّحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ ''یہ کہ تم اپنے مالوں کے بدلے میں طلب کرو اس حال میں کہ نکاح میں لانے والے ہونہ کہ بدکاری کرنے والے ہو''میں یہ ارشاد فرمایا کہ مالوں کے ذریعے جو عورتیں تلاش کی جائیں اس سے عفت وعصمت کو باقی رکھنا اور پاک دامن رہنا مقصود ہو محض شہوت رانی پیش نظر نہ ہو۔مومن کے نکاح کا مقصد i۔تکثیر نسل ii۔نفس ونظر کی حفاظت iii۔عفت وعصمت کے ساتھ زندگی گزارنا ہے۔(تفسیر انوارالبیان:647/1)

سوال6: جواجنبی عورتیں شادی شدہ ہوں گی،ان سے شادی کب حرام ہوگی؟

جواب: ﴿1﴾ جواجنبی عورتیں شادی شدہ ہوں گی ان سے شادی حرام ہوگی جب تک کہ ان کے پہلے شوہر طلاق نہ دے دیں یا وہ مرنہ جائیں۔﴿2﴾ عورتیں طلاق یا وفات کی عدت نہ گزارلیں آزاد ہوں یا غلام اور چاہے مسلمان ہوں یا کتابیہ ،تاکہ دومردوں کا نطفہ مل کر بچے کا نسب ضائع نہ ہوجائے۔(تیسیر الرحمٰن:252)

سوال7: نکاح کے لیے کیا شرائط عائد کی گئی ہیں؟

جواب: ایک مسلمان مرد عقدزواج کی قیود کو ملحوظ رکھتے ہوئے بیک وقت ایک سے چار تک شادیاں کرسکتا ہے مگر چار شرطوں کے ساتھ ﴿1﴾ ایجاب وقبول یعنی طلب جو ہمیں اَنْ تَبْتَغُوْا سے پتہ چلتا ہے۔سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اللہ ﷺ نے فرمایا: بے نکاحی عورت کا نکاح اس کی اجازت کے بغیر نہ کیا جائے اور نہ باکرہ کا نکاح کیا جائے یہاں تک کہ اس سے اجازت لے لی جائے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! اس کی اجازت کیسے ہوگی؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ خاموش ہوجائے۔ (صحیح مسلم:3473) ﴿2﴾ مال سے مہر ادا کرنا۔ ﴿3﴾ شادی کی قید میں لانا صرف شہوت رانی غرض نہ ہو جیسے زنا یا متعہ میں ہوتا ہے جو چند گھنٹوں یا مقررہ مدت تک کے لیے ہوتا ہے یا حلالہ جس کا مقصد عورت کو نکاح کی قید میں مستقل طور پر رکھنا مطلوب نہیں ہوتا۔ ﴿4﴾ چھپی یاری دوستی نہ ہونا بلکہ گواہوں کی موجودگی میں نکاح ہونا۔ سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حق مہر اور دو عادل گواہوں کے بغیر نکاح نہیں ہوتا۔ (بیہقی) محمد بن حاطب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حلال اور حرام نکاح کی تمیز آواز اور دف سے ہوتی ہے۔ (سنن نسائی:3371)

سوال 8: مُّحۡصِنِيۡنَ ''نکاح میں لانے والے ہو'' سے کیا مراد ہے؟

جواب: ﴿1﴾ حصارِ نکاح میں لانے والے۔ ﴿2﴾ نکاح مرد کے لیے بھی اِحصان ہے اور عورت کے لیے بھی۔

سوال 9: اِحصان کا مفہوم کیا ہے؟

جواب: حفاظت اور بچاؤ۔

سوال 10: نکاح کیسے ''اِحصان'' ہے؟

جواب: ﴿1﴾ مرد اور عورت کو برائیوں اور بدکاریوں سے بچاتا ہے۔ ﴿2﴾ خاندان کے تمام افراد کے لیے حفاظت اور بچاؤ ہے۔

سوال 11: مُسٰفِحِيۡنَ ''بدکاری کرنے والے ہو'' سے کیا مراد ہے؟

جواب: ﴿1﴾ مسافحة کے معنی ہیں: نشیبی تنگ جگہ میں پانی گرانا۔ باب مفاعلة سے ہے، یعنی جس میں عورتیں اور مرد شریک ہوں اور دونوں اپنا اپنا پانی گرائیں۔ ﴿2﴾ مُسٰفِحِيۡنَ وہ مرد اور عورتیں ہیں جو ماءِ حیات کو گراتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ماءِ حیات نئی نسل کی پیدائش، ان کی تربیت اور پرورش کے لیے پیدا کیا ہے جو لوگ وقتی لذت کے لیے اسے گراتے ہیں ان کے بچے اور خاندان محفوظ نہیں رہتے۔

سوال 12: نکاح اور آزادانہ شہوت رانی میں کیا فرق ہے؟

جواب:

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

آزادشہوت رانی	نکاح
1۔اس میں کوئی معاہدہ نہیں ہوتا۔	1۔ایک معاشرتی معاہدہ ہے۔
2۔اس مقصد کے لیے خاندان سے تعلق توڑنا ناگزیر ہے۔	2۔لڑکی سے نکاح کے لیے اہلِ خاندان کو باقاعدہ پیغام دیا جاتا ہے۔
3۔آزادشہوت رانی میں کوئی شرائط نہیں: ا۔چوری چھپے کے تعلق میں اللہ تعالیٰ کی یاد کا کیا کام۔ ب۔ولی کا تعلق نہیں ہوتا۔ ج۔بعض صورتوں میں دونوں کی مرضی ہوتی ہے اور بعض صورتوں میں جبر۔ د۔بعض صورتوں میں مال دیا جاتا ہے۔ و۔گواہوں کا تعلق نہیں ہوتا۔	3۔نکاح کی شرائط ہیں: ا۔خطبۂ نکاح ب۔ولی کی اجازت ج۔لڑکے اور لڑکی کا ایجاب وقبول د۔مہر و۔گواہوں کی موجودگی
4۔فطری جذبات کی تسکین کے لیے وقتی میلان کے تحت بے حیائی کی فضا قائم ہوجاتی ہے۔	4۔فطری جذبات کی تسکین کے لیے پاکیزگی اور تقدس کی فضا قائم رہتی ہے۔
5۔آزادانہ شہوت رانی کے نتیجے میں ہر ممکن کوشش کی جاتی ہے کہ بچہ پیدا نہ ہو اور اگر وہ پیدا ہوجائے تو ضائع ہونے سے محفوظ نہیں رہتا۔	5۔نکاح کا مقصد نئی نسل کی پیدائش، پرورش اور تربیت ہے۔
6۔آزادشہوت رانی نسل انسانی کی تباہی کا راستہ ہے۔	6۔نکاح نسلِ انسانی کی ترقی کا راستہ ہے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

7۔نکاح کے لیے مرد پرعورت کی حفاظت اور کفالت کی شرائط عائد کی جاتی ہیں۔مرد عورت اوراس کے بچوں کی معاشی ذمہ داریوں کا کفیل ہوتا ہے۔	7۔مرد عورت کی حفاظت کو توڑتا ہے۔اس کی کوئی ذمہ داری نہیں اٹھاتا۔اس کے بچے کو اپنا نام نہیں دیتا۔اس کے بچے کی کفالت نہیں کرتا۔
8۔نکاح کا رشتہ سکون کا رشتہ ہے۔	8۔آزاد شہوت رانی میں کوئی رشتہ نہیں صرف بے سکونی ہے، تباہی ہے۔

سوال13:فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ فَرِيْضَةً ’’پھران میں سے جن عورتوں سے تم فائدہ اُٹھاؤ اُن کو اُن کے مقررہ مہر دے دو‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》’’پھران میں سے جن عورتوں سے تم فائدہ اُٹھاؤ اُن کو اُن کے مقررہ مہر دے دو‘‘۔اگرکسی آدمی نے کسی عورت سے شادی کی اوراس کے ساتھ ہم بستری بھی کرلی تو اسے پورا مہر دینا ہوگا،اوراگر ہم بستری نہیں کی ہے تو آدھا مہر دینا ہوگا اوراگر پہلے سے مہر مقرر نہیں کیا گیا تھا اورہم بستری بھی نہیں کی اور طلاق ہوگئی تو اسے کچھ مال دے دیا جائے گا۔(تیسیر الرحمٰن)《2》اس سے مراد یہ ہے کہ مہر واجب ہے۔اس پردلیل یہ ہے کہ مہر کے بغیر نکاح نہیں ہوتا۔(الاساس فی التفسیر:1032/2)《3》اسْتَمْتَعْتُمْ سے مراد نکاح کے بعد صحبت اور مباشرت ہے۔اس سے مراد متعہ نہیں ہے۔متعہ ابتدائے اسلام میں جائز رہا ہے لیکن اب اسے ہمیشہ کے لیے حرام قرار دے دیا گیا ہے۔《4》فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ فَرِيْضَةً کے بارے میں ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول ہے:اگرکسی آدمی نے کسی عورت سے شادی کی اوراس کے ساتھ جماع بھی کرلیا تو اسے پورا مہر دینا ہوگا۔(تفسیر ابن ابی حاتم:919/3)

سوال14:کیا مہرادا کرنا فرض ہے؟

جواب:《1》پھر جواز دواجی زندگی کا لطف تم ان سے اٹھاؤ اس کے بدلے ان کے مہر بطور فرض ادا کرو۔《2》مہر عورت کا ایک فرض کیا گیا حق ہے۔《3》یہ حق لطف اندوزی کے عوض مقرر کیا گیا ہے۔《4》جو مرد کسی عورت سے جنسی ضروریات پوری کرنا چاہتا ہے اس کے لیے اسلام یہ طریقہ کار مقرر کرتا ہے کہ وہ اس عورت کو حصارِ نکاح میں لے اور مہر ادا کرے۔《5》مہر عورت پراحسان نہیں ہے بلکہ اس کا حق ہے۔

سوال15:وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا تَرٰضَيْتُمْ بِهٖ مِنْۢ بَعْدِ الْفَرِيْضَةِ ’’اورتم پر کوئی گناہ نہیں اس میں جس پر تم مہر مقرر ہونے کے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

بعد باہم رضامند ہو جاؤ'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》عورت کے لیے مہر فرض قرار دینے کے بعد معاملہ شوہر اور بیوی پر چھوڑ دیا گیا ہے کہ وہ ادائیگی اور معافی کے سلسلے میں باہمی رضامندی سے معاملہ طے کر سکتے ہیں۔《2》ادائیگی اور معافی مشترکہ زندگی کے تقاضوں کے مطابق باہمی رضامندی سے ہوگی۔《3》عورت اپنا حق معاف کرنا چاہے تو اس پر پابندی نہیں ہے۔《4》معافی یا کمی مہر مقرر ہونے کے بعد ہو سکتی ہے۔《5》شوہر مقررہ مہر میں اضافہ کرنا چاہے یا مہر سے زیادہ ادائیگی کرنا چاہے تو ایسا کر سکتا ہے۔

سوال16:وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا تَرَاضَيْتُم بِهِ مِن بَعْدِ الْفَرِيضَةِ'' اور تم پر کوئی گناہ نہیں اس میں جس پر تم مہر مقرر ہونے کے بعد باہم رضامند ہو جاؤ'' مہر مقرر ہو جانے کے بعد آپس کی رضامندی سے طے کرنے سے کیا مراد ہے؟

جواب:《1》اس سے مراد ہے کہ شوہر اور بیوی آپس کی رضامندی سے مہر کی ادائیگی میں کمی بیشی اور معافی کے سلسلے میں معاملہ طے کر سکتے ہیں۔《2》سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تَرَاضَيْتُم سے مراد ہے کہ پورا مہر دے کر عورت کو اختیار دیا جائے کہ اگر وہ چاہے تو رہے ورنہ جدا ہو جائے۔《3》الْفَرِيضَةِ یعنی تمہارا اپنی بیویوں کو مہر عطا کرنا تم پر فرض ہے جسے اللہ تعالیٰ نے فرض کیا ہے۔ یہ کوئی عطیہ اور بخشش نہیں ہے کہ دل چاہا تو دے دیا اور دل چاہا تو واپس لے لیا۔ اس کے ایک معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ مہر ایک مقرر کردہ حق ہے جسے تم نے خود مقرر کیا ہے، جس کی ادائیگی تم پر واجب ہے پس تم اس میں سے کچھ کم نہ کرو۔ (تفسیر سعدی)

سوال17: نکاحِ متعہ سے کیا مراد ہے؟

جواب: نکاحِ متعہ سے مراد ہے کسی عورت سے ایک مقررہ مدت تک (مقررہ معاوضے کے بدلے) نکاح کر لینا مثلاً دو دن یا تین دن یا اس کے علاوہ کسی اور مدت تک۔ (التعلیقات الرضیۃ للالبانی: 864/2)

سوال18: نکاحِ متعہ کا کیا حکم ہے؟

جواب:《1》پہلے یہ نکاح مباح تھا جیسا کہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ کے ہمراہ جہاد کرتے تھے اور ہمارے ساتھ ہماری بیویاں نہ تھیں اور ہم نے کہا کہ کیا ہم خصی نہ ہو جائیں؟ تو آپ ﷺ نے ہمیں اس سے منع فرمایا اور اس بات کی اجازت دی کہ ایک کپڑے (یا کسی بھی چیز) کے بدلے ایک معینہ مدت تک کسی عورت سے نکاح کریں۔ (بخاری: 4615)《2》ابو جمرہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے عورتوں کے ساتھ متعہ کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

نے اس کی اجازت دی۔ پھر ان کے ایک غلام نے ان سے پوچھا کہ اس کی اجازت سخت مجبوری یا عورتوں کی کمی یا اس جیسی صورتوں میں ہوگی تو ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: ہاں! (بخاری:5116)《3》اب یہ نکاح منسوخ ہو چکا ہے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے غزوہ خیبر کے موقع پر عورتوں سے متعہ کرنے اور پالتو گدھوں کا گوشت کھانے سے منع فرمایا۔ (بخاری:5115)《4》سیدنا ربیع بن سبرہ جہنی رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے لوگو! میں نے تمہیں عورتوں سے نکاحِ متعہ کی اجازت دی تھی اور تحقیق اللہ نے اسے قیامت تک کے لیے حرام کر دیا ہے پس جس کے پاس ان میں سے کوئی عورت ہو تو اسے آزاد کر دے اور ان سے جو کچھ تم نے انہیں دیا ہے نہ لے۔ (صحیح مسلم:1406)《5》سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے دورانِ خطبہ کہا: رسول اللہ ﷺ نے متعہ کی ہمیں تین مرتبہ اجازت دی پھر اسے حرام کر دیا۔ اللہ کی قسم! (اب) مجھے کسی بھی شادی شدہ کے نکاحِ متعہ کا علم ہوگا تو میں اسے پتھروں کے ساتھ رجم کردوں گا الا یہ کہ وہ میرے پاس چار ایسے گواہ لائے جو یہ شہادت دیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اس نکاح کو حرام کرنے کے بعد (پھر) حلال کر دیا تھا۔ (صحیح ابن ماجہ:1598، ابن ماجہ:1963)《6》شیخ البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: حدیثِ صریح نص ہے کہ نکاحِ متعہ ہمیشہ کے لیے حرام ہے لہٰذا کوئی بھی اس کے جواز کے متعلق بعض اکابر علماء کے فتووں سے دھوکہ مت کھائے۔ جیسا کہ شیعہ کا مذہب ہے۔ (نظم الفرائد:15/2)《7》سعودی مجلسِ افتاء کا فتویٰ ہے کہ نکاحِ متعہ حرام ہے اور اگر واقع ہو جائے تو باطل ہے۔ (فتاوی اللجنۃ الدائمۃ للبحوث العلمیۃ والافتاء:440/18)

سوال19: اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ''یقیناً اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے'' اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت علیم اور حکیم کا کیسے شعور دلایا ہے؟

جواب: ''یقیناً اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے'' اللہ تعالیٰ نے لونڈیوں کے احکامات سے، نکاح کی شرائط سے، معاشرے کو بگاڑ سے بچانے کے لیے اُصول دے کر اپنے علم کا شعور دلایا ہے کہ جو اتنی گہرائی سے انسانی زندگی کا علم رکھتا ہو وہی یہ اُصول دے سکتا ہے اور اپنی حکمت کا شعور دلایا ہے کہ وہ ساری حکمتوں اور مصلحتوں کا جاننے والا ہے۔ یقیناً وہ علیم ہے، وہ حکیم ہے۔

وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ طَوْلًا اَنْ يَّنْكِحَ الْمُحْصَنٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ فَمِنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ مِّنْ فَتَيٰتِكُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ؕ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

وَاللّٰهُ اَعۡلَمُ بِاِيۡمَانِكُمۡ ؕ بَعۡضُكُمۡ مِّنۡۢ بَعۡضٍ ۚ فَانۡكِحُوۡهُنَّ بِاِذۡنِ اَهۡلِهِنَّ وَاٰتُوۡهُنَّ اُجُوۡرَهُنَّ بِالۡمَعۡرُوۡفِ

مُحۡصَنٰتٍ غَيۡرَ مُسٰفِحٰتٍ وَّلَا مُتَّخِذٰتِ اَخۡدَانٍ ۚ فَاِذَاۤ اُحۡصِنَّ فَاِنۡ اَتَيۡنَ بِفَاحِشَةٍ فَعَلَيۡهِنَّ نِصۡفُ مَا عَلَى

الۡمُحۡصَنٰتِ مِنَ الۡعَذَابِ ؕ ذٰلِكَ لِمَنۡ خَشِىَ الۡعَنَتَ مِنۡكُمۡ ؕ وَاَنۡ تَصۡبِرُوۡا خَيۡرٌ لَّـكُمۡ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ (25)

اورتم میں سے جوکوئی مالی لحاظ سے استطاعت نہ رکھتا ہوکہ وہ آزادمومن عورتوں سے نکاح کرے تو مومن لونڈیوں میں سے کسی سے نکاح کرلے جن کے مالک تمہارے دائیں ہاتھ ہوں اوراللہ تعالیٰ تمہارے ایمان کوزیادہ جاننے والا ہے تم ایک دوسرے سے ہو، چنانچہ اُن کے مالکوں کی اجازت سے اُن کے ساتھ نکاح کرلواوراُن کے مہراُن کواچھے طریقے سے اداکردو، جب کہ وہ نکاح میں لائی گئی ہوں، بدکاری کرنے والی نہ ہوں۔اورنہ ہی چھپے دوست بنانے والی ہوں، پھرجب وہ نکاح میں لائی جاچکیں تواگراس کے بعدوہ بے حیائی کریں تو اُن کی سزاآزادعورتوں سے نصف ہے۔یہ اس کے لیے ہے جوتم میں سے گناہ میں پڑنے سے ڈرے اوریہ کہ تم صبرکروتمہارے لیے بہتر ہےاوراللہ تعالیٰ بے حدبخشنے والا،نہایت رحم والا ہے۔(25)

سوال1:وَمَنۡ لَّمۡ يَسۡتَطِعۡ مِنۡكُمۡ طَوۡلًا اَنۡ يَّنۡكِحَ الۡمُحۡصَنٰتِ الۡمُؤۡمِنٰتِ فَمِنۡ مَّا مَلَـكَتۡ اَيۡمَانُكُمۡ مِّنۡ فَتَيٰتِكُمُ الۡمُؤۡمِنٰتِ ’’اورتم میں سے جوکوئی مالی لحاظ سے استطاعت نہ رکھتا ہوکہ وہ آزادمومن عورتوں سے نکاح کرے تو مومن لونڈیوں میں سے کسی سے نکاح کرلے جن کے مالک تمہارے دائیں ہاتھ ہوں‘‘کوئی مومن اپنے خاندانی حالات کی وجہ سے آزاد، خاندانی،مومنہ عورت سے نکاح کرنے کی پوزیشن میں نہیں توایسی صورت میں اسلام اس کے لیے کیارعایت دیتا ہے؟

جواب:《1》اگرانتظارکرسکتا ہوتو آزادعورت سے ہی نکاح کرے۔《2》اخلاقی فتنے میں مبتلا ہونے کا ڈرہوتو لونڈیوں سے نکاح کی اجازت ہے۔

سوال2:فَمِنۡ مَّا مَلَـكَتۡ اَيۡمَانُكُمۡ مِّنۡ فَتَيٰتِكُمُ الۡمُؤۡمِنٰتِ ’’تو مومن لونڈیوں میں سے کسی سے نکاح کرلے جن کے مالک تمہارے دائیں ہاتھ ہوں‘‘اسلام آزادعورت سے نکاح کوترجیح کیوں دیتا ہے؟

جواب:《1》آزادی اسے آداب سکھاتی ہے کہ اسے اپنی پاک دامنی کی حفاظت کیسے کرنی ہے۔《2》غلام عورت کے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اندر خودداری نہیں ہوتی، اسے خاندانی شرافت کا احساس نہیں ہوتا۔﴿3﴾ آزاد عورت کا ایک خاندان ہوتا ہے، اس خاندان کی شہرت ہوتی ہے، خاندان والے محافظ ہوتے ہیں، ایسی عورت اپنے خاندان کی عزت کا خیال رکھتی ہے۔اس کی عزتِ نفس اسے بدکاری اور زِ ناکاری سے روکتی ہے۔

سوال3:وَاللّٰهُ اَعۡلَمُ بِاِيۡمَانِكُمۡ‌ؕ بَعۡضُكُمۡ مِّنۡۢ بَعۡضٍ‌ ’’اور اللہ تعالیٰ تمہارے ایمان کو خوب جانتا ہے۔تم ایک دوسرے سے ہو‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ اسلام تمام انسانوں کو ایک ہی نسل اور ایک ہی اصل سے شمار کرتا ہے۔خطبہ حجۃ الوداع میں نبی ﷺ نے فرمایا ’’تم سب آدم علیہ السلام کی اولاد ہو اور آدم علیہ السلام مٹی سے بنے تھے۔‘‘﴿2﴾ اسلام میں اجتماعی تعلقات کے لیے انسانیت اور ایمان کا رابطہ بنیاد بنتا ہے۔

سوال4:فَانْكِحُوۡهُنَّ بِاِذۡنِ اَهۡلِهِنَّ وَاٰتُوۡهُنَّ اُجُوۡرَهُنَّ بِالۡمَعۡرُوۡفِ مُحۡصَنٰتٍ غَيۡرَ مُسٰفِحٰتٍ وَّلَا مُتَّخِذٰتِ اَخۡدَانٍ‌ ’’چنانچہ اُن کے مالکوں کی اجازت سے اُن کے ساتھ نکاح کرلو اور اُن کے مہر اُن کو اچھے طریقے سے ادا کردو، جب کہ وہ نکاح میں لائی گئی ہوں، بدکاری کرنے والی نہ ہوں۔اور نہ ہی چھپے دوست بنانے والی ہوں‘‘ لونڈی سے نکاح کی کیا شرائط ہیں؟

جواب:﴿1﴾ لونڈی کے مالک کی اجازت، اس کی دلیل فَانْكِحُوۡهُنَّ بِاِذۡنِ اَهۡلِهِنَّ ’’چنانچہ اُن کے مالکوں کی اجازت سے اُن کے ساتھ نکاح کرلو‘‘﴿2﴾ مہر کی ادائیگی، اس کی دلیل وَاٰتُوۡهُنَّ اُجُوۡرَهُنَّ بِالۡمَعۡرُوۡفِ ’’اور اُن کے مہر اُن کو اچھے طریقے سے ادا کردو‘‘﴿3﴾ بدکاری نہ کریں، اس کی دلیل مُحۡصَنٰتٍ غَيۡرَ مُسٰفِحٰتٍ ’’جب کہ وہ نکاح میں لائی گئی ہوں، بدکاری کرنے والی نہ ہوں‘‘﴿4﴾ چھپی دوستیاں نہ رکھیں، اس کی دلیل وَّلَا مُتَّخِذٰتِ اَخۡدَانٍ ’’اور نہ ہی چھپے دوست بنانے والی ہوں‘‘

سوال5:فَانْكِحُوۡهُنَّ بِاِذۡنِ اَهۡلِهِنَّ ’’چنانچہ اُن کے مالکوں کی اجازت سے اُن کے ساتھ نکاح کرلو‘‘ مالکوں کی اجازت سے نکاح کرنے کے حکم سے کیا پتہ چلتا ہے؟

جواب:﴿1﴾ مالکوں کی اجازت سے نکاح کرنے کے حکم سے یہ پتہ چلتا ہے کہ لونڈی کا مالک اس کا ولی ہے۔اس کی اجازت سے نکاح ہوگا۔﴿2﴾ اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ غلام کا مالک اس کا ولی ہے۔مالک کی اجازت کے بغیر غلام نکاح نہیں کرسکتا۔﴿3﴾ نبی ﷺ نے فرمایا: جس غلام نے اپنے مالک کی اجازت کے بغیر نکاح کرلیا وہ زانی ہے۔﴿4﴾ اگر لونڈیوں کی مالکہ عورت ہو تو عورت کا ولی اس کی اجازت سے نکاح کروائے کیونکہ نبی ﷺ نے فرمایا: عورت، عورت کا نکاح

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

نہ کرائے نہ وہ اپنا نکاح کرے کیونکہ فاحشہ اپنا نکاح آپ کرتی ہے۔

سوال6: وَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ''اور اُن کے مہر اُن کو اچھے طریقے سے ادا کر دو جب کہ وہ نکاح میں لائی گئی ہوں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ''اور اُن کے مہر اُن کو اچھے طریقے سے ادا کر دو جب کہ وہ نکاح میں لائی گئی ہوں'' عورتوں کو معروف طریقے سے یعنی خوش دلی سے مہر ادا کیے جائیں اس وجہ سے کہ لونڈیوں کی بے قدری ہے مہر میں کمی نہ کریں۔

سوال7: فَاِذَآ اُحْصِنَّ فَاِنْ اَتَيْنَ بِفَاحِشَةٍ فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنٰتِ مِنَ الْعَذَابِ ''پھر جب وہ نکاح میں لائی جا چکیں تو اگر اس کے بعد وہ بے حیائی کریں تو اُن کی سزا آزاد عورتوں سے نصف ہے'' لونڈی کے لیے آدھی سزا کیوں ہے؟

جواب: لونڈی کے لیے آدھی سزا اس لیے ہے کہ ﴿1﴾ شادی شدہ خاندانی عورت کی دو حفاظتیں ہیں: i۔ خاندان ii۔ شوہر ﴿2﴾ لونڈی غیر شادی شدہ ہو تو کوئی حفاظت نہیں۔ ﴿3﴾ لونڈی شادی شدہ ہو تو صرف شوہر کی حفاظت ہوتی ہے، خاندان کی حفاظت نہیں ہوتی۔ شوہر کی حفاظت بھی آدھی ہوتی ہے کیونکہ وہ اپنے مالک کی لونڈی رہتی ہے۔ اسی وجہ سے اسے معاشرے میں وہ مرتبہ نصیب نہیں ہوتا جو آزاد خاندانی عورت کو حاصل ہوتا ہے۔ شادی شدہ عورت دوہری حفاظت کو توڑے تو بڑی سزا اور لونڈی شوہر کی اُدھوری حفاظت کو توڑے تو آدھی سزا ہے۔

سوال8: ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ الْعَنَتَ مِنْكُمْ ؕ وَاَنْ تَصْبِرُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ ''یہ اس کے لیے ہے جو تم میں سے گناہ میں پڑنے سے ڈرے اور یہ کہ تم صبر کرو تمہارے لیے بہتر ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ''یہ اس کے لیے ہے جو تم میں سے گناہ میں پڑنے سے ڈرے اور یہ کہ تم صبر کرو تمہارے لیے بہتر ہے'' جمہور اہلِ علم کی رائے یہ ہے کہ آزاد مرد کا لونڈی سے نکاح دو شرطوں سے ہی جائز ہے: ا۔ جب آزاد عورت سے نکاح کی طاقت نہ ہو۔ ب۔ جب زنا میں مبتلا ہو جانے کا خوف ہو ﴿2﴾ امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ تنہائی پر صبر کرنا لونڈی کے نکاح سے بہتر ہے کیونکہ یہ اولاد کی غلامی کا موجب ہے۔ اس سے نفس گھٹیا ہو جاتا ہے اور گھٹیا کاموں سے عمدہ اخلاق پر صبر کرنا زیادہ بہتر ہے۔ (تفسیر قرطبی: 132/5)

سوال9: ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ الْعَنَتَ مِنْكُمْ ''یہ اس کے لیے ہے جو تم میں سے گناہ میں پڑنے سے ڈرے'' کی وضاحت کریں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:﴿1﴾ ”یہ اُس کا حکم ہے جو تم میں گناہ میں پڑنے سے ڈرے“،یعنی لونڈی سے نکاح کرنے کی اجازت اس کے لیے ہے جو زنا میں مبتلا ہونے سے بچنا چاہتا ہو۔﴿2﴾ لونڈی سے نکاح کرنے کی اجازت دے کر اللہ تعالیٰ نے گناہ میں پڑنے سے ڈرایا ہے اور چھپی دوستیوں کا راستہ بند کر کے نکاح کے راستے کو کھول دیا ہے۔

سوال10: وَاَنۡ تَصۡبِرُوۡا خَيۡرٌ لَّكُمۡ ”اور یہ کہ تم صبر کرو تمہارے لیے بہتر ہے“ کی وضاحت کریں؟

جواب: یعنی لونڈی سے نکاح نہ کرنا بہتر ہے اسی لیے فرمایا: تمہارا صبر کرنا اور نفس سے مجاہدہ کرنا تمہارے لیے نکاح کرنے سے بہتر ہے۔

سوال11: وَاللّٰهُ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ ”اور اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا ،نہایت رحم والا ہے“ کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ وَاللّٰهُ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ ”اور اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا ،نہایت رحم والا ہے“ اللہ تعالیٰ نے یہ شعور اس لیے دلایا ہے کہ جو لوگ اپنی جوانی کے جذبات پر کنٹرول نہ رکھ سکتے ہوں اور ان کے بدکاری میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہو تو وہ صبر کریں۔ رحمت کی اُمید پر ہی صبر ہوسکتا ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت رحیم کا شعور دلایا ہے ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ مومنوں کے لیے نہایت رحم والا ”رحیم“ ہے اور یہاں یہ خاص طور پر اس لیے واضح کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے بہتر چیز کی طرف راہ نمائی کی ہے یعنی زنا میں مبتلا ہو جانے کے خوف سے لونڈی سے نکاح کرنے کی اجازت تو ہے لیکن صبر بہتر ہے۔﴿3﴾ توبہ کرنے والوں کے لیے اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا ”غفور“ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت غفور کا شعور اسی لیے دلایا ہے کہ اگر انسان سے کوئی بے اعتدالی ہو جائے پھر بھی وہ رب کا دامن نہ چھوڑے۔

سوال12: وَاللّٰهُ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ ”اور اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا ،نہایت رحم کرنے والا ہے“ اللہ تعالیٰ نے اپنے غفور اور رحیم ہونے کا شعور کیوں دلایا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے یہ شعور اس لیے دلایا ہے کہ جو لوگ اپنی جوانی کے جذبات پر کنٹرول نہ رکھ سکتے ہوں اور ان کے بدکاری میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہو تو وہ صبر کر سکیں۔ صبر رحمت کی اُمید پر ہی ہوسکتا ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت رحیم کا شعور دلایا ہے اور اگر انسان سے کوئی بے اعتدالی ہو جائے پھر بھی وہ رب کا دامن نہ چھوڑے، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت غفور کا شعور دلایا ہے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

رکوع نمبر2

یُرِیۡدُ اللّٰہُ لِیُبَیِّنَ لَکُمۡ وَ یَہۡدِیَکُمۡ سُنَنَ الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِکُمۡ وَ یَتُوۡبَ عَلَیۡکُمۡ ؕ وَ اللّٰہُ عَلِیۡمٌ حَکِیۡمٌ (26)

اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ تمہارے لیے کھول کر بیان کرے اور وہ تمہیں ان لوگوں کے طریقوں کی ہدایت دے جو تم سے پہلے تھے اور وہ تم پر مہربانی فرمائے اور اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے۔(26)

سوال1: یُرِیۡدُ اللّٰہُ لِیُبَیِّنَ لَکُمۡ ''اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ تمہارے لیے کھول کر بیان کرے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ''اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ تمہارے لیے کھول کر بیان کرے''﴿1﴾ یعنی حلال وحرام بیان کردے۔(جامع البیان:32/5)
﴿2﴾ یُرِیۡدُ اللّٰہُ: یعنی عورتوں کی حلت وحرمت کے بارے میں جو اس نے شرائط کے ساتھ حلال کیا ہے۔(تفسیر قاسمی:112/5)
﴿3﴾ رب العزت کا ارشاد ہے: قَدۡ بَیَّنَّا لَکُمُ الۡاٰیٰتِ لَعَلَّکُمۡ تَعۡقِلُوۡنَ ''یقیناً ہم نے تمہارے لیے نشانیاں کھول کر بیان کر دی ہیں تا کہ تم سمجھو۔''(حدید:17) کَذٰلِکَ یُبَیِّنُ اللّٰہُ لَکُمۡ اٰیٰتِہٖ لَعَلَّکُمۡ تَہۡتَدُوۡنَ ''اس طرح اللہ تعالیٰ اپنی نشانیاں تمہارے لیے کھول کر بیان کرتا ہے تا کہ تم ہدایت پا جاؤ۔''(آل عمران:103)

سوال2: وَ یَہۡدِیَکُمۡ سُنَنَ الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِکُمۡ ''اور وہ تمہیں ان لوگوں کے طریقوں کی ہدایت دے جو تم سے پہلے تھے'' اس میں پہلے لوگوں کے طریقے سے کیا مراد ہے؟

جواب:﴿1﴾ ''اور وہ تمہیں ان لوگوں کے طریقوں کی ہدایت دے جو تم سے پہلے تھے'' پہلے لوگوں کے طریقے سے مراد ان کے قابل تعریف طریقے اور ان کی شریعت کے وہ احکامات ہیں جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہیں۔(مختصر ابن کثیر:311/1)﴿2﴾ یہ طریقے نئے نہیں ہیں۔ ہر دور میں اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبروں کے ذریعے ان کا اعلان کروایا ہے لیکن آسمانی کتابوں کے محفوظ نہ رہنے کی وجہ سے وہ طریقے گم ہو گئے۔﴿3﴾ اللہ تعالیٰ نے ان طریقوں کو قرآنِ حکیم کے ذریعے محفوظ کر دیا ہے۔

سوال3: کسی شخص کا پہلے لوگوں کے طریقے پر اپنی زندگی کو ڈھالنے کے کیا معنی ہیں؟

جواب:﴿1﴾ جب کوئی شخص اپنے آپ کو پہلے لوگوں کے طریقے کے مطابق ڈھالتا ہے تو گویا وہ صالحین کے قافلے میں شامل ہو جاتا ہے جن کو اللہ تعالیٰ کی رحمتوں میں سے حصہ ملا۔﴿2﴾ پہلے لوگوں کے طریقے کے مطابق زندگی ڈھالنے سے یہ فائدہ بھی ہوتا ہے کہ تمام مومنوں کے درمیان ایک رابطہ اور تعلق قائم ہو جاتا ہے۔ زمانوں اور علاقوں کے اختلاف کے باوجود تمام

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

مومنوں کا طریقۂ زندگی ایک ہو جاتا ہے۔

سوال4:وَيَتُوبَ عَلَيۡكُمۡ ’’اور وہ تم پر مہربانی فرمائے‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:’’اور وہ تم پر مہربانی فرمائے‘‘اللہ تعالیٰ تمہاری توبہ قبول کرنا چاہتے ہیں یعنی تمہارے گناہ معاف کرنا چاہتے ہیں۔

سوال5:وَاللّٰهُ عَلِيۡمٌ حَكِيۡمٌ ’’اور اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا،کمال حکمت والا ہے‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:’’اور اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا،کمال حکمت والا ہے‘‘《1》اللہ تعالیٰ علیم ہے اس کی ہدایات اس کے علم اور حکمت کے مطابق ہیں۔《2》اللہ تعالیٰ علیم ہیں وہ انسانی نفسیات کو اور اس کے حالات کو جانتے ہیں اس کو وہ ساری تدبیریں معلوم ہیں جن کے ذریعے انسان کی اصلاح ہو سکتی ہے۔《3》اللہ تعالیٰ علیم ہیں اس کو خوب معلوم ہے کہ کون کیا گناہ کر رہا ہے۔《4》اللہ تعالیٰ علیم ہے اس کی شریعت،اس کی تقدیر،اس کے اقوال وافعال سب حکمت پر مبنی ہیں۔

سوال6:وَاللّٰهُ عَلِيۡمٌ حَكِيۡمٌ ’’اور اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا،کمال حکمت والا ہے‘‘اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات علیم اور حکیم ہونے کا کیسے شعور دلایا ہے؟

جواب:اللہ تعالیٰ نے پہلے نیک لوگوں کے طریقے کو کھول کر بیان کرنے سے اپنے علیم ہونے کا اور اس پر چلانے کے ارادے سے اپنے علیم اور حکیم ہونے کا شعور دلایا ہے۔

وَاللّٰهُ يُرِيۡدُ اَنۡ يَّتُوۡبَ عَلَيۡكُمۡ وَيُرِيۡدُ الَّذِيۡنَ يَتَّبِعُوۡنَ الشَّهَوٰتِ اَنۡ تَمِيۡلُوۡا مَيۡلًا عَظِيۡمًا(27)

اور اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ تم پر مہربانی فرمائے اور جو لوگ خواہشات کی پیروی کرتے ہیں وہ ارادہ رکھتے ہیں کہ تم راہِ راست سے ہٹ جاؤ،بہت بڑا ہٹ جانا۔(27)

سوال1:وَاللّٰهُ يُرِيۡدُ اَنۡ يَّتُوۡبَ عَلَيۡكُمۡ وَيُرِيۡدُ الَّذِيۡنَ يَتَّبِعُوۡنَ الشَّهَوٰتِ اَنۡ تَمِيۡلُوۡا مَيۡلًا عَظِيۡمًا ’’اور اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ تم پر مہربانی فرمائے اور جو لوگ خواہشات کی پیروی کرتے ہیں وہ ارادہ رکھتے ہیں کہ تم راہِ راست سے ہٹ جاؤ،بہت بڑا ہٹ جانا‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:’’اور اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ تم پر مہربانی فرمائے اور جو لوگ خواہشات کی پیروی کرتے ہیں وہ ارادہ رکھتے ہیں کہ تم راہِ راست سے ہٹ جاؤ،بہت بڑا ہٹ جانا‘‘اللہ تعالیٰ تم پر رحمت کے ساتھ توجہ کرنا چاہتا ہے مگر جو لوگ خواہش نفس کی پیروی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کرتے ہیں وہ چاہتے ہیں کہ تم راہِ راست سے ہٹ کر دور نکل جاؤ اور باطل راستے پر چلنے لگ جاؤ۔انسانوں کی اصلاح کے لیے ایک طرف اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا پروگرام ہے اور دوسری طرف انسانوں کی دی ہوئی ہدایات ہیں۔انسانی زندگی کے لیے دوطرح کے نظاموں کی کیا حقیقت ہے موازنے سے اندازہ کرتے ہیں پھر دونوں راستوں میں سے وہ طریقہ اختیار کریں جس میں اصلاح،فلاح اور سعادت ہے،جو زیادہ بہتر ہے اور جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔

غرض وغایت

اللہ کا دیا ہوا نظام.....خاندانی نظام اللہ تعالیٰ کی غرض کیا ہے؟	انسانوں کا دیا ہوا نظام.....شہوانی نظام انسانی نظام کی غرض کیا ہے؟
1۔اللہ تعالیٰ انسانوں پر رحمت اور شفقت کا ارادہ رکھتے ہیں۔	1۔انسان اپنے نظام کی بنیاد شہوات (خواہشات) پر رکھتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ مسلمان راہِ راست سے ہٹ کر دور نکل جائیں۔
2۔انسانوں کی سربلندی اور ترقی میں مدد کرنا چاہتے ہیں۔	2۔اس نظام کا مقصد یہ ہے کہ انسان ایسے نظام سے محروم ہو جائیں جس میں انہیں ترقی و سربلندی ملے۔

خاندان.....معاشرتی زندگی کا بنیادی ادارہ

اللہ تعالیٰ کی غرض کیا ہے؟	انسانی نظام کی غرض کیا ہے؟
1۔اللہ تعالیٰ مرد وزن کا تعلق مضبوط اور منظم کرنا چاہتے ہیں۔	1۔فطری میلانات کو قید میں نہیں رکھنا چاہتے،نہ دینی پابندی،نہ اَخلاقی،نہ اجتماعی۔
2۔اللہ تعالیٰ اس تعلق کو پاک اور مقدس بنانا چاہتے ہیں۔	2۔اس تعلق میں پاکیزگی کی ہر حد توڑ دینا چاہتے ہیں تاکہ ہر دل بے قرار ہو جائے،اعصاب پر کنٹرول نہ رہے،کوئی گھرانہ پرسکون نہ ہو،کسی کی عزت محفوظ نہ رہے،خاندان کا وجود باقی نہ رہے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

3۔اسے ہرحال میں معاشرے کے لیے باعث ِخیربنانا چاہتے ہیں۔	3۔انسان جانوروں کا گلہ بن جائیں،پورا معاشرہ ہل جائے ہرطرف بگاڑ ہو،فساد ہو،یہ صرف آزادیٔ شہوت ہے۔

سوال 2: اَنْ تَمِيْلُوْا مَيْلًا عَظِيْمًا ''تم راہِ راست سے ہٹ جاؤ بہت بڑا ہٹ جانا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ''تم راہِ راست سے ہٹ جاؤ بہت بڑا ہٹ جانا''《1》مجاہد نے کہا:اس سے مراد ہے کہ اہل اسلام اسی طرح زنا کرنے لگیں جیسے وہ کرتے ہیں۔《2》جیسا کہ فرمایا:وَدُّوْا لَوْ تُدْهِنُ فَيُدْهِنُوْنَ ''وہ چاہتے ہیں کاش آپ نرمی اختیار کریں تو وہ بھی نرم پڑ جائیں۔''(القلم:9)《3》یہودی،عیسائی اور دین سے ہٹ جانے والے چاہتے ہیں کہ مسلمان بھی انہی کی طرح خواہش پرست بن جائیں اور لذتوں میں ڈوب جائیں۔《4》آج کے مغربی معاشرے میں عورت اور مرد کو جنسی تعلقات قائم کرنے کی پوری آزادی ہے حتیٰ کہ ہم جنس سے نکاح کرنے کا قانونی جواز موجود ہے۔سکولوں،کالجوں اور یونیورسٹیوں میں جنسی تعلیم دی جاتی ہے جبکہ حیا کی تعلیم تمام انبیاء نے اپنی امتوں کو دی ہے۔سیدنا ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول ﷺ نے فرمایا:چار چیزیں انبیاء کے طریقے میں سے ہیں حیا،عطر لگانا،مسواک کرنا اور نکاح کرنا(مشکوۃ) آج مسلمانوں کو بھی یہودیوں اور عیسائیوں نے اپنے راستے پر لگا لیا ہے۔《5》سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ''اللہ تعالیٰ سے زیادہ غیرت مند کوئی نہیں۔اسی وجہ سے اللہ نے ظاہری اور باطنی (ہرقسم) کے فواحش کو حرام کیا ہے اور نہ ہی اللہ سے بڑھ کر کوئی تعریف کو پسند کرنے والا ہے۔''(صحیح مسلم:6992) سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا کہ حیا اور ایمان ساتھ ساتھ ہیں جب ان میں سے ایک چھین لیا جاتا ہے تو دوسرا بھی چلا جاتا ہے۔(مشکوۃ المصابیح:432)

يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّخَفِّفَ عَنْكُمْ ۚ وَخُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِيْفًا(28)

اللہ تعالیٰ ارادہ رکھتا ہے کہ وہ تم سے (بوجھ) ہلکا کردے اور انسان کو کمزور پیدا کیا گیا ہے۔(28)

سوال 1:يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّخَفِّفَ عَنْكُمْ ''اللہ تعالیٰ ارادہ رکھتا ہے کہ وہ تم سے (بوجھ) ہلکا کردے'' یہاں تخفیف سے کیا مراد ہے؟

جواب: ''اللہ تعالیٰ ارادہ رکھتا ہے کہ وہ تم سے (بوجھ) ہلکا کردے'' اللہ تعالیٰ شریعت کے احکامات میں تمہارے لیے تخفیف چاہتا ہے۔رب العزت کا ارشاد ہے:هُوَ اجْتَبٰىكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ اس نے تمہیں چن لیا ہے اور اُس نے دین میں تم پر تنگی نہیں رکھی۔(الحج:78) يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ آسانی کا ارادہ رکھتا ہے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اورتم پرتنگی کاارادہ نہیں رکھتا۔(البقرہ:185)《1》اللہ تعالیٰ کی شریعت میں انسان کے فطری میلانات اور جنسی خواہش کوتسلیم کیا گیا ہے۔《2》اللہ تعالیٰ نے انسان کواپنی فطری خواہش دبانے،اس کوختم کرنے اوراسے آزادچھوڑنے کی اجازت نہیں دی۔《3》اسلام جنسی جذبے کومنظّم کرتا ہے،اسے پاک صاف نکاح کے دائرے کے اندرلاتا ہے اور پاک صاف گھریلو ماحول دیتا ہے۔《4》یہاں تخفیف سے مراد چندشرطوں کے ساتھ لونڈیوں سے نکاح کو جائزقراردیا ہے۔

سوال2:وَخُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِيْفًا ’’اورانسان کوکمزور پیدا کیا گیا ہے‘‘انسان کس اعتبار سے کمزور پیدا کیا گیا ہے؟

جواب:’’اورانسان کوکمزور پیدا کیا گیا ہے‘‘《1》انسان کادل بھی کمزور ہے،اس کےارادے بھی کمزوراوراس کی ہمت بھی بہت کمزور ہےاس لیےتخفیف اس کے حال کے عین مطابق ہے۔(مختصرابن کثیر:311/1)《2》انسان خواہشات کے سامنے کمزور ہےاسی وجہ سےاللہ تعالیٰ نے ایسےاحکامات دیے ہیں جواس کی قدرت سے باہرنہیں۔سیدناابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:’’یقیناًدین آسان ہےاورجودین میں بے جاسختی کرتا ہےتو دین اس پرغالب آجاتا ہے(یعنی ایساانسان مغلوب ہوجاتااور دین پرعمل ترک کردیتا ہے)پس تم سیدھے راستے پررہواورمیانہ روی اختیارکرواوراپنے رب کی طرف سے ملنے والے اجر پرخوش ہوجاؤاورصبح وشام اوررات کے کچھ حصے کی(عبادت)سے مددحاصل کرو‘‘(صحیح بخاری:39)

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْۤا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّاۤ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ ۚ وَلَا تَقْتُلُوْۤا اَنْفُسَكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا(29)

اے لوگوجوایمان لائے ہو!تم آپس میں ایک دوسرے کے مال باطل طریقے سے نہ کھاؤسوائے اس کے کہ تمہاری آپس کی رضامندی سے تجارت ہواوراپنے آپ کوقتل نہ کرو،بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ ہی سے تم پرنہایت رحم والا ہے۔(29)

سوال1:يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْۤا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ ’’اے لوگوجوایمان لائے ہو!تم آپس میں ایک دوسرے کے مال باطل طریقے سے نہ کھاؤ‘‘باطل طریقوں سے مال کھانے سے روکنے کے لیےاہلِ ایمان کومخاطب کیا گیا،اس میں کیاحکمت ہے؟

جواب:’’اے لوگوجوایمان لائے ہو!تم آپس میں ایک دوسرے کے مال باطل طریقے سے نہ کھاؤ‘‘ایمان سے مخاطب کرکے ایمان والوں کے ضمیرکوجھنجھوڑا گیا ہے،ایمانی تقاضوں کو بیدارکیا گیا ہے تاکہ اہلِ ایمان جاہلیت کے طریقوں کوچھوڑدیں اورایک دوسرے کے مال ناجائزطریقے سے نہ کھائیں۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال2:مال کھانے کے باطل طریقے کون سے ہیں؟

جواب:《1》بِالْبَاطِلِ سے مراد وہ تمام طریقے جن کے ذریعے ناجائز طور پر مال ایک سے دوسرے کی طرف منتقل ہوتا ہے۔ 《2》بِالْبَاطِلِ سے مراد وہ اموال جن کو استعمال کرنے کی اجازت اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہ ہو۔《3》وہ اموال جن کے استعمال کو اللہ تعالیٰ نے حکماً روک دیا ہو۔《4》مال کھانے کے باطل طریقوں میں دوسرے کا مال دبانا، رشوت، سود، جوا، چوری، ڈاکے، ناجائز دباؤ سے حاصل کیا گیا مال، ذخیرہ اندوزی سے حاصل کیا گیا مال، یتیموں کا مال غصب کرنا اور ملاوٹ سے حاصل کیا گیا مال وغیرہ شامل ہیں۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سوال ہوتا ہے کہ ایک شخص کپڑا خریدتا ہے اور کہتا ہے اگر مجھے پسند آیا تو رکھ لوں گا ورنہ کپڑا اور ایک درہم واپس کردوں گا آپ نے اس آیت کی تلاوت کردی یعنی اسے باطل مال میں شامل کیا، سیدنا عبداللہ فرماتے ہیں یہ آیت محکم ہے یعنی منسوخ نہیں نہ قیامت تک منسوخ ہوسکتی ہے۔ (تفسیر ابن کثیر:557/1)

سوال3:باطل طریقوں میں سرِ فہرست کون سا طریقہ ہے؟

جواب:باطل طریقوں میں سرِفہرست طریقہ سود ہے۔

سوال4:اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ ''سوائے اس کے کہ تمہاری آپس کی رضامندی سے تجارت ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》''سوائے اس کے کہ تمہاری آپس کی رضامندی سے تجارت ہو'' تجارت میں تاجر ضرورت مند خریدار اور ایک صنعت کار کے درمیان واسطہ بنتا ہے جو دونوں کے لیے مفید ہوتا ہے۔ تاجر ضروریات فراہم کرنے کے لیے محنت کرتا ہے اور اس کا معاوضہ لیتا ہے۔《2》ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''سچا تاجر جو امانت دار ہو وہ انبیاء اور صدیقین اور شہداء کے ساتھ ہوگا۔'' (ترمذی) (تفسیر الدر المنثور:258/2)《3》سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''سچا تاجر قیامت کے روز عرش کے سایہ میں ہوگا۔'' (اصبہانی، ترغیب)

سوال5:تجارت اور سود کے طریقۂ کار میں کیا فرق ہوتا ہے؟

جواب: جیسے تجارت اور سود کی حقیقت میں فرق ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تجارت کو حلال کیا ہے اور سود کو حرام، اسی طرح ان کا طریقہ کار بھی فرق ہے۔ موازنہ کرکے دیکھتے ہیں۔

تاجر	سودی کاروبار کرنے والا

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

1۔تاجراشیائے صرف کے لیے مارکیٹ تلاش کرتا ہے۔	1۔سودی کاروبارکرنے والااشیائے صرف پراصل اخراجات کےعلاوہ سودواجبات کااضافہ کرتا ہے۔
2۔تاجرمصنوعات کورواج دیتا ہے۔	2۔سودی اضافے کوتاجر،خریدار،ضرورت مند سے وصول کرتا ہے۔
3۔تاجرضرورت مندوں کے لیےاشیاءمہیاکرتا ہے۔	3۔اصل اشیائے ضرورت کی فراہمی پرنہیں منافع پرنظررکھتا ہے۔اس وجہ سےسامانِ تعیش میں اضافہ ہوتا ہے۔ان اشیاءکی پیداوارمیں اضافہ ہوتا ہےجوانسانی جذبات کومشتعل کرنے والی ہوں اورانسانی جسم اورصحت کے لیےنقصان دہ ہوں۔
4۔تاجرضرورت مندوں کے لیےضروریات فراہم کرکے سہولت پیداکرتا ہے۔	4۔سرمائے کے لیے ہمیشہ کے لیےمنافع کاتعین کردیاجاتا ہے۔نقصان میں شریک نہیں۔
5۔تاجراپنی خدمات کاصلہ لیتا ہے۔	5۔سودی کاروبارکرنے والاانسانی جدوجہدپراعتمادنہیں کرتا۔
6۔تاجرکاصلہ اپنی کوشش اورمہارت کا ہے۔	6۔سودی کاروبارکرنے والا دوسرے کی محنت اورکوشش کوسودکی صورت میں سمیٹ لیتا ہے۔
7۔تاجرنفع ونقصان دونوں کے لیےتیاررہتا ہے۔	7۔سودخورصرف اورصرف نفع وصول کرتا ہے۔

سوال6:تجارت میں آپس کی رضامندی سے کیامراد ہے؟

جواب:تجارت میں آپس کی رضامندی سے مراد ہے کہ ﴿1﴾ناجائزدباؤنہ ہویعنی خریدنے اوربیچنے والے کی رضاشامل ہو۔﴿2﴾فریب اوردغانہ ہو۔﴿3﴾رشوت اورسودمیں بظاہررضامندی ہوتی ہےلیکن دباؤاورمجبوری کانتیجہ ہوتی ہے۔﴿4﴾جوئے میں بظاہررضامندی ہوتی ہےمگرجیتنے کے لیے،ہارنے کےارادے سےکوئی راضی نہیں ہوتا۔﴿5﴾دھوکے کی بیع اپنی تمام اقسام سمیت آپس کی ضامندی سے خالی ہوتی ہےاس لیےایسامعاہدہ مفیدنہیں ہوتا۔﴿6﴾تجارت ہونے کےساتھ ساتھ باہمی رضا مندی کی شرط اس امرکی دلیل ہے کہ یہ تجارتی عقدسود پرمبنی نہ ہوکیونکہ سودتجارت نہیں ہے بلکہ سودتجارت کے مقاصد کے خلاف ہے۔(تفسیرسعدی:506/1)

سوال7:آپس کی رضامندی سےخریدوفروخت کے لیےکیاشرط ہے؟

جواب:﴿1﴾آپس کی رضامندی سےخریدوفروخت کے لیےشرط ہے کہ لین دین حلال اشیاءکا ہو۔﴿2﴾حرام اشیاءکے کاروبارمیں باہمی رضامندی بھی ہوتوجائزنہیں۔﴿3﴾رضامندی میں خیارِمجلس کامسئلہ بھی آجاتا ہےیعنی جب تک ایک

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

دوسرے سے الگ نہ ہوں سودا منسوخ کرنے کا اختیار ہے۔

سوال8: وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ''اور اپنے آپ کو قتل نہ کرو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ''اور اپنے آپ کو قتل نہ کرو'' وہ تمام کام جن سے کسی کا حق متاثر ہوتا ہو جس معاشرے میں پائے جائیں گے وہ معاشرہ اپنے آپ کو ہلاکت کے گڑھے میں گرا رہا ہوگا مثلاً سودخوری، چور بازاری، قمار بازی، چوری، چھینا جھپٹی، رشوت، دھوکہ بازی، ذخیرہ اندوزی، ناقابلِ فروخت اشیاء کی فروخت مثلاً ا۔عزت۔ب۔ضمیر۔ج۔ذمہ داری۔د۔فرضِ منصبی و۔مذہب ودین۔﴿2﴾ دنیا میں یہ تباہی تمام لوگوں پر آئے گی: ا۔ظالم پر اس لیے کہ اس نے ظلم کیا۔ب۔مظلوم پر اس لیے کہ اس نے ظلم کے خلاف کام نہ کیا۔﴿3﴾ اس سے مراد خودکشی بھی ہوسکتی ہے جو کہ کبیرہ گناہ ہے۔سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے اپنے آپ کو لوہے کے ہتھیار سے قتل کیا تو وہ ہتھیار اس کے ہاتھ میں ہوگا اور وہ اس ہتھیار سے اپنے پیٹ کو زخمی کرتا رہے گا۔ ہمیشہ ہمیشہ دوزخ کی آگ میں رہے گا اور جس نے زہر پی کر اپنے آپ کو قتل کیا تو وہ اسے چوستا رہے گا اور دوزخ کی آگ میں ہمیشہ ہمیشہ رہے گا اور جس نے اپنے آپ کو پہاڑ سے گرا کر قتل کیا تو وہ پہاڑ سے یوں ہی گرتا رہے گا اور ہمیشہ ہمیشہ دوزخ کے عذاب میں رہے گا۔﴿4﴾ اس سے مراد گناہ کرنا بھی ہوسکتا ہے یعنی حرمتوں کے پردے چاک کرنا، ناحق دوسروں کا مال کھا کر اپنی جانیں ہلاک کرنا۔﴿5﴾ اس سے مراد مسلمانوں کو قتل کرنا بھی ہوسکتا ہے۔

سوال9: اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا ''بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ ہی سے تم پر نہایت رحم والا ہے'' اللہ تعالیٰ نے اپنے رحیم ہونے کا شعور کیسے دلایا ہے؟

جواب: ''بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ ہی سے تم پر نہایت رحم کرنے والا ہے'' اللہ تعالیٰ نے انسان کے کمزور ہونے کی بناء پر اس کے ساتھ کی جانے والی تخفیف سے اپنے رحیم ہونے کا شعور دلایا ہے۔

سوال10: اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کا شعور دِلا کر کیا مطالبہ کیا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کا شعور دِلا کر ناجائز طریقے سے مال کھانے سے اور اپنے آپ کو قتل کرنے سے روکنے کا مطالبہ کیا ہے۔

وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ عُدْوَانًا وَّظُلْمًا فَسَوْفَ نُصْلِيْهِ نَارًا ؕ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا (30)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اور جو شخص زیادتی اور ظلم سے ایسا کرے گا تو بہت ہی جلد اُسے ہم آگ میں داخل کریں گے اور یہ اللہ تعالیٰ پر ہمیشہ سے نہایت آسان ہے۔(30)

سوال1: وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ عُدْوَانًا وَّظُلْمًا ''اور جو شخص زیادتی اور ظلم سے ایسا کرے گا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ ''جو کوئی ایسا کرے گا'' یعنی قتل۔ ﴿2﴾ عُدْوَانًا: حق پر زیادتی کرنا ہے۔ عُدْوَانًا ''زیادتی'' زیادتی اور سرکشی ہے یعنی جو جانتا ہو کہ یہ حرام کام ہیں پھر بھی ان کو کرنے کی جرأت کرے اور حرام کاموں میں کھیلے اس کے لیے سخت وعید ہے۔ ﴿3﴾ ظُلْمًا: حق دار کو اس کا حق نہ دینا، کسی چیز کو اس کے جائز مقام سے ہٹا دینا ہے۔ ﴿4﴾ جو شخص ظلم اور زیادتی سے کسی حرام کام کو انجام دے جب کہ اسے معلوم بھی ہو کہ وہ حرام کام ہیں ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ جہنم میں جھونکنے والے ہیں۔

سوال2: فَسَوْفَ نُصْلِيْهِ نَارًا ''تو بہت ہی جلد اُسے ہم آگ میں داخل کریں گے'' اللہ تعالیٰ نے عدوان اور ظلم سے کیسے روکا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ ''تو بہت ہی جلد اُسے ہم آگ میں داخل کریں گے'' اللہ تعالیٰ نے اپنی سخت وعید سے عدوان اور ظلم سے روکا تاکہ جو ظلم اور زیادتی کرے گا اسے ہم ضرور آگ میں ڈالیں گے۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ نے جہنم میں داخل کرنے کو اپنے لیے آسان عمل قرار دے کر ظلم اور عدوان سے روکا ہے۔

سوال3: وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ''اور یہ اللہ تعالیٰ پر ہمیشہ سے نہایت آسان ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ''اور یہ اللہ تعالیٰ پر ہمیشہ سے نہایت آسان ہے'' آگ میں داخل کرنا اللہ تعالیٰ کے لیے ہمیشہ سے آسان ہے اسے کوئی روک نہیں سکتا، نہ اس عذاب کو کوئی دور کر سکتا ہے، نہ اس کے لیے کوئی شفاعت کر سکتا ہے اس لیے پوری کوشش سے گناہوں سے بچنا چاہیے۔

اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبَآئِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَنُدْخِلْكُمْ مُّدْخَلًا كَرِيْمًا(31)

اگر تم اُن بڑے بڑے گناہوں سے بچ جاؤ جن سے تمہیں منع کیا گیا ہے تو ہم تمہاری چھوٹی برائیاں تم سے دور کر دیں گے اور تمہیں بڑی باعزت داخلے کی جگہ میں داخل کریں گے۔(31)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال1: اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبَآئِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ ''اگر تم اُن بڑے بڑے گناہوں سے بچ جاؤ جن سے تمہیں منع کیا گیا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ''اگر تم اُن بڑے بڑے گناہوں سے بچ جاؤ جن سے تمہیں منع کیا گیا ہے'' حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے ''الجواب الکافی'' میں لکھا ہے کہ قرآن وسنت اور اجماع صحابہ وتابعین اور ان کے بعد کے افراد اور آئمہ سے یہ دلیل ملتی ہے کہ گناہ چھوٹے بھی ہوتے ہیں اور بڑے بھی۔ (تفسیر قاسمی 119,118/5) ﴿2﴾ بڑے گناہوں سے بچ جاؤ گے تو اللہ تعالیٰ چھوٹی برائیاں دور کردیں گے۔

سوال2: كَبَآئِرَ ''کبیرہ گناہ'' کسے کہتے ہیں؟

جواب: ﴿1﴾ کبائر، کبیرہ کی جمع ہے اور وہ عظیم نافرمانی ہے جس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے وعید ہو اور قرآن وسنت میں حد ہو جیسے قتل، زنا، چوری، شرک کبیرہ گناہ ہیں جنکا تذکرہ امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے ''کتاب الکبائر'' میں کیا ہے اور ابن عباس نے کہا سات سو تک ہیں (تفسیر منیر 40/3) ﴿2﴾ جس گناہ کے کرنے والے پر اللہ تعالیٰ، فرشتوں اور سب لوگوں کی لعنت کا ذکر ہو۔ ﴿3﴾ جس گناہ کے بارے میں یہ ذکر ہو کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ نہ اس کو دیکھے گا، نہ اس سے کلام کرے گا۔ ﴿4﴾ شرک، قتلِ اولاد، قتلِ ناحق، ناجائز طریقے سے یتیم کا مال کھانا، سود کھانا، میدانِ جنگ سے بھاگنا، پاک دامن عورتوں پر تہمت لگانا اور ماں باپ کی نافرمانی کرنا وغیرہ۔

سوال3: کبیرہ گناہ کیسے معاف ہوتے ہیں؟

جواب: کفارہ دینے سے، فدیہ دینے سے اور توبہ واستغفار کرنے سے اللہ تعالیٰ معاف فرماتے ہیں یعنی جب تک استغفار ہوتا رہے تو کبیرہ کبیرہ نہیں رہتا (بشرطیکہ استغفار سچے دل سے ہو) اور صغیرہ پر اصرار ہوتا رہے تو پھر وہ صغیرہ نہیں رہتا۔ (تفسیر انوار البیان: 658/1)

سوال4: کبیرہ گناہ سے متعلق تین احادیث لکھیں؟

جواب: 1۔ سیدنا عبد الرحمٰن رضی اللہ عنہ اپنے باپ سیدنا ابو بکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی خدمتِ اقدس میں حاضر تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میں تمہیں گناہوں میں سب سے بڑے گناہ سے آگاہ نہ کروں؟'' (تین مرتبہ) آپ ﷺ نے فرمایا: (وہ گناہ یہ ہیں) اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا، والدین کی نافرمانی کرنا اور جھوٹی گواہی دینا یا فرمایا جھوٹی بات کہنا۔'' رسول اللہ ﷺ ٹیک لگائے ہوئے تھے تو آپ ﷺ بیٹھ گئے اور بار بار یہی فرماتے رہے یہاں تک کہ ہم نے (دل میں) کہا: کاش آپ ﷺ خاموشی اختیار فرماتے۔ (مسلم: 259) ﴿2﴾ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سات ہلاکت میں ڈالنے والی چیزوں سے بچو' عرض کیا گیا:''اے اللہ کے رسول ﷺ! وہ سات ہلاکت میں ڈال دینے والی چیزیں کون سی ہیں؟''فرمایا:اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا اور جادو کرنا اور کسی نفس کا قتل کرنا جسے اللہ تعالیٰ نے حرام کیا سوائے حق کے اور یتیم کا مال کھانا، سود کھانا، جہاد سے دشمن کے مقابلے سے بھاگنا اور پاک دامن عورتوں پر بدکاری کی تہمت لگانا۔''(مسلم:262)《3》سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کبیرہ گناہوں میں سے ہے کہ کوئی شخص اپنے ماں باپ کو گالی دے۔''صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: کیا کوئی آدمی اپنے ماں باپ کو گالی دے سکتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا:''ہاں! کوئی آدمی کسی کے باپ کو گالی دیتا ہے تو وہ اس کے باپ کو گالی دیتا ہے اور کوئی کسی کی ماں کو گالی دیتا ہے تو وہ اس کی ماں کو گالی دیتا ہے۔''(مسلم:263)

سوال5: نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ ''ہم تمہاری چھوٹی برائیاں تم سے دور کردیں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: کبیرہ گناہوں سے اجتناب دو شرائط کے ساتھ صغیرہ کے لیے کفارہ بنتا ہے۔《1》جب اجتناب قدرت اور ارادے سے ہو اللہ تعالیٰ کے خوف کے علاوہ کوئی چیز روکنے والی نہ ہو۔《2》فرائض قائم کرنے کے ساتھ کبیرہ گناہوں سے اجتناب ہو۔ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول ﷺ نے فرمایا: پانچ نمازیں، جمعہ سے جمعہ تک اور رمضان سے رمضان تک گناہوں کا کفارہ ہیں جبکہ کبیرہ گناہوں سے آپ اجتناب کرو جو شخص نماز چھوڑنے سے اجتناب کرتا ہے اور کبیرہ گاہوں سے بھی اجتناب کرتا ہے تو اس کے چھوٹے گناہوں کے لیے کفارہ ہو جاتے ہیں۔

سوال6: وَّنُدْخِلْكُمْ مُّدْخَلًا كَرِيْمًا ''اور تمہیں بڑی باعزت داخلے کی جگہ میں داخل کریں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:''اور تمہیں بڑی باعزت داخلے کی جگہ میں داخل کریں گے''اللہ تعالیٰ گناہوں سے دور رہنے کے بدلے میں ایسی عزت کی جگہ داخل کریں گے کہ ان جنتوں کے نیچے سے نہریں بہہ رہی ہوں گی وَّكُنُوْزٍ وَّمَقَامٍ كَرِيْمٍ ''اور خزانوں اور عمدہ جگہ سے''(الشعراء:58)

وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۭ لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوْا ۭ وَلِلنِّسَاۗءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ ۭ وَسْــَٔـلُوا اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهٖ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا (32)

اور تم اس چیز کی تمنا نہ کرو جو اللہ تعالیٰ نے تم میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے مردوں کے لیے اس میں سے ایک حصہ ہے جو انہوں نے محنت سے کمایا اور عورتوں کے لیے اس میں سے ایک حصہ ہے جو انہوں نے محنت سے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کمایا اور اللہ تعالیٰ سے اُس کے فضل کا سوال کرو۔ یقیناً اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔(32)

سوال1:اس آیت کا شانِ نزول بتائیں؟

جواب:《1》ترمذی اور حاکم نے سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا کہ مرد جہاد کرتے ہیں اور ہم جہاد نہیں کرسکتے اور ہمیں وراثت بھی آدھی ملتی ہے۔اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔(تفسیر جامع البیان:56/5)《2》ابن ابی حاتم نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ایک عورت رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی اور عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! مرد کو عورت سے دوگنا حصہ ملتا ہے اور عورتوں کی گواہی ایک مرد کی گواہی کے برابر ہے تو ہمارے عمل بھی کیا اسی طرح ہیں کہ اگر عورت کوئی نیکی کرے تو اسے آدھا ثواب ہے؟ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔(لباب النقول:258,259/1)

سوال2: وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ ’’اور تم اس چیز کی تمنا نہ کرو جس میں اللہ تعالیٰ نے تم میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے‘‘ اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》اللہ تعالیٰ نے مسلمان کو اس بات سے منع فرمایا ہے کہ وہ تمنا کرے کہ اللہ نے دوسروں کو جو دیا ہے وہ اسے مل جائے، اس لیے کہ اس طرح کی خواہش اللہ کی تقدیر سے عدم رضا کی دلیل ہے۔اور اگر اس خواہش کے ساتھ یہ تمنا بھی شامل ہو جائے کہ دوسروں سے اللہ وہ نعمت چھین لے تو یہ حسد ہوگا، جس سے اللہ نے سختی کے ساتھ منع فرمایا ہے۔(تیسیر الرحمٰن:256)《2》دوسرے کے مال کی تمنا کرنا حسد ہے رسول ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کوئی اپنے بھائی کے مال کی تمنا نہ کرے وہ یہ کہے الهم ارزقنی الهم اعطنی مثله ’’اے اللہ مجھے بھی رزق دے اے اللہ مجھے بھی اس کی طرح عطا فرمادے‘‘(تفسیر طبری:263/8،264)《3》عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا۔رشک تو بس دو ہی آدمیوں پر ہو سکتا ہے، ایک تو اس پر جسے اللہ نے قرآن مجید کا علم دیا اور وہ اس کے ساتھ رات کی گھڑیوں میں کھڑا ہو کر نماز پڑھتا رہا اور دوسرا آدمی وہ جسے اللہ تعالیٰ نے مال دیا اور وہ اسے محتاجوں پر رات دن خیرات کرتا رہا۔(صحیح بخاری:5025)《4》مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ ’’جو اللہ تعالیٰ نے تم میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے‘‘ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو ایک دوسرے پر عہدہ و مرتبہ میں، صلاحیت وقابلیت، مال واسباب، حالات اور ذرائع وغیرہ میں فضیلت دی ہے۔

سوال3: لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوْا ۭ وَلِلنِّسَآءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ ’’مردوں کے لیے اس میں سے ایک حصہ ہے جو انہوں نے محنت سے کمایا اور عورتوں کے لیے اس میں سے ایک حصہ ہے جو انہوں نے محنت سے کمایا‘‘ کی وضاحت کریں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:﴿1﴾''مردوں کے لیے اس میں سے ایک حصہ ہے جوانہوں نے محنت سے کمایااورعورتوں کے لیے اس میں سے ایک حصہ ہے جوانہوں نے محنت سے کمایا''جس کی نیت میں جتنا خلوص ہوگااس کے مطابق اس کواجر ملے گا۔﴿2﴾اللہ تعالیٰ نے واضح فرمایاہے کہ مردہویاعورت ہرایک کے لیے اپنے اپنے عمل ہیں یعنی ہرایک کواپنے اپنے عمل کی جزایاسزا ملے گی۔﴿3﴾مردوں اورعورتوں میں اعمال کےثمرات میں مساوات ہے۔﴿4﴾اللہ تعالیٰ نے مرداورعورت دونوں میں الگ الگ صلاحیت ودیعت کی ہے اور ہرایک کواس کی صلاحیت اورمحنت کے مطابق دنیاوی نعمتوں سے حصہ ملتاہے،اس لیے اللہ کی تقدیر پرراضی رہنا چاہیے،اوراس ایمان کے ساتھ زندہ رہنا چاہیے کہ اللہ ہی حکمتوں کوزیادہ جانتا ہے۔(تیسرالرحمٰن:256)﴿5﴾یعنی اللہ تعالیٰ کے ہاں تقرب نیک اعمال سے ہے۔مردکومحض مردہونے کی وجہ سےعورت پرعمل میں فضیلت نہیں ہے اورعورت محض عورت ہونے کی وجہ سے نیک عمل کےثواب سے محروم نہیں ہے،لہٰذاتم بجائے حسد کےاللہ تعالیٰ کافضل طلب کرو۔(دعوۃالقرآن)

سوال4:جدیدتہذیب عورت کوجوحقوق دیتی ہےان کی نوعیت کیاہے؟

جواب۔﴿1﴾جدیدتہذیب عورت کوجوحقوق دیتی ہے ان میں بعض قوانین ایسے ہیں کہ سب سے بڑے مردوارث کوتمام میراث کاحقدارسمجھتے ہیں۔﴿2﴾بعض قوانین یہ لازم کرتے ہیں کہ عورت جومالی معاہدہ بھی کرے اس کی منظوری ولی کی طرف سے ازروئے قانون ضروری ہے۔﴿3﴾بعض قوانین بیوی کے لیے اپنی جائیدادکواستعمال کرنے کاحق اس وقت جائزکرتے ہیں جب شوہراس کی منظوری دے۔یہ حقوق بھی عورت کواس وقت ملے جب عورت نے خوداس کےحصول کے لیےتحریکیں چلائیں۔

سوال5:وَلِلنِّسَآءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ ''اورعورتوں کے لیے اس میں سے ایک حصہ ہے جوانہوں نے محنت سے کمایا''اسلام نےعورت کوجوحقوق دیئے،کیاعورت کی ڈیمانڈپردیئے ہیں؟

جواب:﴿1﴾اسلام نے انسانیت کے احترام میں عورت کوحقوق دیئے۔﴿2﴾اس کے لیےعورتوں کوکوئی چارٹرآف ڈیمانڈ پیش نہیں کرناپڑا۔﴿3﴾عورتوں کواپنےحقوق کے لیےالگ تنظیمیں قائم نہیں کرنی پڑیں۔4۔عورتوں کوبغاوت نہیں کرنی پڑی۔

سوال6:اسلام نےعورت کوجوحقوق دیئےاورجدیدمغربی معاشرے میں عورت کوجوحقوق دیئے گئے ہیں ان کاموازنہ کریں؟

جواب:عورت کےحقوق میں موازنہ:

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اسلام میں عورت کے حقوق	جدید مغربی ممالک میں عورت کے حقوق
1۔اسلام نے مرداورعورت کوقانون کے نقطۂ نظر سے مساوی حقوق دیئے ہیں۔	1۔قانون کی نظر میں مرداورعورت برابرنہیں مثلاً بعض قوانین ایسے ہیں کہ عورت اپنی جائیداداستعمال کرتے ہوئے شوہرکی منظوری لینے کی پابند ہے جبکہ مردعورت کا پابندنہیں۔
2۔اسلام نے شہری حقوق میں مرداورعورت کو برابر قرار دیا ہے۔اس سلسلے میں شادی شدہ اورغیرشادی شدہ میں کوئی فرق نہیں ۔شادی کے بعداس کا نام،قانونی اورشہری حیثیت برقراررہتی ہے اس کی شخصیت ختم نہیں ہوتی۔	2۔عورت شادی ہوتے ہی اپنااوراپنے خاندان کا نام کھودیتی ہے اوراسے اس کے اپنے اوراس کے باپ کے نام سے نہیں شوہر کے نام سے پہچانا جاتا ہے۔عورت کا نام ختم ہونے سے یہ پتہ چلتا ہے کہ شادی کے بعدعورت کی شہری اورقانونی حیثیت ختم ہوگئی ہے اوروہ اپنے شوہرکی حیثیت میں گم ہوگئی ہے۔
3۔عورت اپنے معاملات خودطےکرسکتی ہے۔اپنے معاملات میں ہرقسم کے فیصلے کرسکتی ہے مثلاً خریدوفروخت ، رہن ، ہبہ اوروصیت وغیرہ۔	3۔عورت اپنے معاملات خودطےنہیں کرسکتی۔
4۔عورت کی جائیداداس کے شوہرکی جائیداد سے علیحدہ خوداس کی ملکیت ہوتی ہے۔نکاح کی وجہ سے اس کے حقِ ملکیت پرکوئی قیدعائدنہیں ہوتی۔	4۔شادی شدہ عورت اپنے معاملات خودطےنہیں کرسکتی۔فرانس کےسول کوڈ کی دفعہ نمبر17میں یہ طے کیا جاتا ہے کہ مرداورعورت کی ملکیت علیحدہ علیحدہ ہوگی اس کے باوجود وہ اپنی جائیداد ہبہ نہیں کرسکتی نہ اس کی ملکیت منتقل کرسکتی ہے،نہ رہن رکھ سکتی ہے، اِلّا یہ کہ اس کا شوہرکسی معاہدے میں اس کے ساتھ شریک ہویایہ کہ وہ تحریری طورپران امورمیں سے کسی امرکی اجازت دے۔
5۔شوہرکوکوئی قانونی اختیارنہیں ہوتا کہ وہ بیوی کی کوئی چیزاس کی اجازت کےبغیرحاصل کرےخواہ کم ہویازیادہ۔	5۔عورت شوہرکی اجازت کے بغیراپنے مال سے بھی کچھ نہیں کرسکتی ،عورت کی حیثیت عملاً ایک غلام اورایک لونڈی سے کم نہیں۔
6۔اسلام نے عورت کی قدرومنزلت میں اضافہ کیا کمائی اور ملکیت کےاعتبار سے	6۔اسلام کے ماسواکسی اورنظام نے عورت کومرد کے مساوی حقوق نہیں دیئے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال7: وَسْـَٔلُوا اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهٖ ’’ اور اللہ تعالیٰ سے اُس کے فضل کا سوال کرو‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ’’ اور اللہ تعالیٰ سے اُس کے فضل کا سوال کرو‘‘ نبی ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ سے اس کا فضل مانگو کیونکہ اللہ تعالیٰ سوال کو پسند کرتا ہے اور سب سے زیادہ فضیلت والی عبادت برائی کے مٹائے جانے کا انتظار ہے (ترمذی 115، ابن مردویہ)

﴿2﴾ اللہ تعالیٰ سے دین و دنیا کے فضل کا سوال کرنا شرعاً واجب ہے اس کی دلیل یہی آیت ہے ’’ وَسْـَٔلُوا اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهٖ ‘‘

﴿3﴾ ابو ہریرہ سے روایت ہے رسول ﷺ نے فرمایا: جو اللہ تعالیٰ سے سوال نہیں کرتا اللہ تعالیٰ اس پر غضب ناک ہوتا ہے۔

﴿4﴾ یعنی اللہ تعالیٰ نے بعض کو بعض پر جو فضیلت دی ہے اس کی آرزو نہ کرو کیونکہ آرزو کا کوئی حاصل نہیں اور فضیلت قطعی ہے۔ آرزوؤں سے فضیلت تمہارے پاس نہیں آسکتی۔ ﴿5﴾ اللہ تعالیٰ سے اس کا فضل مانگو کیونکہ اللہ تعالیٰ دعا کو محبوب رکھتا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ سے اس کا فضل مانگو کیونکہ اللہ تعالیٰ سوال کو محبوب رکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ کو اپنا وہ بندہ بہت پیارا ہے جو برائی مٹانے کو محبوب رکھتا ہو۔ (ابن مردویہ)

سوال8: اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِيْمًا ’’ یقیناً اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب: ’’ یقیناً اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے‘‘ کہ کون اس کا مستحق ہے کہ اس کو دیا جائے اور کون یہ حق نہیں رکھتا۔ اللہ تعالیٰ ہر ایک کو اس کے حق کے مطابق دیتا ہے۔

سوال9: اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِيْمًا ’’ یقیناً اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے‘‘ اللہ تعالیٰ نے اپنے علیم ہونے کا شعور کیسے دِلایا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے مردوں اور عورتوں کی کمائی کے علم سے اور اپنے فضیلت دینے سے اپنے علیم ہونے کا شعور دلایا ہے۔

وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِیَ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ ؕ وَالَّذِيْنَ عَقَدَتْ اَيْمَانُكُمْ فَاٰتُوْهُمْ نَصِيْبَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ شَهِيْدًا (33)

اور ہر ایک کے لیے ہم نے وارث بنائے ہیں اُس میں سے جو والدین اور قریبی رشتہ دار چھوڑ جائیں۔ اور جن سے تم نے عہد باندھے ہوں اُنہیں اُن کا حصہ دے دو بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر ہمیشہ سے حاضر ہے۔ (33)

سوال1: وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِیَ ’’ اور ہر ایک کے ہم نے وارث بنائے ہیں‘ مَوَالِیَ سے کیا مراد ہے؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب: مَوَالِیَ سے مراد وارث ہیں۔اس سے عصبہ یعنی وہ وارث مراد ہیں جن کا حصہ قرآن میں وحدیث میں متعین نہیں یعنی جوذوی الفروض کی عدم موجودگی میں میت کے وارث بنتے ہیں۔

سوال2: وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ ''اور ہر ایک کے ہم نے وارث بنائے ہیں اُس میں سے جو والدین اور قریبی رشتہ دار چھوڑ جائیں'' کیا میراث کا معاہدہ پورا کیا جائے گا؟

جواب: ابتدائے اسلام میں یہ حکم تھا بعد میں منسوخ ہوگیا تھا۔حکم یہ تھا کہ جن سے تم نے قسمیں کھا کر معاہدہ کیا ہے انہیں بھی میراث میں حصہ دو۔اب وفائے عہد باقی ہے میراث میں کچھ نہیں۔ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں:''ہجرت کے بعد مہاجر انصاری کا وارث ہوا کرتا تھا رشتہ دار نہیں کیونکہ اللہ کے نبی ﷺ نے ان میں بھائی چارہ کو پایا تھا۔''

سوال3: وَالَّذِيْنَ عَقَدَتْ اَيْمَانُكُمْ ''اور جن سے تم نے عہد باندھے ہوں'' سے کیا مراد ہے؟

جواب: وہ لوگ جن سے تم نے عقد (موالات) باندھ رکھا ہے اس سے مراد مہاجرین اور انصار کی مؤاخات ہے۔

سوال4: وَالَّذِيْنَ عَقَدَتْ اَيْمَانُكُمْ فَاٰتُوْهُمْ نَصِيْبَهُمْ ''اور جن سے تم نے عہد باندھے ہوں اُنہیں اُن کا حصہ دے دو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ وَالَّذِيْنَ عَقَدَتْ اَيْمَانُكُمْ فَاٰتُوْهُمْ نَصِيْبَهُمْ ''اور جن سے تم نے عہد باندھے ہوں اُنہیں اُن کا حصہ دے دو'' اہل عرب میں دوستی اور بھائی چارے کے معاہدے ہوتے تھے یوں لوگ ایک دوسرے کی میراث کے وارث بن جاتے تھے۔ اسلام نے یہ واضح کردیا کہ وراثت تو قرابت کے قاعدے کے مطابق تقسیم ہوگی البتہ اپنی زندگی میں انہیں کچھ دے سکتے ہو۔ ﴿2﴾ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ مَوَالِیَ سے مراد وارث ہیں۔(بخاری:4580)

سوال5: اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ شَهِيْدًا ''بلاشبہ اللہ تعالٰی ہر چیز پر ہمیشہ سے حاضر ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:''بلاشبہ اللہ تعالٰی ہر چیز پر ہمیشہ سے حاضر ہے'' ﴿1﴾ اللہ تعالٰی اپنے علم کے ذریعے سے تمام امور کی، اپنی بصارت سے بندوں کی حرکات کی، اور اپنی سماعت کے ذریعے تمام آوازوں کی خبر رکھتا ہے اس طرح وہ ہر چیز پر حاضر ہے۔ ﴿2﴾ اللہ تعالٰی ہر چیز پر شہید ہے۔آپ کے کاموں میں سے کچھ بھی اس سے چھپا ہوا نہیں لہٰذا اس سے ڈرو اس کی اطاعت کرو اور اس کی نافرمانی نہ کرو۔(ایسر التفاسیر:257)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال6: اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدًا ''بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر ہمیشہ سے حاضر ہے'' اللہ تعالیٰ نے اپنے شَهِيْدًا ہونے کا شعور کیوں دلایا ہے؟

جواب: اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدًا ''بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر ہمیشہ سے حاضر ہے'' اللہ تعالیٰ نے وارث مقرر کر کے ہر ایک کا حصہ اُس تک پہنچانے کے لیے اپنے شَهِيْدًا ہونے کا شعور دلایا ہے۔

رکوع نمبر3

اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّبِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ ؕ فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ ؕ وَالّٰتِيْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ وَاهْجُرُوْهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْهُنَّ ۚ فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَيْهِنَّ سَبِيْلًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيًّا كَبِيْرًا(34)

مرد عورتوں پر نگران ہیں اس وجہ سے جو اللہ تعالیٰ نے ان کے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے اور اس وجہ سے کہ انہوں نے اپنے اموال میں سے خرچ کیا ہے۔ پس نیک عورتیں فرماں بردار ہیں، وہ عدم موجودگی میں بھی حفاظت کرنے والی ہیں اس وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں محفوظ رکھا، اور وہ عورتیں جن کی سرکشی سے تم ڈرتے ہو تو تم ان کو سمجھاؤ اور ان کو بستروں میں چھوڑ دو اور ان کو مارو، چنانچہ اگر وہ تمہاری اطاعت کریں تو ان کو (ستانے کی) کوئی راہ تلاش نہ کرو، بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے ہی بے حد بلند، بہت بڑا ہے۔(34)

سوال1: اس آیت کا شانِ نزول کیا ہے؟

جواب: ایک انصاری رحمت عالم ﷺ کے پاس اپنی بیوی کو لائے، عورت بولی: انہوں نے مجھے تھپڑ مارا ہے اور اس کا نشان میرے چہرے پر موجود ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: انہیں یہ لائق نہیں تھا اس پر یہ آیت اتری، یعنی مرد قوام ہے اور ادب کی غرض سے عورت کو مار کر سیدھا کر سکتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میں نے کچھ اور چاہا تھا اور اللہ تعالیٰ نے کچھ اور چاہا۔ (ابن جریر)

سوال2: اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ ''مرد عورتوں پر نگران ہیں'' قَوّٰمُوْنَ ''نگران'' سے کیا مراد ہے؟

جواب: ﴿1﴾ قوّام یا قیّم اس شخص کو کہتے ہیں جو کسی فرد یا ادارے یا نظام کے معاملات کو درست حالت میں چلانے اور اس کی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

حفاظت ونگرانی کرنے اوراس کی ضروریات مہیا کرنے کا ذمہ دار ہو۔(مترادفات)《2》قَوّٰمُوْنَ قوامُ کی جمع ہے قامَ قِیَامُ سے ہے۔قیام کہتے ہیں کھڑا ہونے کو۔قوّام کھڑا رکھنے والا۔معاملے کی ذمہ داری کو پورا کرنے پر قادر(المنجد)《3》قام کے بعد علٰی آتا ہے تو اس میں نگرانی،حفاظت اور تولیت، کفالت کا مفہوم آ جاتا ہے۔(تدبر قرآن)《4》اقام ہے ٹیڑھے کو سیدھا کرنا۔(مترادفات القرآن)《5》ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:"قوّام سے امیر مراد ہے یعنی مرد عورتوں پر امیر ہیں۔"

سوال3:سربراہی کیوں ضروری ہے؟

جواب:《1》کسی بھی نظام کو درست حالت میں چلانے کے لیے۔《2》کسی بھی نظام کی نگرانی کے لیے۔《3》کسی نظام کی حفاظت کے لیے۔《4》کسی نظام کی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے سربراہی ضروری ہے۔

سوال4:کسی بھی ادارے کی سربراہی اور اس کا انتظام کس کے سپرد کیا جاتا ہے؟

جواب:《1》کسی بھی ادارے کی سربراہی اور اس کا انتظام اہل ترین افراد کے سپرد کیا جاتا ہے۔《2》انتظام ایسے لوگوں کے ہاتھوں میں دیا جاتا ہے جو اپنے شعبے میں اچھی مہارت رکھتے ہوں۔《3》انتظام ایسے افراد کے ہاتھوں میں دیا جاتا ہے جو اس شعبے کے بارے میں وافر معلومات رکھتے ہوں۔《4》انتظام ایسے افراد کے ہاتھ میں دیا جاتا ہے جو تجربہ اور صلاحیت رکھتے ہوں مثلاً بینک،ملز،کمپنیز،یونیورسٹیوں اور تعلیمی اداروں کے سربراہ وغیرہ مہارت،معلومات،تجربہ اور صلاحیت کی بناء پر منتخب کئے جاتے ہیں۔

سوال5:گھریلو نظم میں سربراہ کسے بنایا گیا ہے؟

جواب:گھریلو نظم میں سربراہ مرد کو بنایا گیا ہے۔

سوال6:وَّبِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ "اور اس وجہ سے کہ انہوں نے اپنے اموال میں سے خرچ کیا ہے" خاندان کی سربراہی کے لیے مرد کو متعین کرنے میں کیا حکمت ہے؟

جواب:《1》مرد کی تخلیق اسی لحاظ سے ہوئی ہے اس کی فطری خصوصیات اس بات کا مستحق بنا دیتی ہیں کہ وہ گھرانے کا نگران ہو اور خاندان میں بڑا ہو۔《2》مرد کی بناوٹ اور عورت کی بناوٹ میں جو حیاتیاتی اور نفسیاتی فرق ہے اس میں قوامیت کی صلاحیتیں مرد کو دی گئی ہیں اور اطاعت کی صلاحیتیں عورت کو۔《3》مرد پورے گھرانے کے اخراجات کا ذمہ دار ہوتا ہے، نگرانی اور حفاظت کا ذمہ دار بھی۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال7:مرد کی کون سی خصوصیات اسے اس کا مستحق بنا دیتی ہیں کہ وہ گھرانے کا سربراہ ہو؟

جواب:﴿1﴾بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ''اس وجہ سے جو اللہ تعالیٰ نے ان کے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے'' اس بنا پر کہ اللہ نے ان میں سے ایک کو دوسرے پر فضیلت دی ہے۔یعنی وہی،جس سے مراد اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ مردانہ قوت اور دماغی صلاحیت ہے یہ پیدائشی طور پر دی گئی فضیلت ہے۔﴿2﴾وَّبِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ ''اور اس وجہ سے کہ انہوں نے اپنے اموال میں سے خرچ کیا ہے'' اس وجہ سے کہ مردوں نے اپنے مال خرچ کیے ہیں یہ کسبی فضیلت ہے یعنی مردوں کی معاشی ذمہ داری ہے تو یہ دونوں خصوصیات ایسی ہیں جو مرد کی قوامیت کا سبب ہیں۔

سوال8:بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ''اس وجہ سے جو اللہ تعالیٰ نے ان کے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے'' فضیلت سے کیا مراد ہے؟

جواب:فضیلت سے مراد:خصوصیات اور قوتیں ہیں اس سے مراد شرف،کرامت اور عزت نہیں ہے۔

سوال9:مرد کی نگرانی کے کون کون سے اسباب ہیں؟

جواب:﴿1﴾صلاحیت۔تنظیمی صلاحیتیں زیادہ ہیں۔﴿2﴾ذمہ داریاں۔خاندان کی معاشی ضروریات کا کفیل ہو۔﴿3﴾خصوصی اختیارات اصلاح اور تحفظ کیلیے۔

سوال10:اسلامی نقطہءنظر سے خاندان کی کیا اہمیت ہے؟

جواب:﴿1﴾اسلامی نقطہءنظر سے انسان اس کائنات کا اہم ترین عنصر ہے۔﴿2﴾خاندان انسانی زندگی کا ابتدائی ادارہ ہے۔﴿3﴾خاندان انسان کی پوری زندگی پر اثر انداز ہوتا ہے۔﴿4﴾خاندان کا ادارہ کائنات کی اہم ترین پیداوار نسلِ انسانی کی افزائش کا ذمہ دار ہے۔

سوال11:اسلام خاندان کی تنظیم کرتے ہوئے کن اصولوں کو پیش نظر رکھتا ہے؟

جواب:﴿1﴾اسلام خاندان کی تنظیم انسان(مرد اور عورت)کی فطرت کو۔﴿2﴾مرد اور عورت کی صلاحیت کو۔﴿3﴾فرائض اور واجبات کو(جو مرد اور عورت پر عائد کئے گئے ہیں)دیکھتے ہوئے کرتا ہے۔

سوال12:اسلام نے ذمہ داریوں کی تقسیم کس بنیاد پر کی ہے؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:اسلام نے مرداورعورت پر ذمہ داریوں کی تقسیم ’’عدل‘‘ کی بنیاد پر کی ہے۔

سوال13:اسلام نے عورت پر معاشی ذمہ داریوں کا بوجھ کیوں نہیں ڈالا؟

جواب:اسلام نے عورت کی حیا،اس کی عفت اوراس کے تقدس کے تحفظ کے لیے اُسے معاشی ذمہ داریوں سے دوررکھا ہے۔

سوال14:کیااسلامی نقطۂ نظر سے عورت کوسربراہی کاحق حاصل ہے؟

جواب:اسلامی نقطۂ نظر سے سربراہی حق نہیں ہے، ذمہ داری ہے اور جہاں ذمہ داریوں کی بات آتی ہے تو اسلام اس کی تقسیم فطری اعتبار سے کرتا ہے۔اس آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ مرد کواللہ تعالیٰ نے پیدائشی اعتبار سے ایسی صلاحیتیں دی ہیں جس کی وجہ سے وہ قوام ہے۔اسی کی تائیداس حدیث سے ہوتی ہے جس میں نبی ﷺ نے فرمایا:وہ قوم ہرگز فلاح نہیں پاسکتی جس نے اپنے امورایک عورت کے سپرد کردیئے۔(صحیح بخاری)

سوال15:خاندان کی بنیاد جوڑے پررکھی گئی،اس کے لیےقرآن سے دلیل دیں؟

جواب:خاندان کی بنیاد جوڑے پررکھی گئی،اس کے لیےقرآن حکیم کی دلیل ہے۔يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا اے لوگو!اپنے رب سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیااوراُسی سے اس کی بیوی پیدا کی۔(النسآء:1)

سوال16:مرداورعورت جوڑا ہیں ان کے ملاپ میں اللہ نے کیسے زندگی کے سارے راز(حکمتیں)رکھ دیے ہیں حکمتوں کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》جسمانی راحت اورآرام۔《2》اعصابی ٹھہراؤ۔《3》روحانی اطمینان۔《4》نفسیاتی سکون《5》برائی اورفحاشی سے بچنے کیلیے ڈھال۔《6》گناہوں سے بچاؤ کا سامان۔《7》نئی نسل کا وجود میں آنا۔《8》زندگی کے اندر تسلسل۔《9》زندگی کے طریقوں کی ترقی کا راز۔《10》انسانی تربیت گاہ۔《11》محبت اور ہمدردی۔

سوال17:عورت کا فطری فریضہ کیا ہے؟

جواب:《1》حاملہ ہو۔《2》وضع حمل کے بعد بچے کودودھ پلائے۔《3》بچے کی پرورش،نگہداشت اورتربیت کی ذمہ دارہو۔

سوال18:اللہ تعالیٰ نے عورت کوفطری فرائض اداکرنے کے لیےکون سی صلاحیتیں دی ہیں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:﴿1﴾نرمی۔﴿2﴾مہربانی۔﴿3﴾جلدی جواب دینا۔﴿4﴾جلدی متاثر ہوجانا۔﴿5﴾جذباتیت۔﴿6﴾نزاکت و لطافت یہ سب خصوصیات عورت کی شخصیت کی ساخت میں موجود ہیں۔

سوال19:مرد کا فطری فریضہ کیا ہے؟

جواب:﴿1﴾خاندان کی تمام ضروریات کا کفیل ہو۔﴿2﴾عورت اور بچے کی مدد اور حفاظت کا ذمہ دار ہو۔

سوال20:اللہ تعالیٰ نے مرد کو اپنے فطری فرائض ادا کرنے کیلیے کون سی خصوصیات عطا کی ہیں؟

جواب:﴿1﴾سخت جان اور مضبوطی۔﴿2﴾مرد جلدی متاثر نہیں ہوتا۔﴿3﴾کسی صورت حال کو قبول کرنے کیلیے جلد تیار نہیں ہوتا۔﴿4﴾ہر کام سوچ سمجھ کر نتائج پر نظر رکھ کر انجام دیتا ہے۔﴿5﴾غوروفکر کرتا ہے۔

سوال21:مرد اور عورت کی خصوصیات کا موازنہ کریں؟

جواب:(ماخوذ از سیکنڈ سکیل ما دام بوائر155__154)

مرد	عورت
1۔مسائل کو حل کرنے میں زیادہ بہتر ثابت ہوتے ہیں۔	1۔عورتوں کی سوچ میں جذباتیت غالب ہوتی ہے۔
2۔قوت اور بہادری میں زیادہ ہے۔	2۔عورت میں مرد کے مقابلے میں قوت اور بہادری کم ہوتی ہے۔
3۔مرد میں سختی،قوت اور عزیمت ہے۔	3۔عورت میں نزاکت،لطافت اور نرمی ہے۔
4۔مرد کسی بھی معاملے میں اقدام کا حوصلہ رکھتے ہیں۔	4۔عورت کے اندر اقدام کا حوصلہ مرد کے مقابلے میں بہت کم ہے۔
5۔مرد میں قائدانہ صلاحیتیں زیادہ ہوتی ہیں۔	5۔عورت میں قائدانہ صلاحیتیں مرد کے مقابلے میں زیادہ نہیں ہوتیں۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

6۔مرد مشکل اور محنت طلب کام کر سکتا ہے۔	6۔عورت مشکل اور محنت طلب کام عام طور پر کرنے سے گریز کرتی ہے۔
7۔مرد خوشی اور غم کی تصویر کشی عورت سے بہتر کرتا ہے (ادب,شاعری)	7۔خوشی اور غم زیادہ محسوس کرتی ہے۔
8۔دماغی ساخت میں فرق ہے مرد کا دماغ عورت کے دماغ سے 100 گرام زیادہ ہوتا ہے	8۔عورتوں کا دماغ مردوں کے مقابلے میں چھوٹا ہوتا ہے۔
9۔مرد مضبوط ہوتا ہے،اعصابی قوت زیادہ ہوتی ہے۔ ا۔پھیپھڑوں کی قوت زیادہ ۲۔بھاگنے میں تیز ۳۔وزن زیادہ اُٹھا سکتا ہے۔	9۔عورت کمزور ہوتی ہے،اعصابی قوت مرد کے مقابلے میں کم ہوتی ہے ا۔پھیپھڑوں کی قوت کم ۲۔بھاگنے میں سست رفتار ۳۔وزن کم اُٹھا سکتی ہے۔
10۔مرد میں عزم و استقلال پایا جاتا ہے جو منصوبوں کی تکمیل کیلیے ضروری ہے۔	10۔عورت میں عزم و استقلال کا فقدان ہے۔
11۔مرد پٹھوں کی قوت عورت سے 1/3 زیادہ رکھتا ہے۔	11۔عورت کے پٹھوں کی قوت مرد کے مقابلے میں 1/3 کم ہوتی ہے۔
12۔جرأت مند ہوتا ہے۔	12۔عورت میں جرأت کی کمی ہوتی ہے۔
13۔مرد طبعاً آزاد منش ہوتا ہے	13۔عورت طبعا آزاد منش نہیں ہوتی
14۔مرد کیلیے جوان ہوتے ہی مسائل نہیں ہیں۔	14۔عورت کے جوان ہوتے ہی حیض،نفاس،حمل،زچگی کی تکالیف ہوجاتی ہیں۔پھر اذیت ناک سردرد،متلی، چکر بلیڈنگ وغیرہ کے روگ لگے رہتے ہیں۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

15۔مرد کا حافظہ عورتوں سے بہتر ہوتا ہے۔	15۔عورت کا حافظہ مردوں سے کم تر ہے۔
16۔مرد کی انتقامی صلاحیت زیادہ ہے۔	16۔عورت کی انتقامی صلاحیت مردوں کے مقابلے میں کم ہے۔

سوال22: کیا عورت کے اندر تضادات پائے جاتے ہیں؟

جواب: فرائیڈ نے میری بوناپارٹ کو ایک خط لکھا ''تین سال کی تحقیق کے باوجود اس کا جواب مجھے نہیں مل سکا کہ آخر عورت کیا چاہتی ہے۔؟ وہ کیوں مجموعہ اضداد ہے۔ مثلاً

﴿1﴾ آزادی کی پرستار مگر عدم تحفظ سے خوفزدہ۔ ﴿2﴾ حاکمانہ اختیار کی خواہاں مگر سکون وقرار مرد کے زیر سایہ ملے۔ ﴿3﴾ عزت کی حفاظت کیلیے جان کی بازی لگائے مگر زندگی کے عام حقائق سے سمجھوتہ کرلے۔

سوال23: عورت کے اندر تضادات کیوں پائے جاتے ہیں؟

جواب: والٹر شواز نے اس کا جواب دیا ہے کہ ''عورت صرف ''دماغ'' ہی نہیں ''رحم'' بھی رکھتی ہے۔ کئی رشتوں میں منقسم ہے وہ ایک ماں بھی تو ہے اس کی سب سے بڑی کمزوری اس کا رحم ہے۔

سوال24: کیا عورت ٹریننگ کے بعد مرد والی ذمہ داریاں ادا کرسکتی ہے؟

جواب: عورت کی علمی اور عملی تربیت سے اس کی صلاحیت متاثر ہوگی جس کے لیے اسے پیدا کیا گیا اور تیار کیا گیا ہے۔ مثلاً بحثیت ماں، فرائض کی ادائیگی کے قابل نہیں رہے گی۔

سوال25: اگر عورت کو مرد کی سرپرستی حاصل نہ ہو تو وہ اپنے آپ کو کیسا سمجھتی ہے؟

جواب: محروم، ناقص اور بدحال۔ عورت کی فطرت میں ہے کہ کوئی اس کا سرپرست اور حاکم ہو۔

سوال26: فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَیْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰہُ پس نیک عورتیں فرماں بردار ہیں، وہ عدم موجودگی میں بھی حفاظت کرنے والی ہیں اس وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں محفوظ رکھا'' بہترین عورت کون ہے؟

جواب: ﴿1﴾ فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ ''پس نیک عورتیں فرماں بردار ہیں'' نیک عورتیں اپنے شوہروں کی مطیع ہوتی ہیں۔ (تفسیر جامع البیان: 70/5) ﴿2﴾ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَیْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰہُ '' وہ عدم موجودگی میں بھی حفاظت کرنے والی ہیں اس وجہ سے کہ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اللہ تعالیٰ نے انہیں محفوظ رکھا'' وہ (شوہروں کی) عدم موجودگی میں بھی اللہ تعالیٰ کی حفاظت کی وجہ سے شوہر کی عزت اور حقوق کی حفاظت کرنے والی ہوتی ہیں۔ مثلاً: الف۔ اپنی ذات کو کسی کی نظروں کا شکار نہیں ہونے دیتیں۔ ب۔ اپنی عصمت اور عزت کو نہیں لٹاتیں۔ ﴿3﴾ وہ خلوت کے معاملات کو خاص طور پر ازدواجی زندگی کے معاملے کو کسی پر ظاہر نہیں کرتیں اگرچہ کوئی کتنا ہی قریبی ہو اور اپنی حفاظت کرتی ہیں کہ کوئی ہاتھ انہیں چھوئے یا کوئی آنکھ انہیں دیکھے یا کسی کی بات کو سنیں۔ (تفسیر مراغی: 206/2) ﴿4﴾ سیدنا ابوہریرہ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ نے کہ جو عورتیں اونٹوں پر سوار ہیں۔ (عرب عورتیں) ان میں سب سے بہتر قریش کی نیک عورتیں ہیں جو بچوں پر ان کی چھوٹی عمر میں بہت زیادہ شفقت کرنے والی ہوتی ہیں اور شوہر کے مال کی خوب حفاظت کرنے والی ہوتی ہیں۔ (بخاری: 760/2) ﴿5﴾ جو اللہ کے تخلیقی منصوبے میں خود کو شامل کرتے ہوئے مرد کی برتری تسلیم کرلے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ''بہترین عورت وہ ہے کہ جب اس کا شوہر اسے دیکھے تو اسے خوش کردے، جب حکم دے تو اس کا حکم بجالائے اور جب اس سے الگ ہوکر کہیں چلا جائے تو اپنی عصمت کی حفاظت اور اس کے مال کی حفاظت کرے پھر آپ ﷺ نے یہ آیت پڑھ کر سنائی۔ (ابن جریر) ﴿6﴾ اگر عورت پانچوں نمازیں پڑھتی رہے، رمضان کے روزے رکھتی رہے اور اپنی عصمت کی حفاظت کرتی رہے اور شوہر کی اطاعت میں لگی رہے تو اسے حکم ہوگا کہ جس دروازے سے چاہے جنت میں چلی جائے۔''

سوال27: بہترین مرد کون ہے؟

جواب: جو اپنی برتر حیثیت کی بناء پر اس حقیقت کو بھول نہ جائے کہ اللہ تعالیٰ اس سے زیادہ برتر ہیں۔ نبی ﷺ نے فرمایا: تم میں سے بہترین وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے حق میں بہتر ہے اور میں اپنی عورتوں کے لیے سب سے بہتر ہوں۔

سوال28: مرد اور عورت میں فرق کس اعتبار سے ہے؟

جواب: دنیا کے انتظام کے اعتبار سے۔

سوال29: اللہ کے ہاں مرد اور عورت کا مقام کیا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ انسانیت میں دونوں برابر ہیں۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ نے انسانی جان کو قابل عزت بنایا ہے۔ ﴿3﴾ مرد اور عورت کو اپنے اپنے اعمال کی جزا ملے گی۔ ﴿4﴾ اللہ کے قانون میں جیسے مرد ملکیت رکھ سکتا ہے، عورت بھی رکھ سکتی ہے۔ ﴿5﴾ مرد میراث کا حق رکھتا ہے۔ عورت بھی رکھتی ہے۔ ﴿6﴾ مرد قانونی شخصیت ہے، عورت علیحدہ قانونی شخصیت ہے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال30: مرد کو بحیثیت نگران (قوام) کیا کرنا چاہیے؟

جواب: ﴿1﴾ عورت کے حق میں اپنی ذمہ داریاں پوری کرے۔ ﴿2﴾ اگر کوئی عورت مرد کی انتظامی بڑائی کو نہ مانے تو مرد کے اندر انتقامی جذبہ نہیں اُبھرنا چاہیے۔ ﴿3﴾ مرد عورت پر الزام لگا کر بدنام نہ کرے۔ ﴿4﴾ مرد عدل سے کام لے۔ ﴿5﴾ مرد عورت کی اصلاح کی کوشش کرے۔

سوال31: مرد عورت کی اصلاح کیسے کرے گا؟

جواب: ﴿1﴾ مرد ابتداء میں عورت کی اصلاح سمجھانے بجھانے سے کرے گا۔ ﴿2﴾ دباؤ ڈالنے سے (بولنا، چھوڑ دینا، ترک تعلق کر لینا) ﴿3﴾ آخری درجہ میں مرد سزا دے سکتا ہے جیسے مار (مسواک سے)۔

سوال32: مرد کی نگرانی کا کیا مطلب ہے؟

جواب: ﴿1﴾ مرد کی نگرانی کا مطلب خاندانی نظام کے اندر ایک ذمہ داری ہے۔ ﴿2﴾ مرد کی نگرانی خاندانی نظام کی حفاظت اور بچاؤ کے لیے ہے۔ ﴿3﴾ مرد کی نگرانی کا مطلب عورت کی شخصیت کی نفی نہیں ہے۔ ﴿4﴾ مرد کی نگرانی کا مطلب خاندان کے افراد کی حق تلفی نہیں۔ ﴿5﴾ مرد کی نگرانی کا مطلب خاندان کے افراد کے فرائض کا خاتمہ نہیں ہے۔

سوال33: نیک عورت کی کیا خصوصیات ہیں؟

جواب: ﴿ا﴾ فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ ''پس نیک عورتیں فرماں بردار ہیں'' ﴿1﴾ نیک عورتیں صالح ہوتی ہیں۔ القنوت سے مراد توجہ، ارادہ، رغبت، دلی چاہت سے اطاعت جس میں کوئی جبر، دباؤ نہیں، کمزوری اور سستی نہیں۔ ﴿2﴾ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کسی نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا عورتوں میں سے کون سی عورت اچھی ہوتی ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو اپنے خاوند کو خوش کرے، جب وہ اس کی طرف دیکھے اور جب وہ حکم کرے تو بجا لائے اور اس سے اپنے جی میں اور اپنے مال میں جو خاوند کو برا لگے، مخالفت نہ رکھے۔ (سنن نسائی:3233) (سلسلہ صحیحہ:1838) ﴿3﴾ سیدنا حصین بن محصن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے میری پھوپھی نے بتایا کہ میں کسی کام سے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی تو آپ ﷺ نے پوچھا: ''یہ کون عورت (آئی) ہے؟ کیا شوہر والی ہے؟'' میں نے عرض کیا: جی ہاں'' پھر آپ ﷺ نے دریافت کیا: ''تیرا اپنے شوہر کے ساتھ کیسا رویہ ہے؟'' میں نے عرض کیا: ''میں نے کبھی اس کی اطاعت اور خدمت کرنے میں کسر نہیں چھوڑی سوائے اس چیز کے جو میرے بس میں نہ ہو۔'' آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اچھا یہ بتاؤ اسکی نظر میں تم کیسی ہو؟ یاد رکھو! وہ تمہاری جنت اور جہنم ہے۔''

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

(احمد،طبرانی،حاکم،بیہقی)《4》سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:تم میں سے کوئی عورت مرجائے اس حال میں کہ اسکا شوہراس سے راضی ہوتو وہ جنت میں جائے گی۔(سنن ترمذی:1161)《5》ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا کہ جس کو چار چیزیں مل گئیں اس کو دنیاوآخرت کی خیرمل گئی:شکرگزاردل ذکرکرنے والی زبان مصیبت پرصبرکرنے والابدن ایسی بیوی جواپنی جان میں اورشوہرکے مال میں خیانت نہیں کرتی(مشکوۃ:283)ب۔حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ ''وہ عدم موجودگی میں بھی حفاظت کرنے والی ہیں اس وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں محفوظ رکھا''《1》شوہرکی عزت اورحقوق کی حفاظت کرنے والی ہوتی ہیں۔مثلاًاپنی ذات کوکسی کی نظروں کا شکارنہیں ہونے دیتی،اپنی عصمت اورعزت کونہیں لٹاتی۔《2》مردعورت کوکسی ایسے فعل کے ارتکاب کی اجازت نہیں دے سکتاجس کی حفاظت کرنے کااللہ تعالیٰ نے حکم دیاہے۔《3》مردبرانہ منائے تب بھی عورت کوایسے افعال کے ارتکاب کی اجازت نہیں۔《4》عورت پرفرض ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی حدود میں اپنی حفاظت کرے۔

سوال34:وَالّٰتِيْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَھُنَّ ''اوروہ عورتیں جن کی سرکشی سے تم ڈرتے ہو''نشوزکسے کہتے ہیں؟

جواب:''اور وہ عورتیں جن کی سرکشی سے تم ڈرتے ہو''《1》نشیزہ:اس سواری کوکہتے ہیں جس کی پیٹھ پرسواریازین نہ رہ سکے۔《2》عورت کااپنے شوہرسے بغض رکھنا۔《3》عورت کااپنے شوہرکانافرمان ہونااوراس کواپنے لیے جائز سمجھنا۔《4》عورت کاشوہرسے ناموافقت رکھنا،نباہ نہ کرنا۔《5》عورت کااپنے شوہرکے مقابلے میں سرکشی اختیارکرنا۔《6》امام راغب اصفہانی کہتے ہیں:ا۔عورت کااپنے شوہرکوبرُاسمجھنا۔ب۔سرکشی کرنا۔ج۔کسی دوسرے مردپرنظررکھنا۔د۔بدخوئی کرنا۔《7》نشوزکالغوی معنی بلندی یاارتفاع،اٹھان اورابھارکے ہیں۔خصوصاًجب کسی چیزمیں اٹھان اورتحرک اورہیجان کانتیجہ ہومثلاً عورت اپنے خاوندکواپناہمسریااس کی سربراہی کواپنے لیے توہین سمجھ کراسے تسلیم نہ کرتی ہو۔اس کی اطاعت کی بجائے اس سے کج بحثی کرتی ہو۔خندہ پیشانی سے پیش آنے کی بجائے بدخلقی سے پیش آتی ہواورسرکشی پراترآتی ہو۔بات بات پرضداورہٹ دھرمی دکھاتی ہویامردپرناجائزتہمتیں لگاتی ہو۔یہ باتیں نشوزکے معنی میں داخل ہیں۔(تیسیرالقرآن:398/1397,)

سوال35:اگرسرکشی اورکشیدگی واقع ہوجائے توکیاہوتاہے؟

جواب:《1》اصلاحی اقدامات کافائدہ نہیں ہوتا۔《2》جنگ اورمقابلہ شروع ہوجاتاہے۔《3》ہرفریق کی کوشش ہوتی ہے دوسرے کاسرکچل دے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال36:عورت کی جانب سے سرکشی شروع ہوتے ہی مردکواسلام کس چیز سے روکتا ہے؟

جواب:《1》فوراًمعاہدہ نکاح توڑنے سے۔《2》سرکشی اورنفرت کے سامنے ہتھیار ڈالنے سے۔

سوال37:عورت کی سرکشی کا انجام کیا ہوتا ہے؟

جواب:《1》خاندان کی ٹوٹ پھوٹ《2》نسل انسانی کی تیاری اورتربیت کا کام ختم ہوجاتا ہے۔

سوال38:اسلام خاندانی نظام کے بچاؤ کے لیے کیا تدابیر اختیار کرتا ہے؟

جواب:سرکشی کے آثارظاہر ہوتے ہی تدارک کیا جائے:《1》فَعِظُوْهُنَّ"توتم ان کوسمجھاؤ"یعنی وعظ ونصیحت۔《2》وَاهْجُرُوْهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ"اوران کوبستروں میں چھوڑ دو" Bed Share نہ کیے جائیں۔《3》وَاضْرِبُوْهُنَّ" اوران کو مارو" جسمانی اذیت

سوال39:عورت کی سرکشی کا علاج ابتداء میں نہ کیا جائے تو کیا نتائج نکلتے ہیں؟

جواب:《1》نافرمانی۔《2》بغاوت۔《3》مرد کی نگرانی کا رعب ختم۔《4》خاندان دوحصوں میں تقسیم ہوجاتا ہے اور علاج کا فائدہ نہیں ہوتا۔

سوال40:وَالّٰتِيْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ"اوروہ عورتیں جن کی سرکشی سے تم ڈرتے ہوتوتم ان کوسمجھاؤ" کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》"اوروہ عورتیں جن کی سرکشی سے تم ڈرتے ہوتوتم ان کوسمجھاؤ" یہ پہلی دوا ہے کہ عورتوں کواللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈراؤاورنصیحت کرو ایسے کلام سے جوسخت دلوں کونرم کردے اورنفرت کرنے والی طبیعت میں رغبت پیدا ہوجائے۔(الاساس فی التفسیر:1054/2)《2》ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا:انہیں اللہ تعالیٰ کی کتاب کی نصیحت کرو۔《3》فَعِظُوْهُنَّ یعنی انہیں اس طرح کی بات کروکہ اللہ تعالیٰ سے ڈرو،اس بات کوجان لوکہ آپ پرمیری اطاعت فرض ہے اورمیری نافرمانی کرکے اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرواوریہ اس لیے کہ شوہر کا حق ادا کرنا اوراس کی اطاعت کرنا آپ پرواجب ہے اوراللہ تعالیٰ نے شوہر کی نافرمانی کوحرام کیا ہے اورشوہر کویہ فضیلت مال خرچ کرنے کی بنیاد پراللہ تعالیٰ نے دی ہے۔(تفسیر قاسمی:132/5)《4》وعظ سے مراد ناصحانہ گفتگو ہی نہیں، بلکہ مشفقانہ برتاؤ بھی ہے یعنی اپنے قول وفعل کے لحاظ سے عورت کے لیے اس درجہ محبوب ودل پسند بننے کی کوشش کروکہ وہ لامحالہ متاثر ہوکرتمہارے بلند اخلاق اسے مجبور کردیں کہ وہ اپنی غلطی کومحسوس کرے۔(تفسیر سراج البیان:198/1)

سوال41:وَاهْجُرُوْهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ"اوران کوبستروں میں چھوڑ دو"خواب گاہوں میں علیحدہ رہنے کا طریقہ کہاں تک مؤثر ہے؟

جواب:《1》"اوران کوبستروں میں چھوڑ دو" یہ دوسری دوا ہے جب وعظ ونصیحت بے کار ہوجائے۔《2》جب عورت خودسری

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کی زد میں ہو۔《3》جب عورت اپنے شوہر کو خاطر میں نہ لائے اور مرد اپنی فطری خواہشات پر قابو پا کر عورت کی فطری کشش کا مقابلہ کرے تو وہ عورت کے مؤثر ترین ہتھیار کو کند کر دیتا ہے۔مرد قوت کا اظہار کرتا ہے تو عورت ہتھیار ڈال دیتی ہے۔

سوال42:خواب گاہوں سے علیحدہ کرنے کے کیا آداب ہیں؟

جواب:《1》خواب گاہ کے علاوہ عورت کے ساتھ دوسرے تعلقات بحال رہیں۔《2》بچوں پر میاں بیوی کے درمیان ہونے والی کشیدگی کا اظہار نہ ہو۔《3》غیروں کے سامنے جدائی یا کشیدگی نہ ہو جس کی وجہ سے عورت کی عزت نفس مجروح ہو۔《4》خواب گاہ سے علیحدگی کا مقصد یاد رکھنا چاہیے عورت کو سرکشی سے روکنا ہے اس کی تذلیل نہیں۔

سوال43:وَاضْرِبُوْھُنَّ ''اور ان کو مارو'عورت کو مارنے کا مقصد کیا ہے؟

جواب:《1》''اور ان کو مارو'یہ تیسری دوا ہے اللہ تعالیٰ نے مارنے کا حکم دیا اور اس کے لیے شرائط عائد کی ہیں۔مار اصلاح کے لیے ہو،مار میں بھی مرد کی طرف سے ہمدردی اور محبت ہو۔مار کا مقصد عورت کو سزا دینا نہیں ہے۔《2》مار کا مقصد عورت سے انتقام لینا نہیں ہے۔《3》مار کا مقصد غصے کو ٹھنڈا کرنا نہیں ہے۔《4》یہ مار ذلت،توہین اور حقارت کے لیے نہیں ہے۔ عورت کی فطرت میں داخل ہے کہ وہ ہر چیز برداشت کر سکتی ہے بجز اپنے محبوب کے غصہ کے اور اگر اس پر بھی تبدیلی نہ ہو تو اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ بالکل عام عورت ہے۔اس لیے عامیانہ سلوک کی مستحق ہے۔اسے پیٹنے میں بھی کوئی مضائقہ نہیں مگر یہ تیسرا درجہ ہے۔(تفسیر سراج البیان:198/1)

سوال44:عورت کو مارنے کی کب اجازت ہے؟

جواب:《1》جب وعظ و نصیحت کام نہ دے۔《2》خواب گاہوں میں علیحدگی بھی مفید ثابت نہ ہو۔《3》جب بگاڑ خطرناک سطح تک پہنچ جائے۔

سوال45:اسلام نے عورت کی سرکشی کی بیماری کے علاج کے لیے جو اقدامات روا رکھنے کا حکم دیا ہے اس میں کیا حکمت ہے؟

جواب:اسلام نے یہ اقدامات اس لیے روا رکھے ہیں تاکہ سرکشی کی بیماری کا علاج کیا جائے قبل اس کے کہ یہ حد سے گزر جائے۔ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''عورتوں کے حق میں وصیت قبول کرو۔عورت پسلی کی ہڈی سے پیدا کی گئی ہے اور پسلی میں اوپر کا حصہ زیادہ ٹیڑھا ہے،اگر اسے سیدھا کرنا چاہو گے تو توڑ دو گے اور اگر اسے چھوڑ و گے تو برابر ٹیڑھی رہے گی۔پھر عورتوں کے حق میں وصیّت قبول کرو۔''(صحیح مسلم:3644)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال46: سرکش عورت کو مارنے کے بارے میں نبی ﷺ کی کیا ہدایات ہیں؟

جواب: ﴿1﴾ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں انہوں نے نبی ﷺ سے دریافت کیا کہ عورت کا مرد پر کیا حق ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر اسے کھانے کی ضرورت ہو تو اسے دیا جائے، کپڑے کی ضرورت ہو تو پہنایا جائے، چہرے پر نہ مارا جائے، نہ چہرے کو بگاڑا جائے، اس کو صرف گھر کے اندر خواب گاہ سے علیحدہ کیا جائے۔ (سنن ابوداؤد:2144) ﴿2﴾ نبی ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی بندیوں کو نہ مارو۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ آئے تو انہوں نے عرض کیا عورتیں تو مردوں پر جری ہوگئی ہیں تو آپ ﷺ نے انہیں مارنے کی اجازت دے دی۔ اس کے بعد نبی ﷺ کی ازواج مطہرات کے پاس بہت ساری عورتیں آئیں اور اپنے مردوں کے خلاف شکایت کی اس پر نبی ﷺ نے فرمایا: محمد ﷺ کی ازواج کے پاس بہت سی عورتیں اپنے شوہروں کے خلاف شکایت لے کر آتی ہیں جو لوگ یہ کام کرتے ہیں وہ تم میں سے اچھے لوگ نہیں۔ (ابوداؤد:2146) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: رسول اللہ ﷺ نے کسی خادم یا عورت کو کبھی نہیں مارا۔ (ابوداؤد:4786)

سوال47: سرکش عورت کو مارنے کی شرائط کیا ہیں؟

جواب: سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا گیا کہ پھر کیا ماریں کہ نہ نشان پڑے، نہ چہرے پر ماریں؟ تو انہوں نے جواب دیا: مسواک کی طرح کی چیز سے۔ ﴿1﴾ چہرے پر نہ مار سکتا ہے نہ چہرے کو بگاڑ سکتا ہے۔ ﴿2﴾ ایسی مار نہیں مار سکتا جس سے جسم پر کوئی نشان پڑ جائے۔ ﴿3﴾ عبداللہ بن زمعہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: تم میں کوئی شخص اپنی بیوی کو غلاموں کی طرح نہ مارے کہ پھر دوسرے دن اس سے ہم بستر ہوگا۔ (صحیح بخاری:5204) ﴿4﴾ اس پر بھی سب کا اتفاق ہے کہ یہ مار بالکل ہلکی قسم کی ہو، ایسی نہ ہو جس سے چوٹ زیادہ آجائے یا جس سے رفیق زندگی کی توہین لازم آتی ہو، بلکہ مفسر صحابہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے تو یہ منقول ہے کہ یہ مار مسواک جیسی ہلکی پھلکی چیز سے ہو۔ (تفسیر ماجدی:732,733/1)

سوال48: فَاِنۡ اَطَعۡنَكُمۡ فَلَا تَبۡغُوۡا عَلَيۡهِنَّ سَبِيۡلًا ''چنانچہ اگر وہ تمہاری اطاعت کریں تو ان کو (ستانے کی) کوئی راہ تلاش نہ کرو''، عورت کی اطاعت کی صورت میں کیا حکم ہے؟

جواب: عورت اطاعت کے لیے آمادہ ہو تو سب ذرائع جن سے اصلاح مقصود ہے رک جائیں گے۔ اطاعت ڈنڈے کی اطاعت نہ ہو کیونکہ اس سے مضبوط خاندان وجود میں نہیں آتا۔ عمرو بن احوص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں حجۃ الوداع کے موقع پر رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ تھا (آپ ﷺ نے خطبہ ارشاد فرمایا) اللہ کی حمد وثنا فرمائی اور لوگوں کو وعظ ونصیحت کی انھوں نے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

حدیث میں پورا واقعہ بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: خبردار تم عورتوں سے بھلائی کرو وہ تمہارے پاس قید ہیں تم سوائے اس کے انکی کسی چیز کے مالک نہیں ہو مگر یہ کہ وہ واضح اور کھلی بے حیائی کریں اگر وہ ایسا کرتی ہیں تو ان کے بستروں سے الگ ہو جاؤ اور انھیں ضرب لگاؤ اور مار ایسی مارو جو ظاہری نہ ہو اگر وہ تمہاری فرماں برداری کرتی ہیں تو ان پر کوئی راستہ تلاش نہ کرو۔ خبردار! تمہارا عورتوں پر اور عورتوں کا تم پر حق ہے۔ تمہارا ان پر حق یہ ہے کہ وہ ایسے آدمیوں کو گھروں میں نہ آنے دیں جن کو تم ناپسند کرتے ہو اور نہ ایسے لوگوں کو تمہارے گھروں میں آنے کی اجازت دیں جن کا آنا تمہارے لیے ناگوار ہے۔ خبردار! بیویوں کا تم پر حق ہے کہ ان سے خوراک اور لباس کے بارے میں اچھا سلوک کرو۔ (جامع ترمذی:1163)

سوال49: اگر عورت اصلاح کر لے پھر راستہ تلاش نہ کرو، اس سے کیا مراد ہے؟

جواب: راستہ تلاش نہ کرنے سے مراد یہ ہے کہ تنگ نہ کرو، مار پیٹ نہ کرو، طلاق نہ دو۔ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم لوگ عورتوں کے حقوق ادا کرنے میں اللہ سے ڈرو کیونکہ اللہ کی امانت کے ساتھ انھیں حاصل کیا ہے۔ اور تم نے اللہ کے حکم سے انکی شرم گاہ کو حلال سمجھا ہے اور تمہارے لیے ان پر یہ حق ہے کہ وہ تمہارے بستروں پر ایسے کسی آدمی کو نہ آنے دیں کہ جن کو تم ناپسند کرتے ہو اور اگر وہ اس طرح کریں تو تم انہیں مار سکتے ہو مگر ایسی مار کہ انکو چوٹ نہ لگے اور ان عورتوں کا تم پر یہ بھی حق ہے کہ تم انھیں حسب اطاعت کھانا پینا اور لباس دو اور میں تم میں ایک چیز چھوڑ کر جا رہا ہوں کہ جس کے بعد تم گمراہ نہیں ہو گے۔ اور تم لوگ اللہ کی کتاب (قرآن مجید) کو مضبوطی سے پکڑے رکھنا اور تم سے میرے بارے میں پوچھا جائے گا تو تم کیا کہو گے؟ انھوں نے کہا ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ہمیں اللہ کے احکام کی تبلیغ کر دی اور آپ ﷺ نے شہادت والی انگلی کو آسمان کی طرف بلند کرتے ہوئے اور لوگوں کی طرف منہ موڑتے ہوئے فرمایا: اے اللہ! گواہ رہنا اے اللہ! آپ ﷺ نے تین مرتبہ یہ کلمات کہے۔ (صحیح مسلم:2950)

سوال50: إِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيًّا كَبِيْرًا ''بلا شبہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے ہی بے حد بلند، بہت بڑا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ''بلا شبہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے ہی بے حد بلند، بہت بڑا ہے'' اگر عورت کے جھک جانے پر بھی مرد انتقامی کاروائی کرتا ہے تو اس میں اللہ تعالیٰ فریق ہے جو بہت بلند اور بہت بڑا ہے۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ اس کی صفات کی وجہ سے سر جھک جائیں۔ بغاوت اور سرکشی کے جذبات ٹھنڈے پڑ جائیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے علیؔ اور کبیر ہونے کا شعور اس لیے دلایا

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ہے تا کہ جومرد اپنے آپ کوعورت سے بڑا سمجھتے ہوئے ظلم کرتے ہیں وہ ظلم سے باز آجائیں، اگر وہ عورت سے بڑے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان سے بڑا ہے، اگر وہ کمزوروں پر ناحق ظلم کریں گے تو اللہ تعالیٰ ان سے انتقام لے گا۔

وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَحَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا ۚ اِنْ يُّرِيْدَآ اِصْلَاحًا يُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَيْنَهُمَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا خَبِيْرًا (35)

اور اگر تم ان دونوں کے درمیان مخالفت سے ڈرو تو ایک منصف شوہر کے رشتہ داروں میں سے اور ایک منصف بیوی کے رشتے داروں میں سے مقرر کردو، اگر دونوں اصلاح کا ارادہ رکھیں گے تو اللہ تعالیٰ ان کے درمیان موافقت پیدا کردے گا بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے ہی سب کچھ جاننے والا، ہر چیز کی خبر رکھنے واالا ہے۔(35)

سوال1: وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا ''اور اگر تم ان دونوں کے درمیان مخالفت سے ڈرو'' نکاح کے ٹوٹنے کا خطرہ لاحق ہوجائے تو اسلام کیا حکم دیتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ ''اور اگر تم ان دونوں کے درمیان مخالفت سے ڈرو'' اس آیت میں شوہر اور بیوی کی نفرت اور بے زاری کا ذکر ہے کہ اگر نفرت اتنی بڑھ جائے کہ اس سے نکاح کے ٹوٹنے کا خطرہ لاحق ہوتو اسلام یہ حکم دیتا ہے کہ خاندانی پنچائیت بٹھائی جائے جس میں ایک ثالث مرد کی مرضی کا مقرر ہو، ایک ثالث عورت کی مرضی کا مقرر ہو۔﴿2﴾ دونوں ثالث مصالحت کرانے کی کوشش کریں۔

سوال2: فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَحَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا ۚ ''تو ایک منصف شوہر کے رشتہ داروں میں سے اور ایک منصف بیوی کے رشتے داروں میں سے مقرر کردو'' اسلامی نقطہء نظر سے ثالثوں کا کردار کیسا ہونا چاہیے؟

جواب: ﴿1﴾ اسلامی نقطہ نظر سے ثالثوں کا مقصد مصالحت کروانا ہو۔ ٹھنڈے ماحول میں جمع ہوں۔ معاشی حالات ومفادات کو نظر انداز کردیں۔ زوجین کے خاندانوں کی شہرت اور عزت کا خیال رکھیں۔﴿2﴾ سر جوڑ کر بیٹھیں اور دونوں کے معاملے میں غور کریں ذاتی میلانات کو سامنے نہ رکھیں۔﴿3﴾ مصلحت کے تحت جو مناسب ہو عمل میں لائیں خواہ ملاپ کرادیں یا تفریق۔

سوال3: ثالثوں کا اجتماع کب ہوگا؟

جواب: ﴿1﴾ جب زوجین کے اندر اصلاح کی خواہش ہو۔﴿2﴾ جب زوجین کے اندر اخلاص ہو لیکن اصلاح کی خواہش غصے کے جذبات تلے دب گئی ہو۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال4: ثالث مقرر کرنے والا کون ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے اس سوال کا جواب مبہم رکھا ہے۔《1》زوجین خود ہی اپنے رشتہ داروں میں سے کسی کا انتخاب کر سکتے ہیں۔《2》دونوں خاندانوں کے بزرگ مداخلت کر کے پنچایت مقرر کر سکتے ہیں۔

سوال5: ثالثوں کے اختیارات کیا ہیں؟

جواب: ان ثالثوں کو ملانے اور جدا کرنے کے پورے اختیارات ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ثالث قرار دیا ہے انہیں اپنا فیصلہ صادر کرنا ہے خواہ کوئی راضی ہو یا ناراض۔سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے ثالث مقرر کرتے ہوئے عدالت کی طرف سے انہیں حاکمانہ اختیارات دے دیئے تھے۔

سوال6: باہمی اختلاف میں انسان کا ذہن کیسا ہو جاتا ہے؟

جواب:《1》انسان کا ذہن متاثر ہو جاتا ہے۔《2》انسان کسی واقعے کا ٹھنڈے دل و دماغ سے حقیقت پسندانہ انداز میں تجزیہ نہیں کر پاتا۔

سوال7: اِنۡ یُّرِیۡدَاۤ اِصۡلَاحًا یُّوَفِّقِ اللّٰہُ بَیۡنَہُمَا یُوَفِّقِ اللّٰہُ بَیۡنَہُمَا ’’اگر دونوں اصلاح کا ارادہ رکھیں گے تو اللہ تعالیٰ ان کے درمیان موافقت پیدا کر دے گا‘‘ کیسے وضاحت کریں؟

جواب: ’’اگر دونوں اصلاح کا ارادہ رکھیں گے تو اللہ تعالیٰ زوجین میں موافقت پیدا کر دیتے ہیں‘‘اگر وہ دونوں اصلاح کرنا چاہیں، صدق دل سے چاہیں تو دونوں کا رابطہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر کے تحت ہو جائے گا۔

سوال8: اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَلِیۡمًا خَبِیۡرًا ’’بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے ہی سب کچھ جاننے والا، ہر چیز کی خبر رکھنے والا ہے‘‘ اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات علیم اور خبیر کا کیسے شعور دلایا ہے؟

جواب:《1》’’بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے ہی سب کچھ جاننے والا، ہر چیز کی خبر رکھنے والا ہے‘‘ اللہ تعالیٰ نے اپنے علیم ہونے کا شعور دلایا ہے کہ حکم شوہر بیوی میں اصلاح کروانا چاہتے ہیں یا نہیں اللہ تعالیٰ کو پوری طرح علم ہے۔《2》اللہ تعالیٰ نے اپنے خبیر ہونے کا شعور دلایا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان دونوں کے اور ان کے علاوہ لوگوں کے حالات کی پوری خبر رکھتا ہے، اس سے کچھ بھی چھپا ہوا نہیں ہے، ان پر نگہبان ہے یہاں تک کہ وہ انہیں احسان پر جزا دے گا اور برائی پر بخشش یا عذاب دے گا۔(تفسیر جامع البیان:90/5)《3》اللہ تعالیٰ نے خاندانی معاملات کی درستگی کے لیے عورت کی چڑھائی اور مرد کی اصلاح کے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

طریقے اختیار کرنے پر یہ شعور دلایا ہے کہ تمہارے تمام معاملات خواہ آپس کے ہوں، حَکَم بنانے کے ہوں، مار پیٹ کے، دلی معاملات ہوں یا علیحدگی اختیار کرنے کے، اللہ تعالیٰ ان کا علم بھی رکھتا ہے اور اسے اس کی خبر بھی ہے لہٰذا اللہ تعالیٰ کے علم اور اس کی خبر کی وجہ سے عورتوں کے معاملات میں اس سے ڈر کر رہو۔

وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرَا (36)

اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو بھی شریک نہ بناؤ اور والدین کے ساتھ احسان کرو اور رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور رشتہ دار ہمسایوں اور اجنبی ہمسایوں اور پہلو کے ساتھی اور مسافر کے ساتھ اور (ان کے ساتھ) جن کے مالک تمہارے دائیں ہاتھ ہوئے ہیں یقیناً اللہ تعالیٰ ایسے شخص سے محبت نہیں کرتا جو اکڑنے والا، فخر کرنے والا ہو۔ (36)

سوال1: انسانی زندگی کی اصلاح کے لیے ان آیات میں کیا پروگرام دیا گیا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے انسانی زندگی کی اصلاح کے لیے یہ احکامات دیے ہیں ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ۔ ﴿2﴾ والدین سے حسنِ سلوک کرو۔ ﴿3﴾ رشتہ داروں سے حسن سلوک کرو۔ ﴿4﴾ یتیموں اور مسکینوں سے حسنِ سلوک کرو۔ ﴿5﴾ رشتہ دار پڑوسی سے حسنِ سلوک کرو۔ ﴿6﴾ اجنبی ہمسایہ سے حسنِ سلوک کرو۔ ﴿7﴾ پہلو کے ساتھی سے حسنِ سلوک کرو۔ ﴿8﴾ مسافر سے حسنِ سلوک کرو۔ ﴿9﴾ لونڈی غلاموں سے حسنِ سلوک کرو۔ اللہ تعالیٰ نے پانچ کاموں سے روکا ہے۔ ا۔ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں۔ ب۔ بڑائی پر فخر نہ کریں۔ ج۔ بخل نہ کریں۔ د۔ اللہ کے فضل کو نہ چھپائیں۔ ہ۔ ریا کاری نہ کریں۔

سوال2: وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا ''اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو بھی شریک نہ بناؤ'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: قرآن حکیم میں جہاں بھی عبادت کا حکم ہے اس سے مراد توحید ہے۔ (تفسیر سمرقندی: 301/1) ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ نے صرف اپنی عبادت کا حکم دیا ہے یعنی شرک سے روکا ہے اس لیے کہ اسی نے پیدا کیا، وہی رزق دینے والا ہے، وہی ہر حال میں فضل و کرم کرنے والا ہے، اس لیے لوگوں کا فرض ہے کہ وہ اسی کی عبادت کریں اور اس کی مخلوق

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

میں سے کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہرائیں۔《3》عبادت سے مراد اللہ تعالیٰ کے لیے اخلاص کے ساتھ ظاہری اور باطنی، پوشیدہ اور اعلانیہ خضوع اور حوالگی ہے۔《4》وَ لَا تُشۡرِكُوۡا بِهٖ شَيۡـــًٔا ''اور اس کے ساتھ کسی چیز کو بھی شریک نہ بناؤ'' پہلا حکم اور پہلا واجب اللہ تعالیٰ کی معرفت، اس کی توحید، اس کی اطاعت اور اس کی الوہیت میں کسی کو شریک نہ کرنا اور اس کی ربوبیت میں کسی بشر یا پتھر یا کسی مادی غیر مادی چیز کو شریک نہ کرنا ہے۔(الاساس فی التفسیر:1059/2)《5》مشرکین عرب بتوں کی بندگی کرتے تھے اور انہیں اپنے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان واسطہ بناتے تھے جیسا کہ رب العزت کا فرمان ہے۔وَيَعۡبُدُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهُمۡ وَلَا يَنۡفَعُهُمۡ وَيَقُوۡلُوۡنَ هٰٓؤُلَاۤءِ شُفَعَآؤُنَا عِنۡدَ اللّٰهِ ؕ قُلۡ اَتُنَبِّـُٔوۡنَ اللّٰهَ بِمَا لَا يَعۡلَمُ فِى السَّمٰوٰتِ وَلَا فِى الۡاَرۡضِ ؕ سُبۡحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشۡرِكُوۡنَ اور وہ اللہ تعالیٰ کے ماسوا اُن کی عبادت کرتے ہیں جو نہ ہی انہیں نقصان دے سکتے ہیں اور نہ ہی انہیں فائدہ پہنچا سکتے ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں یہ لوگ ہمارے سفارشی ہیں۔آپ کہہ دیں کہ کیا تم اللہ تعالیٰ کو اس بات کی خبر دیتے ہو جسے نہ وہ آسمانوں میں جانتا ہے اور نہ زمین میں؟ پاک ہے وہ اور بے حد بلند ہے اُس سے جو وہ شریک بناتے ہیں۔(یونس:18)《6》وَلَقَدۡ اُوۡحِىَ اِلَيۡكَ وَاِلَى الَّذِيۡنَ مِنۡ قَبۡلِكَ ۚ لَئِنۡ اَشۡرَكۡتَ لَيَحۡبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُوۡنَنَّ مِنَ الۡخٰسِرِيۡنَ اور بلاشبہ یقیناً آپ کی طرف اور آپ سے پہلے لوگوں کی طرف وحی کی گئی کہ اگر آپ نے شرک کیا تو یقیناً ضرور آپ کا عمل ضائع ہو جائے گا اور آپ ضرور خسارہ اُٹھانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔(الزمر:65)《7》اَلَا لِلّٰهِ الدِّيۡنُ الۡخَالِصُ ؕ وَالَّذِيۡنَ اتَّخَذُوۡا مِنۡ دُوۡنِهٖۤ اَوۡلِيَآءَ ۘ مَا نَعۡبُدُهُمۡ اِلَّا لِيُقَرِّبُوۡنَاۤ اِلَى اللّٰهِ زُلۡفٰى ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَحۡكُمُ بَيۡنَهُمۡ فِىۡ مَا هُمۡ فِيۡهِ يَخۡتَلِفُوۡنَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهۡدِىۡ مَنۡ هُوَ كٰذِبٌ كَفَّارٌ سن لو! دین خالص اللہ تعالیٰ کا حق ہے اور جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا دوسرے سرپرست بنا رکھے ہیں وہ کہتے ہیں ہم تو اُن کی عبادت نہیں کرتے مگر اس لیے کہ وہ ہمیں اللہ تعالیٰ کے قریب کر دیں، اچھی طرح قریب کرنا۔یقیناً اللہ تعالیٰ اُن کے درمیان اُن تمام باتوں کا فیصلہ کر دے گا جن میں وہ اختلاف کر رہے ہیں، یقیناً اللہ تعالیٰ اس شخص کو ہدایت نہیں دیتا جو جھوٹا، بہت ناشکرا ہو۔(الزمر:3)

سوال3: وَاعۡبُدُوا اللّٰهَ ''اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو'' اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت کا حکم کس مقصد کے لیے دیا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت کا حکم اس لیے دیا ہے کہ اس نے ہمیں اپنے لیے پیدا کیا۔عبادت کو ہماری زندگی کا مقصد ٹھہرایا تاکہ محبت اور تعظیم کے ساتھ ہم قلب اور قالب سے اللہ تعالیٰ سے جڑ جائیں۔

سوال4: اللہ تعالیٰ کا عبادت گزار بننے سے انسان پر کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:﴿1﴾جب انسان اللہ تعالیٰ کا بن جاتا ہے تو اس کے اندر تواضع کا مزاج پیدا ہو جاتا ہے۔﴿2﴾انسان کا یہ مزاج انسانی تعلقات میں ظاہر ہوتا ہے۔﴿3﴾یہ تواضع والدین کے ساتھ تعلق میں حسنِ سلوک کی صورت اختیار کر لیتی ہے۔﴿4﴾ہر شخص جس سے اس کا واسطہ پڑے اس کو ایسا انسان پاتا ہے جیسے وہ اللہ تعالیٰ کو اپنے اوپر کھڑا دیکھ رہا ہو۔﴿5﴾انسان ہر ایک کا حق اس کے تعلق کے لحاظ سے، اس کی ضرورت کے لحاظ سے ادا کرنے والا بن جاتا ہے۔﴿6﴾انسان کو نظر انداز کرنا اس کو یوں لگتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ کے یہاں نظر انداز کئے جانے کا خطرہ مول لے رہا ہو۔

سوال5:جو شخص اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے حوالے نہ کرے اس کی زندگی پر کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں؟

جواب:﴿1﴾اس کے اندر فخر کی نفسیات جاگ اُٹھتی ہے۔﴿2﴾وہ اپنے مال، علم، اقتدار کو اپنی محنت اور قابلیت کا نتیجہ سمجھتا ہے۔﴿3﴾ایسا شخص اپنی کمائی کو صرف اپنا حق سمجھتا ہے۔﴿4﴾ کمزور رشتہ داروں یا محتاجوں سے تعلق جوڑنا اس کو اپنے مقام سے نچلے درجے کی چیز محسوس ہوتی ہے۔﴿5﴾اپنی خواہشات کی تسکین اور اپنی مصلحتوں کی تکمیل کے لیے مال خرچ کرنا کافی سمجھتا ہے۔﴿6﴾ایسی کسی جگہ خرچ کرنا جہاں اس کی انا کو تسکین نہ ملے وہاں خرچ کرنے میں اس کا دل تنگ ہوتا ہے۔﴿7﴾ریا کاری کے لیے خرچ کرنے میں فیاض ہوتا ہے۔﴿8﴾دینی مواقع پر خرچ کرنے میں وہ بخیل ہوتا ہے۔

سوال6:جو لوگ اپنا آپ اللہ تعالیٰ کے حوالے نہ کریں پھر وہ کس کے حوالے کرتے ہیں؟

جواب:جو لوگ اپنا آپ اللہ تعالیٰ کے حوالے نہیں کرتے ان کا نفس اور ان کے معاملات شیطان کے حوالے ہو جاتے ہیں۔وہ شیطان کا ساتھی بن جاتا ہے، شیطان اسے نفع کی امید دلاتا ہے اور انسان اس کی طرف دوڑتا ہے۔اس کا یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ انسان ابدی نفع سے دلچسپی نہیں رکھتا مگر ایسی کوشش اللہ تعالیٰ کے یہاں کام آنے والی نہیں۔

سوال7:اللہ تعالیٰ کا حق بندوں پر کیا ہے؟

جواب:سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں عفیر نامی گدھے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سوار تھا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے معاذ کیا تو جانتا ہے کہ اللہ کا حق بندوں پر کیا ہے؟ میں نے عرض کیا: اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کا حق بندوں پر یہ ہے کہ وہ اللہ کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں اور بندوں کا حق اللہ پر یہ ہے کہ اس کو عذاب نہ دے جو اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرے۔میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کیا میں لوگوں کو اس کی خوشخبری دے دوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں (ورنہ) وہ اسی پر بھروسہ کر بیٹھیں گے۔(بخاری:7373)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال8:انسان نیکی کے کاموں کا آغاز کہاں سے کرے؟

جواب:《1》والدین اور خاص رشتہ داروں سے۔《2》عام رشتہ داروں سے۔《3》پھر محتاجوں سے۔

سوال9:جو انسان گھر کے اندر نیکی، رحم اور محبت نہیں سیکھتا یا تجربہ نہیں کرتا ایسے انسان سے دوسروں کے حق میں ایسے جذبات کی توقع کیوں نہیں کی جاسکتی؟

جواب:《1》انسان اپنی فطرت کے اعتبار سے قریبی رشتہ داروں سے حسنِ سلوک کی طرف مائل ہوتا ہے۔《2》جو انسان گھر کے اندر جہاں فطرت بھی اسے مجبور کرتی ہے رحمت اور محبت کا معاملہ نہیں کرتا اس سے غیروں کے حق میں توقع نہیں کی جاسکتی۔اس لیے کہ وہاں ایسی رشتہ داری نہیں، فطری کشش نہیں اور رشتہ داروں میں رشتے کی کشش انسان سے بہت کچھ کروالیتی ہے۔

سوال10:وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ''اور والدین کے ساتھ احسان کرو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:''اور والدین کے ساتھ احسان کرو''《1》اللہ نے والدین کے ساتھ حسن سلوک کی نصیحت اس لیے کی کہ دنیا میں کسی کے وجود میں آنے کا ذریعہ والدین ہی ہوتے ہیں۔اطاعتِ والدین کی اہمیت کے پیشِ نظر ہی اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم کی کئی آیتوں میں اپنی عبادت اور والدین کے ساتھ احسان وحسنِ سلوک کا ایک ساتھ ذکر کیا ہے۔جیسے فرمایا: اَنِ اشْكُرْ لِيْ وَلِوَالِدَيْكَ میرا شکر ادا کرو اور والدین کا۔اور فرمایا: وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا اللہ نے یہ فیصلہ کردیا ہے کہ تم لوگ اس کے علاوہ کسی کی عبادت نہ کرو اور والدین کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو۔(تیسر الرحمٰن:260)《2》وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ ۚ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ وَهْنًا عَلٰى وَهْنٍ وَّفِصٰلُهٗ فِيْ عَامَيْنِ اَنِ اشْكُرْ لِيْ وَلِوَالِدَيْكَ ۭ اِلَيَّ الْمَصِيْرُ اور ہم نے انسان کو اُس کے والدین کے بارے میں وصیت کی، اُس کی ماں نے دُکھ پر دُکھ اُٹھا کر اُسے اٹھایا اور اُس کا دودھ چھڑانا دو سال میں ہے کہ میرا شکر ادا کرو اور اپنے والدین کا بھی، میری طرف ہی لوٹ کر آنا ہے۔(لقمان:14)《3》ابن عربی نے کہا: والدین کے ساتھ حسن سلوک فرائض میں سے دین کے ارکان میں سے ایک رکن ہے اور ان کے ساتھ حسن سلوک اقوال میں بھی اور افعال میں بھی۔(تفسیر منیر:69/3)《4》وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۭ اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا اور آپ کے رب نے فیصلہ کردیا ہے کہ تم اس کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کرو اور والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔اگر آپ کے پاس ان دونوں میں سے ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

دونوں کو ''اُف'' تک نہ کہو اور نہ ہی ان کو جھڑکو اور ان سے عزت والی بات کرو۔(اسراء:23)《5》احسان یعنی سلوک کی دو اضداد ہیں، برا سلوک اور عدم احسان (حسن سلوک نہ کرنا) اور دونوں سے روکا گیا ہے۔(تفسیر سعدی:513,514/1)

سوال 11: والدین کے ساتھ حسنِ سلوک نہ کرنے والا دنیا میں کیا پریشانی دیکھتا ہے؟

جواب: جو شخص والدین کو ستائے اس کی آخرت سے پہلے ہی وہ طرح طرح کی تکلیفوں میں مبتلا کیا جاتا ہے۔

سیدنا عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہتے ہیں کہ ہم نبی ﷺ کی خدمتِ اقدس میں حاضر تھے۔ایک آدمی آ کر عرض کرنے لگا کہ ایک نوجوان عالمِ نزاع میں ہے۔اس کو کہا جاتا ہے لَا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہ پڑھو مگر نہیں پڑھ سکتا۔رسول اللہ ﷺ نے پوچھا: ''کیا وہ نماز پڑھتا تھا؟'' آنے والا بولا: ''جی ہاں۔'' رسول اللہ ﷺ اُٹھ کر چل دیے، ہم بھی آپ ﷺ کے ساتھ چل پڑے۔آپ ﷺ اس نوجوان کے پاس تشریف لے گئے اور کہا: لَا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہ کہو۔اس نے عرض کیا: ''میں نہیں کہہ سکتا۔'' فرمایا: ''کیا وجہ ہے؟'' کسی نے عرض کیا: ''یہ اپنی والدہ کی نافرمانی کرتا تھا'' نبی ﷺ نے فرمایا: ''کیا اس کی والدہ زندہ ہے؟'' لوگوں نے عرض کیا: ''جی ہاں۔'' فرمایا: ''اسے بلالاؤ۔'' والدہ کو بلایا گیا، وہ حاضر ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ تمہارا بیٹا ہے؟'' اس نے عرض کیا: ''جی ہاں۔'' ارشاد فرمایا: ''تمہارا کیا خیال ہے کہ اگر بہت بڑی آگ بھڑکائی جائے اور تمہیں کہا جائے کہ اگر تم اس کی سفارش کروگی تو اس کو ہم چھوڑ دیتے ہیں ورنہ اس کو آگ میں جلا ڈالیں گے۔کیا تم اس کی سفارش کروگی یا جل جانے دوگی؟'' اس کی ماں عرض کرنے لگی: ''یا رسول اللہ ﷺ! تب تو میں سفارش کر دوں گی۔'' ارشاد فرمایا: ''پھر اللہ تعالیٰ کو اور مجھے گواہ بنا کر کہو کہ تم اس پر راضی ہو۔'' عرض کرنے لگی: یا اللہ! میں تجھے اور تیرے رسول ﷺ کو گواہ بناتی ہوں کہ میں اپنے بیٹے سے راضی ہوگئی ہوں۔'' رسول اللہ ﷺ نے اس لڑکے سے کہا: ''اے لڑکے! کہو: لَا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَـہٗ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ نوجوان نے یہ الفاظ کہہ دیے تو نبی ﷺ نے فرمایا: تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں جس نے میرے وسیلے سے اس نوجوان کو دوزخ سے بچا لیا۔'' (طبرانی، احمد)

سوال 12: وَّبِذِی الْقُرْبٰی ''اور رشتہ داروں'' سے حسن سلوک کی وضاحت کریں؟

جواب: 《1》''اور رشتہ داروں'' قرآن حکیم میں گیارہ جگہ پر رشتہ داروں کے حقوق کا تذکرہ ملتا ہے۔یہ آیت کریمہ تمام رشتہ داروں کو شامل ہے خواہ دور کے ہوں یا قریب کے۔ان کے ساتھ قول و فعل سے حسن سلوک کرنا ہے اور اپنے قول یا فعل سے قطع رحمی نہیں کرنی۔《2》رب العزت کا ارشاد ہے: وَاٰتِ ذَاالْقُرْبٰی حَقَّہٗ وَالْمِسْکِیْنَ وَابْنَ السَّبِیْلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِیْرًا اور رشتے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

دارکو اُس کا حق دو اور مسکین اور مسافر کو بھی اور تم بے جا خرچ نہ کرو، بے جا خرچ کرنا۔(بنی اسرائیل:26)《3》سیدنا سلمان بن عامر ضی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مسکین کو صدقہ دینا صدقہ ہے اور رشتے دار کو (صدقہ دینا) دونیکیاں ہیں: صدقہ بھی اور صلہ رحمی بھی۔(سنن ابن ماجہ:1844)

سوال13: رشتہ داروں سے حسن سلوک کا کیا اجر ہے؟

جواب: نبی ﷺ نے فرمایا: مسکین پر صدقہ کرنے کا ثواب ہے اور رشتے دار پر صدقہ کرنے کا دوہرا ثواب ہے کہ صدقہ بھی ہے اور صلہ رحمی بھی۔

سوال14: وَالْيَتٰمٰى ''اور یتیموں'' سے حسن سلوک کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》وہ چھوٹے بچے جو اپنے باپ سے محروم ہو گئے ہوں تمام مسلمانوں پر ان کا حق ہے خواہ وہ ان کے رشتہ دار ہوں یا نہ ہوں کہ وہ ان کی کفالت کریں، ان کے ساتھ نیک سلوک کریں، ان کی دل جوئی کریں، ان کو ادب سکھائیں اور ان کے دینی اور دنیاوی مصالح میں ان کی بہترین تربیت کریں۔(تفسیر سعدی:514/1)《2》یتیموں کی خبر لینے والا اور ان پر خرچ کرنے والا کوئی نہیں ہوتا اس لیے فرمایا کہ ان سے حسن سلوک کرو اور ان کے سر پر دستِ شفقت رکھو۔《3》سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا جنت میں یوں ہوں گے اور آپ ﷺ نے اپنی شہادت کی انگلی اور درمیانی انگلی کو باہم ملایا۔(صحیح بخاری:6005)

سوال15: وَالْمَسٰكِيْنِ ''اور مسکینوں'' مسکینوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی کیا ہدایات ہیں؟

جواب:《1》مسکین وہ لوگ ہیں جن کو فقر و حاجت نے بے حرکت اور عاجز کر دیا ہو، جنہیں اتنی ضروریاتِ زندگی حاصل نہ ہوں جو ان کو کفایت کر سکیں اور نہ ان کو جن کے یہ کفیل ہوں۔ پس اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا ہے ان کو ضروریاتِ زندگی مہیا کی جائیں، ان کا فقر و فاقہ دور کیا جائے، لوگوں کو بھی اس کی ترغیب دی جائے اور حتی الامکان ان امور کا انتظام کیا جائے۔ (تفسیر سعدی:514/1)《2》ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مسکین وہ نہیں ہے جو لوگوں کے ہاں چکر کاٹا رہتا ہے، ایک یا دو لقمے اور ایک یا دو کھجوریں لے کر واپس چلا جاتا ہے، بلکہ مسکین تو وہ ہے جو اتنا مال نہیں پاتا جو اسے مستغنی کر دے اور نہ کسی کو اس کا حال معلوم ہوتا ہے کہ کوئی اسے صدقہ دے اور نہ وہ کھڑے ہو کر لوگوں سے سوال کرتا ہے۔ (بخاری:1479، مسلم:1039)《3》ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''یہ مال بڑا سرسبز و شیریں

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ہے،تواس مسلمان کا مال کتنا اچھا ہے جس میں سے وہ مسکین ،یتیم اور مسافر کوعطا کرتا ہے۔''(بخاری:1052)

سوال16:وَالْجَارِ ذِی الْقُرْبٰى ''اور رشتہ دار ہمسایوں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ مجھے جبریل علیہ السلام پڑوسیوں کے بارے میں یہاں تک وصیت کرتے رہے کہ مجھے گمان ہوا کہ شاید یہ پڑوسیوں کو وارث بنادیں گے۔(بخاری:6687)《2》نبی ﷺ نے فرمایا:پڑوسی تین قسم کے ہیں ایک حق والا یعنی ادنٰی،دوحق اور تین حق والے یعنی اعلٰی،ایک حق والا وہ ہے جو مشرک ہو۔دوحق والا وہ ہے جو مسلمان ہو مگر رشتہ دار نہ ہو۔تین حق والا وہ ہے جو مسلمان ہو اور رشتہ دار ہو۔(مسند احمد)《3》سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جو شخص اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہو وہ اپنے پڑوسی کو تکلیف نہ پہنچائے۔(صحیح بخاری:5185)《4》نبی ﷺ نے بیان کیا واللہ!وہ ایمان والا نہیں ہے۔واللہ!وہ ایمان والا نہیں ہے عرض کیا گیا کون یارسول اللہ ﷺ؟ آپ ﷺ نے فرمایا:وہ جس کے شر سے اس کا پڑوسی محفوظ نہ ہو۔(صحیح بخاری:6016)《5》سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا:اللہ کی نگاہوں میں بہترین ساتھی وہ ہے جو اپنے ساتھی کے حق میں بہتر ہو،اور بہترین پڑوسی وہ ہے جو اپنے پڑوسی کے حق میں اچھا ہو۔(مسند احمد:6566)《6》پڑوسی کے لیے مناسب یہی ہے کہ وہ ہدیہ اور صدقہ دیتا رہے،اس کو دعوت پر بلاتا رہے، اقوال وافعال میں نرمی اور ملاطفت سے پیش آیا کرے اور قول وفعل سے اس کو اذیت دینے سے باز رہے۔(تفسیر سعدی)

سوال17:وَالْجَارِ الْجُنُبِ ''اور اجنبی ہمسایوں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:''اور اجنبی ہمسایوں''《1》ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ وہ شخص کہ اس کے اور آپ کے درمیان کوئی رشتہ داری نہ ہو۔(ابن ابی حاتم:948/3)《2》وہ پڑوسی جو قریبی نہ ہو،پڑوسی کا دروازہ جتنا قریب ہوگا اس کا حق اتنا ہی زیادہ موکد ہوگا۔پڑوسی کے لیے مناسب یہی ہے کہ وہ ہدیہ اور صدقہ دیتا رہے،اس کو دعوت پہ بلاتا رہے اقوال وافعال میں نرمی اور ملاطفت سے پیش آیا کرے اور قول وفعل سے اس کو اذیت دینے سے باز رہے۔(تفسیر سعدی:514/1)《3》سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا یارسول اللہ!میرے دو پڑوسی ہیں میں ان میں سے کس کو ہدیہ دوں؟ آپ نے فرمایا ان دونوں میں سے جس کا دروازہ تم سے زیادہ قریب ہو اس کو دے دو۔(صحیح بخاری:890/2)

سوال18:وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ ''اور پہلو کے ساتھی'' صاحب بالجنب سے کیا مراد ہے؟

جواب:《1》اس سے مراد دوست اور ہم نشین جو ساتھ رہتا ہو۔《2》ایسا شخص بھی جس سے کہیں کسی وقت ساتھ ہو جائے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

﴿3﴾ سفر کے دوران ہم سفر وغیرہ﴿4﴾اس سے بعض مفسرین نے عورت مراد لی ہے۔﴿4﴾وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ کا اطلاق سفر کا ساتھی، کام کے ساتھی، بیوی اور ہر اس شخص پر ہوتا ہے جو کسی فائدے کی اُمید پر کسی کی قربت اختیار کر لے۔اس میں وہ لوگ بھی آجاتے ہیں جو علم حاصل کرنے،کوئی کام سیکھنے یا کاروباری سلسلے میں ساتھ رہتے ہوں یا جنہیں پاس بیٹھنے کا موقع ملے۔

سوال19:وَابْنِ السَّبِيْلِ ''اور مسافر'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾وہ غریب الوطن شخص جو دور اجنبی شہر میں ہو،وہ خواہ محتاج ہو یا نہ ہو،اس کی شدتِ احتیاج اور وطن سے دور ہونے کی وجہ سے مسلمانوں پر اس کا حق ہے کہ وہ اسے نہایت اُنس و اکرام کے ساتھ اس کے مقصد تک پہنچائیں۔(تفسیر سعدی) ﴿2﴾ سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم ایک سفر میں جارہے تھے۔اثنائے سفر میں آپ ﷺ نے فرمایا''جس کے پاس فاضل سواری ہے وہ اسے دے دے جس کے پاس سواری نہیں اور جس کے پاس زائد کھانا ہو وہ اسے دے دے جس کے پاس کھانا نہیں۔غرض یہ کہ آپ ﷺ نے مال کی ایک ایک قسم کا جدا جدا ذکر کیا۔حتیٰ کہ ہم یہ سمجھنے لگے کہ اپنے زائد مال میں ہمارا کوئی حق نہیں ہے۔(مسلم:1728)﴿3﴾ آپ ﷺ نے فرمایا''تین آدمی ایسے ہیں جن کی طرف اللہ قیامت کے دن دیکھے گا بھی نہیں اور نہ انہیں پاک کرے گا اور انہیں دردناک عذاب ہوگا۔(ان میں سے ایک)وہ جس کے پاس راستہ میں فاضل پانی ہو اور وہ مسافر کو بھی پانی نہ دے۔(بخاری:2358)

سوال20:وَمَامَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ''جن کے مالک تمہارے دائیں ہاتھ ہوئے'' کا اطلاق کن لوگوں پر ہوتا ہے؟

جواب:﴿1﴾جن کے مالک تمہارے دائیں ہاتھ ہیں یعنی غلام اور کنیزیں وغیرہ۔اس کا اطلاق گھروں،دوکانوں،مِلوں،کمپنیوں یا اداروں کے تمام ملازموں اور نوکروں پر ہوتا ہے کیونکہ یہ بھی غلاموں سے ایک اعتبار سے مشابہت رکھتے ہیں۔﴿2﴾غلاموں اور لونڈیوں کے ساتھ بھی اچھا برتاؤ کرو اس لیے کہ غلامی سے بڑھ کر انسان کی اور کوئی کمزوری نہیں ہوسکتی۔اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے مرض الموت میں فرمایا:''اے مسلمانو!دیکھو نماز کا خیال رکھنا اور اپنے غلاموں اور لونڈیوں کا۔(ابوداؤد:5156)﴿3﴾سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بلاشبہ یہ باندی غلام تمہارے بھائی ہیں اور تمہارے خادم ہیں اللہ تعالیٰ نے انکو تمہارے تصرف میں دے دیا ہے سو جس کے تصرف میں کوئی غلام ہو وہ اسے اسی میں کھلائے جس میں سے خود کھاتا ہے اور اسی میں سے پہنائے جس میں سے خود پہنتا ہے اور ان سے وہ کام نہ لو جس کی ان کو طاقت نہ ہو،اگر طاقت سے زیادہ کام لو تو ان کی مدد کردو۔(بخاری:346)﴿4﴾عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے اپنے خزانچی سے دریافت کیا:کیا غلاموں کو کھانا دے دیا

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ہے؟اس نے کہا:نہیں۔تو فرمایا: جاؤاورانہیں کھانا دو کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: آدمی کواتنا ہی گناہ کافی ہے کہ وہ ان لوگوں سے اپنے ہاتھ کوروکے جن کی معاش کا وہ ذمہ دار ہے۔(مسلم:996)﴿5﴾ آپ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کسی کے پاس اس کا خادم کھانا لائے تو اسے بھی اپنے ساتھ بٹھا کر کھلائے اور اگر کھانا کم ہو تو اسے لقمہ دو لقمے دے دے۔کیونکہ اس نے پکانے کی گرمی اور دھواں برداشت کیا ہے۔(بخاری:5460،مسلم:1663)

سوال21: اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ مَنۡ کَانَ مُخۡتَالًا فَخُوۡرًا ''یقیناً اللہ تعالیٰ ایسے شخص سے محبت نہیں کرتا جو اکڑنے والا،فخر کرنے والا ہو'' اللہ تعالیٰ فخر وغرور کو کیوں ناپسند کرتے ہیں؟

جواب:﴿1﴾ المختال اور ختال کا معنی ایک ہے یعنی غرور کرنے اور اکڑنے والا۔(بخاری کتاب التفسیر)﴿2﴾ یہ وہ لوگ ہیں جن کا فخر اور تکبر ان کے حقوق کو ادا کرنے سے مانع رہتا ہے۔(تفسیر سعدی)﴿3﴾ مغرور انسان فخر کی وجہ سے اپنے آپ کو ہی بڑی چیز سمجھنے لگتا ہے۔﴿4﴾ اپنی کمائی کو اپنا حق سمجھتا ہے﴿5﴾ کمزور رشتہ داروں یا محتاجوں سے تعلق جوڑنا اپنے مقام سے نچلے درجے کی چیز سمجھتا ہے۔﴿6﴾ ریاکاری کرتا ہے۔

سوال22: یہاں تکبر اور فخر وغرور کی خاص طور پر مذمت کیوں کی گئی ہے؟

جواب:﴿1﴾ تکبر کی مذمت اس لیے کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت اور جن لوگوں سے حسن سلوک کا حکم دیا گیا ہے ان پر وہی عمل کرسکتا ہے جس کا دل تکبر سے خالی ہو اور جو فخر وغرور میں مبتلا نہ ہو۔کیونکہ متکبر مغرور شخص نہ تو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرسکتا ہے نہ اپنوں اور غیروں سے حسن سلوک کرسکتا ہے اس لیے تکبر اور فخر وغرور کی خاص طور پر مذمت کی گئی ہے۔﴿2﴾ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ جس کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر بھی تکبر ہوگا وہ جنت میں نہیں جائے گا۔اس پر ایک آدمی نے عرض کیا: ایک آدمی چاہتا ہے کہ اس کے کپڑے اچھے ہوں اور اس کی جوتی بھی اچھی ہو۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ جمیل ہے اور جمال (خوبصورتی) ہی کو پسند فرماتا ہے تکبر تو حق کی طرف سے منہ موڑنے اور دوسرے لوگوں کو کمتر سمجھنے کو کہتے ہیں۔(صحیح مسلم:265)﴿3﴾۔سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جو شخص تکبر کرتے ہوئے اپنا کپڑا گھسیٹ کر چلا،اللہ تعالیٰ اس کی طرف نظر رحمت سے نہ دیکھے گا۔(بخاری:861)

سوال23: مال کی وجہ سے انسان کے اندر کون سے رویے پیدا ہوتے ہیں؟

جواب:﴿1﴾ احسان کا رویہ۔یہ ان لوگوں میں پیدا ہوتا ہے جو مال کو اللہ کا انعام سمجھتے ہیں ان کے اندر تواضع اور شکر گزاری کا

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جذبہ پیدا ہوتا ہے جوانہیں دوسروں پر احسان کے لیے آمادہ کرتا ہے۔《2》بخل کا رویہ۔ جولوگ مال کو اپنی قابلیت کا نتیجہ سمجھتے ہیں وہ فخر وغرور میں مبتلا ہو جاتے ہیں جو حقوق کی ادائیگی کے منافی ذہنیت ہے۔ یہ لوگوں پر دھونس رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ایسے کم ظرفوں سے نفرت کرتا ہے۔

سوال24: انسان احسان کب کر سکتا ہے؟

جواب:《1》جب انسان صرف اللہ تعالیٰ کا بندہ بن جاتا ہے۔《2》جب وہ تمام ہدایات اللہ تعالیٰ سے لیتا ہے۔《3》جب وہ کام اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول اور آخرت کے اجر کی اُمید کے لیے کرتا ہے۔

الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ وَيَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ وَيَكْتُمُوْنَ مَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۭ وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا(37)

وہ لوگ جو بخل کرتے ہیں اور لوگوں کو بھی بخل کا حکم دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے جو کچھ انہیں اپنے فضل سے دیا ہے اسے چھپاتے ہیں اور ہم نے کافروں کے لیے ذلیل کرنے والا عذاب تیار کر رکھا ہے۔(37)

سوال1: اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب: ابن ابی حاتم نے سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ علماء یہود اپنے علم میں بخل کرتے تھے اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ جو لوگ بخل کرتے ہیں الخ۔ اور ابن جریر نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے کہ کروم زید کعب بن اشرف کا دوست، اسامہ بن حبیب، نافع بن ابی نافع بحری بن عمرو، حیی بن اخطب رفاعہ بن زید بن تابوت، یہ لوگ کچھ انصاری حضرات کو نصیحت کرنے کے لیے آیا کرتے تھے اور ان سے کہتے کہ اپنے اموال رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے کہنے پر خرچ مت کرو کیونکہ ہمیں تم پر فاقہ اور تمہارے مالوں کے ختم ہو جانے کا ڈر ہے اور صدقہ وخیرات میں جلدی بھی مت کرو کہ کل کی کیا خبر؟ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔(لباب النقول فی اسباب النزول از علامہ سیوطی)(تفسیر ابن کثیر:262/1)

سوال2: الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ ''وہ لوگ جو بخل کرتے ہیں'' بخیل کسے کہتے ہیں؟

جواب: جو دوسروں کے حقوق ادا کرنے میں تنگ ہو۔ یعنی جو اپنا مال اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق والدین، رشتہ داروں، یتیموں، ضرورت مندوں، بیوی، بچوں، مسافروں، لونڈیوں اور غلاموں پر خرچ نہیں کرتے اور اس میں سے زکوٰۃ نہیں نکالتے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جوکہ اللہ تعالیٰ کا حق ہے اور اپنے اردگرد والوں کو بھی بخل کی رغبت دیں۔ جو دوسروں کے حقوق کشادہ دلی سے ادا کرتا ہے لیکن اپنی ذات کے معاملے میں تنگی برتتا ہے وہ بخیل نہیں ہے۔

سوال3: الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ وَيَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ ''وہ لوگ جو بخل کرتے ہیں اور لوگوں کو بھی بخل کا حکم دیتے ہیں''، بخیلی کسے کہتے ہیں؟

جواب: بخیلی یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ نہ کرے لیکن ریا کاری اور نام ونمود کے لیے خرچ کرے۔

سوال4: اللہ تعالیٰ نے بخیلی کی مذمت کیسے کی ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے بخیلی کو کافرانہ طرزِ عمل قرار دیا ہے۔

سوال5: بخل کے بارے میں نبی ﷺ کا فرمان کیا ہے؟

جواب: عبداللہ بن عمرو سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خطبہ پڑھا پھر فرمایا: تم بخیلی سے بچو، تمہارے پہلے لوگ اسی بخل کی وجہ سے تباہ ہوگئے، حرص نے ان کو بخیل کردیا اور ناتا توڑنے کو کہا تو انہوں نے ناتا توڑ دیا، فسق فجور کا حکم کیا تو انہوں نے فسق اور فجور کیا۔'' (سنن ابوداؤد: 1698)

سوال6: بخیلی کی ہدایت کون کرتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ بخیل انسان دوسروں کی فیاضی کی وجہ سے اپنے بخل پر پردہ ڈالنا چاہتا ہے تاکہ اس کی بخیلی کا بھانڈا نہ پھوٹے۔ بخیل شخص یہ چاہتا ہے کہ کوئی بھی حقوق کی ادائیگی میں ملامت نہ کر سکے اس لیے ہر ایک کے سامنے اپنے وسیع اخراجات، کاروباری نقصانات، مانگنے والوں کی کثرت اور اپنی پھیلی ہوئی ذمہ داریوں کا رونا روتے رہتے ہیں تاکہ لوگ یہ سمجھ لیں کہ یہ شخص غنی ہے، دریا دل ہے لیکن بڑی بھاری ذمہ داریوں کے بوجھ تلے دبا ہوا ہے۔ (تدبر القرآن) ﴿2﴾ نبی ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ جب اپنے بندے کو نعمت سے سرفراز کرتا ہے تو وہ چاہتا ہے کہ اس کے اوپر اس کی نعمت کے اثرات ظاہر ہوں یعنی نعمت مل جانے کے بعد اس نعمت کو ظاہر کرو خود بھی کھاؤ پیو دوسروں کو بھی کھلایا کرو۔ (مختصر ابن کثیر: 321/1)

سوال7: الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ وَيَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ ''وہ لوگ جو بخل کرتے ہیں اور لوگوں کو بھی بخل کا حکم دیتے ہیں''، بخیلی کا سبب کیا ہے؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:《1》انسان اپنے مال کواللہ کی دین سمجھنے کی بجائے اپنی تدبیراور قابلیت کا سرچشمہ سمجھنے لگتا ہے۔《2》نبی ﷺ نے فرمایا:دو خصلتیں مومن میں جمع نہیں ہوسکتیں۔بخیلی اور برا اخلاق (سلسلہ احادیث صحیحہ)

سوال8:بخیلی کا نتیجہ کیا نکلتا ہے؟

جواب:بخیلی کا یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ تواضع اور شکرگزاری کا جذبہ بخیل کے اندرمردہ پڑ جاتا ہے یہ دوجذبے ہی فیاضی کا اصل محرک بنتے ہیں۔

سوال9:وَيَكْتُمُوْنَ مَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ''اوراللہ تعالیٰ نے جوکچھ انہیں اپنے فضل سے دیا ہے اسے چھپاتے ہیں'' اللہ تعالیٰ کے فضل کو چھپانا کیا ہے؟

جواب:《1》اللہ تعالیٰ کے فضل کو چھپانے سے مراد ہے کہ انسان اس طرح رہے جیسے اللہ تعالیٰ نے اپنا فضل ہی نہ کیا ہو مثلاً اللہ تعالیٰ نے مال دیا اور مال والا اپنی حیثیت سے گرکررہے نہ اپنے آپ پر خرچ کرے،نہ گھر والوں پر،نہ حق داروں پر اور نہ نیکی کے کاموں میں بھاگ کرحصہ لے۔《2》اللہ تعالیٰ کے فضل کو چھپانے سے یہاں مراد علم کو چھپانا ہے یہود نے نبی ﷺ کی صفات کو چھپایا تھا جس کے دلائل تورات اور انجیل میں تھے اور انہوں نے اپنے مالوں میں بخل کیا اور لوگوں کو بخل کا حکم دیتے تھے انہوں نے انصار سے کہا:''اپنے مالوں کو محمد ﷺ پر خرچ نہ کرو ہم تم پر فقر سے ڈرتے ہیں۔(ایسرالتفاسیر:261)

سوال10:وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا ''اور ہم نے کافروں کے لیے ذلیل کرنے والا عذاب تیارکررکھا ہے''۔بخیل کے لیے ذلیل کرنے والا عذاب کیوں ہے؟

جواب:《1》''اور ہم نے کافروں کے لیے ذلیل کرنے والا عذاب تیارکررکھا ہے''۔بخیل کو مال سے انتہائی محبت ہے اس کی یہ عادت نہیں ہے کہ لوگوں کے حقوق کا خیال رکھے اوران پر خرچ کرے وہ ہرطرح سے ناشکری کا اظہار کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے فضل پر پردہ ڈال کراسے چھپاتا ہے وہ کہتا ہے کہ میں خود فقیر ہوں میرے پاس کیا ہے؟اسے ظاہر نہیں ہونے دیتا وہ اللہ تعالیٰ کی نعمت کا کافر ہے۔اس لیے اسے ڈرایا گیا ہے کہ ہم نے ناشکروں کے لیے ذلت والا عذاب تیارکررکھا ہے۔《2》نبی ﷺ یہ دعا کرتے تھے کہ اے اللہ!ہمیں اپنی نعمت کا شکرگزار بنا کہ اسے پاکر تیری بڑائی بیان کریں۔ہمیں اسے قبول کرنے والا بنا اور اسے ہم پرمکمل فرما۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

وَالَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ رِئَآءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ وَمَنْ يَّكُنِ الشَّيْطٰنُ لَهٗ قَرِيْنًا فَسَآءَ قَرِيْنًا(38)

اور جولوگ اپنے مال لوگوں کودکھانے کے لیےخرچ کرتے ہیں اور نہ وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہیں اور نہ آخرت کے دن پر، اور وہ شخص جس کا دوست شیطان بن جائے تو وہ بہت ہی برا دوست ہے۔(38)

سوال1:وَالَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ رِئَآءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ”اور جولوگ اپنے مال لوگوں کودکھانے کے لیےخرچ کرتے ہیں اور نہ وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہیں اور نہ آخرت کے دن پر“ کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾”اور جولوگ اپنے مال لوگوں کودکھانے کے لیےخرچ کرتے ہیں اور نہ وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہیں اور نہ آخرت کے دن پر“جمہور علماء کے نزدیک یہ منافقوں کے بارے میں نازل ہوئی کیونکہ ریاکاری نفاق میں سے ہے۔(تفسیر قرطبی:135/3)﴿2﴾اللہ تعالیٰ نے ریاکاری کو ایسے لوگوں کا وطیرہ بتایا ہے جو اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان نہیں رکھتے جن کا ساتھی شیطان ہے۔﴿3﴾وہ کافر اور مشرک ہیں جو اسلام کا تقیہ کے طور پر اظہار کرتے ہیں اسی وجہ سے ان کا انفاق ریاکاری کے لیے ہوتا ہے۔

سوال2:ریاکاری کے خرچ کی نوعیت کیا ہے؟

جواب:﴿1﴾ریاکار نام ونمود اور شہرت چاہتے ہیں تاکہ ان کی سخاوت کی تعریف ہو انہیں اللہ تعالیٰ کی رضا سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہوتا۔(مختصر ابن کثیر:322/1)﴿2﴾ریاکار کا خرچ شاذ ونادر ہی حق داروں کے لیے ہوتا ہے کیونکہ حق دار پر خرچ میں نمائش کے مواقع نہیں ہوتے۔ایک حدیث میں ہے کہ جن تین لوگوں سے جہنم کی آگ سلگائی جائے گی وہ یہی ریاکار ہوں گے۔سیدنا سلیمان بن یسار رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ جب سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے لوگ دور ہوگئے تو اُن سے اہلِ شام میں سے ناتل نامی آدمی نے کہا:اے شیخ!آپ ہمیں ایسی حدیث بیان فرمائیں جو آپ نے رسول اللہ ﷺ سے سنی ہو،تو انھوں نے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ کوفرماتے سنا کہ قیامت کے دن جس کا سب سے پہلے فیصلہ کیا جائے گا وہ شہید ہوگا۔اُسے بلایا جائے گا اُسے اللہ تعالیٰ کی نعمتیں جتوائی جائیں گی وہ انھیں پہچان لے گا تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا تُو نے ان نعمتوں کے ہوتے ہوئے کیا عمل کیا؟ وہ کہے گا:میں نے تیرے راستے میں جہاد کیا،یہاں تک کہ میں شہید ہوگیا۔اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو نے جھوٹ کہا بلکہ تُو

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اس لیے لڑتا رہا کہ تجھے بہادر کہا جائے، تحقیق! وہ کہا جا چکا پھر حکم دیا جائے گا کہ اسے منہ کے بل گھسیٹ کے جہنم میں ڈال دو۔ یہاں تک کہ اُسے جہنم میں ڈال دیا جائے گا اور دوسرا شخص جس نے علم حاصل کیا اور اُسے دوسروں کو سکھایا اور قرآن کریم پڑھا اُسے لایا جائے گا اور اُسے اللہ کی نعمتیں جتوائی جائیں گی وہ انھیں پہچان لے گا تو اللہ فرمائے گا: تُو نے ان نعمتوں کے ہوتے ہوئے کیا عمل کیا؟ وہ کہے گا میں نے علم حاصل کیا پھر اسے دوسروں کو سکھایا اور تیری رضا کے لیے قرآن مجید پڑھا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تُو نے جھوٹ کہا" تُو نے علم اس لیے حاصل کیا کہ تجھے عالم کہا جائے اور قُرآن اس لیے پڑھا کہ تجھے قاری کہا جائے سو یہ کہا جا چکا: پھر حکم دیا جائے گا کہ اسے منہ کے بل گھسیٹا جائے یہاں تک کہ اسے جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ اور تیسرا شخص وہ ہوگا جس پر اللہ نے وسعت کی تھی اور اسے ہر طرح کا مال عطا کیا تھا۔ اسے بھی لایا جائے گا اور اسے اللہ تعالیٰ کی نعمتیں جتوائی جائیں گی، وہ انھیں پہچان لے گا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا تُو نے ان نعمتوں کے ہوتے ہوئے کیا عمل کیا؟ وہ کہے گا: میں نے تیرے ہر راستے میں جس میں مال خرچ کرنا تجھے پسند تھا، تیری رضا حاصل کرنے کے لیے مال خرچ کیا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تُو نے جھوٹ کہا بلکہ تُو نے ایسا اس لیے کیا کہ تجھے سخی کہا جائے۔ تحقیق وہ کہا جا چکا، پھر حکم دیا جائے گا کہ اسے منہ کے بل گھسیٹا جائے یہاں تک کہ اُسے جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ (صحیح مسلم:4923)

سوال3: وَمَنْ يَّكُنِ الشَّيْطٰنُ لَهٗ قَرِيْنًا فَسَآءَ قَرِيْنًا "اور وہ شخص جس کا دوست شیطان بن جائے تو وہ بہت ہی برا دوست ہے" شیطان کس کا دوست بنتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ "اور وہ شخص جس کا دوست شیطان بن جائے تو وہ بہت ہی برا دوست ہے" شیطان اس کا دوست بنتا ہے جو اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان سے خالی ہو جائیں۔ ﴿2﴾ ان کو اللہ تعالیٰ کی حکم عدولی اور ترک اطاعت کے لیے شیطان نے آمادہ کیا اس نے ان کی بری باتیں انہیں خوب صورت بنا کر دکھائیں اور برائیاں اچھائیاں بنا کر ان کے دلوں میں پھونک دیں۔ (مختصر ابن کثیر:322/1)
﴿3﴾ بدترین ہے وہ مصاحب اور ساتھی جو اپنے ساتھی کی ہلاکت چاہتا ہے اور اسے ہلاک کرنے کی بھرپور کوشش کرتا ہے (تفسیر سعدی)

سوال4: ایمانی اخلاقیات اور کفر کی اخلاقیات کیسے پیدا ہوتی ہیں؟ اس کا نتیجہ کیا نکلتا ہے؟ موازنہ کریں۔

جواب:

ایمانی اخلاقیات	کفر کی اخلاقیات

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

1۔اچھے اخلاق اوراچھے اعمال کا باعث اللہ تعالیٰ اورآخرت پرایمان ہوتا ہے۔	1۔برے اخلاق اوربرے اعمال کا باعث اللہ تعالیٰ اورآخرت سے کفرکرنا ہوتا ہے۔
2۔اللہ تعالیٰ کی رضامندی کوحاصل کرنے پر آنکھیں لگی ہوتی ہیں۔	2۔نیکی کے کام فخروغرور کے لیےکرتے ہیں۔اور یہ متحرک ہمیشہ غیریقینی ہوتا ہے۔انسانوں کی غرض کے ساتھ ساتھ بدلتا ہے۔
3۔اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرکے لوگوں سے بدلے کا منتظرنہیں ہوتا۔	3۔نیکی کے کام کرکے آخرت میں جزا ملنے کی کوئی لالچ نہیں ہوتی۔
4۔انفاق فی سبیل اللہ اخلاص اوربے لوثی کے ساتھ ہوگا۔	4۔مال خرچ کرکےفخراوربخل کی دعوت اورلوگوں کو دکھاوے کا سلسلہ جاری رہےگا۔

وَمَاذَاعَلَيْهِمْ لَوْاٰمَنُوْابِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِوَاَنْفَقُوْامِمَّارَزَقَهُمُ اللّٰهُ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِهِمْ عَلِيْمًا(39)

اوران کا کیا بگڑ جاتا اگروہ اللہ تعالیٰ اورآخرت کے دن پرایمان لاتے اورجواللہ تعالیٰ نے انہیں رزق دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے اوراللہ تعالیٰ ہمیشہ سے اُنہیں خوب جاننے والا ہے۔(39)

سوال1:وَمَاذَاعَلَيْهِمْ لَوْاٰمَنُوْابِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِوَاَنْفَقُوْامِمَّارَزَقَهُمُ اللّٰهُ ''اوران کا کیا بگڑ جاتا اگروہ اللہ تعالیٰ اورآخرت کے دن پرایمان لاتے اورجوکچھ اللہ تعالیٰ نے انہیں رزق دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے'' یہ کہہ کراللہ تعالیٰ نے کیاواضح کیا ہے؟

جواب:《1》''اوران کا کیا بگڑ جاتا اگروہ اللہ تعالیٰ اورآخرت کے دن پرایمان لاتے اورجوکچھ اللہ تعالیٰ نے انہیں رزق دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے''اللہ تعالیٰ نے واضح کیا ہے کہ ایمان کا راستہ ہی محفوظ راستہ ہے۔کیا حرج تھا کہ اگروہ اللہ تعالیٰ پرایمان لاتے اورریاکاری کوچھوڑکراخلاص اورایمان کا راستہ اختیارکرتے اورنیک اعمال پراللہ تعالیٰ کے وعدوں پر یقین رکھتے،اس سے جزا کی امیدرکھتے اورجہاں اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے اس جگہ اپنا مال خرچ کرتے،اللہ تعالیٰ کی رضا کوپیش نظررکھتے ہوئے ان مدات میں خرچ کرتے اورخرچ کے وہ راستے تلاش کرتے جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔《2》رب العزت کا ارشاد ہے:وَلَايَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ بِمَآاٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ هُوَخَيْرًالَّهُمْ ؕ بَلْ هُوَشَرٌّلَّهُمْ ؕ سَيُطَوَّقُوْنَ مَابَخِلُوْابِهٖ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ ؕ وَلِلّٰهِ مِيۡرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ خَبِيۡرٌ اور جو لوگ بخل کرتے ہیں اس میں جو اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے فضل سے دیا ہے وہ ہرگز گمان نہ کریں کہ اُن کے لیے وہ بہتر ہے بلکہ اُن کے لیے وہ بہت ہی برا ہے، جلد ہی قیامت کے دن انہیں اس کا طوق پہنایا جائے گا جو اُنھوں نے بخل کیا اور آسمانوں اور زمین کی میراث اللہ تعالیٰ کے لیے ہے اور جو بھی تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس سے پوری طرح باخبر ہے۔(آلِ عمران:180)《3》وَاَمَّا مَنۡۢ بَخِلَ وَاسۡتَغۡنٰى وَكَذَّبَ بِالۡحُسۡنٰى فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلۡعُسۡرٰى اور لیکن جس نے بخل کیا اور بے پرواہ ہوا۔ اور بھلائی کو جھٹلایا تو ہم جلد ہی اُس کو مشکل راستے کے لیے سہولت دیں گے۔(اللیل:8-10)

سوال 2: وَكَانَ اللّٰهُ بِهِمۡ عَلِيۡمًا ''اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے اُنہیں خوب جاننے والا ہے'' اللہ تعالیٰ کے علیم ہونے کی وضاحت کریں؟

جواب: 《1》''اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے اُنہیں خوب جاننے والا ہے'' اللہ تعالیٰ علیم ہے نیتوں سے خوب واقف ہے۔《2》اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ کون کیا حق رکھتا ہے اور کیا نہیں؟《3》اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ کسے ہدایت کی توفیق دی جائے اور کسے نہیں؟《4》اللہ تعالیٰ علیم ہے اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ کس سے اللہ تعالیٰ کی رضا والے کام کروائے جائیں اور کس سے نہیں؟

سوال 3: وَكَانَ اللّٰهُ بِهِمۡ عَلِيۡمًا ''اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے اُنہیں خوب جاننے والا ہے'' اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت علیم کا شعور کیوں دلایا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے متکبر، مغرور، بخیل اور حریص لوگوں کو اپنی صفت علیم کا شعور اس لیے دلایا ہے تاکہ لوگ اپنے دل اور زندگی کے معاملات پر اللہ تعالیٰ کو گواہ محسوس کر کے ان برائیوں سے بچ سکیں۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظۡلِمُ مِثۡقَالَ ذَرَّةٍ ۚ وَاِنۡ تَكُ حَسَنَةً يُّضٰعِفۡهَا وَيُؤۡتِ مِنۡ لَّدُنۡهُ اَجۡرًا عَظِيۡمًا(40)

بلاشبہ اللہ تعالیٰ کسی پر ذرہ برابر بھی ظلم نہیں کرتا اور اگر ایک نیکی ہوئی تو اس کو دوگنا کر دے گا اور اپنے پاس سے بہت بڑا اجر عطا فرمائے گا۔(40)

سوال 1: اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظۡلِمُ مِثۡقَالَ ذَرَّةٍ ''یقیناً اللہ تعالیٰ کسی پر ذرہ برابر بھی ظلم نہیں کرتا'' اس کی وضاحت کریں؟

جواب: 《1》''یقیناً اللہ تعالیٰ کسی پر ذرہ برابر ظلم نہیں کرتا'' اللہ تعالیٰ نے اپنے کمال عدل کی خبر دی ہے کہ وہ عادل ہے، ظلم سے پاک ہے، وہ کسی پر ظلم نہیں کرتا اور وہ ہر ایک کو اس کے عمل کا پورا پورا بدلہ دے گا۔《2》مِثۡقَالَ ذَرَّةٍ سے مراد ذرہ برابر ہے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

(بخاری، کتاب التفسیر)﴿3﴾ رب العزت نے فرمایا: وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْـًٔا ۭ وَاِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَيْنَا بِهَا ۭ وَكَفٰى بِنَا حٰسِبِيْنَ اور ہم قیامت کے دن انصاف کے ترازو رکھیں گے پھر کسی جان پر کچھ بھی ظلم نہیں کیا جائے گا اور اگر رائی کے دانے برابر بھی ہوگا تو ہم اُسے لے آئیں گے اور ہم حساب کرنے والے کافی ہیں۔(الانبیاء:47) يٰبُنَيَّ اِنَّهَآ اِنْ تَكُ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ فَتَكُنْ فِيْ صَخْرَةٍ اَوْ فِي السَّمٰوٰتِ اَوْ فِي الْاَرْضِ يَاْتِ بِهَا اللّٰهُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَطِيْفٌ خَبِيْرٌ اے میرے چھوٹے بیٹے! اگر کوئی چیز رائی کے دانے کے وزن کی ہو، پس وہ کسی چٹان میں ہو یا آسمانوں میں ہو یا زمین میں تو اللہ تعالیٰ اُس کو لے آئے گا، یقیناً اللہ تعالیٰ بڑا باریک بین، پوری خبر رکھنے والا ہے۔(لقمان:16) صحیحین میں ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے حدیثِ شفاعت میں روایت کی ہے کہ اللہ تعالیٰ کہے گا جاؤ، جس کے دل میں ایک رائی کے برابر بھی ایمان ملے اسے آگ سے نکال دو چنانچہ بہت سے لوگ جہنم سے نکل جائیں گے۔ابوسعید نے کہا کہ چاہو تو قرآن کی یہ آیت اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ پڑھو لیکن کافروں کو ان کی نیکیوں کا بدلہ دنیا ہی میں مل جائے گا، آخرت میں ان کی کوئی نیکی ان کے کام نہیں آئے گی۔(مسلم:183)

سوال 2: وَاِنْ تَكُ حَسَنَةً يُّضٰعِفْهَا ”اور اگر ایک نیکی ہوئی تو اس کو دوگنا کردے گا“ سے کیا مراد ہے؟

جواب: ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں دیہاتیوں کے بارے میں الانعام کی آیت 160 اتری کسی نے پوچھا پھر مہاجرین کے لیے کیا ہے؟ فرمایا: اس سے افضل آیت ہے پھر یہی آیت پڑھ کر سنائی۔(ابن ابی حاتم)

سوال3: اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ ”یقیناً اللہ تعالیٰ کسی پر ذرہ برابر بھی ظلم نہیں کرتا“ اللہ تعالیٰ نے یہ شعور کیوں دلایا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے یہ شعور اس لیے دلایا ہے تاکہ لوگ اپنی نیکیوں کے حریص ہوجائیں اور بُرے اعمال کرنے سے بچ سکیں۔

سوال4: وَيُؤْتِ مِنْ لَّدُنْهُ اَجْرًا عَظِيْمًا ”اور اپنے پاس سے بہت بڑا اجر عطا فرمائے گا“ اجر عظیم سے کیا مراد ہے؟

جواب: اجر عظیم سے مراد جنت ہے۔یاارحم الرحمین! ہمیں بھی اپنی رضا اور جنت نصیب فرما۔آمین۔

فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍۢ بِشَهِيْدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَاۗءِ شَهِيْدًا (41)

پھر کیا حال ہوگا جب ہم ہر اُمت میں سے ایک گواہ لائیں گے اور آپ کو ان پر گواہ لائیں گے۔(41)

سوال1: اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب: ایک دفعہ ابنِ مسعودرضی اللہ عنہ آنحضور ﷺ کو قرآن مجید سنا رہے تھے۔ جب وہ اس آیت پر پہنچے: فَكَيۡفَ اِذَا جِئۡنَا مِنۡ كُلِّ اُمَّةٍۢ بِشَهِيۡدٍ وَّ جِئۡنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَاۤءِ شَهِيۡدًا پھر کیا حال ہوگا جب ہم ہر اُمت میں سے ایک گواہ لائیں گے اور آپ کو ان پر گواہ لائیں گے۔ فرمایا: بس! ٹھہرو۔ ابنِ مسعودرضی اللہ عنہ نے آنکھ اٹھا کر دیکھا تو نبی ﷺ کی آنکھوں سے پانی جاری تھا۔ (صحیح بخاری:4582)

سوال 2: فَكَيۡفَ اِذَا جِئۡنَا مِنۡ كُلِّ اُمَّةٍۢ بِشَهِيۡدٍ ''پھر کیا حال ہوگا جب ہم ہر اُمت میں سے ایک گواہ لائیں گے'' یہ کہہ کر کس چیز کی طرف توجہ دلائی جارہی ہے؟

جواب: ﴿1﴾ ''پھر کیا حال ہوگا جب ہم ہر اُمت میں سے ایک گواہ لائیں گے'' یہ کہہ کر اس طرف توجہ دلائی جارہی ہے کہ آج ایمان اور عمل کا سرمایہ نہیں، کفر اور بداعمالیاں ہیں۔ اس دن کیا حال ہوگا جب ہر قوم سے گواہ اُٹھائے جائیں گے اور اے محمد ﷺ! تمہیں اُمت مسلمہ پر گواہ لائیں گے۔ ﴿2﴾ قیامت کا منظر آنکھوں کے سامنے لایا جارہا ہے جب ہر اُمت کے اعمال پر گواہ کی پیشی ہوگی بخل پر، کفر پر، فخر پر، اللہ تعالیٰ کے فضل کو چھپانے پر، دکھاوے پر اور بخل کی دعوت پر سب سے سچی گواہیاں ہوں گی جن کا آخرت پر یقین نہیں ان کے ساتھ بھی انصاف ہوگا اور اس رسول ﷺ کی موجودگی پر جس کا وہ انکار کرتے تھے۔ ﴿3﴾ اس وقت رسول کی نافرمانی کرنے والے چاہیں گے کہ کاش زمین پھٹ جائے اور وہ اس میں سما جائیں۔ ﴿4﴾ اللہ تعالیٰ کے یہاں کوئی اپنی بات چھپا نہ سکے گا۔

سوال 3: قیامت کے دن حق کا گواہ کون ہوگا؟

جواب: ہر امت کے گواہ کی حیثیت سے اس کے رسول کو بلایا جائے گا جو گواہی دے گا کہ انہوں نے کیا اعمالِ صالحہ کیے یا کیسے کیسے کفر و سرکشی کا ارتکاب کیا تاکہ اس شہادت کے مطابق ان کا حساب ہو (تیسیر الرحمٰن)

سوال 4: وَّ جِئۡنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَاۤءِ شَهِيۡدًا ''اور آپ کو ان پر گواہ لائیں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ وَّ جِئۡنَا بِكَ ''اور اے محمد ہم آپ کو لائیں گے۔ ﴿2﴾ عَلٰى هٰٓؤُلَاۤءِ آپ کی امت پر ﴿3﴾ شَهِيۡدًا گواہ جو ایمان لایا اس کے ایمان پر، جس نے کفر کیا اس کے کفر پر اور جو نفاق میں مبتلا ہوا اس کے نفاق پر۔ (الاساس فی التفسیر:1063/2)

سوال 5: قیامت کے دن گواہی کی کیا صورت حال ہوگی؟

جواب: ﴿1﴾ قیامت کے دن گواہی کی صورت حال اس حقیقت پر مشتمل ہوگی کہ فیصلہ کرنے والا کامل علم، کامل عدل اور کامل حکمت کا مالک ہے اور وہ مخلوق میں سب سے زیادہ سچی شہادت کی بنیاد پر فیصلہ کرے گا۔ یہ شہادت انبیاء و مرسلین کی شہادت

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ہے جو وہ اپنی امتوں کے خلاف دیں گے اور جن کے خلاف فیصلہ ہوگا وہ بھی اس کا اقرار کریں گے۔اللہ کی قسم! یہ وہ فیصلہ ہے جو تمام فیصلوں میں سب سے زیادہ عام، سب سے زیادہ عادل اور سب سے عظیم ہے۔(تفسیر سعدی)《2》ساری انسانیت کی موجودگی میں جس شخص کے اعمال کا فیصلہ کرنا مطلوب ہوگا اسے اللہ تعالیٰ کی عدالت میں کھڑا کیا جائے گا یہ مجرم کا مقام ہوگا۔ جن لوگوں نے دنیا میں حق کی گواہی دی ہوگی انہیں بلایا جائے گا یہ اللہ کی طرف سے بولنے والے کا مقام ہوگا۔《3》یہ ایسا ہولناک لمحہ ہوگا کہ انسان چاہے گا زمین پھٹ جائے اور وہ اس کے اندر سما جائے مگر یہ شرمندگی کام نہ آئے گی۔《4》اللہ کے یہاں ہر ایک کے قول اور عمل کا جو ریکارڈ ہوگا وہ انہیں دکھایا جائے گا۔《5》حق کی گواہی دینے والے کو بلا کر ثابت کیا جائے گا کہ جب اس کو حق کے لیے بلایا تھا تو اس نے تکبر کی وجہ سے انکار کیا تھا۔اس نے خود کو بڑا سمجھا اور حق کی دعوت دینے والوں کو چھوٹا جانا۔حقیقت کو جان لینے کے باوجود محض اس لیے انکار کیا کہ انہیں اپنی بڑائی ختم ہوتی ہوئی محسوس ہوتی تھی۔《7》 پھر محمد رسول اللہ ﷺ کو ان لوگوں پر گواہ بنا کر کھڑا کیا جائے گا اور ثابت کر دیا جائے گا کہ اللہ کی طرف سے یہ پیغام انسانیت تک پہنچا دیا گیا۔اس طرح سے جرم ثابت کرنے کے بعد مجرموں کو جہنم میں جھونک دینے کا فیصلہ کر دیا جائے گا۔

سوال 6: کیا نبی ﷺ کے شہید ہونے سے مراد حاضر و ناظر ہونا ہے؟

جواب:《1》شہید کے معنی گواہ ہیں۔جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ نبی ﷺ حاضر و ناظر ہیں وہ آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی صفت میں شریک سمجھتے ہیں جو کہ شرک ہے کیونکہ حاضر و ناظر تو صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔《2》شہید کے لفظ سے یہ استدلال کہ گواہی وہی دے سکتا ہے جو حاضر و ناظر ہو اپنے اندر قوت نہیں رکھتا اس لیے کہ شہادت یقینی علم کی بنیاد پر ہوتی ہے اور قرآن مجید کے حقائق اور واقعات سے زیادہ حقیقی علم کوئی نہیں ہوسکتا۔قرآن مجید کے علم یقینی کی بناء پر ہی اُمت مسلمہ کو شُھداء علی النّاس قرار دیا گیا ہے جس سے ہر فرد کے حاضر و ناظر ہونے کا مفہوم نہیں لیا جا سکتا۔اس طرح یہ پتہ چلتا ہے کہ نبی ﷺ کے حاضر و ناظر ہونے کا عقیدہ مشرکانہ اور بے بنیاد ہے۔《3》اس شہادت کی پوری حقیقت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی شہادت سے واضح ہوجاتی ہے وَاِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِيْ وَاُمِّيَ اِلٰهَيْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ قَالَ سُبْحٰنَكَ مَا يَكُوْنُ لِيْٓ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَيْسَ لِيْ ۤ بِحَقٍّ ڲ اِنْ كُنْتُ قُلْتُهٗ فَقَدْ عَلِمْتَهٗ ۭ تَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِيْ وَلَآ اَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِكَ ۭ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ۝۱۱۶ مَا قُلْتُ لَهُمْ اِلَّا مَآ اَمَرْتَنِيْ بِهٖٓ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبَّكُمْ ۚ وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ ۚ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ ۭ وَاَنْتَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ اور جب اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ اے عیسیٰ ابن مریم! کیا تم نے لوگوں سے کہا تھا کہ مجھے اور

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

میری ماں کواللہ تعالیٰ کے علاوہ معبود بناؤ، وہ کہے گا: ''آپ پاک ہیں، میرا یہ کام نہ تھا کہ میں وہ بات کہتا جس کا مجھے کوئی حق نہ تھا۔ اگر میں نے وہ کہا ہوتا تو یقیناً آپ کے علم میں ہوتا، آپ جانتے ہیں جو میرے نفس میں ہے اور میں وہ نہیں جانتا جو آپ کے نفس میں ہے، بلاشبہ آپ ہی پوشیدہ باتوں کو خوب جاننے والے ہیں۔ (116) میں نے ان سے اس کے سوا کوئی بات نہیں کہی جس کا آپ نے مجھے حکم دیا کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو جو میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے اور میں ان پر گواہ تھا جب تک میں ان میں موجود تھا پھر جب تو نے مجھے اُٹھا لیا تو ان پر تو ہی نگران تھا اور تو ہر چیز پر گواہ ہے۔ (المائدہ:117,116)﴿4﴾ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قیامت کے دن نوح علیہ السلام کو بلایا جائے گا، وہ کہیں گے: **لبیک وسعدیک یارب!** اللہ رب العزت فرمائے گا: کیا تم نے میرا پیغام پہنچا دیا تھا؟ نوح علیہ السلام عرض کریں گے کہ میں نے پہنچا دیا تھا پھر ان کی امت سے پوچھا جائے گا کیا انہوں نے میرا پیغام تمہیں پہنچایا تھا؟ وہ لوگ کہیں گے کہ ہمارے یہاں کوئی ڈرانے والا نہیں آیا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا (نوح علیہ السلام سے) کہ ''آپ علیہ السلام کے حق میں کوئی گواہی بھی دے سکتا ہے؟ وہ کہیں گے کہ محمد ﷺ اور ان کی امت میری گواہ ہے۔ چنانچہ حضور ﷺ کی امت ان کے حق میں گواہی دے گی کہ انہوں نے پیغام پہنچا دیا تھا اور رسول (یعنی حضور ﷺ) اپنی امت کے حق میں گواہی دیں گے (کہ انہوں نے سچی گواہی دی ہے) یہی مراد ہے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے کہ ''اور اسی طرح ہم نے تم کو امتِ وسط بنایا تا کہ تم لوگوں کے لیے گواہی دو اور رسول تمہارے لیے گواہی دیں۔'' (صحیح بخاری:4487)

يَوْمَئِذٍ يَّوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَعَصَوُا الرَّسُوْلَ لَوْ تُسَوّٰى بِهِمُ الْاَرْضُ ؕ وَلَا يَكْتُمُوْنَ اللّٰهَ حَدِيْثًا (42)

جس دن وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا اور رسول کی نافرمانی کی تمنا کریں گے کہ کاش! ان پر زمین برابر کر دی جائے اور اللہ تعالیٰ سے وہ کوئی بات بھی چھپا نہ سکیں گے۔ (42)

سوال 1: يَوْمَئِذٍ يَّوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَعَصَوُا الرَّسُوْلَ لَوْ تُسَوّٰى بِهِمُ الْاَرْضُ ''جس دن وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا اور رسول کی نافرمانی کی تمنا کریں گے کہ کاش! ان پر زمین برابر کر دی جائے'' کافروں اور رسول کے نافرمانوں کی آرزو کو یہاں کیوں سامنے رکھا گیا ہے؟

جواب: ''جس دن وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا اور رسول کی نافرمانی کی تمنا کریں گے کہ کاش! ان پر زمین برابر کر دی جائے''﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے قیامت کے دن کی ہولناکی کی ایک مثال بیان کی ہے۔﴿2﴾ کافروں اور رسول کے نافرمانوں کی یہ آرزو کہ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کاش انہیں زمین کے ساتھ ہی ہموار کر دیا جاتا اس لیے سامنے رکھا گیا ہے کہ اس دن کوئی دل کی بات اور اپنے حالات اللہ تعالیٰ سے نہیں چھپا سکے گا۔ جب کچھ نہیں چھپے گا تو بُرا بدلہ ضرور ملے گا۔《3》رب العزت کا ارشاد ہے: اِنَّآ اَنْذَرْنٰكُمْ عَذَابًا قَرِيْبًا ۚ يَّوْمَ يَنْظُرُ الْمَرْءُ مَا قَدَّمَتْ يَدٰهُ وَيَقُوْلُ الْكٰفِرُ يٰلَيْتَنِيْ كُنْتُ تُرٰبًا یقیناً ہم نے تمہیں اُس عذاب سے خبردار کر دیا ہے جو قریب ہی ہے، جس دن انسان وہ دیکھ لے گا جو اس کے ہاتھوں نے آگے بھیجا اور کافر کہے گا: اے کاش میں مٹی ہوتا! (نبا:40)

سوال 2: وَلَا يَكْتُمُوْنَ اللّٰهَ حَدِيْثًا ’’اور اللہ تعالیٰ سے وہ کوئی بات چھپا نہ سکیں گے‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب: ’’اور اللہ تعالیٰ سے وہ کوئی بات چھپا نہ سکیں گے‘‘ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: قسم ہے اللہ ہمارے رب کی! ہم شرک کرنے والے نہ تھے۔ ثُمَّ لَمْ تَكُنْ فِتْنَتُهُمْ اِلَّآ اَنْ قَالُوْا وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ پھر ان کا اس کے سوا کوئی عذر نہ ہوگا کہ وہ کہیں گے کہ قسم ہے اللہ ہمارے رب کی! ہم مشرک نہ تھے۔ (انعام:23)

سوال 3: وَلَا يَكْتُمُوْنَ اللّٰهَ حَدِيْثًا ’’اور اللہ تعالیٰ سے وہ کوئی بات چھپا نہ سکیں گے‘‘ اس سے انسانی شعور کو کیسے متاثر کیا گیا ہے وضاحت کریں؟

جواب:《1》اللہ تعالیٰ نے حشر کے میدان کی دہشت کو انسان کی تمنا میں رکھ دیا ہے کہ اس دن لوگوں کی تمنائیں بدل جائیں گی۔ وہ انسان جو مرنا نہیں چاہتا، دنیا سے جانا نہیں چاہتا، قبر سے گھبراتا ہے کل کے دن تمنا کرے گا کہ کاش زمین اس پر برابر کر دی جائے۔《2》اس کیفیت میں نہ اپنے تاثرات رب سے چھپا سکیں گے نہ اپنے اعمال۔《3》اللہ تعالیٰ نے توجہ دلائی ہے کہ آج کے وقت سے فائدہ اٹھا لو۔

رکوع نمبر 4

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ وَلَا جُنُبًا اِلَّا عَابِرِيْ سَبِيْلٍ حَتّٰى تَغْتَسِلُوْا ۭ وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى اَوْ عَلٰي سَفَرٍ اَوْ جَاۗءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَاۗىِٕطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَاۗءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَاۗءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا غَفُوْرًا (43)

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تم نماز کے قریب بھی نہ جاؤ اس حال میں کہ تم نشے میں ہو یہاں تک کہ تم جان لو جو کچھ تم کہتے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ہواور نہ ہی جنابت کی حالت میں مگر راستہ عبور کرنے والے ہو، یہاں تک کہ تم غسل کرلواور اگر تم بیمار ہو یا سفر میں ہو یا تم میں سے کوئی قضائے حاجت سے آیا ہو یا تم نے عورتوں سے مباشرت کی ہو پھر تم پانی نہ پاؤ تو پاک مٹی سے تیمّم کرو، پھر اپنے چہروں اور ہاتھوں کا مسح کرو یقیناً اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے ہی بہت معاف کرنے والا، بے حد بخشنے والا ہے۔(43)

سوال 1:اس آیت کا شانِ نزول کیا ہے؟

جواب:حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے ہمارے لیے کھانا تیار کیا اور پھر ہمیں دعوت دی اور کھانے میں شراب بھی پلائی جس سے ہم نشہ میں آگئے (اتنے میں) نماز کا وقت بھی ہو گیا۔تو (حاضرین نے) مجھے امامت کے لیے آگے کردیا' میں نے سورہ کافروں کی آیت قُلْ یٰٓاَیُّهَا الْکٰفِرُوْنَ میں الفاظ لَآ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ کی بجائے نحن نعبد ما تعبدون پڑھ دیے۔اللہ تعالیٰ نے اس پر آیت یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ نازل فرمائی ''اے ایمان والو جب تم نشہ کی حالت میں ہو تو نماز کے قریب نہ جاؤ (نہ پڑھو) حتیٰ کہ تم جان لو جو تم کہہ رہے ہو'' (جامع ترمذی:3026)

سوال 2:یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَ اَنْتُمْ سُکٰرٰی ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تم نماز کے قریب بھی نہ جاؤ اس حال میں کہ تم نشے میں ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو''یعنی اے وہ لوگو! جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی تصدیق کی ہے《2》لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَ اَنْتُمْ سُکٰرٰی ''تم نماز کے قریب بھی نہ جاؤ اس حال میں کہ تم نشے میں ہو''مومنوں کو نشے کی حالت میں نماز پڑھنے سے روکا ہے کیونکہ نشے میں انسان کو اپنی بات اور حالات کا ہوش نہیں رہتا۔《3》سُکٰرٰی یہ سکران کی جمع ہے۔سکران شراب کے نشے میں دُھت کو کہتے ہیں۔《4》نبی ﷺ نے فرمایا:اگر کسی کو نماز پڑھتے ہوئے اونگھ آنے لگے تو وہ سو جائے جب تک اسے یہ معلوم نہ ہونے لگے کہ وہ کیا کہہ رہا ہے یعنی اونگھ کی حالت میں نماز نہ پڑھی جائے تاوقت یہ کہ نیند چلی جائے۔(مختصر ابن کثیر:325/1)《5》اس ممانعت میں یہ بات بھی شامل ہے کہ وہ نشے کی حالت میں نماز کی جگہوں یعنی مساجد وغیرہ کے بھی قریب نہ جائیں کیونکہ نشے کی حالت میں مسجد میں داخل ہونا ممکن نہیں۔اس ممانعت میں نفسِ نماز بھی شامل ہے۔نشے والے شخص کی عقل کے مختل ہونے اور یہ معلوم نہ ہونے کی وجہ سے کہ وہ کیا کہہ رہا ہے اس کی نماز اور دیگر عبادات جائز نہیں۔اس لیے اللہ تعالیٰ نے نماز پڑھنے کے لیے اس چیز کو شرط بنایا کہ نشے والا شخص جو کچھ کہہ رہا ہوا سے اس کا

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

علم ہو۔(تفسیرِ سعدی)

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے شراب جیسی عادت کا علاج کس طرح کیا؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے شراب جیسی عادت کا علاج نہایت نرمی، ہمدردی اور تدریج کے ساتھ ﴿2﴾ بغیر جنگ لڑے۔ ﴿3﴾ بغیر قربانی دیے۔ ﴿4﴾ ابتداء میں شراب نوشی کے خلاف شعور کو بیدار کیا گیا جیسا کہ اللہ رب العزت نے فرمایا: يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ ۭ قُلْ فِيْهِمَآ اِثْمٌ كَبِيْرٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ ۡ وَاِثْمُهُمَآ اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا ۭ وہ آپ سے شراب اور جوئے کے بارے میں پوچھتے ہیں۔آپ کہہ دیں کہ ان دونوں میں بڑا گناہ ہے اگرچہ لوگوں کے لیے کچھ فائدے بھی ہیں۔اوران دونوں کا گناہ ان کے فائدے سے بہت بڑا ہے۔(البقرہ:219) لوگوں نے سمجھ لیا کہ اس کے منافع کے مقابلے میں نقصان بہت زیادہ ہے۔گناہ بڑا ہے لہٰذا اسے حرام ہونا چاہیے۔﴿5﴾ اس آیت میں نشے کے اوقات محدود کردیئے گئے۔نماز کے اوقات قریب ہوتے ہیں، پورے دن پر پھیلے ہوئے ہوتے ہیں، ان میں اتنا وقفہ نہیں ہوتا کہ کوئی شراب پئے اور اس کا نشہ ٹوٹ جائے۔پھر اس دور میں شراب نوشی کے خاص اوقات صبح اور شام کے تھے جو نمازوں کے اوقات ہوتے۔مسلمان کے ضمیر کو یہ فیصلہ کرنا تھا کہ نماز پڑھے یا شراب پئے۔اس لیے وہ نماز کے حق میں فیصلہ دے کر شراب نوشی سے نجات پا گئے اور آخری حکم کے آنے تک ٹریننگ ہو چکی تھی جس میں شراب نوشی کو حرام قرار دے دیا گیا۔﴿6﴾ اللہ تعالیٰ نے انسان کے دل پر تقویٰ (خداخوفی) کا نگران بٹھا دیا۔اللہ کا خوف جس دل میں بیٹھ جاتا ہے وہ کسی وقت کسی جگہ اللہ تعالیٰ سے غافل نہیں ہوتا۔اسی احساس کو قرآنِ حکیم نے زندہ کر کے شراب نوشی سے نجات دلائی۔

سوال 3: انسان شراب کیوں پیتے ہیں؟

جواب: ﴿1﴾ روحانی خلا کو پُر کرنے کے لیے۔﴿2﴾ بے مقصدیت کی وجہ سے۔

سوال 4: شراب نوشی کی حرمت کی وجہ سے اجتماعی زندگی میں جو خلا پیدا ہوتا ہے اس خلا کو اسلام کیسے پُر کرتا ہے؟

جواب: اس خلا کو اسلام ایمان کی تروتازگی سے پُر کرتا ہے۔ایک تازہ شعور کے تحت انسان جب اللہ تعالیٰ کی معرفت میں زندگی بسر کرنے لگتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کے نور کو پھیلاتا ہے، پاکیزہ زندگی بسر کرتا ہے، پاکیزگی کی دعوت دیتا ہے، انسانیت کی خدمت کرتا ہے، بھلائی کے کام کرتا ہے اور اس طرح اس کے اندر روحانی خلا نہیں رہتا۔

سوال 5: حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ ''یہاں تک کہ تم جان لو جو کچھ تم کہتے ہو'' کی وضاحت کریں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:《1》نماز اس وقت پڑھو جب تم جان لو کہ کیا کہہ رہے ہو۔سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے کہا یعنی جو تم اپنی نماز میں پڑھتے ہو۔(ابن ابی حاتم:959/3)سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:جب کوئی شخص نماز پڑھتے ہوئے اونگھنے لگے تو اسے چاہئے کہ نماز چھوڑ کر سو جائے اور نماز اس وقت پڑھے جب اسے یہ معلوم ہو کہ وہ کیا کہہ رہا ہے۔ہوسکتا ہے کہ حالتِ نیند میں نماز ادا کرتے ہوئے وہ مغفرت کی دعا کرنے کی بجائے اپنے آپ کو گالیاں دینے لگے۔(بخاری:212)《2》نماز فہم اور شعور سے ادا کرنی چاہیے۔《3》نماز میں انسان کے قلب وذہن کی حاضری ضروری ہے۔جس اللہ رب العزت کے سامنے بدن کو جھکایا ہے،اسی کے سامنے سوچ اور ارادہ بھی جھکا دے۔جیسے جسم عبادت گزار ہے ایسے ہی شعور بھی عبادت گزار بن جائے۔

سوال6:وَلَا جُنُبًا ''اور نہ ہی جنابت کی حالت میں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》جنابت کی حالت میں مسجد نہیں جاسکتے کیونکہ مسجد نماز کی جگہ ہے۔《2》جنبی کے لیے مسجد میں جانا ممنوع ہے البتہ اگر اس کا راستہ مسجد سے گزرتا ہو تو گزرنا جائز ہے۔(تیسرالرحمٰن:263)《3》سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے حکم دیا کہ مجھے مسجد سے چٹائی پکڑا دو۔میں نے عرض کی کہ میں حالتِ حیض میں ہوں۔اس پر آپ ﷺ نے فرمایا:حیض تیرے ہاتھ میں تو نہیں ہے۔(مسلم:298)《4》اسی کی رو سے حیض والی عورت مسجد سے گزر سکتی ہے اور نفاس والی عورت بھی اسی حکم میں ہے۔(مختصر ابن کثیر:325/1)

سوال7:نشے اور جنابت کا ذکر ایک ساتھ کیوں کیا گیا ہے؟

جواب:جنابت جسم کی نجاست ہے اور نشہ عقل کی نجاست ہے۔

سوال8: اِلَّا عَابِرِیْ سَبِیْلٍ ''مگر راستہ عبور کرنے والے ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》مستند روایتوں میں ہے کہ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کے گھر مسجد کی طرف اس طرح کھلتے تھے کہ بغیر مسجد کے گزرے وہ باہر نہیں آسکتے تھے اور گھروں میں غسل کے لیے پانی نہیں ہوتا تھا۔جنابت کی حالت میں یہ مزدہ ان پر شاق گزرتا اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔(ابن کثیر)(اشرف الحواشی:103/1)《2》عَابِرِیْ سَبِیْلٍ سے مراد مسافر ہیں۔《3》جنابت کی حالت میں مسجد سے نہیں گزر سکتے مگر یہ کہ مسجد سے گزرنے کی ضرورت پڑے تو گزر سکتے ہیں۔رسول اللہ ﷺ کے دور میں صحابہ رضی اللہ عنہم کے دروازے مسجد کے اندر کھلتے تھے،ان کا گھروں میں آنے جانے کا راستہ یہی تھا لہٰذا ایسے لوگوں کو گزرنے کی اجازت دی گئی۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال9:حَتّٰى تَغْتَسِلُوْا ''یہاں تک کہ تم غسل کرلو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب آپ غسل جنابت کرنا چاہتے تو (برتن میں ہاتھ ڈالنے سے پہلے) اپنے دونوں ہاتھ دھوتے پھر نماز کے وضو کی طرح وضو کرتے پھر انگلیاں پانی میں ڈال کر بالوں کی جڑوں کا خلال کرتے پھر دونوں ہاتھوں میں تین چلو لے کر اپنے سر پر ڈالتے پھر اپنے سارے بدن پر پانی بہاتے۔(بخاری کتاب الغسل)

سوال10:غسل کا طریقہ کیا ہے؟

جواب:《1》نیت کرنا۔《2》بسم اللہ پڑھنا۔《3》دونوں ہاتھوں کو کلائیوں تک دھونا۔(اگر برتن سے پانی لینا ہے تو پانی لینے سے پہلے ہاتھوں کو دھونا ہے)《4》اِستنجاء کرنا اور شرم گاہ سے لگی ہوئی نجاست کو دھونا اور مٹی سے یا صابن سے ہاتھ مار کر ہاتھ صاف کرنا۔《5》مکمل وضو کرنا۔(پاؤں دھونے کے علاوہ)《6》سر کو کانوں سمیت تین بار دھونا۔《7》پہلے بدن کے دائیں حصّے پر پانی بہانا، پھر بائیں حصے پر پانی بہانا اور پورے بدن کو دھونا۔《8》دونوں ہاتھوں سے بدن کو رگڑنا۔ 《9》آخر میں دونوں پاؤں دھونا۔

سوال11:وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى ''اور اگر تم بیمار ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:مریض کے لیے غسل کی رخصت ہے جب وہ زخمی ہو یا اسے چوٹ لگی ہو۔ جب چوٹ والے شخص کو جنابت لاحق ہو تو وہ غسل کرے گا اور زخمی شخص اس وقت تک حالت رخصت میں ہے جب تک زخموں کا ڈر ختم نہ ہو جائے(تفسیر جامع البیان:116/5)

سوال12:اَوْعَلٰى سَفَرٍ ''یا سفر میں ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》مجاہد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: مسافر کو جب پانی نہ ملے تو وہ تیمّم کرکے نماز پڑھے گا(تفسیر جامع البیان:113/5)《2》سفر کم ہو یا زیادہ، تیمّم ہو سکتا ہے۔(الاساس فی التفسیر:1076/2)

سوال13:اَوْجَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ ''یا تم میں سے کوئی قضائے حاجت سے آیا ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》اَلْغَآئِطِ: نرم جگہ کو کہا جاتا ہے۔《2》اَوْجَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ یہ پاخانہ پیشاب کرنے سے کنایہ ہے۔ (مختصر ابن کثیر:326/1)

سوال14:اَوْلٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ ''تم نے عورتوں سے مباشرت کی ہو'' سے کیا مراد ہے؟

جواب:《1》ملامست سے جماع مراد ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اس سے مراد ہم بستری ہے(ابن ابی حاتم)《2》اس

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سے وہ جنسی فعل مراد ہے جس سے غسل واجب ہو جاتا ہے۔

سوال15: فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً ''پھر تم پانی نہ پاؤ'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اس آیت کریمہ سے فقہاء نے یہ استدلال کیا ہے کہ اگر پانی کسی پاک چیز کے اختلاط سے متغیر ہو جائے تو اس سے وضو وغیرہ جائز ہے۔ بلکہ اس کے ذریعہ سے طہارت حاصل کرنا متعین ہے۔(تفسیر سعدی:520/1)

سوال16: آیتِ تیمّم کا شانِ نزول کیا ہے؟

جواب: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے ایک ہار واپس کر دینے کے وعدے پر ادھار لیا۔ وہ سفر میں کہیں گم ہو گیا۔ نبی ﷺ نے اسے ڈھونڈنے کے لیے آدمی بھیجے، انہیں ہار مل گیا لیکن نماز کا وقت آ گیا اور ان کے ساتھ پانی نہ تھا۔ انہوں نے بے وضو نماز ادا کی اور نبی ﷺ کے پاس پہنچ کر اس کی شکایت کی۔ اس پر تیمّم کا حکم نازل ہوا۔ حضرت اُسید بن حضیر رضی اللہ عنہ نے کہا: عائشہ رضی اللہ عنہا! اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے۔ اللہ کی قسم! جو تکلیف آپ کو پہنچتی ہے اس کا انجام آپ اور ہم مسلمانوں کے لیے خیر ہی خیر ہوتا ہے۔(بخاری:336)

سوال17: فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا ''تو پاک مٹی سے تیمّم کرو''، تیمّم کسے کہتے ہیں؟

جواب: ﴿1﴾ تیمّم کے معنی ارادہ کرنے کے ہیں۔ سفر میں یا جہاں پانی موجود نہ ہو یا پانی کے استعمال سے بیماری بڑھنے کا اندیشہ ہو تو پاکیزگی حاصل کرنے کے لیے پاک مٹی کا استعمال تیمّم کہلاتا ہے۔ ﴿2﴾ صَعِيْدًا زمین کی ظاہری سطح کو کہتے ہیں۔ (بخاری کتاب التفسیر) ﴿3﴾ جس کا غبار نہ ہو تو اس سے مسح نہیں کیا جاتا۔(تفسیر سعدی:521/1)

سوال18: تیمّم کرنا کیسا عمل ہے؟

جواب: ﴿1﴾ پانی کی عدم موجودگی میں تیمّم کرنا گویا مٹی سے وضو کر کے پاکیزگی حاصل کرنا ہے۔ ﴿2﴾ سیدنا عمران رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کسی سفر میں آپ ﷺ نے ایک جگہ پڑاؤ کیا۔ وضو کے لیے پانی منگوایا۔ آپ ﷺ نے وضو کیا اور نماز کے لیے اذان کہی گئی پھر آپ ﷺ نے لوگوں کو نماز پڑھائی جب آپ ﷺ نے نماز سے سلام پھیرا تو ایک شخص کو علیحدہ بیٹھے دیکھا۔ آپ ﷺ نے اسے پوچھا: اے فلاں تجھے کس چیز نے لوگوں کے ساتھ نماز ادا کرنے سے روکے رکھا؟ وہ کہنے لگا: میں جنبی ہو گیا ہوں اور پانی موجود نہیں ہے آپ ﷺ نے اسے فرمایا: تمہیں مٹی سے تیمّم کر لینا چاہیے تھا وہ تجھے کافی ہو جاتا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ پھر آپ ﷺ نے اسے مٹی سے تیمّم کرنے کا حکم دیا۔(بخاری) ﴿3﴾ حدیث میں ہے کہ زمین کی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

مٹی خاص طور پر ہمارے لیےطہور بنائی گئی ہے۔(ابن کثیر)(اشرف احواشی:103/1)

سوال19:شریعت انسانوں کی سہولت کا کیسے خیال رکھتی ہے؟

جواب:شریعت غیر معمولی حالات میں غیر معمولی رخصت دیتی ہے۔

سوال20:فَامۡسَحُوۡا بِوُجُوۡهِكُمۡ وَاَيۡدِيۡكُمۡ ’’پھراپنے چہروں اور ہاتھوں کا مسح کرو‘‘نبی ﷺ کا تیمّم کا طریقہ کیا ہے؟

جواب:《1》صرف ایک بار مٹی پر ہاتھ مار کر پھونک دینا ہے پھر دونوں ہاتھوں کو ایک دوسرے پر پھیرنا پھر چہرے پر پھیر لینا ہے۔《2》حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے’’زادالمعاد‘‘میں لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ تیمّم کے لیے ایک ہی بار دونوں ہتھیلیوں اور چہرہ پر ہاتھ پھیرتے تھے۔《3》حضرت عمار رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے نبی ﷺ تیمّم کے متعلق پوچھا تو نبی ﷺ نے فرمایا ایک ضرب دونوں ہاتھوں کے لیے اور ایک ضرب چہرے کے لیے لگائی جائے۔(مسنداحمد:18509)《4》سیدنا عمار بن یاسر فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے مجھے کسی مہم پر بھیجا(اس دوران)میں جنبی ہوگیا مجھے پانی نہ ملا تو میں نے مٹی میں اس طرح لوٹ لگائی جس طرح چوپایہ لوٹ لگاتا ہے میں نے آپ ﷺ سے اس کا ذکر کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:تمہیں اس طرح کافی تھا پھر آپ ﷺ نے اپنی دونوں ہتھیلیوں کو ایک بار مٹی پر مارا پھر انہیں اپنے منہ کے قریب کیا اوران پر پھونک ماری(زائد مٹی اڑادی)پھر آپ نے بائیں ہاتھ سے داہنے کی پشت پر اور داہنی ہتھیلی سے بائیں ہاتھ کی پشت پر مسح کیا پھر دونوں ہتھیلیوں سے اپنے چہرے کا مسح کیا۔(بخاری کتاب تیمّم)《5》سیدنا ابی ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مٹی طہور ہے(پاک کرنے والی)ہے اگر مسلمان دس برس تک پانی نہ پائے پھر جب پانی ملے تو اسے اپنے بدن پر لگائے یہ اس کے لیے بہتر ہے اور محمود نے کہا اپنی روایت میں:ان **الصعيد الطيب وضوء المسلم** اور مطلب دونوں کا ایک ہے۔(جامع ترمذی:124)

سوال21:اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا غَفُوۡرًا’’یقیناً اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے ہی بہت معاف کرنے والا، بے حد بخشنے والا ہے‘‘اللہ تعالیٰ کے العفو اور الغفور ہونے کی وضاحت کریں؟

جواب:اللہ تعالیٰ اپنے احکامات میں انتہائی آسانیاں پیدا فرما کر اپنے مومن بندوں کے ساتھ بہت زیادہ عفو اور مغفرت کا معاملہ کرتا ہے تاکہ بندے پر اس کے احکام کی تعمیل شاق نہ گزرے اور اسے ان کی تعمیل میں کوئی حرج محسوس نہ ہو۔یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا عفو اور اس کی مغفرت ہے کہ اس نے پانی کے عدم استعمال کے عذر کے موقع پر مٹی کے ذریعے سے طہارت

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کو شروع فرما کر اس امت پر رحم فرمایا اور یہ بھی اس کا عفو اور اس کی مغفرت ہے کہ اس نے گناہوں کے لیے توبہ اور انابت کا دروازہ کھولا اور انہیں اس دروازے کی طرف بلایا اور ان کے گناہ بخش دینے کا وعدہ فرمایا۔ نیز یہ بھی اللہ تعالیٰ کی مغفرت اور اس کا عفو ہے کہ اگر بندۂ مومن زمین بھر گناہوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے دربار میں حاضر ہوا اور اس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک نہ کیا ہو تو اللہ تعالیٰ بھی اسے زمین بھر مغفرت سے نوازے گا۔ (تفسیر سعدی)

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يَشْتَرُوْنَ الضَّلٰلَةَ وَيُرِيْدُوْنَ اَنْ تَضِلُّوا السَّبِيْلَ (44)

کیا آپ نے اُن لوگوں کو نہیں دیکھا جن کو کتاب میں سے ایک حصہ دیا گیا وہ گمراہی خریدتے ہیں اور وہ چاہتے ہیں کہ تم بھی راستہ گم کردو۔ (44)

سوال 1: اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب: ابن جریر، ابن ابی حاتم اور بیہقی نے ’’الدلائل‘‘ میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ رفاعہ بن زید بن تابوت بڑے شیطان یہودیوں میں سے تھا۔ جب رسول اللہ ﷺ سے بات کرتا تو اپنی زبان مروڑ کر بات کرتا تاکہ الفاظ کے معانی بدل جائیں اور اپنی مجلسوں میں ہمیشہ اسلام کی بدگوئی کرتا رہتا تھا تو یہ آیت نازل ہوئی۔ (تیسیر الرحمٰن)

سوال 2: اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يَشْتَرُوْنَ الضَّلٰلَةَ ’’کیا آپ نے اُن لوگوں کو نہیں دیکھا جن کو کتاب میں سے ایک حصہ دیا گیا وہ گمراہی خریدتے ہیں‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب: اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ سے مراد ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ کے دشمن یہود ہیں جو گمراہی خریدتے ہیں۔ (تفسیر جامع البیان: 139/5) ﴿2﴾ الکتاب سے یہاں مراد تورات ہے۔ (الاساس فی التفسیر: 1082/2) ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ کی کتاب کسی گروہ کو اس لیے دی جاتی ہے کہ وہ اس سے اپنی سوچ اور عمل کو اللہ رب العزت کی راہ نمائی کے مطابق درست کرلیں۔ ﴿4﴾ يَشْتَرُوْنَ الضَّلٰلَةَ اس سے مراد یہود ہیں۔ انہوں نے کتابِ الٰہی کا ایک حصہ گم کردیا۔ پھر جو کتاب ان کے پاس موجود تھی اس کے مقصد اور روح سے بھی وہ بیگانہ ہوگئے تھے۔ ﴿5﴾ ان کو اللہ تعالیٰ کی کتاب کے الفاظ تو پڑھنے کو ملے مگر اس پر عمل کرنا نہ ملا۔ ﴿6﴾ الفاظ کی حد تک وہ کتاب اللہ کے حامل تھے مگر انہوں نے عمل کے معاملے میں دنیادارانہ رویہ اختیار کیا۔ چونکہ انہوں نے کتاب کو اس کے الفاظ اور روح دونوں کے اعتبار سے نہیں لیا اس لیے یہ کہا گیا کہ ’’کتاب میں سے ایک حصہ دیئے گئے‘‘۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال3:یَشْتَرُوْنَ الضَّلٰلَةَ ’’وہ گمراہی خریدتے ہیں‘‘اس سے کیا مراد ہے؟

جواب:﴿1﴾انہوں نے گمراہی خریدنے کی پختہ نیت کرلی ہے۔﴿2﴾انہوں نے ہدایت کو چھوڑنے کا فیصلہ کرلیا ہے۔﴿3﴾وہ گمراہی خریدتے ہیں یعنی گمراہی سے بہت زیادہ محبت کرتے ہیں اور اسے ترجیح دیتے ہیں جیسے کوئی شخص اپنی محبوب چیز کی طلب میں مالِ کثیر خرچ کرنے کو ترجیح دیتا ہے۔پس یہ لوگ ہدایت پر گمراہی کو،ایمان پر کفر کو اور سعادت پر شقاوت کو ترجیح دیتے ہیں۔(تفسیرِ سعدی)

﴿4﴾ گمراہی کفر ہے جس کو انہوں نے ایمان کے بدلے خریدا ہے انہوں نے نبی ﷺ اور ان کی صفات کا انکار کیا جو تورات میں آئیں تاکہ وہ اپنی قوم کا محور و مرکز رہیں،ان کے سردار رہیں اور فضیلت حاصل کریں۔(ایسر التفاسیر:265,266)

سوال4: وَيُرِيْدُوْنَ اَنْ تَضِلُّوا السَّبِيْلَ ’’اور وہ چاہتے ہیں کہ تم بھی راستہ گم کردو‘‘اس سے کیا مراد ہے؟

جواب:﴿1﴾اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو خبردار کیا ہے کہ یہودی تمہارے خلاف کیا تدابیر اختیار کرنا چاہتے ہیں۔﴿2﴾اللہ تعالیٰ اہلِ ایمان کے دلوں میں یہود کی نفرت بٹھانا چاہتے ہیں جو مسلمانوں کو گمراہ کرنا چاہتے ہیں۔﴿3﴾یہود چاہتے ہیں کہ آپ حق کا راستہ گم کردو جیسا کہ وہ خود گمراہ ہوئے ہیں وہ چاہتے ہیں کہ آپ بھی اس کا انکار کردو جو محمد ﷺ پر نازل ہوا ہے۔(الاساس:1082/2)

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِاَعْدَآئِكُمْ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَلِيًّا ۙ وَّكَفٰى بِاللّٰهِ نَصِيْرًا (45)

اور اللہ تعالیٰ تمہارے دُشمنوں کو خوب جانتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہی کافی دوست ہے اور اللہ تعالیٰ ہی کافی مددگار ہے۔(45)

سوال1: وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِاَعْدَآئِكُمْ ’’اور اللہ تعالیٰ تمہارے دُشمنوں کو خوب جانتا ہے‘‘اس کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾’’اور اللہ تعالیٰ تمہارے دُشمنوں کو خوب جانتا ہے‘‘اس آیت سے مسلمانوں کو تسلی دی گئی ہے۔﴿2﴾مسلمانوں کے اندر یہ احساس زندہ کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے دشمنوں سے بےخبر نہیں۔﴿3﴾اللہ تعالیٰ تمہارے دشمنوں کی چالوں سے واقف ہے اور وہ ان کی ہر سازش کو ناکام بنادے گا۔

سوال2:وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَلِيًّا ۙ وَّكَفٰى بِاللّٰهِ نَصِيْرًا ’’اور اللہ تعالیٰ ہی کافی دوست ہے اور اللہ تعالیٰ ہی کافی مددگار ہے‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾اللہ تعالیٰ نے اس احساس کو اُجاگر کیا ہے کہ حق اور باطل کی کشمکش میں تم اکیلے نہیں،ہم تمہارے ساتھ،تمہارے ولی، تمہاری مافوق الفطری طریقے سے مدد کرنے والے ہیں۔﴿2﴾ہم تمہاری مدد کرنے والے ہیں لہٰذا آگے بڑھو اور اللہ تعالیٰ کی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کارسازی اور مدد پر بھروسہ رکھو۔﴿3﴾اللہ تعالیٰ نے یہود کی دشمنیوں اور شر انگیزیوں پر مسلمانوں کے حوصلے برقرار رکھنے کے لیے اپنے ولی اور نصیر ہونے کا شعور دلایا ہے۔﴿4﴾اللہ تعالیٰ نے مومنوں کا رُخ اپنی طرف رکھنے کے لیے اپنے ولی اور نصیر ہونے کا شعور دلایا ہے۔﴿5﴾اللہ تبارک وتعالیٰ کی ولایت اور سرپرستی میں خیر کا حصول اور اس کی نصرت میں شر کا زوال ہے۔(تفسیرِ سعدی)

مِنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ وَيَقُوْلُوْنَ سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا وَاسْمَعْ غَيْرَ مُسْمَعٍ وَّرَاعِنَا لَيًّۢا بِاَلْسِنَتِهِمْ وَطَعْنًا فِي الدِّيْنِ ۭ وَلَوْ اَنَّهُمْ قَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا وَاسْمَعْ وَانْظُرْنَا لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَاَقْوَمَ ۙ وَلٰكِنْ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا (46)

ان لوگوں میں سے جو یہودی ہوئے ،وہ باتوں کو ان کی جگہوں سے پھیر دیتے ہیں اور وہ کہتے ہیں:''(سمعنا)ہم نے سنا اور(عصینا)ہم نے نافرمانی کی''(واسمع)اور تم سنو(غیر مسمع)کہ تمہیں نہ سنایا جائے اور(راعنا)ہماری رعایت کرو!اپنی زبانوں کو موڑتے ہوئے(کہتے ہیں)اور دین میں طعن کرتے ہوئے:''اور اگر وہ کہتے:''(سمعنا)ہم نے سنا(واطعنا)اور ہم نے اطاعت کی''(واسمع)اور آپ سنیئے''اور''(وانظرنا)ہم پر نظر کرم کیجیے''تو ان کے حق میں بلاشبہ زیادہ بہتر اور زیادہ درست ہوتا لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے کفر کی وجہ سے ان پر لعنت کردی چنانچہ ان میں سے کم ہی لوگ ایمان لاتے ہیں۔(46)

سوال1:مِنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ''ان لوگوں میں سے جو یہودی ہوئے وہ باتوں کو ان کی جگہوں سے پھیر دیتے ہیں''کتاب کے کلمات کو اس کی جگہ سے بدل دینے سے کیا مراد ہے؟

جواب:﴿1﴾تحریف وہ کرتا ہے جو اپنے دین سے منحرف ہوجاتا ہے۔﴿2﴾تحریف کرنے سے مراد آیات کو توڑ پھوڑ کر ان کا مفہوم کچھ سے کچھ بنا دینا یا الفاظ کا مفہوم بدل دینا۔﴿3﴾اس جگہ ان سے مراد یہودیوں کے گمراہ علماء ہیں۔(تفسیرِ سعدی)
﴿4﴾یہود نے اصل تورات کو دو دفعہ گم کردیا جو عبرانی زبان میں نازل ہوئی تھی پھر انہوں نے تراجم پر انحصار کیا اور تحریف کے علاوہ بہت سے الحاقی مضامین کو بھی شامل کردیا۔مثلاً کتاب استثناء باب 34 میں ہے:''موسیٰ خداوند کا بندہ،خداوند کے حکم کے موافق موآب کی سرزمین میں وفات پا گیا۔اسے اس نے موآب کی ایک وادی میں بیت فغور کے مقابل گاڑا۔پر آج کے دن تک کوئی اس کی قبر کو نہیں جانتا''اس عبارت سے صاف پتہ چلتا ہے کہ یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات کے مدتوں بعد شامل ہونے والا مضمون ہے۔﴿5﴾ابن ابی حاتم نے کہا:انہوں نے تورات میں اللہ تعالیٰ کی حدود میں تحریف کی۔(تفسیر فتح القدیر:607/1)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

﴿6﴾ بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول نقل کیا ہے کہ تورات میں محمد ﷺ کا حلیہ اس طرح تھا کہ وہ سرگین کشادہ چشم، میانہ قامت، گھونگریالے بالوں والے خوبصورت ہوں گے جب مدینہ میں رسول اللہ ﷺ تشریف لائے تو علماء یہود جل گئے اورانہوں نے کتاب کے اندرمندرجہ حلیہ بدل ڈالا اور کہنے لگے ہم اپنے پاس نبی کا حلیہ یہ نہیں پاتے بلکہ ان کا حلیہ اس طرح ہوگا۔ دراز قامت، نیلگوں چشم اور لٹکتے ہوئے بالوں والے، اوراپنے زبردست لوگوں سے کہا کہ یہ ویسا نہیں ہے زبردستوں کودھوکہ دینے کی وجہ یہ ہے کہ عوام سے ان کی روزی وابستہ تھی ان کو اندیشہ ہوا کہ ان کے زیراثر یہودی اگر مسلمان ہوجائیں گے توان کی روزی بند ہوجائے گی۔(تفسیر مظہری:78/3)

سوال2: يَقُوْلُوْنَ سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا ’’ وہ کہتے ہیں: (سمعنا) ہم نے سنا اور (عصینا) ہم نے نافرمانی کی‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ یہود کہتے تھے ہم نے اے محمد ﷺ! تمہاری باتیں سن لیں مگر مانیں گے نہیں۔ یہود کی شرارت کا ذکر ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں آتے اورآپ ﷺ کی بات سن کر سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا زبان مروڑ کر اس طرح کہتے کہ اَطَعْنَا کی بجائے عَصَيْنَا (ہم نے نافرمانی کی) سمجھ میں آتا تھا یوں بات ہی بدل کر رہ جاتی کہ ہم نے سنا اورہم نافرمانی کریں گے۔

سوال3: وَاسْمَعْ غَيْرَ مُسْمَعٍ ’’ (واسمع) اور تم سنو (غیر مسمع) کہ تمہیں نہ سنایا جائے‘‘ کا کیا مفہوم ہے؟

جواب:﴿1﴾ اس سے مراد ہے کہ سنو وہ بات جو پہلے سنائی نہیں گئی۔ مجاہد نے کہا جو تم کہتے ہو وہ قبول نہیں۔(تفسیر الدرالمنثور:300/2)

﴿2﴾ اس سے مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ تجھے نہ سنوائے۔(ایسرالتفاسیر:266)

سوال4: وَّرَاعِنَا لَيًّا بِاَلْسِنَتِهِمْ ’’ اور (راعنا) ہماری رعایت کرو! اپنی زبانوں کو موڑتے ہوئے (کہتے ہیں)‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب: راعنا کا اچھا استعمال: ہماری رعایت کیجئے کے الفاظ سننے والے کے شوق علم پر دلیل ہیں۔ راعنا کا برا استعمال: زبان کو تھوڑا سا دبا لینے سے راعینا بن گیا جس کا مطلب ہے ہمارا چرواہا۔ اللہ تعالیٰ نے مجلسی الفاظ سے بھی خارج کردیا۔

سوال5: وَطَعْنًا فِي الدِّيْنِ ’’ اوردین میں طعن کرتے ہوئے‘‘ اس سے کیا مراد ہے؟

جواب:﴿1﴾ یہودی جو بات نبی ﷺ کا مذاق اُڑانے کے لیے کہتے تھے، اللہ تعالیٰ نے اسے دین پر طعن قرار دیا اوراس طرح یہ سمجھایا کہ نبی ﷺ کی ذات دین کا اظہار ہے اس لیے اُن پر طعن دین پر طعن ہے۔ ﴿2﴾ جس سے وہ رسول اللہ ﷺ کو طعن کرتے تھے۔(ایسرالتفاسیر:266)﴿3﴾ رسول اللہ ﷺ کو ایذا دینے اورآپ ﷺ کا مذاق اڑانے کے لیے ایسی باتیں کرتے تھے۔

سوال6: اُنْظُرْنَا ’’ ہم پر نظرِ کرم کیجیے‘‘ کا کیا مطلب ہے؟ اس لفظ کو لانے کا کیا فائدہ ہوا؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:《1》انْظُرْنَااس کامطلب ہے”ہماری طرف توجہ فرمائیے۔“《2》مجلس میں انْظُرْنَا”ہماری طرف توجہ کیجئے“ کے لفظ کورائج کر کے یہود کی شرارتوں کو کنٹرول کرلیا گیا۔

سوال7:لَکَانَ خَیْرًا لَّھُمْ ”توان کے حق میں بلاشبہ زیادہ بہتر ہوتا“اس کی وضاحت کریں؟

جواب:یہود سے یہ کہا گیا کہ وَاسْمَعْ وَانْظُرْنَا کے الفاظ کو نبی ﷺ کی مجلس میں رواج دیتے تو یہ زیادہ بہتر اور درست بات ہوتی۔

سوال8:وَلٰکِنْ لَّعَنَھُمُ اللّٰہُ ”لیکن اللہ تعالیٰ نے ان پر لعنت کردی“ اللہ تعالیٰ نے یہود پر لعنت کیوں کی ہے؟

جواب:《1》اللہ تعالیٰ نے انہیں ان کے کفر کی وجہ سے ہدایت سے دور کردیا اور رسوا کردیا۔(تفسیر بیضاوی:198/2)《2》اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کو آدابِ رسول ﷺ کی تعلیم دی ہے اور ایسا نہ کرنے پر لعنت اور عذاب الٰہی کی وعید سنائی اور مومنوں پر تو آدابِ رسول ﷺ کوفرض کردیا۔ارشادفرمایا: یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَقُوْلُوا انْظُرْنَا وَاسْمَعُوْا ؕ وَلِلْکٰفِرِیْنَ عَذَابٌ اَلِیْمٌ اے ایمان والو!تم ”رَاعِنَا(ہماری رعایت کریں)“نہ کہو بلکہ ”انْظُرْنَا(ہماری طرف نظر کرم کیجئے)“ کہو اور سنو اور کافروں کے لیے دردناک عذاب ہے۔(البقرہ:104)

سوال9:فَلَا یُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِیْلًا ”چنانچہ ان میں سے کم ہی لوگ ایمان لاتے ہیں“اس سے کیا مراد ہے؟

جواب:《1》اس سے مراد یہ ہے کہ یہود میں سے ماسوائے چندلوگوں کے ایمان لانے والے نہیں۔《2》ان کا ایمان قلت کی وجہ سے انہیں نفع نہیں دیتا اسی لیے وہ اپنے اخلاق کی اصلاح نہیں کرتے اور نہ اپنے نفوس کو پاک کرتے ہیں اور نہ دنیا اور آخرت میں کمال تک پہنچتے ہیں۔(ایسرالتفاسیر:266)

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ اٰمِنُوْا بِمَا نَزَّلْنَا مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَکُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّطْمِسَ وُجُوْھًا فَنَرُدَّھَا عَلٰٓی اَدْبَارِھَآ اَوْ نَلْعَنَھُمْ کَمَا لَعَنَّآ اَصْحٰبَ السَّبْتِ ؕ وَکَانَ اَمْرُ اللّٰہِ مَفْعُوْلًا (47)

اے وہ لوگو جنہیں کتاب دی گئی!اس پر ایمان لے آؤ جو ہم نے نازل کیا ہے،اس کے لیے تصدیق کرنے والا ہے جو تمہارے پاس ہے،اس سے پہلے کہ ہم چہروں کومٹادیں پھر اُنہیں پشتوں پر پھیر دیں یا ان پر لعنت کردیں جیسے ہم نے سبت والوں پر لعنت کی اور اللہ تعالیٰ کا حکم ہمیشہ سے ہوکر رہنے والا ہے۔(47)

سوال1:اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:ابن اسحاق نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے علماء یہود عبداللہ بن صوریا اور کعب بن اسید سے گفتگو کی اور فرمایا اے گروہ یہود اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور ایمان لے آو، اللہ کی قسم تم اچھی طرح جانتے ہو کہ میں تمہارے پاس جو چیز لے کر آیا ہوں، وہی سچ ہے وہ بولے اے محمد ﷺ! ہم نہیں جانتے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں یہ آیت نازل فرمائی، اے وہ لوگو جن کو کتاب دی گئی ہے تم اس کتاب قرآن پر ایمان لاؤ جس کو ہم نے نازل کیا ہے۔(لباب النقول)(تفسیر ابن کثیر:266/1)

سوال2: يَاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اُوۡتُوا الۡكِتٰبَ اٰمِنُوۡا بِمَا نَزَّلۡنَا مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمۡ ''اے وہ لوگو جنہیں کتاب دی گئی! اس پر ایمان لے آؤ جو ہم نے نازل کیا ہے، اس کے لیے تصدیق کرنے والا ہے جو تمہارے پاس ہے'' اس کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》''اے وہ لوگو جنہیں کتاب دی گئی! اس پر ایمان لے آؤ جو ہم نے نازل کیا ہے، اس کے لیے تصدیق کرنے والا ہے جو تمہارے پاس ہے'' اس آیت کریمہ میں اہل کتاب کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ اس عظیم کتاب پر ایمان لے آئیں جو رسول اللہ ﷺ پر اتری ہے اور ان بشارتوں کی تصدیق کرتی ہے جو ان کی کتابوں میں ہیں اگر وہ ایسا نہیں کریں گے تو ہم ان کی صورتیں بدل دیں گے۔(مختصر ابن کثیر:328/1)《2》اگر وہ اس قرآن پر ایمان نہیں لاتے تو گویا ان کا اپنی کتابوں پر بھی ایمان نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کی کتابیں ایک دوسری کی تصدیق اور ایک دوسری کی تائید کرتی ہیں، اس لیے بعض کتابوں پر ایمان کا دعویٰ اور بعض پر ایمان نہ رکھنا محض باطل دعویٰ ہے جس کی صداقت کا ہرگز امکان نہیں ہے۔ چونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو علم اور کتاب عطا کی اس لیے وہ اس سب سے دوسرے لوگوں سے آگے بڑھ کر اس کی طرف سبقت کرتے یہ علم اور کتاب دوسروں کی نسبت ان کے لیے زیادہ اس بات کی موجب ہیں کہ وہ آگے بڑھ کر ایمان لاتے اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان کے عدم ایمان کی وجہ سے ان کو وعید سنائی ہے۔ (تفسیر سعدی)اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کے سامنے ان کے حالات واضح کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ تمہارے جرائم تو اتنے شدید ہیں کہ تمہیں وہی سزا ملنی چاہیئے جو اَصحابُ السبت کو دی گئی یعنی یا تو ہم تمہارے چہرے بگاڑ دیں اور انہیں پشتوں کی طرف لوٹا دیں یا لعنت کر دیں اور تمہیں بندر بنا دیں۔ لہٰذا بہتر یہی ہے کہ کسی ذلت کے مسلط ہونے سے پہلے ایمان لے آؤ۔

سوال3: مِّنۡ قَبۡلِ اَنۡ نَّطۡمِسَ وُجُوۡهًا فَنَرُدَّهَا عَلٰٓى اَدۡبَارِهَآ ''اس سے پہلے کہ ہم چہروں کو مٹا دیں پھر اُنہیں پشتوں پر پھیر دیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》نَّطۡمِسَ وُجُوۡهًا کا مطلب یہ ہے کہ ہم ان کے چہروں کو مٹا کر گدھے کی طرح سپاٹ کر دیں گے۔ یہ طمس الكتاب سے نکلا ہے یعنی لکھا ہوا مٹا دیا۔(بخاری کتاب التفسیر)《2》طمس الشيء کے معنی ہیں: کسی چیز کی علامتیں اور اس

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کے اثرات مٹا دینا۔《3》چہرے بگاڑنے سے مراد یہ ہے کہ آنکھ، کان، ناک اور منہ کے نشانات مٹا کر برابر کردیئے جائیں۔《4》ابن ابی حاتم کی روایت ہے کہ ابو مسلم خلیلی، کعب الاحبار کے استاد تھے جو انہیں رسولِ خدا ﷺ سے ملنے میں دیر کرنے پر ملامت کرتے تھے۔ کہتے ہیں کہ ابو مسلم نے کعب کو بھیجا کہ وہ دیکھ کر آئیں کہ حضرت محمد ﷺ وہی ہیں۔ کعب کہتے ہیں کہ میں نے سواری لی اور مدینہ پہنچ گیا۔ اچانک میں نے ایک تلاوت کرنے والے کو سنا، وہ اس آیت کی تلاوت کررہا تھا۔ کہتے ہیں کہ میں بھاگا، پانی سے غسل کیا، اپنے چہرے پر ہاتھ پھیرا کہ کہیں میرا چہرا مسخ تو نہیں گیا۔ اس کے بعد میں مسلمان ہوگیا۔ (تفسیر ابنِ کثیر)《5》حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی ﷺ نے فرمایا: ''قیامت سے پہلے (انسانوں کی) صورتیں بدلیں گی، وہ زمین میں دھنسیں گے اور ان پر پتھر برسیں گے۔'' (سنن ابن ماجہ:4059)《6》سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''میری امت کے آخر میں (یعنی قیامت کے نزدیک) زمین میں دھنسنے، صورتیں بگڑ جانے اور پتھر برسنے کے واقعات ہوں گے۔'' (ابن ماجہ:4060)

سوال4: چہروں کو مسخ کردینے کی وجہ کیا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے آنکھ، کان اور منہ کی صلاحیتیں اعلیٰ مقاصد کے لیے عطا کی تھیں لیکن جب اُن سے وہ کام نہیں لیا گیا، جب کان ہوتے ہوئے یہ (یہود) بہرے بن گئے، جب آنکھیں رکھتے ہوئے اندھے بن گئے، جب زبان ہوتے ہوئے یہ گونگے بن گئے تو یہ اس بات کی علامت ہے کہ حق کے ساتھ مسلسل بے پروائی برتی ہے۔ ایسی ہی حالت میں اللہ تعالیٰ نے چہرے مسخ کردینے، پشت کی طرف پھیر دینے کی دھمکی دی ہے۔

سوال5: فَنَرُدَّهَا عَلٰٓى اَدْبَارِهَآ ''پھر اُنہیں پشتوں پر پھیر دیں'' کا مفہوم کیا ہے؟

جواب:《1》چہرے بگاڑ کر پیچھے پھیر دینے سے مراد یہ ہے کہ اگلے حصے پر نشانات ہیں اور ناک، کان، آنکھیں، منہ اور پچھلا حصہ سپاٹ ہے تو آگے کا حصہ بھی کیوں نہ پیچھے کی طرف موڑ دیں۔《2》مراد خوفناک عذاب سے ڈرانا ہے۔ چہروں کو پیچھے کی طرف پھیر کر پیچھے کی طرف چلنے پر مجبور کرنا ہے۔《3》اس سے یہ مراد بھی ہوسکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے دل و دماغ سے ہدایت اور بصیرت کے آثار مٹا دے اور دوبارہ کفر و جاہلیت کی طرف لوٹا دے۔

سوال6: اَوْ نَلْعَنَهُمْ كَمَا لَعَنَّآ اَصْحٰبَ السَّبْتِ ''یا ان پر لعنت کردیں جیسے ہم نے سبت والوں پر لعنت کی'' اصحابِ سبت پر لعنت کی وجہ کیا تھی؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:﴿1﴾لعنت بے حسی کی آخری صورت ہے۔جب انسان کی بے حسی اس حد تک پہنچ جائے کہ اس کو حق ناحق کی تمیز نہ رہے تو یہی لعنت ہے۔﴿2﴾اپنے حکم کی نافرمانی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ہفتے کے دن کی حرمت کو پامال کرنے والوں کو بندر بنا دیا۔

سوال7:وَ كَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا ''اور اللہ تعالیٰ کا حکم ہمیشہ سے ہو کر رہنے والا ہے''اس سے کیا مراد ہے؟

جواب:﴿1﴾اس سے مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کام تو ایسا ہے جو کرلیا گیا یعنی نہ اس کے کام سے اُسے کوئی روکنے والا ہے نہ اس کی کوئی مخالفت کرسکتا ہے۔﴿2﴾رب العزت کا ارشاد ہے:اِنَّمَآ اَمْرُهٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَيْـًٔا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ یقیناً اُس کا حکم یہ ہوتا ہے کہ جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو وہ اُسے کہہ دیتا ہے''ہوجا''تو وہ ہوجاتی ہے۔(یٰس:82)

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدِ افْتَرٰٓى اِثْمًا عَظِيْمًا(48)

بے شک اللہ تعالیٰ اس بات کو نہیں بخشے گا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے اور جو اس کے علاوہ ہے وہ جس کے لیے چاہے گا بخش دے گا۔اور جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرے گا تو یقیناً اس نے بہت بڑا گناہ گھڑ لیا۔(48)

سوال1:اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ ''بے شک اللہ تعالیٰ اس بات کو نہیں بخشے گا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے''اللہ تعالیٰ شرک کے ماسوا جو چاہے گا گناہ بخش دے گا۔اس کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾اللہ تعالیٰ بغیر توبہ شرک کو کبھی بھی معاف نہیں کرے گا۔(تیسیر الرحمٰن)﴿2﴾رب العزت کا ارشاد ہے:حُنَفَآءَ لِلّٰهِ غَيْرَ مُشْرِكِيْنَ بِهٖ ۭ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَآءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ اَوْ تَهْوِيْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ مَكَانٍ سَحِيْقٍ اللہ تعالیٰ کے لیے یکسو ہونے والے ہو،اُس کے ساتھ شرک نہ کرنے والے ہو،اور جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرتا ہے تو گویا وہ آسمان سے گر گیا پھر پرندے اسے اُچک لیتے ہیں یا اسے ہوا کسی دور دراز جگہ میں گرا دیتی ہے۔(الحج:31)﴿3﴾سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا:اللہ تعالیٰ کے نزدیک کون سا گناہ سب سے بڑا ہے؟فرمایا:یہ کہ تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو برابر ٹھہراؤ حالانکہ اُسی نے ہی تم کو پیدا کیا ہے۔(بخاری:4477)﴿4﴾سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص اس حالت میں مرے کہ کسی کو اللہ کا شریک ٹھہراتا تھا تو وہ جہنم میں جائے گا اور میں یہ کہتا ہوں کہ جو اس حال میں مرا کہ اللہ کا کوئی شریک نہ ٹھہراتا ہو وہ جنت میں جائے گا۔(صحیح بخاری:1238)﴿5﴾ابوذر رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ہوئے سنا کہ میرے پاس جبرئیل علیہ السلام آئے انھوں نے مجھے یہ خوشخبری دی کہ آپ ﷺ کی امت میں سے جو اس حال میں مرا کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتا تھا تو وہ جنت میں داخل گا میں نے یہ سن کر عرض کیا اگر چہ وہ آدمی زنا اور چوری کرتا ہو؟ فرمایا خواہ وہ زنا یا چوری کرتا ہو۔'' (صحیح مسلم:272)

سوال2: شرک کو جرمِ عظیم کیوں قرار دیا گیا؟

جواب: ﴿1﴾ شرک کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اور بندے کے درمیان رابطہ ٹوٹ جاتا ہے۔ ﴿2﴾ مشرک کو یہ اُمید نہیں ہوتی کہ اللہ تعالیٰ اسے معاف کر دے گا۔

سوال3: وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ''اور جو اس کے علاوہ ہے وہ جس کے لیے چاہے گا بخش دے گا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ شرک سے کم تر گناہوں کی مغفرت کے لیے اللہ تعالیٰ نے بہت سے اسباب مقرر فرمائے ہیں مثلاً برائیوں کو مٹانے والی نیکیاں، دنیا اور برزخ میں نیز قیامت کے روز گناہوں کا کفارہ بننے والے مصائب، اہلِ ایمان کی ایک دوسرے کے لیے مغفرت کی دُعائیں، شفاعت اور اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ کی بے پایاں رحمت جس کے سب سے زیادہ مستحق اہلِ ایمان وتوحید ہیں۔ (تفسیرِ سعدی) ﴿2﴾ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اے آدم کے بیٹے! اگر تو مجھ سے دنیا بھر کے گناہ ساتھ لے کر ملے مگر میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرایا ہو تو میں دنیا بھر کی بخشش کے ساتھ تجھ سے ملوں گا۔'' (ترمذی:3540)

سوال4: وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدِ افْتَرٰٓى اِثْمًا عَظِيْمًا ''اور جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرے گا تو یقیناً اس نے بہت بڑا گناہ گھڑ لیا'' شرک کو اللہ تعالیٰ نے اثمِ عظیم قرار دیا ہے۔ وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اس سے بڑا کون سا ظلم ہو سکتا ہے کہ کوئی اس مخلوق کو جو مٹی سے تخلیق کی گئی، جو ہر پہلو سے ناقص ہے اور ہر لحاظ سے بذاتہ محتاج ہے، جس کا کسی بندے کو کوئی نفع ونقصان پہنچانا، اس کو زندہ کرنا، مارنا اور پھر اسے دوبارہ زندہ کرنا تو کجا، وہ تو اپنے آپ کی بھی مالک نہیں، اس ہستی کے برابر ٹھہرائے جو ہر چیز کی خالق ہے، جو ہر لحاظ سے کامل ہے، جو بذاتہ اپنی تمام مخلوقات سے بے نیاز ہے، جس کے قبضہ قدرت میں نفع ونقصان، عطا کرنا اور محروم کرنا سب کچھ ہے۔ مخلوق کے پاس جو بھی نعمت ہے وہ اسی کی عطا وبخشش ہے۔ تب کیا اس ظلم سے بڑی کوئی اور چیز ہے؟ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے حتمی طور پر مشرک کو دائمی عذاب اور ثواب سے محرومی کی وعید سنائی۔ (تفسیرِ سعدی:526/1) ﴿2﴾ یہود ونصاریٰ کی طرح نام نہاد مسلمان جو شرک میں

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

گرفتار ہیں،مصیبت کے وقت غیراللہ کو پکارتے،اٹھتے بیٹھتے ان کے نام کا وظیفہ کرتے ہیں،ان کے نام کا روزہ رکھتے،ان کی قبروں کو پوجتے،ان کے نام پر جانور ذبح کرتے اوران کی منتیں مانتے ہیں،وہ بھی مشرکوں کے حکم میں آتے ہیں(دعوۃالقرآن)

اَلَمۡ تَرَ اِلَى الَّذِيۡنَ يُزَكُّوۡنَ اَنۡفُسَهُمۡ‌ ؕ بَلِ اللّٰهُ يُزَكِّىۡ مَنۡ يَّشَآءُ وَلَا يُظۡلَمُوۡنَ فَتِيۡلًا‏(49)

کیا آپ نے اُن لوگوں کونہیں دیکھا جواپنے آپ کو پاک کہتے ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے،پاک کرتا ہے۔اوران پرایک دھاگے برابر بھی ظلم نہیں کیا جائے گا۔(49)

سوال1:اَلَمۡ تَرَ اِلَى الَّذِيۡنَ يُزَكُّوۡنَ اَنۡفُسَهُمۡ ”کیا آپ نے اُن لوگوں کونہیں دیکھا جواپنے آپ کو پاک کہتے ہیں“اس سے کیا مراد ہے؟

جواب:《1》اس آیتِ کریمہ میں یہودونصاریٰ کی مذمت کی گئی ہے جو ہمیشہ اپنی پاکی بیان کرتے رہتے ہیں،وہ اپنے آپ کو مقدس ومعصوم سمجھتے اوراللہ کے بیٹے اورمحبوب ہونے کا دعویٰ کرتے،ان کی تردید فرمائی کہ کسی کو پاک بازانسان قرار دینا تو اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔(دعوۃالقرآن)《2》یہود اپنے آپ کو مقدس گروہ کا فردخیال کرتے تھے۔انبیاء علیہم السلام کی نسل میں ہونے کی وجہ سے انہوں نے بے شمار روایتیں اورکہانیاں گھڑ لی تھیں اوریہ عقیدہ قائم کرلیا تھا کہ جوشخص یہودی ہے اس کی نجات یقینی ہے۔《3》یہودی کہتے تھے وَقَالُوۡا لَنۡ يَّدۡخُلَ الۡجَـنَّةَ اِلَّا مَنۡ كَانَ هُوۡدًا اَوۡ نَصٰرٰى‌ؕ تِلۡكَ اَمَانِيُّهُمۡ‌ؕ قُلۡ هَاتُوۡا بُرۡهَانَكُمۡ اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِيۡنَ اورانہوں نے کہا کہ کوئی شخص جنت میں ہرگز داخل نہیں ہوگا مگروہ جو یہودی یا عیسائی ہو،یہ اُن کی تمنائیں ہیں،آپ کہہ دیں کہ اپنی دلیل لاؤ اگر تم سچے ہو۔(البقرہ:111)《4》آج مسلمان بھی اپنے آپ کو پاک قرار دیتے ہیں:i۔مسلمان اپنے آپ کو سیّد اورآلِ سیّد قراردے کر کہتے ہیں کہ ہم پشت درپشت پاک لوگ ہیں۔ii۔کچھ لوگ بہشتی دروازے سے گزرکر اپنے آپ کو گناہوں سے پاک سمجھ لیتے ہیں۔《5》اپنے نفس کو رزائل سے اوربرے اخلاق سے پاک صاف کرنا چاہئے اور یہ بہت مبارک عمل ہے اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ کے کارہائے نبوت میں يُعَلِّمُهُمُ الۡكِتٰبَ وَالۡحِكۡمَةَ وَيُزَكِّيۡهِمۡ فرمایا ہے۔رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات کے موافق جوشخص اپنے رزائل،برے اخلاق اور برے اعمال سے پاک کرے اللہ تعالیٰ نے اس کی تعریف میں فرمایا:قَدۡ اَفۡلَحَ مَنۡ تَزَكّٰى (کہ بے شک وہ کامیاب ہوا)(تفسیرانوارالبیان:690/1)《6》اپنے نفس کی پاکیزگی کا دعویٰ کرنے کواسلام جائز قرارنہیں دیتا۔فرمایا:فَلَا تُزَكُّوۡۤا اَنۡفُسَكُمۡ‌ؕ هُوَ اَعۡلَمُ بِمَنِ اتَّقٰى سوا اپنے نفس کی پاکیزگی کے دعوے نہ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کر وہ زیادہ جاننے والا ہے اس کو جس نے تقویٰ اختیار کیا(النجم:32)《7》حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکرہ رضی اللہ عنہ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ کے پاس ایک آدمی کا ذکر کیا گیا۔آدمی نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! فلاں،فلاں کام میں اللہ کے رسول ﷺ کے بعد کوئی بھی اس سے بہتر نہیں ہے۔تو نبی ﷺ نے فرمایا: تجھ پر افسوس ہے کہ تو نے اپنے ساتھی کی گردن کاٹ دی۔آپ نے یہ جملہ کئی مرتبہ دہرایا پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر تم میں سے کوئی آدمی اپنے بھائی کی تعریف ضرور کرنا چاہے تو اسے چاہیے کہ وہ فرمائے: میں گمان کرتا ہوں کہ وہ ایسا ہی ہے اور وہ اس پر یہ بھی رائے رکھے کہ میں اللہ کے مقابلے میں کسی کو بہتر نہیں سمجھتا۔(صحیح مسلم:7502)《8》منہ پر تعریف کرنے والوں کا مقصد عام طور پر اپنے ممدوح کی مبالغہ آمیز ناجائز تعریف اور خوشامد وغیرہ کر کے ان سے ناجائز طور پر مالی فائدہ حاصل کرنا یا ان کی نظر میں بلند مقام حاصل کرنا ہوتا ہے۔یہ عمل اخلاقی طور پر غلط ہے۔(دعوۃ القرآن)《9》حضرت ابو معمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی کھڑا ہوا وہ امیروں میں سے ایک امیر آدمی کی بڑی تعریف کرنے لگا تو حضرت مقداد رضی اللہ عنہ اس آدمی کے منہ پر مٹی ڈالنے لگے اور فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں حکم فرمایا کہ بہت زیادہ تعریف کرنے والے کے چہروں پر مٹی ڈال دیں۔(صحیح مسلم:7505)
《10》رسول اللہ ﷺ نے تو ایسا نام رکھنا بھی ناپسند فرمایا ہے جس سے تعریف کا پہلو نکلتا ہو۔سیدہ زینب بی بی سلمہ نے فرمایا کہ میرا نام "برہ" نیک عورت رکھ دیا گیا ہے، نبی ﷺ کو معلوم ہوا تو ارشاد فرمایا کہ اپنی جانوں کو پاکیزہ نہ بتاؤ اللہ کو خوب معلوم ہے کہ تم میں نیک کون ہے اس کا نام زینب رکھ دو(مسلم:208/2)《11》ہاں اگر کوئی شخص واقعی قابلِ تعریف ہو اور اپنی تعریف سن کر اس شخص کے کسی قسم کے فتنے وغیرہ میں مبتلا ہونے کا خطرہ نہ ہو اور نہ تعریف کرنے والے کا مقصد ہی ناجائز فوائد حاصل کرنا ہو تو ایسی تعریف کرنا جائز ہے جس طرح کہ خود رسول اللہ ﷺ نے اپنے بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کی تعریف ان کی موجودگی میں فرمائی۔واللہ اعلم!(دعوۃ القرآن)

سوال2: بَلِ اللّٰهُ يُزَكِّيْ مَنْ يَّشَآءُ "بلکہ اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے، پاک کرتا ہے" اللہ تعالیٰ کے پاک کرنے سے کیا مراد ہے؟

جواب:《1》اس سے مراد دل کی،عمل کی،زندگی کی پاکیزگی ہے۔《2》یہ آیت اس خیال کی تردید کرتی ہے کہ کسی گروہ سے وابستگی کسی کو پاکیزہ نہیں بناتی بلکہ اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے پاک کرتا ہے۔《3》اللہ تعالیٰ دِلوں اور عملوں کو خوب جانتا ہے اس لیے وہ فیصلہ دے سکتا ہے کہ پاک کون ہے۔《4》اللہ تعالیٰ اس کو پاک کرنا چاہتا ہے جو پاک ہونے کی خواہش رکھتا ہو۔جو پاک ہونے کا ارادہ کرے اور جو پاک ہونے کے لیے کوششیں شروع کر دے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال3:وَلَا يُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا ''اوران پر دھاگے برابر بھی ظلم نہیں کیا جائے گا'' اس کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》مجاہد کہتے ہیں: فتیل کھجور کی گھٹلی کو کہتے ہیں۔《2》اللہ تعالیٰ انسان اور انسان میں عدل کی بنیاد پر فرق کرتا ہے۔ یہ فرق گروہ کی بنیاد پر نہیں۔ وہ کسی پر ظلم نہیں کرتا۔

اُنْظُرْ كَيْفَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ؕ وَكَفٰى بِهٖۤ اِثْمًا مُّبِيْنًا(50)

آپ دیکھیں! وہ اللہ تعالیٰ پر کیسے جھوٹ باندھتے ہیں اور اس کو اتنا ظاہر گناہ ہی کافی ہے۔(50)

سوال1:يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ''وہ اللہ تعالیٰ پر کیسے جھوٹ باندھتے ہیں'' اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھنے سے یہاں کیا مراد ہے؟

جواب: یہاں جھوٹ باندھنے سے مراد تزکیہ کا دعویٰ کرنا ہے۔

سوال2: اُنْظُرْ كَيْفَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ''آپ دیکھیں! وہ اللہ تعالیٰ پر کیسے جھوٹ باندھتے ہیں'' اس کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》یہاں حیرت واستعجاب کے طور پر کہا گیا ہے کہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے بارے میں جھوٹی باتیں کرنے میں کتنے جری ہیں! (تیسیر الرحمن)《2》انہوں نے اپنے نفوس کی پاکیزگی کا دعویٰ کر کے اللہ تعالیٰ پر افتراء پردازی کی ہے کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ پر سب سے بڑا بہتان ہے۔ حق کو باطل اور باطل کو حق بنانا حقائق کو بدلنے کے مترادف ہے۔(تفسیر سعدی)《3》اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھنے کا یہاں مطلب یہ ہے کہ یہود جھوٹ گھڑ کر اللہ تعالیٰ کے ذمے لگاتے ہیں۔

سوال3:وَكَفٰى بِهٖۤ اِثْمًا مُّبِيْنًا ''اور اتنا ظاہر گناہ ہی کافی ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》جو لوگ اپنے آپ کو پاک کہتے ہیں وہ اپنے دین کے بارے میں خود بھی دھوکے میں مبتلا ہیں اور دوسروں کو بھی دھوکہ دیتے ہیں وہ اپنے نفس کی پاکیزگی کا دعویٰ کر کے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتے ہیں ان کے لیے اتنا ظاہر گناہ ہی کافی ہے《2》ان کے ظاہر گناہ میں جھوٹ، دھوکہ اور خود فریبی وغیرہ شامل ہے۔《3》سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جھوٹ سے بچو کیونکہ جھوٹ فسق وفجور کی طرف لے جاتا ہے اور فسق وفجور کے کام آگ کی طرف لے جاتے ہیں۔(بخاری:6094)

رکوع نمبر5

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يُؤْمِنُوْنَ بِالْجِبْتِ وَالطَّاغُوْتِ وَيَقُوْلُوْنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا هٰۤؤُلَاۤءِ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اَهۡدٰى مِنَ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا سَبِيۡلًا (51)

کیا آپ نے نہیں دیکھا اُن لوگوں کی طرف جو کتاب میں سے ایک حصہ دیے گئے؟ وہ بتوں پر اور باطل معبود پر ایمان رکھتے ہیں اور ان لوگوں کے لیے کہتے ہیں جنھوں نے کفر کیا یہ ان لوگوں سے زیادہ ہدایت کے راستے پر ہیں جو ایمان لائے۔ (51)

سوال 1: اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب: ابن جریر نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ کعب بن اشرف یہودی کفار قریش کو مسلمانوں کے خلاف جنگ پر آمادہ کرنے کے لیے مکہ گیا تو قریش نے اس سے کہا کہ تم اہلِ مدینہ میں سب سے معزز اور ان کے سردار ہو، ذرا اس حقیر و ذلیل آدمی کو دیکھو تو سہی جو اپنی قوم سے بھی الگ ہو گیا ہے اور اس زعم میں مبتلا ہے کہ وہ ہم سے بہتر ہے حالانکہ حاجیوں کی خدمت کرنا، انہیں پانی پلانا اور بیت اللہ کی نگرانی کرنا ہمارا کام ہے۔ یہ سن کر کعب نے کہا کہ تم لوگ اس سے بہتر ہو تو اللہ تعالیٰ نے اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الۡاَبۡتَرُ اور یہ آیت نازل فرمائی اور کعب بن اشرف اور اس جیسے اللہ اور رسول ﷺ کے دیگر دشمنوں کا راز فاش کیا، اور ان کا کفر واضح کر دیا۔ اس واقعے کو امام احمد نے محمد بن عدی سے اور ابن حبان نے اپنی کتاب ''الصحیح'' میں روایت کیا ہے۔ بعض روایتوں میں آتا ہے کہ کعب بن اشرف اور حیی بن اخطب غزوۂ احد کے بعد مکہ کے مشرکین کو مسلمانوں کے خلاف ایک بڑی فیصلہ کن جنگ پر آمادہ کرنے کے لیے گئے تھے۔ (تیسیر الرحمٰن)

سوال 2: اَلَمۡ تَرَ اِلَى الَّذِيۡنَ اُوۡتُوۡا نَصِيۡبًا مِّنَ الۡكِتٰبِ ''کیا آپ نے نہیں دیکھا اُن لوگوں کی طرف جو کتاب میں سے ایک حصہ دیے گئے'' سے کون لوگ مراد ہیں؟

جواب: اس سے مراد یہودی ہیں جو اہلِ کتاب ہیں لیکن جبت اور طاغوت پر ایمان رکھتے ہیں۔

سوال 3: يُؤۡمِنُوۡنَ بِالۡجِبۡتِ وَالطَّاغُوۡتِ ''وہ بتوں پر اور باطل معبود پر ایمان رکھتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ نبی ﷺ نے فرمایا: پرندے اڑا کر، خط کھینچ کر فال گیری کرنا اور بدشگونی لینا یہ جبت میں سے ہے۔ ﴿2﴾ جبت: توہمات، خرافات، بے اصل اور بے فائدہ چیزوں کے لیے ایک جامع لفظ ہے۔ اس میں جادو ٹونے، ٹوٹکے جنتر منتر،

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

رَمل، جفر، فال گیری، نجوم، شگون، کہانت (جوتش) مہورت اور ہاتھ کی لکیروں کا علم، تعویذ گنڈے، نقش، ستاروں کے انسانی زندگی پر اثرات وغیرہ سب شامل ہیں۔《3》''جبت'' سے مراد: بت، کاہن، جادوگر، جادو اور ہر وہ چیز ہے جس کی اللہ کے علاوہ عبادت کی جائے (تیسرالرحمٰن:262)《4》''طاغوت'' سے مراد: کاہن، شیطان، ہر گمراہ کن شے، بت، سرداران یہود، اور ہر وہ چیز ہے جس کی اللہ کے سوا عبادت کی جاتی ہے(تیسرالرحمٰن:262)《5》جابر نے کہا کہ ''طاغوت' بڑے ظالم مشرک قسم کے سردار لوگ جن کے یہاں جاہلیت میں لوگ مقدمات لے جاتے تھے۔ایک ایسا سردار قبیلہ جہینہ میں تھا ایک قبیلہ اسلم میں تھا اور ہر قبیلہ میں ہی ایک ایسا طاغوت ہوتا تھا۔یہ وہی کاہن تھے جن کے پاس شیطان (غیب کی خبریں لے کر) آیا کرتے تھے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ''الجبت'' سے مراد جادو ہے اور الطاغوت سے مراد شیطان ہے اور عکرمہ نے کہا کہ الجبت حبشی زبان میں شیطان کو کہتے ہیں اور الطاغوت بمعنی کاہن کے آتا ہے(بخاری کتاب التفسیر)《6》اللہ تعالیٰ کے سوا دوسرے جھوٹے معبودوں کی پیروی کرنا شیطان ہی کی پیروی کرنا ہے۔اس لیے وہ بھی طاغوت میں شامل ہے۔《7》طاغوت پر ایمان لانے سے مراد ہر غیر اللہ کی عبادت یا شریعت کے بغیر کسی اور قانون کی بنیاد پر فیصلہ کرنا ہے۔اس میں جادو ٹونہ، کہانت، غیر اللہ کی عبادت اور شیطان کی اطاعت وغیرہ سب شامل ہیں اور یہ سب بت اور طاغوت ہیں۔(تفسیر سعدی:528/1)

سوال4: توہمات کب پھلتے پھولتے ہیں؟

جواب: اللہ تعالیٰ کی کتاب رکھنے والی قوم جب زوال کا شکار ہوتی ہے تو عمل کی بجائے جھوٹی توقعات (جو انہیں اپنے عقیدے کے بارے میں لاحق ہوتی ہیں) میں جینے لگتی ہے۔تب نتیجے کے طور پر ان میں توہمات پھلنے پھولنے لگتے ہیں۔جو چیز حقیقی عمل کے ذریعے ملتی ہے وہ ان کو عملیات، جھوٹے عقیدوں اور سفلی اعمال کے راستے پانے کی کوشش کرتے ہیں۔ایسے افراد دین کے معاملے میں کچھ پاکیزہ کاموں اور برکت والی شخصیات کے ساتھ نسبت کو اپنے لیے اللہ تعالیٰ کے ہاں نجات کا معاملہ بنا لیتے ہیں۔اس طرح ان کا حال یہ ہوتا ہے کہ زبان سے دین کا اقرار کرتے ہیں لیکن عملی طور پر اپنی زندگی شیطان کے حوالے کر دیتے ہیں۔ایسے لوگ دین کی دعوت دینے والوں کے سخت دشمن ہو جاتے ہیں۔

سوال5: وَيَقُوْلُوْنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا هٰٓؤُلَآءِ اَهْدٰى مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا سَبِيْلًا ''اور ان لوگوں کے لیے کہتے ہیں جنہوں نے کفر کیا یہ ان لوگوں سے زیادہ ہدایت کے راستے پر ہیں جو ایمان لائے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》یہودی کافروں سے کہتے تھے مسلمانوں کی نسبت آپ صحیح راستے پر ہو۔جہالت بے دینی اور بے عملی کی وجہ سے دین میں

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کافروں کومسلمانوں پرترجیح دیتے تھے۔《2》ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: یہودیوں کاعالم کعب بن اشرف مکہ میں آیا تو قریشیوں نے اس سے پوچھاتم دیکھتے نہیں اس بے اولاد کوجواپنی قوم سے الگ ہوگیا ہے۔اس کا خیال ہے کہ وہ ہم سے بہتر ہے حالانکہ ہم حاجیوں کے خدمت گار اور کعبہ اقدس کے متولی ہیں،حاجیوں کو پانی پلاتے ہیں۔اس نے کہا: تم بہتر ہو۔(مختصرابن کثیر:330/1)

سوال6: یہود مشرکین کے دین کو مسلمانوں کے دین پرترجیح کیوں دیتے تھے؟

جواب:《1》یہودی مسلمانوں کی مخالفت کے لیے اسلام کی تعلیمات اوراس کی رخصتوں کوجواز بنایا کرتے تھے۔اسلام نے جن پابندیوں کوتوڑا اورجن ناروا تشدّدات کوختم کیاانہیں وہ اپنی شریعت کے خلاف سمجھتے تھے۔مثلاً اسلام نے ناپاکی اور جنابت کی حالت میں پانی نہ ملنے کی صورت میں تیمّم کی اجازت دی توانہوں نے کہا کہ جوشخص مٹی پرہاتھ مارکرنماز پڑھ لینے کی اجازت دیتاہووہ جس دین کی دعوت دیتا ہے بھلا خدائی دین کیسے ہوسکتا ہے؟《2》یہودیوں نے ہمیشہ حق اورباطل کے درمیان باطل کو ترجیح دی ہے۔《3》یہودیوں کو ہمیشہ اہلِ حق کے مقابلے میں اہلِ باطل اچھے لگتے ہیں۔《4》ان کے سینے مسلمانوں کے خلاف بغض سے بھرے ہوئے ہیں جوکبھی صاف نہیں ہوسکتے۔《5》وہ اہلِ حق کے پاس اپنی خواہشات اور لالچ کا سامان نہیں پاتے۔

سوال7: یہودیوں کا اسلام کے خلاف آج کیسا رویہ ہے؟

جواب:《1》آج یہودی کہتے ہیں کہ وہ اپنے میڈیا کی قوت سے ہراسلامی تحریک کوناکام بنا سکتے ہیں۔《2》اگرآج یہ کھل کراہلِ باطل کی حمایت نہ کرسکیں تو خفیہ طریقے اختیار کرتے ہیں تاکہ اسلام کوجڑسے ختم کرسکیں۔

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ لَعَنَهُمُ اللَّهُ ۖ وَمَن يَلْعَنِ اللَّهُ فَلَن تَجِدَ لَهُ نَصِيرًا (52)

یہی لوگ ہیں جن پراللہ تعالیٰ نے لعنت کی ہے اورجس پراللہ تعالیٰ لعنت کرتا ہے تواس کے لیے آپ ہرگز کوئی مددگار نہ پائیں گے۔(52)

سوال1: أُولَٰئِكَ الَّذِينَ لَعَنَهُمُ اللَّهُ ''یہی لوگ ہیں جن پراللہ تعالیٰ نے لعنت کی ہے'' یہود کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے کیا حقیقت واضح کی ہے؟

جواب: یہود کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ حقیقت واضح کی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے لعنت زدہ ہیں اورجس پراللہ تعالیٰ لعنت کردے اس کا کوئی مددگار نہیں ہوسکتا۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال2:لعنت کیا ہے؟

جواب:لعنت یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی رحمت اور مدد سے دور کردیا جائے۔اللہ تعالیٰ کی مدد سے محرومی کے بعد انسان کی ایمانی زندگی کا خاتمہ ہوجاتا ہے۔حق اور ناحق کی تمیز اس کے اندر ختم ہوجاتی ہے۔کھلی نشانیاں آنے کے بعد بھی اس کے اندر حق کا اعتراف کرنے کی تمیز باقی نہیں رہتی۔

سوال3:یہود اللہ تعالیٰ کی لعنت کے مستحق کیوں ہوئے؟

جواب:﴿1﴾یہود اللہ تعالیٰ کی لعنت کے مستحق اس لیے ہوئے کہ انہوں نے بت پرستوں کو ان مسلمانوں پر فوقیت دی جو رسول اللہ ﷺ پر ایمان لائے تھے،اور دینِ اسلام اور رسول اللہ ﷺ کی صداقت کا علم رکھتے ہوئے ایسی بات اس لیے کہی تاکہ مشرکینِ مکہ ان کا ساتھ دیں۔چنانچہ بظاہر ان کی سازش کامیاب رہی اور مکہ اور اطراف وجوانب کے کفار مسلمانوں کے خلاف ٹوٹ پڑے اور غزوۂ احزاب کے لیے جمع ہوگئے اور مسلمانوں اور شہرِ مدینہ کو اتنا بڑا خطرہ لاحق ہوگیا کہ رسول اللہ ﷺ کو کافروں سے بچاؤ کے لیے مدینہ منورہ کے اردگرد خندق کھودنا پڑی،لیکن اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی حفاظت فرمائی اور محض اپنے رحم وکرم سے دشمنوں کو مار بھگایا(تیسیر الرحمٰن)﴿2﴾لعنت جس قدر بری چیز ہے اسی قدر اس کے کرنے پر پابندیاں بھی عائد کی گئی ہیں،کسی مسلمان پر لعنت کرنا حرام ہے اور کافر پر بھی صرف اس صورت میں کی جاسکتی ہے جبکہ اس کا کفر پر مرنا یقینی ہو،رسول اللہ ﷺ کے اس کے متعلق یہ ارشادات ہیں:حضرت ابن مسعودرضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مومن وہ نہیں ہے جو طعنہ باز اور لعنت باز ہو،اور نہ ہی بدگو۔(رواہ الترمذی بحوالہ مشکوۃ)

سوال4:وَمَنْ يَّلْعَنِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ نَصِيْرًا''اور جس پر اللہ تعالیٰ لعنت کرتا ہے تو اس کے لیے آپ ہرگز کوئی مددگار نہ پائیں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾وَمَنْ يَّلْعَنِ اللّٰهُ''اور جس پر اللہ تعالیٰ لعنت کرتا ہے''یعنی جس کو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے محروم کردے اور اللہ تعالیٰ لوگوں کے اعمال کی بنیاد پر ہی انہیں اپنی رحمت سے محروم کرتے ہیں۔﴿2﴾فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ نَصِيْرًا''تو اس کے لیے آپ ہرگز کوئی مددگار نہ پائیں گے''مددگار کسی کے مصالح کی حفاظت کرتا ہے اور ناپسندیدہ یا ضرر پہنچانے والے افراد یا اعمال سے بچاتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے محروم کردے اسے پھر کوئی مددگار نہیں ملے گا۔یہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ناراضگی اور رحمت سے دور کردینے کی انتہا ہے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال5:" وَمَنْ يَّلْعَنِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ نَصِيْرًا " اور جس پر اللہ تعالیٰ لعنت کرتا ہے تو اس کے لیے آپ ہرگز کوئی مددگار نہ پائیں گے" آج مغربی ممالک یہودیوں کے مددگار ہیں، آج اللہ تعالیٰ کا وعدہ کیسے پورا ہوگا؟

جواب:《1》اللہ تعالیٰ صرف ان لوگوں کی مدد کرتے ہیں جو اس طرح ایمان لائیں جس طرح ایمان لانے کا حق ہے، اسلامی نظام کی اس طرح اطاعت کریں جس طرح اطاعت کا حق ہے اور جو اپنے تمام فیصلے اسلامی شریعت کے مطابق کریں۔《2》مسلمانوں کو یہودیوں کے مددگاروں سے خوف نہیں کھانا چاہیے ہمیشہ اسلام کی مخالف قوتوں نے یہود کی مدد کی ہے، یہ کوئی نئی بات نہیں۔ 《3》مسلمانوں کو ایک بار تجربہ کرنا چاہیے، صحیح مسلمان بن جائیں پھر دیکھیں کہ کیا یہودیوں کو عیسائیوں، ہندوؤں اور مشرکوں کی مدد کوئی فائدہ دیتی ہے۔

اَمْ لَهُمْ نَصِيْبٌ مِّنَ الْمُلْكِ فَاِذًا لَّا يُؤْتُوْنَ النَّاسَ نَقِيْرًا(53)

یا ان کے لیے حکومت میں کوئی حصہ ہے؟ تب وہ لوگوں کو کھجور کی گٹھلی کے شگاف برابر بھی نہ دیں گے۔(53)

سوال1:اَمْ لَهُمْ نَصِيْبٌ مِّنَ الْمُلْكِ " یا ان کے لیے حکومت میں کوئی حصہ ہے" اس سے کیا مراد ہے؟

جواب:《1》اَلْمُلْكِ سے مراد اللہ تعالیٰ کا اختیار اور اقتدار ہے۔《2》نَصِيْبٌ مِّنَ الْمُلْكِ سے مراد یہ ہے کہ کیا اللہ تعالیٰ کے اقتدار اور اختیار میں ان کا کوئی حصہ ہے۔

سوال2: فَاِذًا لَّا يُؤْتُوْنَ النَّاسَ نَقِيْرًا " تب وہ لوگوں کو کھجور کی گٹھلی کے شگاف برابر بھی نہ دیں گے" اس کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》اَلنَّاسَ سے یہاں مسلمان مراد ہیں۔《2》نَقِيْرًا سے مراد وہ شگاف ہے جو گٹھلی کی پشت پر ہوتا ہے۔ 《3》یہودیوں کے بخل کی مثال دی گئی ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کی بادشاہت میں سے ان کا کوئی حصہ ہوتا تو یہ کھجور کی گٹھلی کے شگاف جتنا بھی مسلمانوں کو نہ دیتے۔ اگر ایسا ہوتا تو لوگ بھوک سے ہلاک ہو جاتے۔《4》اس آیتِ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کے بخل کا حال بیان کیا ہے کہ اگر ان کے پاس حکومت ہوتی تو شدتِ بخل کی وجہ سے کھجور کی گٹھلی کے شگاف کے برابر بھی کوئی چیز کسی کو نہ دیتے۔(تیسیر الرحمٰن)

اَمْ يَحْسُدُوْنَ النَّاسَ عَلٰى مَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ فَقَدْ اٰتَيْنَآ اٰلَ اِبْرٰهِيْمَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاٰتَيْنٰهُمْ مُّلْكًا عَظِيْمًا(54)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

یا وہ لوگوں سے اس پر حسد کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے فضل سے عطا کیا ہے تو یقیناً ہم نے اولادِ ابراہیم کو کتاب وحکمت دی ہے اور ہم نے انہیں عظیم بادشاہت سے بھی نوازا۔(54)

سوال1: اَمۡ یَحۡسُدُوۡنَ النَّاسَ عَلٰی مَاۤ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنۡ فَضۡلِهٖ ”یا وہ لوگوں سے اس پر حسد کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے فضل سے عطا کیا ہے“ اس کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》یہود کی صفتِ بخل کے بیان کے بعد ان کی ایک دوسری بری خصلت ”حسد“ کو بیان کیا جارہا ہے۔(تیسیر الرحمٰن) 《2》النَّاس سے مراد نبی کریم ﷺ اور مومنین ہیں (تیسیر الرحمٰن)《3》علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ شارح مسلم، حسد کی تعریف اس طرح کرتے ہیں: دوسرے آدمی کی نعمت کے زوال کی خواہش کرنا حسد کہلاتا ہے اور یہ حرام ہے۔(مسلم)《4》حضور ﷺ کا ارشاد ہے: تم آپس میں بغض اور حسد نہ کرو اور نہ ہی ایک دوسرے سے پشت پھیرو، بلکہ اللہ کے بندے اور بھائی بن جاؤ اور جائز نہیں کسی کے لیے کہ وہ اپنے بھائی سے تین دن سے زیادہ ترک تعلق کرے۔(مسلم)《5》آپ ﷺ نے فرمایا: تم حسد سے بچو، اس لیے کہ حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جس طرح آگ لکڑی کو کھا جاتی ہے۔(ابوداؤد)《6》حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ تمھاری طرف (بھی) پہلی قوموں کا مرض چپکے سے چل پڑا ہے، اور وہ حسد ہے اور بغض ایسی خصلت ہے جو مونڈ دینے والی ہے، میں یہ نہیں کہتا کہ وہ بالوں کو مونڈتی ہے، بلکہ دین کو مونڈ دیتی ہے۔ حسد خواہ دنیاوی کمال پر ہو یا دینی کمال پر دونوں حرام ہیں، چنانچہ اللہ تعالیٰ کے قول ”اَمۡ لَهُمۡ نَصِيۡبٌ مِّنَ الۡمُلۡكِ“ سے امر اول کی طرف اشارہ معلوم ہوتا ہے، اور ”الۡكِتٰبَ وَالۡحِكۡمَةَ“ سے امر ثانی کی طرف۔(تفسیر معارف القرآن:2/440،439)《7》اس سے مراد یہ ہے کہ شاید انہیں اللہ کے رسول سے اس بات پر حسد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے فضل یعنی نبوت سے نوازا ہے جس کی وجہ سے جاہل عربوں کو روشنی، یقین اور اطمینان ملا۔ یہودیوں کو اس بات پر حسد ہوا کہ جاہل عرب اب ثقافت اور تجارت میں ہم سے برتر ہو جائیں گے۔

سوال2: یہود کس بات پر حسد کرتے تھے؟

جواب: یہود اس بات پر حسد کرتے تھے کہ آخری نبوت یہود کو چھوڑ کر کسی اور کو کیوں دی گئی۔

سوال3: حسد کا درد کس کے حصے میں آتا ہے؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب: حسد دو طرح کے لوگ کرتے ہیں: ﴿1﴾ جن کے پاس نعمت نہ ہو وہ حسد کرتے ہیں۔ ﴿2﴾ جن کے پاس اللہ تعالیٰ کی نعمتیں ہوں پھر وہ حسد کریں تو یہ شر اور بگاڑ ہے اور یہ بگاڑ یہودیوں کے حصے میں آیا ہے۔

سوال 4: فَقَدْ اٰتَیْنَآ اٰلَ اِبْرٰهِیْمَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاٰتَیْنٰهُمْ مُّلْكًا عَظِیْمًا "تو یقیناً ہم نے اولادِ ابراہیم کو کتاب وحکمت دی ہے اور ہم نے انہیں عظیم بادشاہت سے بھی نوازا" اس کی وضاحت کریں؟

جواب: اس سے مراد یہ ہے کہ ﴿1﴾ تمہارا یہ غم وغصہ اور حسد درست نہیں ہے کہ نبوت بنی اسماعیل میں کیوں چلی گئی کیونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانے سے ہی ان پر یہ فضل وکرم ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کتاب، حکمت (نبوت) اور اقتدار عطا کیا تھا لیکن انہوں نے اس فضل کی کوئی قدر نہیں کی۔ جن پر اللہ تعالیٰ نے اتنا فضل کیا ہو ان کے لیے تو یہ رویہ درست ہی نہیں کہ وہ انکار کریں اور کفر کریں۔ ﴿2﴾ الْكِتٰبَ سے مراد تورات ہے۔ ﴿3﴾ الْحِكْمَةَ سے مراد نصیحت اور سمجھ ہے۔ ﴿4﴾ الْحِكْمَةَ سے مراد احکام شریعت کا علم ہے۔ ﴿5﴾ وَاٰتَیْنٰهُمْ مُّلْكًا عَظِیْمًا یوسف علیہ السلام، داوٗد علیہ السلام اور سلیمان علیہ السلام کو بادشاہت دی۔ (الاساس فی التفسیر: 21085/)

﴿6﴾ مُّلْكًا عَظِیْمًا انبیاء بنی اسرائیل میں کوئی نبی داوٗد علیہ السلام اور سلیمان علیہ السلام جیسا نہیں۔ (تفسیر منیر: 114/3)

سوال 5: کتاب وحکمت کے ساتھ حکومت کے ذکر میں کیا حکمت ہے؟

جواب: حکومت، سلطنت اور خلافت کتاب وحکمت کے نتائج میں سے ہیں۔ جب بھی کسی قوم کو اللہ تعالیٰ کتاب اور حکمت عطا کریں اور وہ سچی شکرگزاری کے ساتھ اسے قبول کرلیں تو اللہ تعالیٰ اسے خلافت بھی عطا کرتے ہیں۔ یہود کا حسد اسی وجہ سے تھا کہ وہ جانتے تھے کہ زمین کی بادشاہت قرآنِ حکیم کے ساتھ بندھی ہوئی ہے۔

فَمِنْهُمْ مَّنْ اٰمَنَ بِهٖ وَمِنْهُمْ مَّنْ صَدَّ عَنْهُ ؕ وَكَفٰى بِجَهَنَّمَ سَعِیْرًا (55)

پھر اُن میں سے کوئی ہے جو اس پر ایمان لایا اور ان میں سے کوئی ہے جو اس سے منہ موڑ گیا اور جلانے کو جہنم ہی کافی ہے۔ (55)

سوال 1: فَمِنْهُمْ مَّنْ اٰمَنَ بِهٖ "پھر اُن میں سے کوئی ہے جو اس پر ایمان لایا" اس کی وضاحت کریں؟

جواب ﴿1﴾ فَمِنْهُمْ مَّنْ اٰمَنَ بِهٖ یہود میں سے کوئی ہے جو ایمان لایا یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر۔ ﴿2﴾ اس سے مراد قرآنِ مجید بھی ہے یعنی یہود میں سے کچھ ہیں جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اور قرآنِ مجید پر یمان لائے ہیں اور کچھ ہیں جو اس پر ایمان لانے سے رُک گئے ہیں۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال2:وَمِنۡهُمۡ مَّنۡ صَدَّ عَنۡهُ ''اوران میں سے کوئی ہے جو اس سے منہ موڑ گیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: یہود کے منہ موڑنے کا سبب گناہوں کے برے اثرات ہیں مسلسل گناہ کرنے کی وجہ سے ان کے دل سخت ہو گئے، وہ اللہ تعالیٰ کے احکامات کے بارے میں سرکشی اختیار کرتے رہے حتیٰ کہ وہ خود اللہ تعالیٰ ہی سے باغی ہو گئے اب جب ان کے پاس اللہ تعالیٰ کی جانب سے ان کی زندگی کو بدلنے کے لیے، ان کی ہدایت کے لیے محمد ﷺ اور قرآن مجید آئے تو وہ اس سے منہ موڑ گئے۔《2》یہود نے خود بھی منہ پھیرا اور لوگوں کی اکثریت کا رخ پھیرنے کی بھی کوشش کی۔(ایسر التفاسیر:270)
《3》ان میں سے بعض نے محض عناد، بغاوت اور اللہ تعالیٰ کے راستے سے لوگوں کو روکنے کے لیے اعراض کیا اس لیے وہ دنیا میں بدبختی کا شکار ہوئے۔ جو ان کے گناہوں کے اثرات ہیں۔(تفسیر سعدی:530/1)

سوال3:وَكَفٰى بِجَهَنَّمَ سَعِيۡرًا ''اور جلانے کو جہنم ہی کافی ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی راہ سے لوگوں کو روکا، خود اس سے منہ موڑ گئے ان کے جلانے کے لیے جہنم کافی ہے۔
《2》جس نے حسد کیا، کفر کیا اور بخل اور مکر سے اللہ تعالیٰ کی راہ سے روکا اس کے لیے جہنم کی آگ ہی کافی ہے۔

اِنَّ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا بِاٰيٰتِنَا سَوۡفَ نُصۡلِيۡهِمۡ نَارًا ؕ كُلَّمَا نَضِجَتۡ جُلُوۡدُهُمۡ بَدَّلۡنٰهُمۡ جُلُوۡدًا غَيۡرَهَا لِيَذُوۡقُوا الۡعَذَابَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَزِيۡزًا حَكِيۡمًا(56)

بلاشبہ جن لوگوں نے ہماری آیات کا کفر کیا بہت جلد ہم انہیں آگ میں ڈالیں گے، جب کبھی ان کی کھالیں گل سڑ جائیں گی تو ہم انہیں اس کے علاوہ کھالیں بدل دیں گے تاکہ وہ عذاب چکھیں یقیناً اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے ہی سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔(56)

سوال1:اِنَّ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا بِاٰيٰتِنَا سَوۡفَ نُصۡلِيۡهِمۡ نَارًا ''بلاشبہ جن لوگوں نے ہماری آیات کا کفر کیا بہت جلد ہم انہیں آگ میں ڈالیں گے'' اس کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》یہاں کفر کرنے والوں سے مراد یہودی ہیں جنہوں نے نبی ﷺ کی نبوت کا انکار کیا۔《2》کفر کرنے والوں سے مراد انبیاء علیہم السلام کی دعوت کا انکار کرنے والے ہیں۔《3》بِاٰيٰتِنَا اس سے مراد وہ دلائل ہیں جو راہ نمائی کرتے ہیں کہ یہ دین حق ہے اور ان میں سب سے عمدہ دلائل قرآن کے ہیں۔(تفسیر منیر:123/3)《4》سَوۡفَ نُصۡلِيۡهِمۡ نَارًا اس سے مراد تحقیق

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

وقوع ہے یعنی یہ عذاب ضرور آ کے رہے گا۔اس کے وقوع و تحقیق میں کوئی شک وشبہ نہیں۔(تفسیر سراج البیان:205/1)

سوال 2: كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُودُهُمْ بَدَّلْنٰهُمْ جُلُودًا غَيْرَهَا لِيَذُوقُوا الْعَذَابَ ''جب کبھی ان کی کھالیں گل سڑ جائیں گی تو ہم انہیں اس کے علاوہ کھالیں بدل دیں گے تا کہ وہ عذاب چکھیں'' اس کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》''جب کبھی ان کی کھالیں گل سڑ جائیں گی تو ہم انہیں اس کے علاوہ کھالیں بدل دیں گے'' ''كُلَّمَا'' جب بھی' سے مراد ہے کہ یہ ایک بار نہیں دوبار نہیں مسلسل عمل ہے جو ہوتا رہے گا۔《2》نَضِجَتْ 'گل جائے گی' سے یہ پتہ چلتا ہے کہ آگ سے گلے گی۔ گلنے کے عمل کی ہولناکی کا اندازہ لگائیں۔ دنیا میں آج اگر کسی کی کھال جلتی ہے تو اس کے اوپر چھالے بنتے ہیں اور اس کے اندر پیپ بھر جاتی ہے۔ گلنے کا عمل کتنا خوفناک ہے!《3》اس آیت میں كُلَّمَا نَضِجَتْ کا منظر اتنا خوفناک ہے کہ انسان کا خیال اِدھر اُدھر ہونے نہیں پاتا اور پھر کھال کی تبدیلی ''اس کی جگہ دوسری کھال پیدا کر دیں گے'' کا عمل جو تعجب انگیز بھی ہے اور غیر معمولی بھی۔کھال بدل جائے پھر گل جائے پھر بدل جائے، پھر گل جائے اور کبھی یہ سلسلہ نہ رُکے، یہ نتیجہ ہے کتاب اور حکمت سے منہ موڑنے کا۔《4》اس میں جہنم کے عذاب کی سختی اور دوام کا ذکر ہے۔《5》کھالوں کی یہ تبدیلی دن میں بیسیوں مرتبہ عمل میں آئے گی۔《6》وہ کفر اور عناد کا بار بار مظاہرہ کرتے ہیں اور یہ کفر اور عناد ان کا وصف اور عادت بن گیا ہے اس لیے اللہ تعالیٰ ان کو بار بار عذاب کا مزہ چکھائے گا تا کہ ان کو پورا پورا بدلہ مل جائے۔(تفسیر سعدی)《7》کھالوں کی تبدیلی اس لیے کی جائے گی کہ ان کی تکلیف میں کمی کی بجائے کچھ اضافہ ہی ہوتا رہے کیونکہ جلی ہوئی کھال کو جلانے سے تکلیف نسبتاً کم ہوتی ہے۔(تفسیر تیسیر القرآن:415,416/1)《8》سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے جب اس آیت کی تلاوت ہوتی تو آپ پڑھنے والے سے دوبارہ سنانے کی فرمائش کرتے وہ دوبارہ پڑھتا تو سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں آپ کو اس کی تفسیر سناؤں ایک ایک ساعت میں سوسو بار بدلی جائے گی اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہی سنا ہے۔(تفسیر ابن کثیر:596/1)《9》حضرت ربیع بن انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں پہلی کتاب میں لکھا ہوا ہے کہ ان کی کھالیں چالیس ہاتھ یا چھہتر (76) ہاتھ ہوں گی اور ان کے پیٹ اتنے بڑے ہوں گے کہ اگر ان میں پہاڑ رکھا جائے تو سما جائے جب ان کھالوں کو آگ کھا لے گی تو اور کھالیں آ جائیں گی۔(تفسیر ابن کثیر:596/1)《10》سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کافر کی داڑھ یا کافر کا دانت احد پہاڑ کے برابر ہوگا اس کی کھال تین رات کی مسافت کے برابر ہوگی۔(صحیح مسلم:7185)《11》سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کافر کی جلد کی موٹائی بیالیس

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

(42) ہاتھ ہوگی اور اسکی داڑھ احد کی مثل ہوگی اور جہنم میں اسکی پیٹھ کا احاطہ اتنا ہوگا جیسا کہ مکہ اور مدینہ کے درمیان کا فاصلہ۔ (جامع ترمذی:2577) ﴿12﴾ دوسری کھال اس لیے عطا کی جائے گی کیونکہ بیرونی جلد زیادہ تکلیف محسوس کرتی ہے۔ ﴿13﴾ لِيَذُوقُوا الْعَذَابَ ''تاکہ وہ عذاب کا مزہ چکھیں''ان کو بار بار عذاب کا مزہ اس لیے چکھایا جائے گا تاکہ انہیں پورا پورا بدلہ ملے۔(تفسیر سعدی:530/1)

سوال3: إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَزِيزًا حَكِيمًا ''یقیناً اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے ہی سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے'' اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات عزیز اور حکیم کا شعور کیسے دلایا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے کھالوں کے جلنے، پکنے اور بدلنے سے اپنے عزیز ہونے کا شعور دلایا ہے کہ یقیناً وہ غلبہ رکھنے والا زبردست ہے۔وہ اپنے انتقام پر غالب ہے۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ نے اہلِ جہنم کے لیے ہمیشگی کی سزا سے یہ شعور دلایا ہے کہ اس کے فیصلے حکمت پر مبنی ہوتے ہیں۔کفر کی سزا جہنم ہے اور یقیناً یہ اللہ تعالیٰ کا حکیمانہ فیصلہ ہے۔

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سَنُدْخِلُهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ۖ لَهُمْ فِيهَا أَزْوَاجٌ مُطَهَّرَةٌ ۖ وَنُدْخِلُهُمْ ظِلًّا ظَلِيلًا (57)

اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کیے انہیں جلد ہی ہم ایسے باغات میں داخل کریں گے جن کے نیچے سے نہریں جاری ہوں گی، ہمیشہ رہنے والے ہیں ان میں ہمیشہ ہمیشہ، اُن کے لیے اس میں نہایت پاک صاف بیویاں ہوں گی اور ہم انہیں بہت گھنے سائے میں داخل کریں گے۔(57)

سوال1: وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ ''اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کیے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ جو شرک اور نافرمانیاں چھوڑ کر ایمان لائے (ایسر التفاسیر:270) ﴿2﴾ وَالَّذِينَ آمَنُوا جو محمد ﷺ، قرآن، ساری کتابوں اور رسولوں پر ایمان لائے (تفسیر قاسمی:241/5) ﴿3﴾ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ اس سے مراد اطاعت کے کام ہیں جو اخلاص کے ساتھ ان کے اور ان کے رب کے مابین ہیں۔(تفسیر قاسمی:241/5) ﴿4﴾ وہ واجبات اور مستحبات پر عمل کرتے ہیں۔(تفسیر سعدی:531/1)

سوال2: ایمان اور اعمالِ صالحہ کا کیا تعلق ہے؟

جواب: ﴿1﴾ ایمان اور اعمالِ صالحہ کے ساتھ انسان جنت میں داخل ہوسکتا ہے۔ ﴿2﴾ اگر ایمان ہو اور عمل نہ ہو یعنی بے عملی یا

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

بدعملی ہوتو ایسے ایمان کے ساتھ جنت میں داخلہ ممکن نہ ہوگا۔ایمان کے ساتھ اعمالِ صالحہ لازم وملزوم ہیں۔《3》اگر کوئی شخص ایسے اعمال کرتا ہے جو اعمالِ صالحہ کے زمرے میں آتے ہوں مگر وہ ایمان نہیں رکھتا تو اللہ تعالیٰ کے یہاں ایسی نیکیوں کی قدر و قیمت نہیں ہے۔ یہ اعمال دنیا میں شہرت اور نیک نامی کا ذریعہ بن سکتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ کے ہاں قابلِ قبول نہیں ہوں گے۔

سوال3: اللہ تعالیٰ ایمان کے بغیر اعمالِ صالحہ کو قبول کیوں نہیں کرتے؟

جواب: ایمان کے بغیر اعمالِ صالحہ یا تو دُنیوی مفادات کی وجہ سے ہوتے ہیں یا قومی اَخلاق اور عادات ان کی بنیاد ہوتے ہیں۔ جہاں تک دُنیوی مفادات کا تعلق ہے تو اچھے اَخلاق کی قیمت دنیا میں حاصل کرنا ہے تو دنیا میں اس کا بدلہ مل جائے گا۔ اگر قومی اَخلاق وعادات ہیں تو قوم کی اچھی نمائندگی ہو جائے گی مگر آخرت میں اس کا کوئی اجر نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ سے بدلہ لینے کی نیت ہوتی تو بدلہ مل جاتا اور نیت کے نہ ہونے کی وجہ سے ہی تو ایمان نہیں ہوتا۔اس لیے ایمان کے بغیر اعمالِ صالحہ قابلِ قبول نہیں ہیں۔

سوال4: سَنُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ’’ جلد ہی ہم ایسے باغات میں داخل کریں گے جن کے نیچے سے نہریں جاری ہوں گی، ہمیشہ رہنے والے ہیں ان میں ہمیشہ ہمیشہ‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》سعادت مندوں کا انجام جنت کی بہاریں اور طرح طرح کی نہریں ہیں جہاں چاہیں لے جائیں ،خوش کن نعمتیں، نہ زوال، نہ فنا کا ڈر اور نہ کمی کا اندیشہ ہمیشہ ہمیشہ جنت میں رہیں گے۔《2》مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ۭ فِيْهَآ اَنْهٰرٌ مِّنْ مَّاۗءٍ غَيْرِ اٰسِنٍ ۚ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ لَّبَنٍ لَّمْ يَتَغَيَّرْ طَعْمُهٗ ۚ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ خَمْرٍ لَّذَّةٍ لِّلشّٰرِبِيْنَ ڬ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّى ۭ وَلَهُمْ فِيْهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ وَمَغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ ۭ كَمَنْ هُوَ خَالِدٌ فِي النَّارِ وَسُقُوْا مَاۗءً حَمِيْمًا فَقَطَّعَ اَمْعَاۗءَهُمْ جنت کی مثال جس کا متقیوں سے وعدہ کیا گیا ہے اس میں پانی کی نہریں ہیں جو بدلنے والا نہیں اور دودھ کی نہریں ہیں جس کا مزہ تبدیل نہیں ہوا اور شراب کی نہریں ہیں جو پینے والوں کے لیے لذیذ ہیں ورخوب صاف کیے ہوئے شہد کی نہریں ہیں اور اُن کے لیے اس میں ہرطرح کے پھل ہیں اور اُن کے رب کی طرف سے بخشش ہے، کیا وہ اُس کی طرح ہیں جو آگ میں ہمیشہ رہنے والا ہے؟ اور اُن کو گرم کھولتا ہوا پانی پلایا جائے گا تو وہ اُن کی آنتیں ٹکڑے ٹکڑے کر کے رکھ دے گا۔(محمد:15)《3》حکیم بن معاویہ رضی اللہ عنہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جنت میں پانی، شہد، دودھ اور شراب کے دریا ہیں جن سے نہریں پھوٹتی ہیں۔(جامع ترمذی:2571)

سوال5: لَهُمْ فِيْهَآ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ ’’ اُن کے لیے اس میں نہایت پاک صاف بیویاں ہوں گی‘‘ کی وضاحت کریں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:﴿1﴾ جنت میں خوب صورت پاکیزہ بیویاں ملیں گی جو بول و براز، حیض ونفاس، بے ہودہ عادات اور گناہوں سے پاک ہوں گی۔﴿2﴾ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ فِيهِنَّ خَيْرَاتٌ حِسَانٌ ﴿٧٠﴾ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ﴿٧١﴾ حُورٌ مَّقْصُورَاتٌ فِي الْخِيَامِ ﴿٧٢﴾ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ﴿٧٣﴾ لَمْ يَطْمِثْهُنَّ إِنسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَانٌّ ﴿٧٤﴾ اُن میں کئی خوب سیرت، خوب صورت عورتیں ہیں۔ تو اے جن وانس! تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ گوری سیاہ آنکھوں والی عورتیں، خیموں میں روکی ہوئی ہیں تو اے جن وانس! تم دونوں اپنے ربّ کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ ان سے پہلے کسی انسان اور کسی جن نے اُنہیں چھوا تک نہیں۔ (الرحمن:70 تا 74)﴿3﴾ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی ﷺ نے فرمایا قیامت کے روز جنت میں سب سے پہلے داخل ہونے والے گروہ کے چہروں کی چمک چودھویں رات کے چاند کی طرح ہوگی دوسرا گروہ آسمان میں بہت زیادہ چمکنے والے ستاروں کی طرح خوبصورت ہوگا ان میں سے ہر ایک کی دو دو بیویاں ہونگی اور ہر بیوی پر 70 جوڑے ہوں گے اس کے باوجود ان کے پیچھے سے اسکی پنڈلی کا مغز نظر آ رہا ہوگا۔'' (جامع ترمذی:2535)

سوال6: وَّنُدْخِلُهُمْ ظِلًّا ظَلِيلًا '' اور ہم انہیں بہت گھنے سائے میں داخل کریں گے'' ظِلًّا ظَلِيلًا سے کیا مراد ہے؟

جواب:﴿1﴾ اس سے مراد گھنی چھاؤں، سکون، آرام ہے یعنی کوئی دکھ نہیں، بیماری نہیں، حسرت نہیں۔﴿2﴾ وَأَصْحَابُ الْيَمِينِ مَا أَصْحَابُ الْيَمِينِ فِي سِدْرٍ مَّخْضُودٍ وَطَلْحٍ مَّنضُودٍ وَظِلٍّ مَّمْدُودٍ اور دائیں ہاتھ والے، کیا ہی خوب ہیں دائیں ہاتھ والے! وہ بیریوں میں ہوں گے جن کے کانٹے دور کیے گئے ہیں اور تہ بہ تہ لگے ہوئے کیلوں میں ہوں گے اور پھیلی ہوئی چھاؤں میں۔ (الواقعۃ:27 تا 30)

﴿3﴾ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جنت میں ایک درخت ہے جس کے سائے میں ایک سوار سو سال تک چل سکے گا اور اگر تمہارا جی چاہے تو یہ آیت پڑھ لو وَّظِلٍّ مَّمْدُودٍ اور پھیلی ہوئی چھاؤں میں۔ (صحیح بخاری:3252)

سوال7: اس آیت میں ایمان اور اعمالِ صالحہ کی جزا کا منظر دکھایا گیا ہے۔ اس کی وضاحت کریں؟

جواب: مستقبل میں ملنے والی جزا کو اللہ تعالیٰ نے ہماری آنکھوں کے سامنے مجسم منظر کی صورت میں اس طرح پیش کیا ہے۔

﴿1﴾ ایمان اور عملِ صالحہ کی وجہ سے سرسبز وشاداب باغات میں داخلہ ہو رہا ہے۔﴿2﴾ باغات میں نہریں رواں ہیں﴿3﴾ یہ مقام دائمی اور اطمینان بخش ہے۔﴿4﴾ باغات میں پاکیزہ بیویوں کا ساتھ ہے۔﴿5﴾ باغات میں گھنی چھاؤں ہے۔ یہ منظر دل کو اپنی گرفت میں لے کر ایمان کے ساتھ عملِ صالح کے لیے تیار کرتا ہے۔ یا ارحم الرحمین! ہم آپ سے جنت کا سوال کرتی ہیں۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اِنَّ اللّٰہَ یَاۡمُرُکُمۡ اَنۡ تُؤَدُّوا الۡاَمٰنٰتِ اِلٰۤی اَہۡلِہَا ۙ وَ اِذَا حَکَمۡتُمۡ بَیۡنَ النَّاسِ اَنۡ تَحۡکُمُوۡا بِالۡعَدۡلِ ؕ اِنَّ اللّٰہَ نِعِمَّا یَعِظُکُمۡ بِہٖ ؕ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ سَمِیۡعًۢا بَصِیۡرًا (58)

یقیناً اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتوں کو ان کے حق داروں کے سپرد کردو اور جب تم لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو انصاف کے ساتھ فیصلہ کرو، یقیناً اللہ تعالیٰ تمہیں اس کے ذریعے بہت ہی اچھی نصیحت کرتا ہے۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے ہی سب کچھ سننے والا، سب کچھ دیکھنے والا ہے۔(58)

سوال1:اس آیت کا شانِ نزول کیا ہے؟

جواب: یہ آیت سیدنا عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ کی شان میں نازل ہوئی ہے جن کا خاندان کعبہ کا کلید بردار تھا۔ جب مکہ فتح ہوا تو رسول اللہ ﷺ نے انہیں بلایا اور کعبے کی چابیاں دے کر فرمایا: ''یہ تمہاری چابیاں ہیں۔ آج کا دن وفا اور نیکی کا ہے۔'' (ابن کثیر) اس آیت کے شان نزول میں مروی ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے مکہ فتح کیا اور اطمینان کے ساتھ بیت اللہ شریف میں آئے تو اپنی اونٹنی پر سوار ہو کر طواف کیا۔ حجر اسود کو اپنی لکڑی سے چھوتے تھے اس کے بعد عثمان بن طلحہ کو جو کعبہ کی کنجی بردار تھے بلایا ان سے کنجی طلب کی انہوں نے دینا چاہی اتنے میں سیدنا عباس رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ! اب یہ مجھے سونپ دیں تا کہ میرے گھرانے میں زمزم کا پانی پلانا اور کعبہ کی کنجی رکھنا دونوں ہی باتیں رہیں یہ سنتے ہی عثمان بن طلحہ نے اپنا ہاتھ روک لیا نبی ﷺ نے سہ بارہ طلب کی تو عثمان بن طلحہ نے یہ کہہ کر دے دی کہ اللہ کی امانت آپ کو دیتا ہوں۔ (ابن کثیر:597/1)

سوال2: اِنَّ اللّٰہَ یَاۡمُرُکُمۡ اَنۡ تُؤَدُّوا الۡاَمٰنٰتِ اِلٰۤی اَہۡلِہَا ''یقیناً اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتوں کو ان کے حق داروں کے سپرد کردو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ کلمہ ''امانت'' تمام قسم کی امانتوں کو شامل ہے، چاہے وہ اللہ کے حقوق ہوں، جیسے نماز، زکاۃ اور روزہ وغیرہ، اور چاہے بندوں کے آپس میں حقوق ہوں۔ جو انہیں دنیا میں ادا نہیں کرے گا تو مسلم واحمد کی روایت کردہ ایک صحیح حدیث کے مطابق انہیں قیامت میں ادا کرے گا یہاں تک کہ بے سینگ کی بکری کا قصاص سینگ والی بکری سے لیا جائے گا۔ (تیسیر الرحمٰن)

سوال3: امانت سے کیا مراد ہے۔ کون کون سی امانتیں ہیں جو انسان کے سپرد ہیں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:《1》ہر وہ چیز جس پر انسان کو امین بنایا جائے اور اس کے انتظام کی ذمہ داری اس کے سپرد کی جائے، امانت کہلاتی ہے فقہاء کہتے ہیں کہ جس کسی کے پاس کوئی امانت رکھی جائے اس پر اس کی حفاظت کرنا واجب ہے کیونکہ امانت کی حفاظت کیے بغیر واپس ادا کرنا ممکن نہیں اس لیے حفاظت واجب ہے۔(تفسیر سعدی:531/1)《2》یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ وَتَخُوْنُوْۤا اَمٰنٰتِكُمْ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تم اللہ تعالیٰ اور رسول کی خیانت نہ کرو اور اپنی امانتوں میں بھی خیانت نہ کرو، حالانکہ تم جانتے ہو۔(سورہ الانفال:27)《3》وَالَّذِیْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ اور وہ جو اپنی امانتوں اور اپنے عہد کا پاس رکھنے والے ہیں۔(سورہ معارج:32)《4》سیدنا انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا: بہت کم ایسا ہوا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہم سے خطاب فرمایا ہو اور یہ نہ ارشاد فرمایا ہو کہ اس کا کوئی ایمان نہیں جو امانت دار نہیں اور اس کا کوئی دین نہیں جو عہد کا پابند نہیں۔(مشکوۃ المصابیح، شعب الایمان:15)《5》حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ منافق کی علامتیں تین ہیں جب بات کرے جھوٹ بولے جب وہ وعدہ کرے اس کے خلاف کرے اور جب اس کو امین بنایا جائے تو خیانت کرے۔(بخاری:33)《6》سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب تیرے اندر چار خصلتیں ہوں تو تجھے اس بات کا کوئی ضرر نہیں کہ دنیا کی باقی چیزیں تیرے پاس نہیں ہیں۔ i: امانت کی حفاظت ii: بات کی سچائی iii: اخلاق کی خوبی iv: لقمے کی پاکیزگی (احمد، بیہقی)《7》سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہم سے رسول اللہ ﷺ نے دو حدیثیں ارشاد فرمائیں۔ ایک کا ظہور تو میں دیکھ چکا ہوں اور دوسری کا منتظر ہوں۔ نبی ﷺ نے فرمایا کہ امانت لوگوں کے دلوں کی گہرائیوں میں اترتی ہے۔ پھر قرآن شریف سے، پھر حدیث شریف سے اس کی مضبوطی ہوتی جاتی ہے۔ اور نبی ﷺ نے ہم سے اس کے اٹھ جانے کے متعلق ارشاد فرمایا کہ ”آدمی ایک نیند سوئے گا اور (اسی میں) امانت اس کے دل سے ختم ہو جائے گی اور اس بے ایمانی کا ہلکا نشان پڑ جائے گا۔ پھر ایک اور نیند لے گا تو اب اس کا نشان چھالے کی طرح ہوگا جیسے تو پاؤں پر ایک چنگاری کا نشان لڑھکائے تو ظاہر میں ایک چھالا پھول آتا ہے اس کو پھولا دیکھتا ہے پر اندر کچھ نہیں ہوتا پھر حال یہ ہو جائے گا کہ صبح اٹھ کر لوگ خرید و فروخت کریں گے اور کوئی شخص امانت دار نہیں ہوگا۔ کہا جائے گا کہ بنی فلاں میں ایک امانت دار شخص ہے۔ کسی شخص کے متعلق کہا جائے گا کہ کتنا عقل مند ہے۔ کتنا بلند حوصلہ ہے۔ اور کتنا بہادر ہے۔ حالانکہ اس کے دل میں رائی برابر بھی ایمان (امانت) نہیں ہوگا۔“(صحیح بخاری:6497)《8》حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک بار آنحضرت ﷺ لوگوں میں بیٹھے ہوئے ان سے باتیں کر رہے تھے اتنے میں ایک دیہاتی آپ ﷺ کے پاس آیا اور

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

پوچھنے لگا کہ قیامت کب آئے گی؟ آپ ﷺ اپنی گفتگو میں مصروف رہے بعض لوگ (جو مجلس میں تھے) کہنے لگے آپ ﷺ نے دیہاتی کی بات سنی لیکن پسند نہیں کی اور بعض کہنے لگے کہ نہیں بلکہ آپ نے اس کی بات سنی ہی نہیں۔ جب آپ اپنی باتیں پوری کر چکے تو میں سمجھتا ہوں کہ آپ ﷺ نے یوں فرمایا وہ قیامت کے بارے میں پوچھنے والا کہاں گیا اس (دیہاتی) نے کہا (حضور) میں موجود ہوں آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب امانت (ایمانداری دنیا سے) اٹھ جائے تو قیامت قائم ہونے کا انتظار کر اس نے کہا ایمانداری اٹھنے کا کیا مطلب ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب (حکومت کے کاروبار) نالائق لوگوں کو سونپ دیے جائیں تو قیامت کا انتظار کر۔ (صحیح بخاری:59)

سوال4: اس میں امانت کا اِطلاق کن کن اُمور پر ہوتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ امانت میں ایک تو وہ امانتیں شامل ہیں جو کسی کے پاس رکھوائی گئی ہوں۔ ان کے بارے میں یہ حکم ہے کہ مطالبے پر بحفاظت لوٹا دی جائیں۔ ﴿2﴾ عہدے ان لوگوں کو دیئے جائیں جو اہل ہوں یعنی خاندانی، سیاسی، وطنی، نسلی اور لسانی بنیادوں یا کوٹہ سسٹم کی بنیاد پر کسی کو عہدہ دینا اللہ تعالیٰ کے اس حکم کے خلاف ہے۔ ﴿3﴾ عبدالرحمان بن سمرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کبھی تم حکومت کا عہدہ طلب نہ کرنا کیونکہ اگر بلا مانگے تمہیں یہ مل جائے گا تو اس میں تمہاری من جانب اللہ مدد کی جائے گی' لیکن اگر مانگنے پر ملا تو سارا بوجھ تمہی پر ڈال دیا جائے گا اور اگر تم کوئی قسم کھالو اور اس کے سوا کوئی اور بات بہتر نظر آئے تو وہی کرو جو بہتر ہو اور قسم کا کفارہ ادا کرو۔ (بخاری:6722) ﴿4﴾ سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے ابوذر میں تجھے ضعیف اور ناتواں خیال کرتا ہوں اور میں تیرے لیے وہی پسند کرتا ہوں جو اپنے لیے پسند کرتا ہوں۔ تم دو آدمیوں پر بھی حاکم نہ بننا اور نہ مالِ یتیم کا والی بننا۔ (مسلم:4720) ﴿5﴾ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے فرمایا تم حکومت کا لالچ کرو گے اور یہ قیامت کے دن تمہارے لیے باعث ندامت ہوگی پس کیا ہی بہتر ہے دودھ پلانے والی اور کیا ہی بری ہے دودھ چھڑانے والی۔ (بخاری:7148)

سوال5: حقوق وفرائض کے لیے امانت کا لفظ انسان کے ذہن میں کیا تصور پیدا کرتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ یہ سب ذمہ داریاں اللہ تعالیٰ کی طرف سے عائد کی گئی ہیں۔ ﴿2﴾ ساری امانتوں (ذمہ داریوں) کے بارے میں امانت سپرد کرنے والے سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے پوچھ گچھ ہوگی اگر خیانت ہوئی تو کوئی نہیں ہوگا جو اللہ تعالیٰ کی پکڑ سے بچا سکے۔

سوال6: وَاِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ "اور جب تم لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو انصاف کے ساتھ فیصلہ کرو"

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》امانت کا سب سے اہم پہلو انصاف ہے۔حکومت کے استحکام کی پہلی بنیاد امانت ہے اور دوسری بنیاد عدل و انصاف ہے۔لہٰذا کسی قوم کی دشمنی تمہارے عدل و انصاف پر اثر انداز نہ ہو اسی لیے فرمایا: وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا ۭ اِعْدِلُوْا ۣ هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى اور کسی قوم کی دشمنی تمہیں ہرگز اس بات کا مجرم نہ بنادے کہ تم عدل نہ کرو، عدل کرو یہی تقویٰ کے زیادہ قریب ہے۔(المائدہ:8)《2》اللہ تعالیٰ نے عدل و انصاف کی تعریف فرمائی ہے اور کہا کہ یہ بڑی اچھی چیز ہے جس کے برتنے کی اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو تلقین کر رہا ہے، چاہے وہ حکام ہوں یا رعایا، اس لیے کہ پر امن اور شریفانہ زندگی کا دارومدار اسی پر ہے کہ مسلم سوسائٹی میں انصاف کا چلن اور عدل کا دور دورہ ہو۔(تیسیر الرحمٰن)《3》یہ حکم ان کے درمیان قتل کے مقدمات، مالی مقدمات اور عزت و آبرو کے مقدمات، خواہ یہ چھوٹے ہوں یا بڑے، سب کو شامل ہے اور اس کا اطلاق قریب، بعید، صالح، فاجر، دوست اور دشمن سب پر ہوتا ہے۔(تفسیر سعدی)《4》سیدنا عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ قاضی کے ساتھ ہوتا ہے جب تک وہ ظلم (بے انصافی) نہ کرے۔جب وہ ظلم کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے اس کے نفس کے سپرد کر دیتا ہے۔(ابن ماجہ:2312)《5》سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سات طرح کے آدمی ہوں گے جن کو اللہ تعالیٰ اس دن اپنے سائے میں جگہ دے گا جس دن اس کے سائے کے سوا اور کوئی سایہ نہ ہوگا۔ان میں سے پہلا شخص انصاف کرنے والا بادشاہ ہے۔(بخاری:660)《6》سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن اللہ کو سب سے زیادہ پیارا اور اللہ سے سب سے زیادہ قریب مجلس کے اعتبار سے امام عادل ہوگا اور اللہ کو سب سے زیادہ مبغوض اور مجلس کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ سے سب سے زیادہ دور امام جائر ہوگا۔(الترغیب:167/3)《7》انصاف کرنے والے رحمٰن کے دائیں جانب، اللہ تعالیٰ کے نزدیک نور کے منبروں پر ہوں گے اور اللہ تعالیٰ کے دونوں دائیں ہاتھ ہیں۔یہ وہ لوگ ہوں گے جو اپنی رعایا اور اہل وعیال میں عدل و انصاف کرتے ہوں گے۔(مسلم:4721)《8》حاکم بننا اور فیصلے کرنے کی ذمہ داری اپنے سر لے لینا یہ معمولی چیز نہیں یہ ذمہ داری بہت بڑی ہے اور آخرت میں اس کا حساب بہت بڑا ہے۔حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص لوگوں کے درمیان فیصلے کرنے والا مقرر کر دیا گیا تو وہ بغیر چھری کے ذبح کر دیا گیا۔(رواہ احمد والترمذی:324)《9》سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو بھی کوئی حاکم لوگوں کے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

درمیان فیصلے کرتا ہے قیامت کے دن اسے لایا جائے گا پھر جہنم کے کنارے پر اسے کھڑا کر دیا جائے گا پھر اگر حکم ہوگا تو اسے دھکا دے دیا جائے تو اس کو دھکیل دیا جائے گا جس کے نتیجے میں وہ ستر سال تک گہرائی میں گرتا چلا جائے گا۔(رواہ البزار کمافی الترغیب:173/3)《10》سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ انصاف کرنے والے قاضی پر قیامت کے دن ضرور ایک ایسی گھڑی آئے گی کہ وہ حساب کی سختی کی وجہ سے یہ تمنا کرے گا کہ میں کبھی کسی ایک کھجور کے بارے میں بھی فیصلہ نہ کرتا تو اچھا تھا۔(الترغیب:157/3)《11》سیدہ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص عہدہ قضا کا طلب گار ہو اور اس سلسلے میں سفارش کرنے والوں سے سوال کرے (جس پر اسے عہدہ دے دیا جائے) تو وہ اپنے نفس کے حوالے کر دیا جائے گا (یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کی مدد نہ ہوگی وہ جانے اور اس کا نفس جانے جب ایسا ہوگا تو ظاہر ہے کہ نفس کے موافق فیصلے ہوں گے)اور جس کو قاضی بننے پر مجبور کیا جائے اللہ تعالیٰ اس کے پاس ایک فرشتہ بھیج دیتا ہے جو اسے ٹھیک راستے پر چلاتا رہتا ہے۔(الترغیب:163/3)

سوال7:اسلامی معاشرے کے دو بنیادی اُصول کیا ہیں؟

جواب:《1》امانت کو اس کے حق دار تک پہنچانا۔《2》انصاف کرنا۔

سوال8:یہاں کن لوگوں کو عدل وانصاف کا حکم دیا گیا ہے؟

جواب:یہاں خاص طور پر حکمرانوں کو عدل وانصاف کا حکم دیا گیا ہے۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:"حاکم جب تک ظلم نہ کرے اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ ہوتا ہے جب وہ ظلم کا ارتکاب شروع کر دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے اس کے نفس کے حوالے کر دیتا ہے۔"(ابن ماجہ:2312)《1》انصاف ہر انسان کا حق ہے جو اسے انسان ہونے کی حیثیت میں ملتا ہے۔《2》انصاف انسان کے لیے ہے اس کا اصول سارے انسانوں کو متحد کرنا ہے۔یہ ذمہ داری اسلامی ریاست نے پوری کرنی ہے۔《3》یہ انصاف انسانیت کو مسلمانوں کے دور اول کی حکومت میں ملا اس سے پہلے اور اس کے بعد انسانیت نے گم کر دیا۔

سوال9:اِنَّ اللّٰهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهٖ"یقیناً اللہ تعالیٰ تمہیں اس کے ذریعے بہت ہی اچھی نصیحت کرتا ہے"اللہ تعالیٰ کس بہتر چیز کی نصیحت کر رہے ہیں؟

جواب:《1》اللہ تعالیٰ امانتوں کو ان کے اہل کے سپرد کرنے اور انصاف کرنے کی نصیحت کر رہے ہیں۔《2》یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے اوامر ونواہی کی مدح وتعریف ہے کیونکہ یہ اوامر ونواہی دنیا وآخرت کے مصالح کے حصول اور دنیا وآخرت کی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

مضرتوں کو دور کرنے پر مشتمل ہیں کیونکہ ان اوامر ونواہی کو مشروع کرنے والی ہستی سمیع وبصیر ہے۔ جس سے کوئی چیز چھپی ہوئی نہیں ہے وہ اپنے بندوں کے مصالح کو جانتا ہے جو وہ خود نہیں جانتے۔ (تفسیر سعدی: 532/1)

سوال10: اِنَّ اللّٰهَ كَانَ سَمِيْعًۢا بَصِيْرًا "بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے ہی سب کچھ سننے والا، سب کچھ دیکھنے والا ہے" اللہ تعالیٰ نے اپنے سمیع اور بصیر ہونے کا شعور کیوں دلایا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے امانتیں ان کے اہل کے سپرد کرنے اور عدل کرنے کے لیے اپنے سمیع اور بصیر ہونے کا شعور دلایا ہے۔ ﴿2﴾ تاکہ لوگ اللہ تعالیٰ کے سننے اور دیکھنے کی وجہ سے امانت دار اور عادل بن جائیں اور معاشرہ جنت نشاں ہو جائے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۚ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۭ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا (59)

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو اور اللہ تعالیٰ کے رسول کی اطاعت کرو اور اپنے میں سے حکم دینے والوں کی اطاعت کرو، پھر اگر کسی چیز پر تم آپس میں جھگڑ پڑو تو اس کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طرف لوٹا دو، اگر تم اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہو، یہ بہتر ہے اور انجام کے لحاظ سے زیادہ اچھا ہے۔ (59)

سوال1: اس آیت کا شانِ نزول کیا ہے؟

جواب: سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ آیت اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اور اپنے میں سے حاکموں کی۔ سیدنا عبداللہ بن حذافہ بن قیس بن عدی رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی تھی۔ جب رسول اللہ ﷺ نے انہیں ایک مہم پر بطور افسر کے روانہ کیا تھا۔ (صحیح بخاری: 4584)

سوال2: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ "اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو اور اللہ تعالیٰ کے رسول کی اطاعت کرو اور اپنے میں سے حکم دینے والوں کی اطاعت کرو" کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مسلمان کو سننا اور بات ماننا لازم ہے خواہ وہ اسے پسند ہو یا ناپسند ہو جب تک گناہ کا حکم نہ دیا جائے پھر جب گناہ کا حکم دیا جائے تو نہ سنے اور نہ مانے۔ (مختصر ابن کثیر: 334) ﴿2﴾ اَطِيْعُوا اللّٰهَ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فیصلے کیے ہیں ان کی اطاعت کریں۔ ﴿3﴾ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ جو کچھ آپ ﷺ اور قرآن وسنت کے مابین ہے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اسکی اطاعت کرو۔(تفسیر قاسمی:255/5:5)《4》وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ۭ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا اورکسی مومن مرداورکسی مومن عورت کو یہ حق نہیں کہ جب اللہ تعالیٰ اوراُس کارسول کسی معاملے کا فیصلہ کردیں تو اُن کے لیےخوداپنے معاملے میں اختیار رہواور جواللہ تعالیٰ اوراُس کے رسول کی نافرمانی کرے گا تو یقیناًوہ گمراہ ہوگیا،واضح گمراہ ہونا۔(سورۃ الاحزاب:36)《5》اُولِي الْاَمْرِ سے بااختیار حاکم لوگ مراد ہیں۔(بخاری کتاب التفسیر)《6》اُولِي الْاَمْرِ سے مرادحاکم اوراُمراءبھی ہیں،علماءاورفقہاءبھی ہیں۔《7》انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایاسنواوراطاعت کروخواہ تم پرکسی ایسےحبشی غلام کوہی عامل بنایاجائےجس کا سر منقّی کی طرح چھوٹا ہو۔(بخاری:7142)《8》سیدنا حارث اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایاتمہیں پانچ چیزوں کاحکم دیتا ہوں اللہ تعالیٰ نے مجھے ان کاحکم دیاہے۔i۔امیر جماعت کی بات غورسے سننا ii۔اس کے حکم کی اطاعت کرنا۔iii۔جہادکرنا۔iv۔راہ خدامیں وطن چھوڑنا۔v۔جماعت بن کررہنا(ترمذی)《9》سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:امام(خلیفہ)ڈھال ہے۔اس کے پیچھےسےلڑاجاتاہےاوراس کےذریعہ سےامان دی جاتی ہے اگراللہ کےتقوی کاحکم کرےاورعدل وانصاف کرےاوراس کی وجہ سےاس کے لیےثواب ہوگااوراگروہ اس کےعلاوہ(برائی) کاحکم کرےتو یہ اس پروبال ہوگا۔(صحیح مسلم:4772)《10》سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا :جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اورجس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی اورجس نے امیرکی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی اورجس نے امیرکی نافرمانی کی،اس نے میری نافرمانی کی۔امام کی مثال ڈھال جیسی ہے کہ اس کے پیچھے رہ کراس کی آڑمیں(یعنی اس کےساتھ ہوکر)جنگ کی جاتی ہےاوراسی کےذریعہ(دشمن کےحملہ سے) بچاتاہے،پس اگرامام تمہیں اللہ سے ڈرتے رہنے کاحکم دےاورانصاف کرےاس کاثواب اسے ملے گا،لیکن اگربےانصافی کرے گا تواس کاوبال اس پرہوگا۔(صحیح بخاری:2957)《11》سیدنا عوف بن مالک رضی اللہ عنہ کی نبی کریم ﷺ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:تمہارے حاکموں میں سے بہتروہ ہیں جن سےتم محبت کرتے ہواوروہ تم سےمحبت کرتے ہیں اورتمہارے لیےدعائےمغفرت کرتے ہیں اورتم ان کے لیےدعائےمغفرت کرتے رہواورتمہارے حاکموں میں سے برے حاکم وہ ہیں جن سےتم دشمنی رکھتے ہواوروہ تم سےبغض رکھتے ہوں اورتم انہیں لعنت کرواوروہ تمہیں لعنت کریں۔عرض کیاگیا:اے اللہ کےرسول !کیاہم انہیں تلوارکےساتھ قتل نہ کردیں؟آپ ﷺ نے فرمایا:نہیں!جب تک وہ تم میں نمازقائم کرتے رہیں اورجب تک اپنے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

حاکموں میں کوئی ایسی چیز دیکھو جسے تم ناپسند کرتے ہو تو اس کے اس فعل کو ناپسند کرو اور اطاعت وفرمانبرداری سے ہاتھ مت کھینچو۔(صحیح مسلم:4804)《12》سیدنا یحیٰ بن حصین رضی اللہ عنہ نے اپنے دادا کو بیان کرتے ہوئے سنا کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ سے حجۃ الوداع میں خطبہ دیتے ہوئے سنا، آپ ﷺ فرما رہے تھے: اگر تم پر کسی غلام کو عامل مقرر کیا جائے اور وہ تمہاری کتاب کے مطابق حکم دے تو اس کی بات سنو اور اطاعت کرو۔(صحیح مسلم:4758)

سوال3: أُولِي الْأَمْرِ سے مراد کون لوگ ہیں؟

جواب:《1》أُولِي الْأَمْرِ سے مراد لوگوں پر مقرر کردہ حکام، امراء اور اصحاب فتویٰ ہیں۔کیونکہ لوگوں کے دینی اور دنیاوی معاملات اس وقت تک درست نہیں ہو سکتے جب تک کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی فرمانبرداری کرتے ہوئے اولوالامر کی اطاعت نہیں کرتے مگر شرط کے ساتھ کہ اولوالامر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا حکم نہ دیں اور اگر وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا حکم دیں تو خالق کی نافرمانی میں مخلوق کی فرمانبرداری ہرگز جائز نہیں۔شاید یہی سرنہاں ہے کہ اولوالامر کے حکم کی اطاعت کے وقت فعل کو حذف کر دیا گیا ہے اور اولوالامر کی اطاعت کو رسول کی اطاعت کے ساتھ ذکر فرمایا۔کیونکہ رسول اللہ ﷺ صرف اللہ تعالیٰ ہی کی اطاعت کا حکم دیتے ہیں لہٰذا جو کوئی رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتا ہے۔رہے اولوالامر تو ان کی اطاعت کے لیے یہ شرط عائد ہے کہ ان کا حکم معصیت کا نہ ہو۔(تفسیر سعدی:532/1)《2》سیدنا تمیم داری رضی اللہ عنہ سے روایت کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دین خیرخواہی کا نام ہے ہم نے عرض کیا: کس چیز کی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ کی، اس کتاب کی، اس کے رسول کی، مسلمانوں کے ائمہ کی اور تمام مسلمانوں کی۔(صحیح مسلم:196)

سوال3: أُولِي الْأَمْرِ کی خصوصیات کیا ہیں؟

جواب:《1》وہ لوگ جن کے اندر اسلام اور ایمان کی شرائط پائی جاتی ہوں۔《2》جو قانون سازی کا اور اطاعت کا حق صرف اللہ تعالیٰ کو دیتے ہوں۔《3》جو صرف اللہ تعالیٰ سے ہدایات اخذ کرتے ہوں۔《4》جو بصیرت اور اجتہاد کی صلاحیت کے مالک مومنین ہوں۔

سوال4: أُولِي الْأَمْرِ کی اطاعت کی کیا حدود ہیں؟

جواب:《1》اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے دائرے میں احکامات دیں تو اطاعت ہوگی۔《2》ایسا کوئی حکم نہ دیں جن کے خلاف کوئی نص صریح موجود ہو۔《3》یہ احکامات شریعت کے اصولوں کے خلاف نہ ہوں۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال5: أُولِي الْأَمْرِ کی اطاعت کے حکم کے بارے میں وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بادشاہ یا حاکم کی بات سننا اور حکم ماننا ضروری ہے (واجب ہے) جب تک خلافِ شرع نہ ہو۔ اگر شرع کے خلاف حکم دیا جائے تو نہ سننا چاہیے اور نہ ماننا۔ (بخاری:2955) ﴿2﴾ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی اور جس نے (مسلمان) حاکم کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی اور جس نے حاکم کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی۔ (بخاری:2957) ﴿3﴾ ابو الولید عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس بات پر بیعت کی کہ ہم تنگی اور آسانی میں، خوشی اور ناگواری (ہر حالت) میں سمع و اطاعت کریں گے اور خواہ ہم پر دوسروں کو ترجیح دی جائے اور اس بات پر کہ ہم اقتدار کے معاملے میں مسلمان حکمرانوں سے نہ لڑیں مگر یہ کہ ان میں کفرِ صریح دیکھیں جس پر ہمارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے دلیل ہو اور اس بات پر کہ ہم جہاں کہیں بھی ہوں حق بات کہیں اللہ تعالیٰ کے (دین کے) بارے میں ہم کسی ملامت گر کی ملامت سے نہ ڈریں۔'' (صحیح بخاری: 7056) ﴿4﴾ طیبی نے لکھا ہے کہ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ میں فعل کا اعادہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ رسول کی اطاعت مستقل ہے اور أُولِي الْأَمْرِ میں فعل کا عدم اعادہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ ان کی اطاعت مشروط ہے۔ اگر ان کا حکم قرآن و سنت کے مطابق ہوگا تو اطاعت کی جائے گی ورنہ نہیں۔ (تیسیر الرحمن) ﴿5﴾ أُولِي الْأَمْرِ کی اطاعت مستقل نہیں ہے۔ سیدنا نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خالق کی نافرمانی میں مخلوق کی اطاعت نہیں ہے۔ (مشکوۃ:3696) ﴿6﴾ أُولِي الْأَمْرِ کی اطاعت معصیت میں نہیں۔ اطاعت صرف معروف میں ہے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں اطاعت نہیں ہے۔ اطاعت تو نیکی میں ہوتی ہے۔'' (مسلم:4765) ﴿7﴾ أُولِي الْأَمْرِ کی اطاعت رسول کی اطاعت کے ساتھ مشروط ہے۔ أُولِي الْأَمْرِ سے مراد اگر علماء اور فقہاء ہوں تو ان کی اطاعت بھی اس لیے ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے دین کی طرف راہ نمائی کرتے ہیں لیکن ان کی اطاعت بھی اسی وقت تک کی جائے گی جب تک وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق حکم دیں گے۔ ﴿8﴾ اللہ تعالیٰ نے کسی اور شخصیت کو واجب الاطاعت قرار نہیں دیا۔ جو لوگ تیسری اطاعت کو واجب کرتے ہیں وہ قرآنِ مجید کے واضح حکم کی مخالفت کرتے ہیں۔ اس تیسری اطاعت کی وجہ سے اُمت کا اتحاد ممکن نہیں رہا۔

سوال6: کیا أُولِي الْأَمْرِ کی اطاعت بھی مستقل ہے؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:﴿1﴾ اُولِی الۡاَمۡرِ کی اطاعت مستقل نہیں ہے۔سیدنا نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:”خالق کی نافرمانی میں مخلوق کی اطاعت نہیں ہے۔“(مشکوٰۃ:3696)﴿2﴾ اُولِی الۡاَمۡرِ کی اطاعت معصیت میں نہیں۔ اطاعت صرف معروف میں ہے۔حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:”اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں اطاعت نہیں ہے۔اطاعت تو نیکی میں ہوتی ہے۔“(مسلم:4765)﴿3﴾ اُولِی الۡاَمۡرِ کی اطاعت رسول کی اطاعت کے ساتھ مشروط ہے۔﴿4﴾ اُولِی الۡاَمۡرِ سے مراد اگر علماء اور فقہاء ہوں تو ان کی اطاعت بھی اس لیے ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے دین کی طرف راہ نمائی کرتے ہیں لیکن ان کی اطاعت بھی اسی وقت تک کی جائے گی جب تک وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی سنت کے مطابق حکم دیں گے۔

سوال7: فَاِنۡ تَنَازَعۡتُمۡ فِیۡ شَیۡءٍ فَرُدُّوۡہُ اِلَی اللّٰہِ وَالرَّسُوۡلِ اِنۡ کُنۡتُمۡ تُؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰہِ وَالۡیَوۡمِ الۡاٰخِرِ ”پھر اگر کسی چیز پر تم آپس میں جھگڑ پڑو تو اس کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طرف لوٹا دو اگر تم اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہو“ کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ مجاہد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: اِلَی اللّٰہِ سے مراد کتاب اللہ کی طرف اور وَالرَّسُوۡلِ سے مراد سنت نبوی کی طرف (تفسیر جامع البیان: 179/5)﴿2﴾ اللہ تعالیٰ نے تنازعات اور اختلافات کو ختم کرنے کے لیے یہ اُصول دیا ہے کہ تنازعات یا اختلاف کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف لوٹا دیں۔﴿3﴾”اگر تم اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہو“ یعنی تمہارے ایمان کا تقاضا ہے کہ آپس کے جھگڑوں کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طرف لوٹا دیں۔جو شخص باہمی جھگڑوں کو قرآن وسنت کی طرف نہیں لوٹاتا اس کا اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان نہیں۔

سوال8: کیا اس آیت سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کے علاوہ کسی اور کو بھی واجب الاطاعت قرار دیا گیا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے کسی اور شخصیت کو واجب الاطاعت قرار نہیں دیا۔جو لوگ تیسری اطاعت کو واجب کرتے ہیں وہ قرآنِ مجید کے واضح حکم کی مخالفت کرتے ہیں۔اس تیسری اطاعت کی وجہ سے اُمت کا اتحاد ممکن نہیں رہا۔

سوال9: ذٰلِکَ خَیۡرٌ وَّاَحۡسَنُ تَاۡوِیۡلًا ”یہ بہتر ہے اور انجام کے لحاظ سے زیادہ اچھا ہے“ کی وضاحت کریں؟

جواب۔﴿1﴾”یہ بہتر ہے اور انجام کے لحاظ سے زیادہ اچھا ہے“ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کا فیصلہ بہتر ہے، سب سے زیادہ عدل وانصاف کا حامل اور لوگوں کے دین اور دنیا اور ان کی عافیت کی بھلائی کے لیے سب سے اچھا فیصلہ ہے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

(تفسیر سعدی:533/1) یہ دستور تمہارے لیے اچھا ہے۔《2》ان اصولوں میں دنیا کی بھلائی بھی ہے اور آخرت میں بھی اس کا انجام اچھا ہوگا۔ دنیا میں اسی دستور میں فرد، سوسائٹی اور پوری دنیا کی زندگی کی بہتری ہے

رکوع نمبر 6

اَلَمۡ تَرَ اِلَى الَّذِيۡنَ يَزۡعُمُوۡنَ اَنَّهُمۡ اٰمَنُوۡا بِمَاۤ اُنۡزِلَ اِلَيۡكَ وَمَاۤ اُنۡزِلَ مِنۡ قَبۡلِكَ يُرِيۡدُوۡنَ اَنۡ يَّتَحَاكَمُوۡۤا اِلَى الطَّاغُوۡتِ وَقَدۡ اُمِرُوۡۤا اَنۡ يَّكۡفُرُوۡا بِهٖ ؕ وَيُرِيۡدُ الشَّيۡطٰنُ اَنۡ يُّضِلَّهُمۡ ضَلٰلًاۢ بَعِيۡدًا (60)

کیا تم نے ان لوگوں کی طرف نہیں دیکھا جو دعویٰ کرتے ہیں کہ یقیناً وہ ایمان لائے اس پر جو آپ پر نازل کیا گیا اور اس پر بھی جو آپ سے پہلے نازل کیا گیا وہ ارادہ رکھتے ہیں کہ آپس کے فیصلے غیر اللہ کی طرف لے جائیں حالانکہ انہیں حکم دیا گیا ہے کہ اس کا کفر کریں اور شیطان ارادہ رکھتا ہے کہ انہیں بہکا کر گمراہ کر دے، بہت دُور کا گمراہ کرنا۔(60)

سوال 1: اس آیت کا شانِ نزول کیا ہے؟

جواب: ابن اسحاق، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم وغیرہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ جلاّس بن صامت، مقصب بن قشیر اور رافع بن زید منافقین کو ان کی قوم کے بعض مسلمانوں نے ایک قضیہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس چلنے کو کہا، تو انہوں نے کاہنوں کے پاس جانا پسند کیا، جس کے بعد یہ آیت اِلَّاۤ اِحۡسَانًا وَّتَوۡفِيۡقًا تک نازل ہوئی۔ (تیسیر الرحمٰن)

سوال 2: اَلَمۡ تَرَ اِلَى الَّذِيۡنَ يَزۡعُمُوۡنَ اَنَّهُمۡ اٰمَنُوۡا بِمَاۤ اُنۡزِلَ اِلَيۡكَ وَمَاۤ اُنۡزِلَ مِنۡ قَبۡلِكَ "کیا تم نے ان لوگوں کی طرف نہیں دیکھا جو دعویٰ کرتے ہیں کہ یقیناً وہ ایمان لائے اس پر جو آپ پر نازل کیا گیا اور اس پر بھی جو آپ سے پہلے نازل کیا گیا" کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》ایسے عجیب ایمان والوں کو دیکھا ہے جو دعویٰ تو کرتے ہیں کہ اس کتاب پر ایمان لائے اور پہلی کتابوں پر بھی ایمان لائے لیکن فیصلے اس کتاب کے مطابق نہیں لیتے۔《2》ایمان کا تقاضا تو یہ ہے کہ انسان اس قانون کے مطابق فیصلے لے جس پر ایمان ہے، اپنے فیصلے اس عدالت سے لے جس پر وہ ایمان لایا ہے۔《3》تعجب کا اظہار اس بات پر ہے کہ یہ لوگ ایمان اور کفر کو جمع کرنا چاہتے ہیں۔

سوال 3: یہ آیت کن لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی تھی؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:﴿1﴾ یہ آیت ان لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی جو اپنا فیصلہ یہودیوں کے یا قریش کے سرداروں کی طرف لے جانا چاہتے تھے۔﴿2﴾ یہ عام حکم ہے۔اس میں وہ سب لوگ شامل ہیں جو کتاب وسنت سے منہ موڑ کر فیصلوں کے لیے کسی اور کی طرف جاتے ہیں۔﴿3﴾ اٰمَنُوْا بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْكَ سے مراد منافق ہیں وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ سے مراد یہودی ہیں۔(قرطبی:182/3)

سوال4: مدینہ کے ابتدائی زمانے میں اختلافی معاملات کے لیے فیصلوں کا کیا نظام موجود تھا؟

جواب: مدینہ کے ابتدائی زمانے میں اختلافی معاملات کے فیصلوں کے لیے دو عدالتیں پائی جاتی تھیں:

﴿1﴾ یہ عدالتیں یہودی سرداروں کی تھیں جو پہلے سے چلی آ رہی تھی۔﴿2﴾ رسول اللہ ﷺ کی عدالت جو ہجرت کے بعد قائم ہوئی تھی۔

سوال5: کیا مسلمان یہودیوں سے فیصلے کروایا کرتے تھے؟

جواب: مسلمانوں میں سے کمزور ایمان والے (منافق) جب اپنے مقدمے کو کمزور پاتے اور وہ محسوس کرتے کہ رسول اللہ ﷺ کی عدالت سے وہ اپنی مرضی کا فیصلہ نہ کرواسکیں گے تو وہ کعب بن اشرف یہودی کی عدالت میں چلے جاتے۔

سوال6: یُرِیْدُوْنَ اَنْ یَّتَحَاكَمُوْٓا اِلَى الطَّاغُوْتِ ''وہ ارادہ رکھتے ہیں کہ آپس کے فیصلے غیر اللہ کی طرف لے جائیں'' کا مفہوم واضح کریں؟

جواب:﴿1﴾ تَحَاكُمُ اِلَى الْحَاكِمِ کے معنی ہیں: اپنا معاملہ حاکم کے آگے پیش کرنا۔﴿2﴾ طاغوت سے مراد ہر وہ شخص جو شریعت الٰہی کے بغیر فیصلے کرتا ہے طاغوت ہے۔(تفسیر سعدی:534/1)﴿3﴾ یہاں طاغوت سے مراد شیطان ہے۔﴿4﴾ طاغوت سے مراد ہر وہ شخص، عدالت یا نظام ہے جو اللہ تعالیٰ کے حکم کے مقابلے میں اپنا فیصلہ لوگوں پر مسلط کرنا چاہے۔ ﴿5﴾ منافق ان لوگوں کے پاس فیصلے کروانے لے جاتے تھے جو کتاب وسنت کی مخالفت کرتے تھے یہاں طاغوت سے یہی مراد ہے۔(الاساس فی التفسیر:1105/2)﴿6﴾ یُرِیْدُوْنَ سے مراد منافق ہیں جو جان بوجھ کر اپنے فیصلے طاغوت سے کرواتے ہیں حالانکہ انہیں اس سے کفر کا حکم دیا گیا تھا۔

سوال7: وَقَدْ اُمِرُوْٓا اَنْ یَّكْفُرُوْا بِهٖ '' حالانکہ انہیں حکم دیا گیا ہے کہ اس کا کفر کریں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:'' حالانکہ انہیں حکم دیا گیا ہے کہ اس کا کفر کریں'' اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ طاغوت کا انکار کریں اور تمام معاملات میں

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

شریعت کی پیروی کریں۔ جو ایمان کے دعوے کے بعد طاغوت کے فیصلے کو قبول کرتا ہے اس کا ایمان کا دعویٰ جھوٹا ہے۔

سوال8: کسی طاغوت سے فیصلہ لینے والے کا کیا معاملہ ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے فیصلے پر راضی نہ ہونا اور کسی طاغوت سے فیصلہ لینا کفر ہے۔

سوال9: جو شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے فیصلے کا انکار کر دیتا ہے اس کی کیا حیثیت ہے؟

جواب: جو شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے فیصلے کا انکار کر دیتا ہے ایسا شخص اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔

سوال10: وَيُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّضِلَّهُمْ ضَلٰلًا بَعِيْدًا ''اور شیطان ارادہ رکھتا ہے کہ انہیں بہکا کر گمراہ کر دے، بہت دُور کا گمراہ کرنا'' اس فیصلے کے پیچھے شیطان کا اصل مقصد کیا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ شیطان یہ چاہتا ہے کہ ان کے اور حق کے درمیان دور کی مسافت ہو جائے۔ ﴿2﴾ شیطان یہ چاہتا ہے کہ لوگ ایمان کی حدود اور شرائط سے نکل جائیں اسی لیے اللہ تعالیٰ اس چھپی ہوئی حقیقت کو کھول رہے ہیں تاکہ یہ لوگ باز آ جائیں۔

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلَى الرَّسُوْلِ رَاَيْتَ الْمُنٰفِقِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْكَ صُدُوْدًا (61)

اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ آؤ اس کی طرف جو اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہے اور رسول کی طرف آؤ تو آپ منافقوں کو دیکھیں گے وہ تم سے منہ موڑتے ہیں، صاف منہ موڑنا۔ (61)

سوال1: وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلَى الرَّسُوْلِ ''اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ آؤ اس کی طرف جو اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہے اور رسول کی طرف آؤ'' اس کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ''اور جب انہیں کہا جاتا ہے کہ اس چیز کی طرف آؤ جو اللہ تعالیٰ نے نازل کی ہے اور رسول کی طرف آؤ'' اس سے مراد یہ ہے کہ جب منافقوں کو مقدمات کا فیصلہ کروانے کے لیے کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے حکم کی طرف آئیں یعنی ان سے فیصلہ لیں تو وہ آپ ﷺ کے پاس مقدمات لانے سے گریز کرتے ہیں۔ ﴿2﴾ منافق اللہ تعالیٰ کی کتاب اور رسول ﷺ کو دل سے نہیں مانتے۔ ﴿3﴾ منافق اپنے دل کی مرضی کے مطابق فیصلہ چاہتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے عہدِ مبارک میں جس مقدمے میں انہیں توقع ہوتی کہ فیصلہ ان کے خلاف ہوگا اس کو رسول اللہ ﷺ کے پاس لانے سے گریز کرتے۔ یہی نفاق کی علامت ہے۔ ﴿4﴾ رب العزت نے اسی حقیقت کو واضح فرمایا: وَيَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالرَّسُوْلِ وَاَطَعْنَا

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ثُمَّ يَتَوَلّٰى فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ ؕ وَمَآ اُولٰٓئِكَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ وَاِذَا دُعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ مُّعْرِضُوْنَ اور وہ کہتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ اور رسول پر ایمان لائے اور ہم نے اطاعت کی پھر اس کے بعد ان میں سے ایک گروہ پھر جاتا ہے اور یہ لوگ ہرگز ایمان لانے والے نہیں ہیں۔ اور جب انہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طرف بلایا جاتا ہے تاکہ وہ ان کے درمیان فیصلہ کرے تو اچانک ان میں سے ایک گروہ منہ موڑنے والا ہوتا ہے۔ (النور:47,48)

سوال 2: منافق اللہ تعالیٰ کی کتاب اور اس کے رسول ﷺ سے فیصلہ لینے سے کیوں کتراتے ہیں؟

جواب: ﴿1﴾ منافق اللہ تعالیٰ کی کتاب اور رسول ﷺ کو دل سے نہیں مانتے۔ ﴿2﴾ منافق اپنے دل کی مرضی کے مطابق فیصلہ چاہتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے عہدِ مبارک میں جس مقدمے میں انہیں توقع ہوتی کہ فیصلہ ان کے خلاف ہوگا اس کو رسول اللہ ﷺ کے پاس لانے سے گریز کرتے۔ یہی نفاق کی علامت ہے۔

سوال 3: آج کے اس دور میں جو لوگ شریعت کے نفاذ کے مخالف ہیں اپنے مؤقف کے لیے وہ کیا دلائل دیتے ہیں؟

جواب: ﴿1﴾ آج کے اس دور میں جو لوگ شریعت کے نفاذ کے مخالف ہیں اپنے مؤقف کے لیے یہ دلیل دیتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ کا قانون نافذ ہوا تو لوگوں کے درمیان مخالفت پیدا ہو جائے گی۔ ﴿2﴾ یہ دلیل دیتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ کا قانون نافذ ہوا تو لوگ مصیبت میں مبتلا ہو جائیں گے۔ ﴿3﴾ یہ دلیل دیتے ہیں کہ شریعت کے قانون میں انسان کے لیے مشکلات ہیں۔

سوال 4: يَصُدُّوْنَ عَنْكَ صُدُوْدًا ''وہ تم سے منہ موڑتے ہیں، صاف منہ موڑنا'' اس کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ''وہ تم سے منہ موڑتے ہیں، صاف منہ موڑنا'' یعنی جب منافقوں کو قرآن وحدیث کی طرف بلایا جاتا ہے تو وہ اس سے منہ موڑتے ہیں اور تکبر میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ ﴿2﴾ نبی ﷺ سے منہ موڑنا، قرآن وسنت سے منہ موڑنا دراصل اللہ تعالیٰ ہی سے منہ موڑنا ہے اس شخص کی بدنصیبی کا کیا ٹھکانہ ہے جو اپنے پیدا کرنے والے سے، اپنے ہادی اور رہنما سے، اپنی ہدایت سے اور اپنی فلاح سے منہ موڑ کر ہمیشہ کی بربادی، بدبختی اور ہلاکت کا سودا کرلے۔

فَكَيْفَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ ثُمَّ جَآءُوْكَ يَحْلِفُوْنَ ۖ بِاللّٰهِ اِنْ اَرَدْنَآ اِلَّآ اِحْسَانًا وَّتَوْفِيْقًا (62)

پھر کیا حال ہوتا ہے جب ان کو اس وجہ سے مصیبت پہنچتی ہے جو ان کے ہاتھوں نے آگے بھیجا؟ پھر وہ آپ کے پاس

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اللہ تعالیٰ کی قسمیں کھاتے ہوئے آتے ہیں کہ ہم نے تو محض بھلائی اور آپس میں ملانے کے سوا کچھ نہیں چاہا تھا۔(62)

سوال1:اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب:ضحاک اور مقاتل کہتے ہیں کہ یہ آیت ان لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی جنھوں نے مسجد ضرار بنائی پھر جب اللہ تعالیٰ نے ان کا نفاق ظاہر کر دیا اور اس مسجد کو گرانے کا حکم دیا انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے اس معاملے سے اپنے آپ کو الگ کرنے کے لیے قسمیں کھائیں کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور کتاب کی موافقت کے سوا مسجد بنانے کا اور کوئی مقصد نہیں تھا۔ (تفسیر سمرقندی:314/1)

سوال2:فَكَيۡفَ اِذَاۤ اَصَابَتۡهُمۡ مُّصِيۡبَةٌ ۢ بِمَا قَدَّمَتۡ اَيۡدِيۡهِمۡ ثُمَّ جَآءُوۡكَ يَحۡلِفُوۡنَ ‌ۖ بِاللّٰهِ اِنۡ اَرَدۡنَاۤ اِلَّاۤ اِحۡسَانًا وَّتَوۡفِيۡقًا ’’پھر کیا حال ہوتا ہے جب ان کو اس وجہ سے مصیبت پہنچتی ہے جو ان کے ہاتھوں نے آگے بھیجا پھر وہ آپ کے پاس اللہ تعالیٰ کی قسمیں کھاتے ہوئے آتے ہیں کہ ہم نے تو محض بھلائی اور آپس میں ملانے کے سوا کچھ نہیں چاہا تھا‘‘ منافق کس مصیبت میں پڑ جاتے تھے؟

جواب:﴿1﴾منافقوں پر یہ مصیبت آتی تھی کہ تمام لوگوں پر اُن کی اصلیت کھل جاتی تھی۔﴿2﴾اسلامی معاشرے میں منافقوں کو حقارت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔﴿3﴾اسلامی معاشرے میں منافقوں کا سوشل بائیکاٹ ہو جاتا تھا۔اس طرح وہ مصیبت میں پھنس جاتے تھے لوگوں میں انہیں قبولیت حاصل نہیں ہوتی تھی۔﴿4﴾بعض اوقات طاغوتی عدالت میں ظلم ہوتا تو انہیں افسوس ہوتا کہ اسلامی عدالت میں جاتے تو انصاف ملتا۔﴿5﴾بعض اوقات اللہ تعالیٰ کی جانب سے ایسی آزمائشیں آتیں کہ یہ غور و فکر کریں اور سچے ایمان کے راستے پر آ جائیں۔﴿6﴾منافقوں پر یہ مصیبت ان کے نفاق کی وجہ سے آتی تھی، انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے نفرت کی تھی۔(ابن ابی حاتم:992/3)

سوال3:ثُمَّ جَآءُوۡكَ يَحۡلِفُوۡنَ ‌ۖ بِاللّٰهِ اِنۡ اَرَدۡنَاۤ اِلَّاۤ اِحۡسَانًا وَّتَوۡفِيۡقًا ’’پھر وہ آپ کے پاس اللہ تعالیٰ کی قسمیں کھاتے ہوئے آتے ہیں کہ ہم نے تو محض بھلائی اور آپس میں ملانے کے سوا کچھ نہیں چاہا تھا‘‘ منافق قسمیں کھا کر کیا ثابت کرنا چاہتے تھے؟

جواب:﴿1﴾وہ قسمیں کھا کر کہتے تھے کہ ہم طاغوت کی عدالت میں جانا نہیں چاہتے تھے مگر رواج کے مطابق فیصلے کروا کے صلح صفائی چاہتے تھے۔ایک یہودی اور ایک منافق کا کسی معاملے میں جھگڑا ہو گیا۔یہودی نے کہا: چلو فیصلہ تمہارے رسول سے لے لیتے ہیں۔رسول اللہ ﷺ نے فیصلہ یہودی کے حق میں دے دیا تو منافق نے کہا کہ یہ فیصلہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے بھی لے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

لیتے ہیں۔سیدنا عمر رضی اللہ عنہ ان دنوں رسول اللہ ﷺ کے نائب کی حیثیت سے مدینہ میں مقدمات کا فیصلہ کرتے تھے۔یہودی اور منافق نے جا کر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ ہم یہ مقدمہ تمہارے نبی کے پاس لے گئے تھے۔سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اندر گئے اور واپس آ کر منافق کا سر قلم کر دیا۔اس کے بعد منافق کے وارث رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے قصاص لینے کا مقدمہ کر دیا اور بنیاد یہ بنائی کہ ہمارا ارادہ رسول اللہ ﷺ کے فیصلے کے خلاف فیصلہ لینا نہ تھا بلکہ یہ ارادہ تھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ دونوں فریقوں میں صلح کروا دیں گے۔اپنے اس بیان پر وہ قسمیں کھانے لگے۔ان قسموں سے وہ یہ ثابت کرنا چاہتے تھے کہ ہم تو باہمی موافقت چاہتے ہیں۔(ابن ابی حاتم) ﴿2﴾ وہ اپنے اندرونی ارادوں کو چھپانا چاہتے تھے کہ شاید اس کشمکش کا نتیجہ کفار کی فتح کی شکل میں نکلے اور ان کی منافقت کی پالیسی کامیاب ہو جائے۔

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ يَعْلَمُ اللَّهُ مَا فِي قُلُوبِهِمْ فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ وَعِظْهُمْ وَقُلْ لَهُمْ فِي أَنْفُسِهِمْ قَوْلًا بَلِيغًا (63)

یہی لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو کچھ ان کے دلوں میں ہے چنانچہ آپ ان سے منہ موڑ لیں اور انہیں وعظ ونصیحت کریں اور ان کے لیے ان کے دلوں میں بہت اثر کرنے والی بات کریں۔(63)

سوال1: أُولَٰئِكَ الَّذِينَ يَعْلَمُ اللَّهُ مَا فِي قُلُوبِهِمْ "یہی لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو کچھ ان کے دلوں میں ہے" اس کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ أُولَٰئِكَ میں منافقین کی طرف اشارہ ہے۔﴿2﴾ مَا فِي قُلُوبِهِمْ "جو کچھ ان کے دلوں میں ہے" باطل کی طرف جھکاؤ اور اپنے اسلام کا اظہار کرنا اور اپنے عذر پر قسمیں کھانا یہ سب ان کے دلوں کے نفاق میں سے ہے۔(تفسیر قاسمی:270/5) ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ نفاق اور حق دشمنی کو جانتا ہے۔﴿4﴾ زجاج نے کہا: اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ وہ منافق ہیں۔(فتح القدیر:616/1)

سوال2: فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ وَعِظْهُمْ "چنانچہ آپ ان سے منہ موڑ لیں اور انہیں وعظ ونصیحت کریں" اللہ تعالیٰ نے ایسے منافقین کے لیے کیا تلقین کی ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ ان کے دلوں کے حال کو جانتا ہے اگرچہ وہ اپنی نیتوں اور ارادوں کو چھپانا چاہتے ہیں ﴿2﴾ پہلی سٹیج پہ ان منافقین سے چشم پوشی کرو۔﴿3﴾ ان کے ساتھ نرمی برتو۔﴿4﴾ ان کو نصیحت کرو اور اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈراؤ۔﴿5﴾ ان کی تعلیم وتربیت کرو۔﴿6﴾ ان کو ایسے انداز میں سمجھاؤ کہ بات ان کے دل میں اتر جائے۔﴿7﴾ مصلحت کا تقاضا یہ ہے کہ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

آپ ابھی انہیں کوئی سزا نہ دیں،اورصرف اشارے کے ذریعے دھمکی اور نصیحت پر ہی اکتفا کریں اورانہیں کوئی ایسی بات کہہ جائیں جوان کے دلوں پراثر انداز ہوجوانہیں مغموم بنادے اوران کے دلوں میں خوف سماجائے،مثلاً یہ کہیے کہ نفاق کاانجام بہت برا ہوتاہےاورکبھی قتل تک کی نوبت آجاتی ہے،اور یہ کہ ان کے اورمشرکین کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے۔(تیسیرالرحمٰن)《8》اس آیت کریمہ میں اس بات کی دلیل ہے کہ گناہ گار کے ساتھ اگراعراض کیاجائے توپوشیدہ طورپراس کے لیے خیرخواہی کااہتمام ضرورکیاجائے اوراس کونصیحت کرنے میں پوری کوشش سے کام لیاجائے،جس سے وہ اپنا مقصد حاصل کرسکے۔(تفسیر سعدی:535/1)

سوال3:دشمنوں کی سازشوں کوناکام بنانے کے لیےکیسی کوشش کرنے کاحکم دیا گیا ہے؟

جواب:اللہ تعالیٰ نے اس کے لیےحکم دیا کہ ان سے درگزرکریں،وعظ ونصیحت اورقولِ بلیغ کے ذریعے ایمان والوں کی اصلاح کی کوششوں کوجاری رکھیں۔سازشوں سے بچانے کے لیے یہ عمل مستقل جاری رہےگا۔

سوال4: وَقُلْ لَّهُمْ فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ قَوْلًاۢ بَلِيْغًا ’’اوران کے لیےان کے دلوں میں بہت اثر کرنے والی بات کریں‘‘اس کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》قولِ بلیغ سے مراد پہنچنے والی بات ہے،دل لگتی بات ،دل کے اندراُترنے والی بات ہے۔《2》اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ انہیں ایسی نصیحت کیجئے کہ بات ان کے دل کے اندررکھی جائے۔《3》ان کے ساتھ ایسی بات کیجئے جودلوں میں گھر کرنے والی ہو،یعنی اپنے درمیان اوران کے درمیان معاملے کورازرکھتے ہوئے انہیں نصیحت کیجئے۔حصول مقصد کے لیے یہ طریقہ زیادہ مفید ہےاوران کوبرائیوں سے روکنےاورزجروتوبیخ میں پوری کوشش سے کام لیجئے۔

سوال5:کسی کے دل کے اندر بات اُتارنے کے لیےایک مبلغ کوکس کس چیز کاعلم ہوناضروری ہے؟

جواب:《1》انسانی فطرت کاعلم،معاشی ومعاشرتی پس منظر۔《2》جس طبقے میں تبلیغ کی جارہی ہےاس کے حالات کاعلم، ان کی سوچ،ان کی مصروفیات،ان کی دل چسپیوں کاعلم۔《3》جس فرد سے بات کی جارہی ہواس کی ذہنی سطح کاعلم۔《4》اسلام کے اُصولوں کی حکمت کاعلم۔《5》مبلغ کوموقع پربات کرنے کاڈھنگ آناچاہئے۔《6》مبلغ کوپیغام دیتے ہوئےان ساری چیزوں کوسامنے رکھتے ہوئےموقع کی مناسبت سے بات کرنی چاہیے۔

سوال6:دل کےاندربات کب اترتی ہے؟

جواب:《1》موقع کی مناسبت سے کہی جانے والی بات دل میں اترتی ہے مثلاً کوئی تکلیف میں ہےتواس موقع پرانسان کو کیاکرناچاہیے۔اسلام کی تعلیم کومخاطب کے سامنے رکھناچاہئے کہ اس موقع پرکیاکرناہے۔پھراس کےفوائد کوحکمت کے ساتھ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سامنے رکھنا چاہئے۔﴿2﴾اسی طرح جب کوئی غلطی ہوتو وہ موقع تنقید کا نہیں اصلاح کا ہوتا ہے۔اس موقع کو ضائع نہیں کرنا چاہیے۔﴿3﴾خوشی کا موقع ہوتو وہ بھی بات پہنچانے کا وقت ہوتا ہے۔اس کو ضائع نہیں کرنا چاہیے۔

سوال6:نصیحت کی بات کب دل کے اندر نہیں اُترتی ؟

جواب:﴿1﴾جب بے موقع بات کی جائے۔﴿2﴾جب حالات اور مخاطب کی ذہنی کیفیات کو نظر انداز کرکے اپنی بات کہنے کی کوشش کی جائے۔﴿3﴾جب موقع پر خاموش رہا جائے اور بعد میں سمجھانے کی کوشش کی جائے۔

سوال7:اللہ تعالیٰ نصیحت کے ذریعے توبہ پر کیوں مائل کرنا چاہتے ہیں؟

جواب:﴿1﴾اس لیے کہ منافقین سیدھے راستے پر آ جائیں۔﴿2﴾تا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی پناہ میں امن کی زندگی گزاریں۔﴿3﴾اگر چہ انہوں نے طاغوت سے فیصلے لیے لیکن توبہ کا دروازہ کھلا ہے۔ابھی وقت ہے پلٹ سکتے ہیں لیکن شرط یہ ہے کہ رسول ﷺ کی اطاعت کریں۔

وَمَآ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ رَّسُوۡلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذۡنِ اللّٰهِ‌ ؕ وَلَوۡ اَنَّهُمۡ اِذۡ ظَّلَمُوۡۤا اَنۡفُسَهُمۡ جَآءُوۡكَ فَاسۡتَغۡفَرُوا اللّٰهَ وَاسۡتَغۡفَرَ لَهُمُ الرَّسُوۡلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيۡمًا(64)

اور ہم نے ہر رسول کو محض اس لیے بھیجا کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس کی اطاعت کی جائے اور بلا شبہ اگر وہ آپ کے پاس آ جاتے جنہوں نے خود پر ظلم کیا تھا، پھر وہ اللہ تعالیٰ سے بخشش مانگتے اور رسول ان کے لیے بخشش مانگتا تو وہ اللہ تعالیٰ کو یقیناً بہت زیادہ توبہ قبول کرنے والا ،نہایت رحم والا پاتے۔(64)

سوال1:وَمَآ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ رَّسُوۡلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذۡنِ اللّٰهِ ''اور ہم نے ہر رسول کو محض اس لیے بھیجا کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس کی اطاعت کی جائے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾رسول اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچانے کے لیے بھیجے جاتے ہیں۔﴿2﴾رسول اس لیے بھیجے جاتے ہیں تا کہ تمام انسان ان سے اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ طریقۂ زندگی سیکھیں اور اس پر عمل کریں۔﴿3﴾رسول دائمی اطاعت کے لیے بھیجے جاتے ہیں۔

﴿4﴾اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور اپنے اعمال ضائع نہ کرو۔(محمد:33)

﴿5﴾وَاَطِيۡعُوا اللّٰهَ وَاَطِيۡعُوا الرَّسُوۡلَ‌ ۚ فَاِنۡ تَوَلَّيۡتُمۡ فَاِنَّمَا عَلٰى رَسُوۡلِنَا الۡبَلٰغُ الۡمُبِيۡنُ اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو اور رسول کی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اطاعت کرواگرتم پھرجاؤتوہمارے رسول پرمحض صاف صاف پہنچادیناہے۔(التغابن:12)《6》عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا سب سے اچھی بات کتاب اللہ ہے اورسب سے اچھا طریقہ محمد ﷺ کا طریقہ ہے اورسب سے بُری (دین میں) نئی بات (بدعت) پیدا کرناہے اور بلاشبہ جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے وہ آکر رہے گی اورتم پروردگار سے بچ کر کہیں نہیں جاسکتے۔(صحیح بخاری:7277)《7》حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اے قرآن وحدیث پڑھنے والو!تم اگرقرآن وحدیث پر نہ جموگے، ادھرادھر دائیں بائیں راستہ لوگے توبھی گمراہ ہوگے بہت ہی بڑے گمراہ۔(صحیح بخاری:7282)《8》اس آیت میں عصمتِ انبیاء علیہم السلام کا اثبات ہے یعنی وہ اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچانے،حکم دینے اورمنع کرنے میں ہرلغزش سے پاک ہیں کیونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے لوگوں کوانبیاءکرام علیہم السلام کی مطلق اطاعت کاحکم دیاہے۔اگروہ منصبِ تشریع میں خطاسے پاک نہ ہوتے تواللہ تعالیٰ ان کی مطلق اطاعت کاحکم نہ دیتا۔(تفسیر سعدی)

سوال2:رسولوں کے بارے میں کیاغلط فہمیاں پائی جاتی ہیں؟

جواب:رسولوں کے بارے میں یہ غلط فہمیاں پائی جاتی ہیں《1》ان سے ایک روحانی تعلق قائم ہوجس کے لیے اطاعت غیر ضروری ہے۔《2》رسولوں سے صرف عبادت کے طریقے سیکھے جاتے ہیں۔《3》رسول بگڑی بنادیتے ہیں۔《4》رسول غیب کاعلم رکھتے ہیں۔《5》رسول کی سفارش سے بڑے سے بڑے مجرم بھی معاف کردیئے جائیں گے۔《6》رسول کو جب چاہیں اپنے پاس حاضرکرسکتے ہیں اوران سے جودُعائیں مانگی جائیں مثلاً رزق،اولاد،مصائب کودورکرنے کی،وہ پوری کردیتے ہیں۔《7》رسول کے عقیدت مند بن جائیں اورالفاظ کے گلدستے پیش کرتے رہیں۔

سوال3: لِيُطَاعَ بِإِذْنِ اللّٰهِ "اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس کی اطاعت کی جائے" کی وضاحت کریں؟

جواب:اللہ تعالیٰ کےحکم کی بناپررسول کی اطاعت کی جائے۔اس سے یہ مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنارسول اسی لیے بھیجتا ہے کہ اس کے حکم کی اطاعت کی جائے،اسے دل سے تسلیم کیا جائے۔

سوال4:وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ "اور بلاشبہ اگروہ آپ کے پاس آجاتے جنھوں نے خود پرظلم کیاتھا"،نفس پرظلم کر بیٹھنے سے کیامراد ہے؟

جواب:《1》ان منافقین نے رسول اللہ ﷺ کی بجائے کاہنوں اورطاغوتوں کواپنافیصلہ کرنے والامان کراپنے آپ پر بڑا ظلم کیاکہ نفاق کے عذاب کے ساتھ ایک اورعذابِ الٰہی کے مستحق بنے۔(تیسیر الرحمٰن)《2》نفس پرظلم کرنے سے مرادرسول

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کا طریقہ چھوڑ دینا۔《3》مصلحت پر چلنا۔《4》خواہشات پر چلنا۔《5》شیطان کے پیچھے چل پڑنا۔

سوال5: خواہش پرستی اور مصلحت کوشی کی زندگی اختیار کرنے میں انسان کیا چیز کھو بیٹھتا ہے؟

جواب: خواہش پرستی اور مصلحت کوشی کی زندگی اختیار کر کے۔《1》صراطِ مستقیم کھو بیٹھتا ہے۔《2》وہ راستہ جس پر چل کر انسان اپنے رب تک جا پہنچتا ہے، کھو بیٹھتا ہے۔

سوال6: انسان پر اگر صراطِ مستقیم واضح ہو یعنی وہ علم رکھتا ہو، پھر وہ کیسے گمراہ ہو جاتا ہے؟

جواب:《1》جب انسان اپنی سوچ کو کچھ تحفظات کا پابند کر لیتا ہے تو وضاحت کے باوجود صراط مستقیم نہیں دیکھتا۔《2》جب انسان دین کو اپنی خواہشات اور مصلحتوں کے مطابق پڑھتا ہے۔《3》جب انسان کے ذہن میں دین کا خود ساختہ تصور قائم ہوتا ہے۔《4》جب انسان ایمان چاہتا ہو لیکن وہ خواہشات اور مصلحتوں سے باہر نہ آ سکے تب وہ ایمان سے محروم ہو جاتا ہے اور صراط مستقیم اس سے گم ہو جاتا ہے۔

سوال7: فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ "پھر وہ اللہ تعالیٰ سے بخشش مانگتے اور رسول ان کے لیے بخشش مانگتا" اللہ تعالیٰ سے استغفار کے ساتھ رسول ﷺ سے استغفار کروانے کا حکم دیا گیا اس کی حکمت واضح کریں؟

جواب:《1》اللہ تعالیٰ سے استغفار کرنا انسان کے لیے کافی ہے لیکن چونکہ اُن لوگوں نے جھگڑوں کے فیصلے دوسروں کے پاس لے جا کر آپ ﷺ کے مقام اور مرتبے میں کمی کی تھی اس لیے اس کے ازالے کے لیے رسول اللہ ﷺ کے پاس جانے کی تاکید کی گئی ہے۔《2》آیت کا تعلق منافقین کے ایک خاص واقعے سے ہے جس کا بیان ہو چکا کہ نفاق کی بیماری میں مبتلا ہونے کی وجہ سے، رسول اللہ ﷺ کی بجائے کاہنوں کو اپنا فیصل مانا، ورنہ عام حالات میں توبہ کے لیے یہ شرط نہیں تھی کہ مسلمان رسول اللہ ﷺ کے پاس آتے اور ان کے ساتھ رسول اللہ ﷺ بھی ان کے لیے دُعائے مغفرت کرتے۔ اس لیے رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں ایسا اور کوئی واقعہ نہیں ملتا۔(تیسیر الرحمٰن)

سوال8: کیا اس آیت سے یہ مفہوم نکلتا ہے کہ آج بھی استغفار کے لیے روضۂ رسول ﷺ پر حاضری دینا اسی طرح ضروری ہے جس طرح سے آپ ﷺ کی زندگی میں تھا؟

جواب: رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں حاضری کا مقصد یہ تھا کہ آپ ﷺ کے حق میں کمی کی گئی تھی اور آپ ﷺ حیات تھے۔ اب جب کہ آپ ﷺ حیات نہیں ہیں لہٰذا آپ ﷺ کے پاس اس مقصد کے لیے جانا جائز نہیں۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال9:لَوَجَدُوا اللّٰہَ تَوَّابًا رَّحِیۡمًا'' تو وہ اللہ تعالیٰ کو یقیناً بہت زیادہ توبہ قبول کرنے والا، نہایت رحم والا پاتے'' اس کی وضاحت کریں؟

جواب:اس آیت سے پتہ چلتا ہے کہ《1》کوئی کسی وقت بھی توبہ کرے اللہ تعالیٰ بخشنے والا ہے۔《2》کوئی کسی وقت بھی لوٹے اللہ تعالیٰ رحم کرنے والا ہے۔《3》توبہ و مغفرت کا دروازہ کھلا ہے۔جس شخص کا ارادہ ہو آگے بڑھے اور توبہ کا دروازہ کھول لے۔《4》اللہ تعالیٰ نے ان صفات کا شعور اس لیے دلایا ہے کیونکہ لوگوں نے اپنے فیصلے طاغوت سے کروا کر اپنی جانوں پر ظلم کیا تھا۔

سوال10:اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات توّاب اور رحیم کا شعور کیوں دلایا ہے؟

جواب:اللہ تعالیٰ نے ان صفات کا شعور اس لیے دلایا ہے کیونکہ لوگوں نے اپنے فیصلے طاغوت سے کروا کر اپنی جانوں پر ظلم کیا تھا۔

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتّٰى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِيٓ أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا(65)

پس تیرے رب کی قسم!وہ مومن نہیں ہو سکتے یہاں تک کہ وہ آپ کو اس معاملے میں فیصلہ کرنے والا مان لیں، جوان کے درمیان جھگڑا پڑ جائے پھر آپ جو فیصلہ کر دیں اس پر وہ اپنے دلوں میں کوئی تنگی نہ پائیں اور وہ اسے تسلیم کر لیں، پوری طرح تسلیم کرنا۔(65)

سوال1:اس آیت کا شانِ نزول کیا ہے؟

جواب:حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کا ایک انصاری (ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ) سے مقام حرّہ کی ایک نالی کے بارے میں جھگڑا ہو گیا(کہ اس سے کون اپنے باغ کو پہلے سینچنے کا حق رکھتا ہے)۔نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''زبیر!پہلے تم اپنا باغ سینچ لو، پھر اپنے پڑوسی کو جلدی پانی دے دینا۔''اس پر ان انصاری صحابی رضی اللہ عنہ نے کہا:یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم!اس لیے کہ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پھوپھی زاد بھائی ہیں؟یہ سن کر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ مبارک کا رنگ بدل گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''زبیر!اپنے باغ کو سینچو اور پانی اس وقت تک روکے رکھو کہ منڈیر تک بھر جائے۔پھر اپنے پڑوس کے لیے چھوڑو۔''(پہلے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انصاری کے ساتھ اپنے فیصلے میں رعایت رکھی تھی)لیکن اس مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو صاف طور پر ان کا پورا حق دے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

دیا کیونکہ انصاری نے ایسی بات کہی تھی جس سے آپ ﷺ کا غصے میں آنا قدرتی تھا۔زبیر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میرا خیال ہے کہ یہ آیات اسی سلسلے میں نازل ہوئی تھیں: تیرے رب کی قسم! وہ مومن نہیں ہو سکتے جب تک وہ اپنے باہمی جھگڑوں میں آپ سے فیصلہ نہ کروائیں۔ پھر آپ جو فیصلہ کردیں اس پر اپنے دلوں میں کوئی تنگی نہ پائیں اور اسے دل و جان سے تسلیم کریں۔(بخاری:4585)

سوال2:فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ’’پس تیرے رب کی قسم! وہ مومن نہیں ہو سکتے یہاں تک کہ وہ آپ کو اس معاملے میں فیصلہ کرنے والا مان لیں، جو ان کے درمیان جھگڑا پڑ جائے پھر آپ جو فیصلہ کر دیں اس پر وہ اپنے دلوں میں کوئی تنگی نہ پائیں اور وہ اسے تسلیم کر لیں، پوری طرح تسلیم کرنا‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات اقدس کی قسم کھاتے ہوئے فرمایا کہ یہ لوگ اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتے جب تک کہ اپنے جھگڑوں میں اس کے رسول کو حکم تسلیم نہ کریں۔یعنی ہر اس معاملے میں رسول اللہ ﷺ کو حکم اور فیصل تسلیم کریں جس میں اجتماعی مسائل کے برعکس ان کے درمیان کسی قسم کا کوئی اختلاف واقع ہو۔کیونکہ اجماعی مسائل کتاب وسنت کی دلیل پر مبنی ہوتے ہیں۔پھر اس تحکیم کو تسلیم کرنا ہی کافی قرار نہیں دیا بلکہ یہ شرط بھی عائد کی کہ آپ کو حکم تسلیم کرنا محض اغماض کے پہلو سے نہ ہو بلکہ ان کے دلوں میں کسی قسم کی تنگی اور حرج نہ ہو اور اس تحکیم کو ہی کافی قرار نہیں دیا جب تک کہ وہ شرح صدر، اطمینان نفس ،ظاہری اور باطنی اطاعت کے ساتھ آپ کو فیصل تسلیم نہ کر لیں۔پس آپ کو حکم تسلیم کرنا اسلام کے مقام میں ہے،اس تحکیم میں تنگی محسوس نہ کرنا،ایمان کے مقام میں ہے اور آپ کے فیصلے پر تسلیم ورضا احسان کے مقام میں ہے۔جس کسی نے ان مراتب کو مکمل کر لیا اس نے دین کے تمام مراتب کی تکمیل کر لی اور جس نے اس کا التزام کیے بغیر اس تحکیم کو ترک کر دیا وہ کافر ہے اور جس نے التزام کرنے کے باوجود اس تحکیم کو ترک کر دیا وہ دیگر گناہ گاروں کی مانند ہے(تفسیر سعدی:536/1)﴿2﴾ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ قرآن ،سنت اور اجماع کے ذریعہ یہ ثابت شدہ حقیقت ہے کہ اللہ نے بندوں پر اپنی اور اپنے رسول کی اطاعت کو فرض کیا ہے۔اوامر ونواہی میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کے علاوہ اس امت پر کسی کی اطاعت کو فرض نہیں کیا ہے۔اسی لیے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ (جو نبی ﷺ کے بعد امت کے سب سے افضل انسان تھے) کہا کرتے تھے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کہ میں جب تک اللہ کی اطاعت کروں،تم لوگ میری اطاعت کرو،اور میں اللہ کی نافرمانی کروں تو تم لوگ میری اطاعت نہ کرو۔تمام علمائے امت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے علاوہ کوئی معصوم نہیں،اسی لیے بہت سے ائمہ کرام نے کہا ہے کہ ہر آدمی کی کوئی بات لی جائے گی اور کوئی چھوڑ دی جائے گی،سوائے رسول اللہ ﷺ کے،یہی وجہ ہے کہ فقہی مذاہب کے چاروں مشہور ائمہ نے لوگوں کو ہر بات میں اپنی تقلید کرنے سے منع فرمایا تھا۔(تیسرالرحمٰن:273)

سوال3:رسول ﷺ کی اطاعت کس شکل میں ہوتی ہے؟

جواب:رسول ﷺ کی اطاعت نظامِ زندگی کی شکل میں ہوگی یعنی انفرادی اور اجتماعی زندگی کے ہر پہلو میں اطاعت ہوگی۔

سوال4:فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ''پس!تیرے رب کی قسم!وہ مومن نہیں ہو سکتے یہاں تک کہ وہ آپ کو اس معاملے میں فیصلہ کرنے والا مان لیں،جو ان کے درمیان جھگڑا پڑ جائے'' آپس کے جھگڑے کے موقع پر ایک مسلمان کو کیا کرنا چاہیے؟

جواب:《1》اپنے نفس کو کنٹرول کرے۔《2》ارادتاً اپنے آپ کو رسول ﷺ کے طریقے کا پابند بنائے۔《3》نازک مواقع پر بھی رسول ﷺ کی اطاعت سے نہ ہٹے۔《4》اسلامی شریعت کے فیصلوں پر دل سے راضی ہو۔《5》ان فیصلوں کو دل سے قبول کرے۔

سوال5:رسول ﷺ کو ماننے والا کون ہے؟

جواب:《1》اگر رسول ﷺ کا طریقہ مزاج کے خلاف ہو تب بھی دل کی رضامندی سے اُسے قبول کرے۔《2》اگر رسول ﷺ کا طریقہ مصلحت کے خلاف ہو تب بھی خوشی سے اُسے قبول کرے۔《3》جھگڑے کے موقع پر بھی رسول ﷺ کی راہ نمائی کو قبول کرے۔《4》اپنے آپ کو رسول ﷺ کے طریقے کا پابند بنائے۔《5》رسول ﷺ کی اطاعت پر جم جائے۔《6》فخر الدین رازی کہتے ہیں کہ ''اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کی قسم کھا کر کہا ہے کہ کوئی آدمی مومن ہو ہی نہیں سکتا جب تک کہ اس کے اندر مندرجہ ذیل شرطیں نہ پائی جائیں:(1)رسول اللہ ﷺ کے فیصلہ سے راضی ہونا۔(2)دل میں اس بات کا یقین رکھنا کہ رسول اللہ ﷺ کا فیصلہ ہی برحق ہے(3)رسول اللہ ﷺ کے فیصلہ کو قبول کرنے میں ذرا سا بھی تردد سے کام نہ لینا۔اس کے بعد لکھا کہ رسول اللہ ﷺ کی ہر صحیح حدیث اس آیت کے ضمن میں آتی ہے،اور وہ شخص جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھتا ہے،اس پر واجب ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی ہر صحیح حدیث کو قبول کرے،اور مذہبی تعصب کی وجہ سے کسی حدیث

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کوردنہ کرے، ورنہ اس آیت میں مذکوروعید اس کوبھی شامل ہوگی۔(تیسرالرحمٰن:272)

سوال6:ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ ''پھرآپ جوفیصلہ کردیں اس پروہ اپنے دلوں میں کوئی تنگی نہ پائیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:رسول اللہ ﷺ کا فیصلہ وہ ربانی فیصلہ ہےجس کے برحق ہونے کا دل میں اعتقاد رکھناضروری ہے اورعمل کے ذریعے بھی اس پرایمان رکھنے کاثبوت فراہم کرنا ضروری ہے۔اس لیے ضروری ہے کہ لوگوں کا ظاہروباطن اسے تسلیم کرلے اوراس کی حقانیت کے بارے میں دل کے کسی گوشے میں بھی شبہ باقی نہ رہے۔(تیسیرالرحمٰن)

سوال7:منافقین کے دلوں کی تنگی کیا ہے؟

جواب:《1》منافقین پچھلے رابطوں اورتعلقات سے آزادنہیں ہوئے۔خاندان، برادری،قوم،وطن اورسرزمین کی وابستگیاں انہیں جکڑے ہوئے ہیں۔اس وجہ سے وہ دل سے رسول اللہ ﷺ کے فیصلوں کوقبول نہیں کرپارہے۔《2》آیت کا مطلب یہ ہے کہ نبی ﷺ کے کسی فیصلے سے اختلاف کرنا تو دورکی بات ہے اس پردل میں گھٹن محسوس کرنا بھی ایمان کے خلاف ہے۔《3》یہ آیت منکرینِ حدیث کے علاوہ ان لوگوں کے لیے بھی لمحہ فکریہ ہےجن کے امام یاپیرکے خلاف کوئی آیت یاحدیث آجائے تووہ صرف دل میں ہی تنگی محسوس نہیں کرتے بلکہ ماننے سے بھی صاف انکارکردیتے ہیں کہ کیاہمارے امام کواس آیت وحدیث کاعلم نہ تھا؟یاپھراس کی تاویل کرنے،اسے ضعیف بنانے یااسے منسوخ قراردینے کے لیے اپنی ساری قوت صرف کردیتے ہیں۔(دعوۃ القرآن)《4》سالم بن عبداللہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے یہ حدیث بیان کی کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا:اگرتمہاری خواتین تم سے مساجدمیں جانے کی اجازت طلب کریں توتم انہیں مساجد میں جانے سے منع نہ کیا کرو۔یہ حدیث سن کرعبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بیٹے بلال بن عبداللہ کہنے لگے:''اللہ کی قسم!ہم توانہیں ضرورمنع کریں گے۔''عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ان کی طرف متوجہ ہوئے اورانہیں شدید برابھلاکہا،اتنابرابھلاکہا کہ میں نے آج تک انہیں کسی کواتنابرابھلاکہتے ہوئے نہیں دیکھااورانہوں نے فرمایا:''میں تمہیں رسول اللہ ﷺ کی حدیث بیان کرتاہوں اورتم کہتے ہو:اللہ کی قسم!ہم انہیں ضرورمنع کریں گے۔''(مسلم)《5》عبداللہ بن بریدہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک شخص(رشتہ دار)کودیکھا کہ وہ پتھر یاکنکریاں اٹھااٹھاکرپھینک رہاہےتوانہوں نے کہا

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ایسامت کرو کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے یا انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ اسے ناپسند فرماتے تھے اور آپ ﷺ کا ارشاد ہے: ''اس سے نہ شکار کیا جاسکتا ہے اور نہ اس سے دشمن کا خون بہایا جاسکتا ہے، ہاں یہ ہوسکتا ہے کہ یہ کسی کا دانت توڑ دیں اور کسی کی آنکھ پھوڑ دیں۔'' اس کے بعد عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ نے اسی آدمی کو پھر دیکھا کہ وہ اسی طرح کنکریاں یا پتھرا اٹھا کر پھینک رہا ہے تو وہ کہنے لگے، میں تمہیں رسول اللہ ﷺ کی حدیث بیان کرتا ہوں کہ آپ ﷺ نے ایسا کرنے سے منع فرمایا ہے یا اسے ناپسند کیا ہے اور تم پھر بھی اسی طرح کنکریاں پھینک رہے ہو! میں تم سے اتنا عرصہ بات نہیں کروں گا۔ ایک روایت میں ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں تم سے کبھی بات نہیں کروں گا۔ (بخاری:5479)

سوال 8: وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا'' اور وہ اسے تسلیم کرلیں، پوری طرح تسلیم کرنا'' اس کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ وہ رسول اللہ ﷺ کے فیصلے پر سرِ تسلیم خم کردیں۔ (تفسیر سعدی:536/1) ﴿2﴾ خاندان، برادریوں، قوموں وطن اور زمین کی وابستگیوں سے اُوپر اُٹھ کر اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ سے وابستگی کا ثبوت دیں۔ ﴿3﴾ حافظ ابن قیم رحمہ اللہ علیہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے دونوں جہانوں کی سعادت رسول اللہ ﷺ کی متابعت میں رکھ دی اور دونوں جہانوں کی بدبختی رسول اللہ ﷺ کی مخالفت میں ہے۔ ﴿4﴾ سیدنا انس سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک (پورا) مومن نہیں ہوسکتا جب تک اس کو میری محبت اپنے باپ اور اپنی اولاد اور سب لوگوں سے زیادہ نہ ہو۔ (بخاری:14) ﴿5﴾ وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ۭ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا اور کسی مومن مرد اور کسی مومن عورت کو یہ حق نہیں کہ جب اللہ تعالیٰ اور اُس کا رسول کسی معاملے کا فیصلہ کردیں تو اُن کے لیے خود اپنے معاملے میں اختیار ہو اور جو اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول کی نافرمانی کرے گا تو یقیناً وہ گمراہ ہوگیا، واضح گمراہ ہونا۔ (الاحزاب:36) ﴿6﴾ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ''میری امت کے لوگ سارے جنت میں جائیں گے' سوائے ان لوگوں کے جنھوں نے انکار کیا'' صحابہ کرام رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ یا رسول اللہ ﷺ کس نے انکار کیا؟'' آپ ﷺ نے فرمایا جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں داخل ہوگا اور جس نے میری نافرمانی کی (اس نے انکار کیا)'' (صحیح بخاری:7280) آپ ﷺ کی اتباع میں امن، فلاح، عزت، کفایت، نصرت، ولایت، تائید دنیا و آخرت میں اچھی زندگی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی مخالفت میں ذلت، پستی، خوف، گمراہی، رسوائی، دنیا و آخرت کی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

بدبختی ہے۔(بخاری)

وَلَوْ اَنَّا كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ اَنِ اقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ اَوِ اخْرُجُوْا مِنْ دِيَارِكُمْ مَّا فَعَلُوْهُ اِلَّا قَلِيْلٌ مِّنْهُمْ ؕ وَلَوْ اَنَّهُمْ فَعَلُوْا مَا يُوْعَظُوْنَ بِهٖ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَاَشَدَّ تَثْبِيْتًا(66)

اگر واقعتاً ہم ان پر فرض کر دیتے کہ اپنے آپ کو قتل کر دو یا اپنے گھروں سے نکل جاؤ تو وہ ایسا نہ کرتے مگر ان میں سے بہت تھوڑے لوگ اور اگر واقعتاً وہ اس پر عمل کرتے جس کی انہیں نصیحت کی جاتی ہے تو یقیناً ان کے لیے بہت بہتر اور زیادہ ثابت قدم رکھنے والا ہوتا۔(66)

سوال1: وَلَوْ اَنَّا كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ اَنِ اقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ اَوِ اخْرُجُوْا مِنْ دِيَارِكُمْ مَّا فَعَلُوْهُ ’’اگر واقعتاً ہم ان پر فرض کر دیتے کہ اپنے آپ کو قتل کر دو یا اپنے گھروں سے نکل جاؤ تو وہ ایسا نہ کرتے‘‘ قتلِ نفس اور جلاوطنی ایسے احکامات ہیں جو بہت مشکل ہیں‘‘ وضاحت کریں؟

جواب:《1》اگر یہ حکم دیا جاتا کہ ایک دوسرے کو قتل کر دو یا گھروں سے نکل جاؤ تو یہ احکامات فرائض کے طور پر نافذ ہو جاتے پھر عمل نہیں کیا جا سکتا تھا۔《2》اسی لیے اللہ تعالیٰ نے یہ احکامات عائد نہیں کیے۔

سوال2: اِلَّا قَلِيْلٌ مِّنْهُمْ ’’مگر ان میں سے بہت تھوڑے لوگ‘‘ اس میں رسول اللہ ﷺ نے کس کی طرف اشارہ کیا ہے؟

جواب:《1》قلیل کے حوالے سے رسول اللہ ﷺ نے اپنے ساتھیوں کی طرف اشارہ کیا۔《2》سیدنا عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ یہ فرائض عائد کرتا تو یہ ان قلیل لوگوں میں ہوتے۔《3》اگر یہ حکم نازل ہوتا تو ابن اُم عبد رضی اللہ عنہ بھی ان میں سے ہوتا۔(ابن کثیر)《4》قلیل سے مراد وہ لوگ ہیں جو ان میں سے اخلاص والے ہیں۔(الاساس فی التفسیر:1108/2)

سوال3: ہجرت اور جہاد سے انسان کو کیا فائدہ ہوتا ہے؟

جواب:《1》انسان کو ثابت قدمی نصیب ہوتی ہے۔《2》انسان کو اجرِ عظیم نصیب ہوتا ہے۔《3》انسان کو صحیح راستے کی طرف راہ نمائی نصیب ہوتی ہے۔

سوال4: وَلَوْ اَنَّهُمْ فَعَلُوْا مَا يُوْعَظُوْنَ بِهٖ ’’اور اگر واقعتاً وہ اس پر عمل کرتے جس کی انہیں نصیحت کی جاتی ہے‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》وَلَوْ اَنَّهُمْ فَعَلُوْا مَا يُوْعَظُوْنَ بِهٖ انہیں شریعت کی اتباع اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کی نصیحت کی جاتی ہے۔(تفسیر

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

فتح القدیر:619/1)﴿2﴾مَایُوۡعَظُوۡنَ بِہٖ اس سے مراد اللہ تعالیٰ کے احکامات اور اس کے نواہی میں جس سے نصیحت کی جاتی ہے۔

سوال5:لَکَانَ خَیۡرًا لَّہُمۡ وَ اَشَدَّ تَثۡبِیۡتًا''تو یقیناًان کے لیے بہت بہتر اور زیادہ ثابت قدم رکھنے والا ہوتا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾دنیا اور آخرت میں ان کے لیے بہتر ہوتا۔(تفسیر قرطبی:187/3)﴿2﴾تَثۡبِیۡتًا اس کے معنی یقین اور تصدیق کے ہیں۔(تفسیر ثعالبی:259/2)﴿3﴾جو حکم ہم نے انہیں دیئے ہیں وہ نہایت آسان اور ان کی خیر خواہی کے لیے آسان اور محض ان کی خیر خواہی کے لیے ہیں نصیحت مانیں اور ان احکام پر چلیں نفاق جاتا رہے گا ایمان کامل نصیب ہوگا۔اس امر کو غنیمت سمجھیں۔(اشرف الحواشی:107/1)﴿4﴾اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اگر انہوں نے اس چیز پر عمل کیا ہوتا جس کی انہیں نصیحت کی گئی ہے یعنی تمام اوقات کے مطابق ان کے لیے جو اعمال پیش کیے گئے ہیں،ان کے لیے اپنی ہمتیں صرف کرتے ان کے انتظام اور ان کی تکمیل کے لیے ان کے نفوس پوری کوشش کرتے اور جو چیز انہیں حاصل نہ ہوسکتی اس کے لیے کوشش نہ کرتے اور اس کے درپے نہ ہوتے اور بندے کے لیے یہی مناسب ہے کہ وہ اپنے حال پر غور کرے،جس کو قائم کرنا لازم ہے اس کی تکمیل میں جدوجہد کرے پھر بتدریج تھوڑا تھوڑا آگے بڑھتا رہے یہاں تک کہ جو دینی اور دنیاوی علم وعمل اس کے لیے مقدر کیا گیا ہے اسے حاصل کرلے۔یہ اس شخص کے برعکس ہے جو اس معاملے پر ہی نظریں جمائے رکھتا ہے جہاں تک وہ نہ پہنچ سکا۔اور نہ اس کو اس کا حکم دیا گیا تھا۔کیونکہ وہ تفریق ہمت،سستی اور غم ونشاط کی بنا پر اس منزل تک نہیں پہنچ سکا۔پھر ان کو جو نصیحت کی گئی ہے اس پر عمل کرنے سے جو نتائج نکلتے ہیں ان کے چار مراتب ہیں:اول:بھلائی کا حصول۔جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: لَکَانَ خَیۡرًا لَّہُمۡ ثانی:ثابت قدمی اور اس کے اضافے کا حصول۔ثالث:اللہ تعالیٰ نے فرمایا:وَّ اِذًا لَّاٰتَیۡنٰہُمۡ مِّنۡ لَّدُنَّاۤ اَجۡرًا عَظِیۡمًا رابع:صراطِ مستقیم کی طرف رہنمائی۔(تفسیر سعدی:535-538/1)

وَّ اِذًا لَّاٰتَیۡنٰہُمۡ مِّنۡ لَّدُنَّاۤ اَجۡرًا عَظِیۡمًا(67)

اور تب ہم انہیں یقیناً اپنی جانب سے اجرِ عظیم عطا کرتے۔(67)

سوال1:اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب:ابن جریر نے سدی سے روایت کیا ہے کہ جس وقت یہ آیت کریمہ نازل ہوئی تو ثابت بن قیس بن شماس انصاری اور ایک یہودی نے آپس میں فخر کیا۔یہودی کہنے لگا اللہ کی قسم!جب اللہ تعالیٰ نے ہم پر خودکشی فرض کی تو ہم نے خودکشی کرلی،ثابت بولے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اللہ کی قسم!اگر ہم پر بھی خودکشی فرض کی جاتی تو ہم ایسا کر لیتے اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی۔(تفسیر ابن عباس:276/1)

سوال2:وَّ اِذًا لَّاٰتَيْنٰهُمْ مِّنْ لَّدُنَّاۤ اَجْرًا عَظِيْمًا'' اور تب ہم انہیں یقیناً اپنی جانب سے اجرِ عظیم عطا کرتے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》اجرِ عظیم سے مراد آخرت کا اجر ہے۔اللہ تعالیٰ نے ایسے کام کرنے کی صورت میں جس کی نصیحت کی جاتی ہے ثابت قدمی اور بہتری کے ساتھ اجرِ عظیم کا وعدہ کیا ہے۔《2》سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا کہ بلاشبہ جنت میں سو درجے ہیں جن کو اللہ نے ان لوگوں کے لیے تیار فرمایا ہے جو اس کی راہ میں جہاد کرنے والے ہیں ہر دو درجوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا آسمان وزمین کے درمیان فاصلہ ہے سو جب تم اللہ سے سوال کرو تو جنت الفردوس کا سوال کرو کیونکہ وہ جنت کا سب سے زیادہ بہتر اور بلند درجہ ہے اور اس کے اوپر رحمٰن کا عرش ہے اور اسی سے جنت کی نہریں جاری ہیں۔(رواہ البخاری:1104/2)《3》سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بلاشبہ(عام)جنتی بالاخانوں کے رہنے والوں کو اپنے اوپر اس طرح دیکھیں گے جیسے تم (دنیا میں) چمکدار ستارہ کو دیکھتے ہو جو آسمان کے کناروں میں مشرق یا مغرب کی جانب دور نظر آ رہا ہو اور یہ ان کے آپس کے فرق مراتب کی وجہ سے ہوگا۔صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ یہ تو انبیاء کرام کے رہنے کی جگہیں ہوں گی جہاں اور کوئی نہ پہنچے گا۔آپ نے فرمایا قسم اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے انبیاء کرام کے علاوہ وہ لوگ ان میں رہیں گے جو اللہ پر ایمان لائے اور پیغمبروں کی تصدیق کی۔(بخاری:461/1)

وَّ لَهَدَيْنٰهُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا(68)

اور لازماً ہم انہیں سیدھے راستے پر چلنے کی ہدایت دیتے۔(68)

سوال1:وَّ لَهَدَيْنٰهُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا'' اور لازماً ہم انہیں سیدھے راستے پر چلنے کی ہدایت دیتے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》'' اور لازماً ہم انہیں سیدھے راستے پر چلنے کی ہدایت دیتے''ہم انہیں دینِ حق پر ثبات عطا کرتے اور ان کے دلوں کو ہدایت عطا کرتے۔《2》صراطِ مستقیم سے مراد اسلام ہے جو کمال کا راستہ ہے اور دونوں زندگیوں کی سعادت ہے اور ہدایت سے مراد توفیق ہے۔

سوال2:اللہ تعالیٰ نے سیدھے راستے پر گامزن کرنے کا وعدہ کس صورت میں کیا ہے؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب: اللہ تعالیٰ نے نصیحت پر عمل کرنے کی صورت میں سیدھے راستے پر گامزن کرنے کا وعدہ کیا ہے۔

وَ مَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ فَاُولٰٓىٕكَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَ الصِّدِّیْقِیْنَ وَ الشُّهَدَآءِ وَ
الصّٰلِحِیْنَ ۚ وَ حَسُنَ اُولٰٓىٕكَ رَفِیْقًا(69)

اور جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا تو وہ ان کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا، نبیوں اور صدیقوں اور شہیدوں اور صالحین میں سے! اور یہی بہترین ساتھی ہیں۔(69)

سوال 1: اس آیت کا شانِ نزول بتائیں؟

جواب: ابن جریر میں ہے کہ ایک انصاری نبی ﷺ کے پاس آئے۔ آپ ﷺ نے دیکھا کہ وہ سخت مغموم ہیں۔ سبب دریافت کیا تو جواب ملا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! یہاں تو صبح شام ہم لوگ آپ کی خدمت میں آبیٹھتے ہیں دیدار بھی ہو جاتا ہے اور دو گھڑی صحبت بھی میسر ہو جاتی ہے لیکن کل قیامت کے دن تو آپ ﷺ نبیوں کی اعلیٰ مجلس میں ہوں گے۔ ہم تو آپ ﷺ تک پہنچ بھی نہ سکیں گے۔ حضور ﷺ نے کچھ جواب نہ دیا اس پر سیدنا جبرئیل علیہ السلام یہ آیت لائے تو آپ ﷺ نے آدمی بھیج کر انہیں یہ خوشخبری سنادی۔ (تفسیر ابن کثیر) معالم التنزیل لکھتے ہیں کہ سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ جو رسول اللہ ﷺ کے آزاد کردہ غلام تھے ان کو رسول اللہ ﷺ سے بہت محبت تھی اور آپ کی زیارت کے بغیر صبر نہیں کر سکتے تھے۔ ایک دن حاضر خدمت ہوئے تو ان کے چہرے کا رنگ بدلا ہوا تھا جس کی وجہ سے رنج وغم کا اثر ظاہر ہو رہا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ تمہارا رنگ کس چیز نے بدل دیا؟ عرض کیا یا رسول اللہ نہ مجھے کوئی مرض ہے نہ کوئی تکلیف ہے صرف اتنی بات ہے کہ مجھے آپ کی ملاقات کا بہت زیادہ شوق ہوا اور اس کے بغیر مجھے چین نہ آیا اور اپنے اندر بہت سخت وحشت محسوس کرتا رہا پھر مجھے آخرت یاد آگئی اس پر یہ خیال آیا کہ میں وہاں آپ کو نہ دیکھ سکوں گا اور اگر جنت میں داخلہ نہ ملا تو کبھی بھی آپ کو نہ دیکھ سکوں گا اس پر آیت بالا نازل ہوئی۔ معلوم ہوا کہ باوجود درجات مختلف ہونے کے اہل جنت کی آپس میں معیت اور ملاقات ہوگی۔ (معالم التنزیل: 450/1)

سوال 2: وَ مَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ ''اور جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ''اور جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا'' یعنی فرائض ادا کریں اور نواہی سے اجتناب کریں۔ (تفسیر خازن: 397/1)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال3: فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ”تو وہ ان کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا“ کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》اللہ تعالیٰ نے جو انعام کیا وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان، اس کی معرفت، اس کی محبت اور ناراضگی کی معرفت اور اس کے پسند کے کاموں کی توفیق اور اس کی ناراضگی کے کاموں کو چھوڑنے کی توفیق اور جہاں تک آخرت کے انعامات کا تعلق ہے تو وہ نعمتوں والے گھر میں جگہ پانا ہے۔(ایسر التفاسیر:276)《2》اللہ تعالیٰ کا انعام جنت میں داخلہ اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے کیے گئے وعدوں کا پالینا ہے۔(تفسیر فتح القدیر:619/1)《3》سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر دو بندوں نے اللہ تعالیٰ کے لیے آپس میں محبت کی اگر ان میں سے ایک شخص مشرق میں تھا اور دوسرا مغرب میں تھا تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان دونوں کو جمع فرمائیں گے اور ارشاد ہو گا کہ یہ ہے وہ شخص جس سے تو میرے لیے محبت کرتا تھا۔(مشکوۃ المصابیح:427)《4》سیدنا ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ میں نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ کا اس شخص کے بارے میں کیا ارشاد ہے جو ایک جماعت سے محبت رکھتا ہے لیکن ان سے میل نہیں ہو سکا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ ”انسان اس کے ساتھ ہو گا جس سے وہ محبت رکھتا ہے۔“(بخاری:6169)《5》سیدنا انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ یہ سن کر ہم اتنا خوش ہوئے کہ اس طرح کسی بات پر ہم خوش نہیں ہوئے تھے۔ کہتے ہیں کہ میں نبی ﷺ اور سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے محبت رکھتا ہوں اور امید کرتا ہوں کہ اس محبت کی وجہ سے ان کے ساتھ ہوں گا اگرچہ میں ان کے (نیک) اعمال کی طرح (نیک) اعمال نہ کر سکا۔(بخاری:3688)

سوال4: مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ”نبیوں اور صدیقوں اور شہیدوں اور صالحین میں سے“ کی وضاحت کریں؟

جواب: اس آیت میں چار قسم کے انعام یافتہ لوگوں کا ذکر کیا گیا ہے:《1》**انبیاء:** جو اپنی اُمت کے افضل ترین افراد تھے۔《2》**صدیق:** جو ہمیشہ سچ بولنے والا، حق کی گواہی دینے والا، حق کا ساتھ دینے والا ہو۔ صدیقین وہ لوگ ہیں جنہوں نے اس وحی کی کامل تصدیق کی جو رسول لے کر آئے تھے۔ اور انہوں نے حق کو جان لیا اور یقین کامل کے ساتھ اس کی تصدیق کی اور پھر اپنے قول و فعل، حال اور اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دے کر اس حق کو قائم کیا۔(تفسیر سعدی:539/1) رب العزت کا ارشاد ہے: وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصِّدِّيْقُوْنَ ۖ وَالشُّهَدَآءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۭ لَهُمْ اَجْرُهُمْ وَنُوْرُهُمْ ۭ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ اور جو اللہ تعالیٰ پر اور اُس کے رسولوں پر ایمان لائے، وہی لوگ بہت سچے ہیں

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اور وہی اللہ تعالیٰ کے پاس گواہی دینے والے ہیں، اُن کے لیے ان کا اجر اور اُن کا نور ہے اور جنھوں نے کفر کیا اور ہماری آیات کو جھٹلایا یہی لوگ دوزخی ہیں۔(الحدید:19) رسول اللہ ﷺ نے اپنے سفر معراج کے بارے میں قریش کو اطلاع دی تو اکثر لوگوں نے کہا کہ واللہ یہ تو صاف نا قابلِ قبول ہے۔ بہت سے لوگ جنھوں نے اسلام اختیار کر لیا تھا مرتد ہو گئے۔ لوگ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور ان سے کہا: اے ابوبکر! کیا تمھیں اپنے دوست کے متعلق اب بھی حسنِ ظن ہے؟ وہ تو دعویٰ کرتا ہے کہ آج کی رات وہ بیت المقدس پہنچا، وہاں نماز پڑھی اور مکہ واپس آیا۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: واللہ! اگر انہوں نے ایسا کہا تو سچ کہا۔ پھر وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور آپ ﷺ سے تفصیلات سنیں۔ کہتے جاتے تھے: میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ''اے ابوبکر! تم صدیق ہو۔'' غرض اسی دن آپ ﷺ نے انہیں ''صدیق'' کا لقب عطا فرمایا۔(سیرت ابنِ ہشام) ﴿3﴾ **شہید**: جو اپنی جان دے کر یہ ثابت کرتا ہے کہ جس چیز پر وہ ایمان لایا تھا وہ سچ ہے۔ ﴿4﴾ صالح: وہ انسان جس کے ہر عمل سے نیکی ظاہر ہوتی ہے اور جو ساری زندگی میں نیک رویہ رکھے۔

سوال5: وَالصِّدِّيقِينَ'' اور صدیقوں'' صدیقیت سے کیا مراد ہے؟

جواب: صدیقیت سے مراد ایمان اور اطاعت کا کمال ہے۔

سوال6: وَالصّٰلِحِينَ'' اور صالحین'' صالح کون ہے؟

جواب: جو اللہ تعالیٰ کے حقوق اور بندوں کے حقوق کا مکمل طور پر خیال رکھے اور ان میں کسی قسم کی سستی اور کوتاہی نہ کرے۔

سوال7: وَحَسُنَ أُولٰٓئِكَ رَفِيقًا'' اور یہی بہترین ساتھی ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اس سے مراد جنت کے اچھے رفیق ہیں۔ ﴿2﴾ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا تھا، آپ ﷺ نے فرمایا: '' جو نبی مرض الموت میں بیمار ہوتا ہے تو اسے دنیا اور آخرت کا اختیار دیا جاتا ہے۔ چنانچہ مرض الموت میں جب آنحضرت ﷺ کی آواز گلے میں پھنسنے لگی تو میں نے سنا کہ آپ ﷺ فرما رہے تھے: '' ان لوگوں کے ساتھ جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا ہے یعنی انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین کے ساتھ'' اس لیے میں سمجھ گئی کہ آپ ﷺ کو اختیار دیا گیا ہے(اور آپ ﷺ نے اللّٰھم بالرفیق الاعلیٰ کہہ کر آخرت کو پسند فرمایا۔)(بخاری:4586) ﴿3﴾ سیدنا ربیعہ بن کعب اسلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں رات رسول اللہ ﷺ کے پاس گزارتا تھا اور آپ ﷺ کے استنجاء اور وضو کے لیے پانی لایا کرتا تھا۔ آپ ﷺ نے ایک رات فرمایا: '' مانگو!'' میں نے کہا: '' میں جنت میں آپ ﷺ کی رفاقت کا

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال کرتا ہوں۔" آپ ﷺ نے فرمایا:"اس کے علاوہ اور کچھ؟" میں نے عرض کیا:"بس یہی۔" آپ ﷺ نے فرمایا:"تو اپنے معاملے میں سجود کی کثرت کے ساتھ میری مدد کرو۔" (مسلم:1094)《4》سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے تو رسول اللہ ﷺ سے محبت ہے، ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما سے بھی محبت ہے لہٰذا مجھے یہی امید ہے کہ ان کے ساتھ محبت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ مجھے بھی ان کے ساتھ ہی اٹھائے گا گو کہ میں ان جیسے عمل نہ کرسکا۔ (بخاری:3688)《5》اَللّٰھُمَّ اِنِّیٓ اَسْئَلُکَ اِیْمَانًا لَّایَرْتَدُّ وَنَعِیْمًا لَّایَنْفَدُ وَمُرَافَقَةَ مُحَمَّدٍ ﷺ فِیْ اَعْلٰی جَنَّةِ الْخُلْدِ "اے اللہ! میں تجھ سے کبھی نہ پھرنے والے ایمان کا سوال کرتا ہوں اور ایسی نعمت کا جو کبھی ختم نہ ہو اور جنتِ خلد کے اعلیٰ درجوں میں محمد ﷺ کی رفاقت کا۔" (ابن حبان:604/2436)

ذٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللّٰهِ ؕ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ عَلِيْمًا (70)

یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے اور اللہ تعالیٰ کافی ہے، سب کچھ جاننے والا ہے۔(70)

سوال1: ذٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللّٰهِ "یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے" اللہ تعالیٰ کے فضل سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس آیتِ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جنت میں انبیاء، صدیقین اور شہداء کی رفاقت اللہ کے فضل و کرم سے ملے گی، عبادتوں کی وجہ سے نہیں۔ عبادتیں تو ایک بہانہ ہوں گی۔ (تیسیر الرحمٰن)

سوال2: وَ كَفٰى بِاللّٰهِ عَلِيْمًا "اور اللہ تعالیٰ کافی ہے، سب کچھ جاننے والا ہے" کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے احوال کا علم رکھتا ہے اور وہ جانتا ہے کہ ان میں سے کون ان اعمال صالحہ کے ذریعے سے جن پر ان کے دل اور اعضاء متفق ہوں، ثواب جزئل (زیادہ اجر) کا مستحق ہے۔ (تفسیر سعدی:1/539)

رکوع نمبر7

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا خُذُوْا حِذْرَكُمْ فَانْفِرُوْا ثُبَاتٍ اَوِ انْفِرُوْا جَمِيْعًا (71)

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اپنے بچاؤ کا سامان لے لو، چنانچہ تم دستوں میں نکلو یا اکٹھے ہی نکل پڑو۔(71)

سوال1: ان آیات کا سبب نزول کیا ہے؟

جواب: یہ آیات غزوۂ احد کے بعد اور غزوۂ احزاب سے پہلے نازل ہوئیں۔ احد کی شکست کے بعد ارد گرد کے قبائل کی ہمتیں

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

بلند ہوگئی تھیں۔مسلمان ہر طرف سے خطرات میں گھرے ہوئے تھے۔آئے دن یہ پتہ چلتا تھا کہ فلاں قبیلے نے بغاوت کر دی ہے،فلاں قبیلے نے مسلمان مبلغین کو مار ڈالا ہے۔ان حالات میں مسلمانوں کی طرف سے ہمہ وقت تیاری کی ضرورت تھی تا کہ اسلام کا دفاع کیا جا سکے اس موقع پر یہ آیات نازل ہوئیں۔(تیسیر القرآن:425/1)

سوال 2:یٰٓاَیُّھَاالَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡاخُذُوۡاحِذۡرَکُمۡ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو!اپنے بچاؤ کا سامان لے لو'' سے کیا مراد ہے؟

جواب:《1》اس آیت میں محمد ﷺ کی امت کے مخلص لوگوں سے خطاب ہے،انہیں جہاد کا،فی سبیل اللہ نکلنے کا اور اسلام کی حمایت کا حکم دیا گیا ہے(تفسیر فتح القدیر:620/1)《2》یہ حکم ان تمام اسباب کو شامل ہے جو دشمن کے خلاف جنگ میں مدد دیتے ہیں۔جن کے ذریعے سے دشمن کی چالوں اور سازشوں کو ناکام بنایا جاتا اور اس کی قوت کو توڑا جاتا ہے مثلاً قلعہ بندیوں اور خندقوں کا استعمال،تیراندازی اور گھڑسواری سیکھنا،ان تمام صنعتوں کا علم حاصل کرنا جو دشمن کے خلاف جنگ میں مدد دیتا ہے،وہ علوم سیکھنا جن کے ذریعے سے دشمن کے خارجی اور داخلی حالات اور ان کی سازشوں سے باخبر رہا جا سکے اور اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کے لیے نکلنا۔(تفسیر سعدی:540/1)《3》اس حکم کا مقصد یہ ہے کہ اپنے لیے ساز و سامان بھی تیار کرو تا کہ دشمن کا مقابلہ کر سکو اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کے لیے بھی زیادہ سے زیادہ لوگوں کو تیار رکھو۔《4》اسی بارے میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔وَاَعِدُّوۡالَھُمۡ مَّااسۡتَطَعۡتُمۡ مِّنۡ قُوَّۃٍوَّمِنۡ رِّبَاطِ الۡخَیۡلِ تُرۡھِبُوۡنَ بِہٖ عَدُوَّاللّٰہِ وَعَدُوَّکُمۡ وَاٰخَرِیۡنَ مِنۡ دُوۡنِھِمۡ ۚ لَا تَعۡلَمُوۡنَھُمۡ ۚ اَللّٰہُ یَعۡلَمُھُمۡ ؕ وَمَاتُنۡفِقُوۡامِنۡ شَیۡءٍفِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ یُوَفَّ اِلَیۡکُمۡ وَاَنۡتُمۡ لَاتُظۡلَمُوۡنَ اور جو تم استطاعت رکھتے ہو ان کے (مقابلے) کے لیے قوت سے اور گھوڑے باندھنے سے تیاری کرو تم اس سے اللہ تعالیٰ کے دشمن کو اور اپنے دشمن کو اور ان کے علاوہ دوسروں کو خوف زدہ کرو گے،جنہیں تم نہیں جانتے،اللہ تعالیٰ ان کو جانتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں جو چیز بھی تم خرچ کرو گے وہ پوری پوری تمہاری طرف لوٹا دی جائے گی اور تم پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔(الانفال:60)《5》سہیل نے کہا:جو شخص یہ کہتا ہے کہ توکل اسباب کو چھوڑ کر ہوتا ہے وہ سنت رسول پر طعن کرتا ہے کیونکہ اللہ عزوجل نے فرمایا:فَکُلُوۡامِمَّاغَنِمۡتُمۡ حَلٰلًاطَیِّبًا ۫ۖ وَّاتَّقُوااللّٰہَ ؕ اِنَّ اللّٰہَ غَفُوۡرٌرَّحِیۡمٌ سو جو مالِ غنیمت تم نے حاصل کیا ہے اُس میں سے کھاؤ،حلال اور پاک ہے۔اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو،بلاشبہ اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا،نہایت رحم والا ہے۔(الانفال:69)《6》رب العزت کا فرمان ہے:اِنۡفِرُوۡاخِفَافًاوَّثِقَالًاوَّجَاھِدُوۡابِاَمۡوَالِکُمۡ وَاَنۡفُسِکُمۡ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ ؕ ذٰلِکُمۡ خَیۡرٌلَّکُمۡ اِنۡ کُنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ اللہ تعالیٰ کی راہ میں نکلو ہلکے ہو یا بوجھل اور اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرو،یہ تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم جانتے ہو۔(التوبہ:41)《7》ابوسعید

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ عرض کیا گیا: یارسول اللہ ﷺ! کون شخص سب سے افضل ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ مومن جواللہ کے راستے میں اپنی جان اور مال سے جہاد کرے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا: اوراس کے بعد کون؟ فرمایا: وہ مومن جو پہاڑ کی کسی گھاٹی میں رہنا اختیار کرے، اللہ تعالیٰ کا خوف رکھتا ہو اور لوگوں کو چھوڑ کر اپنی برائی سے ان کو محفوظ رکھے۔ (صحیح بخاری 2786:)﴿8﴾ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس کی موت واقع ہوگئی اوراس نے جہاد نہ کیا اور نہ اس کے دل میں اس کی تمنا ہوئی تو وہ نفاق کے شعبہ پر مرا۔ (صحیح مسلم: 4931)﴿9﴾ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جس سال تبوک کی لڑائی ہوئی، اس سال رسول اللہ ﷺ اپنی سواری سے پیٹھ لگائے ہوئے لوگوں کو خطبہ سنا رہے تھے۔ پھر فرمایا: سنو میں تم کو خبر دیتا ہوں بھلے آدمی کی اور برے آدمی کی، بہتر اور بھلا آدمی لوگوں میں وہ شخص ہے جس نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنے گھوڑے کی پیٹھ یا اونٹ پر سوار ہو کر یا اپنے پاؤں سے چل کر کام کیا یہاں تک کہ اس کو موت نے آلیا یعنی اسی کام میں مر گیا اور سب سے بدتر اور شریر وہ شخص ہے جو بدکار ہے کہ کتاب اللہ کو پڑھتا ہے اوراس کتاب کے مضمون میں سے کسی چیز کا خیال نہیں کرتا۔ (سنن نسائی: 3108)﴿10﴾ بعض مفسرین نے کہا یہ آیت جہاد کے واجب ہونے اور بچاؤ کا سامان ساتھ لینے کے واجب ہونے پر دلیل ہے۔ (تفسیر قاسمی: 304/5)

سوال3: فَانۡفِرُوۡا ثُبَاتٍ اَوِانۡفِرُوۡا جَمِيۡعًا ''چنانچہ تم دستوں میں نکلو یا اکٹھے ہی نکل پڑو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ثُبَاتٍ سے مراد ٹکڑیاں، دستے اور سواروں کی جماعت ہے۔ ﴿2﴾ اَوِانۡفِرُوۡا جَمِيۡعًا ''چنانچہ تم دستوں میں نکلو یا اکٹھے ہی نکل پڑو'' یعنی سب نکل پڑو۔ ﴿3﴾ اسلام اور مسلمانوں کے وجود کے لیے جنگ ناگزیر تھی کیونکہ اردگرد بے شمار مخالفتیں تھیں جن میں وہ گھرے ہوئے تھے۔ ﴿4﴾ مدینہ کی اسلامی ریاست کے اندر منافقین اور یہودی مسلمانوں کے خلاف گہری سازشیں کر رہے تھے اس لیے حکم دیا گیا کہ چھوٹے دستوں کی شکل میں نکلو یا بڑے لشکر (فوج) کی صورت میں جیسے ضرورت پیش آئے۔

سوال4: عرب میں جنگ کے کون سے طریقے معروف تھے؟

جواب: ﴿1﴾ گوریلا جنگ جو ٹکڑیوں اور دستوں کی صورت میں دشمن پر چھاپا مارتی تھی۔ ﴿2﴾ منظم فوج کی صورت میں لشکر کشی۔ نبی ﷺ نے دونوں طرح سے جنگیں لڑی ہیں۔

سوال5: اس آیت میں اہلِ ایمان کو کیا ہدایات دی گئی ہیں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کے مقابلے میں ہر وقت چوکنا رہیں۔ ﴿2﴾ پُرامن تدبیروں اور جنگی تیاریوں سے اپنے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

بچاؤ کا انتظام کریں۔《3》متفرق طور پر بھی اور مل کر بھی دشمن کا مقابلہ کریں۔

وَاِنَّ مِنۡكُمۡ لَمَنۡ لَّيُبَطِّئَنَّ ۚ فَاِنۡ اَصَابَتۡكُمۡ مُّصِيۡبَةٌ قَالَ قَدۡ اَنۡعَمَ اللّٰهُ عَلَىَّ اِذۡ لَمۡ اَكُنۡ مَّعَهُمۡ شَهِيۡدًا(72)

اور بلاشبہ تم میں یقیناً وہ بھی ہے جو نکلنے میں ضرور بہ ضرور دیر لگائے گا، چنانچہ اگر تمہیں کوئی مصیبت آ پہنچے تو کہے گا: ''یقیناً اللہ تعالیٰ نے مجھ پر انعام کیا جب کہ میں ان کے ساتھ موجود نہ تھا۔(72)

سوال1: وَاِنَّ مِنۡكُمۡ لَمَنۡ لَّيُبَطِّئَنَّ ''اور بلاشبہ تم میں یقیناً وہ بھی ہے جو نکلنے میں ضرور بہ ضرور دیر لگائے گا''لڑائی کے لیے نکلنے میں دیر لگانے سے کیا مراد ہے؟

جواب:《1》لڑائی کے لیے نکلنے میں دیر لگانے سے مراد یہ ہے کہ جنگ کے لیے نکلنے میں نقصان کا اندیشہ نظر آئے تو عذر تلاش کرنا، دوسروں کی ہمت توڑنا اور ایسی باتیں کرنا جس سے خود بھی رُکیں اور دوسروں کو بھی روکیں۔《2》یہ خطاب منافقوں کے لیے ہے جنگ کے دوران ان کا جو کردار ہوتا ہے اسے بے نقاب کیا گیا ہے۔《3》عبداللہ بن ابی نے غزوہ احد کے موقع پر لوگوں کو بھڑکایا تھا اور منافقوں کو ساتھ لے کر راستے سے واپس چلا گیا تھا۔《4》رب العزت نے اسی رویے کی ایک اور جگہ وضاحت فرمائی ہے۔ اِنۡ تُصِبۡكَ حَسَنَةٌ تَسُؤۡهُمۡ ۚ وَاِنۡ تُصِبۡكَ مُصِيۡبَةٌ يَّقُوۡلُوۡا قَدۡ اَخَذۡنَاۤ اَمۡرَنَا مِنۡ قَبۡلُ وَيَتَوَلَّوۡا وَّهُمۡ فَرِحُوۡنَ اگر آپ کو کوئی بھلائی پہنچے تو ان کو بُری لگتی ہے اور اگر آپ کو کوئی مصیبت پہنچے تو کہتے ہیں کہ بلاشبہ ہم نے اپنے معاملے میں پہلے ہی احتیاط اختیار کر لی تھی اور اس حال میں پلٹتے ہیں کہ وہ خوش ہوتے ہیں۔(التوبہ:50)

سوال2: فَاِنۡ اَصَابَتۡكُمۡ مُّصِيۡبَةٌ ''چنانچہ اگر تمہیں کوئی مصیبت آ پہنچے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: مقاتل نے کہا: اس دشمن سے پہنچے والی مصیبت اور زندگی کی سختیاں اور تنگیاں ہیں۔《2》دشمن سے مصیبت یا تو شکست کی صورت میں پہنچتی ہے یا توقتل کی صورت میں اور زندگی میں۔

سوال3: اللہ تعالیٰ کی راہ میں جنگ سے کون جی چراتا ہے؟

جواب:《1》اللہ تعالیٰ کی راہ میں جنگ سے وہ جی چراتا ہے جو دنیا کے نقصان کا خطرہ مول لیے بغیر آخرت کا سودا کرنا چاہتا ہے۔《2》جو اسلام قبول کرنے کے باوجود موجودہ دنیا کے مفادات میں جی رہا ہو۔《3》جن کو آخرت کی اہمیت کا احساس نہ ہو۔

سوال4: قَالَ قَدۡ اَنۡعَمَ اللّٰهُ عَلَىَّ اِذۡ لَمۡ اَكُنۡ مَّعَهُمۡ شَهِيۡدًا ''تو کہے گا یقیناً اللہ تعالیٰ نے مجھ پر انعام کیا جب کہ میں ان کے ساتھ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

موجود نہ تھا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》اس آیت کریمہ میں یہ ذکر کیا گیا ہے کہ جب منافقوں نے سنا کہ مسلمانوں کو یہ مصیبت آئی کہ دشمنوں نے قتل کیا یا انہیں زخم پہنچے تو وہ اپنی جنگ سے عدم موجودگی کو نعمت سمجھتے ہیں۔《2》اپنی ضعف عقل اور ضعف ایمان کی وجہ سے سمجھتا ہے کہ جہاد سے جی چرا کر پیچھے بیٹھ رہنا نعمت ہے۔ حالانکہ یہی تو مصیبت ہے۔ وہ نہیں جانتا کہ حقیقی نعمت تو اس بڑی نیکی کی توفیق ہے جس کے ذریعے سے ایمان قوی ہوتا ہے اور اس کی وجہ سے بندہ عذاب وخسران سے محفوظ ہوتا ہے اور اس جہاد میں ثواب اور رب کریم ووہاب کی رضا حاصل ہوتی ہے۔ رہا جہاد چھوڑ کر بیٹھ رہنا تو اگر چہ پیچھے رہنے والا تھوڑا سا آرام تو کر لیتا ہے مگر اس آرام کے بعد طویل دکھ اور بڑی تکلیف کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور وہ اس عظیم اجر وثواب سے بھی محروم ہو جاتا ہے جو مجاہدین کو حاصل ہوتا ہے۔ (تفسیر سعدی:541/1)

سوال5: جو لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں نکلنے سے جی چراتے ہیں وہ جنگ سے اپنی غیر حاضری کو نعمت کیوں محسوس کرتے ہیں؟

جواب:《1》جو لوگ اپنا مقصدِ تخلیق نہیں سمجھتے وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت نہیں کرنا چاہتے اس لیے اس کی راہ میں نکلنے سے جی چراتے ہیں۔ ان کے نزدیک نہ نکلنا بچنا ہے۔ اس بچنے کو وہ نعمت سمجھتے ہیں۔《2》جو لوگ زندگی کا مقصد نہیں رکھتے، اللہ تعالیٰ کے دین کی سربلندی کے لیے راستے کی مشکلات کو برداشت کرنے کا حوصلہ نہیں رکھتے، دراصل وہ اس دین کو نہ اپنی ضرورت خیال کرتے ہیں نہ اس کی خاطر مشکلات برداشت کرنے کی اہمیت کو سمجھتے ہیں۔ وہ بچ نکلتے ہیں اور بچ نکلنے کو نعمت محسوس کرتے ہیں۔《3》اللہ تعالیٰ اپنی اطاعت اور جہاد کے لیے مواقع اس وجہ سے دیتے ہیں تاکہ انسان اپنی بشری کمزوریوں پر قابو پائیں اور دنیا کی قید سے آزاد ہو جائیں لیکن اطاعت سے جی چرانے والے ان مواقع سے بچ نکلنے میں عافیت سمجھتے ہیں حالانکہ اپنی کمزوریوں سے نجات حاصل کرنے میں عافیت ہے۔

سوال6: اللہ تعالیٰ کی راہ کا مجاہد کون ہے؟

جواب:《1》مجاہد فی سبیل اللہ وہ ہے جو صرف آخرت کا طلب گار ہو۔《2》جو دنیا کے فائدے اور دنیا کی مصلحتیں قربان کر کے اللہ تعالیٰ کی راہ میں آگے بڑھنے والا ہو۔

وَلَئِنْ اَصَابَكُمْ فَضْلٌ مِّنَ اللّٰهِ لَيَقُوْلَنَّ كَاَنْ لَّمْ تَكُنْ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهٗ مَوَدَّةٌ يّٰلَيْتَنِيْ كُنْتُ مَعَهُمْ فَاَفُوْزَ فَوْزًا عَظِيْمًا(73)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اور یقیناً اگر تمہیں اللہ تعالیٰ کے فضل سے (فتح یا غنیمت) مل جائے تو وہ ضرور کہے گا گویا تمہارے اور اس کے درمیان کوئی دوستی ہے ہی نہیں، اے کاش! میں بھی ان کے ساتھ ہوتا کہ میں بھی عظیم کامیابی حاصل کرتا۔(73)

سوال1: وَلَئِنۡ اَصَابَكُمۡ فَضۡلٌ مِّنَ اللّٰهِ ''اور یقیناً اگر تمہیں اللہ تعالیٰ کے فضل سے (فتح یا غنیمت) مل جائے'' منافق کے نزدیک اللہ تعالیٰ کا فضل کیا ہے؟

جواب: مقاتل بن حیان نے کہا: منافق کے نزدیک فضل ملنے سے مراد فتح غنیمت اور رزق میں وسعت ہے۔(ابن ابی حاتم:1000/3)

سوال2: لَيَقُوۡلَنَّ كَاَنۡ لَّمۡ تَكُنۡۢ بَيۡنَكُمۡ وَبَيۡنَهٗ مَوَدَّةٌ ''تو وہ ضرور کہے گا گویا تمہارے اور اس کے درمیان کوئی دوستی ہے ہی نہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ لَيَقُوۡلَنَّ ''تو وہ ضرور کہے گا'' منافق اپنے بیٹھ رہنے پر ندامت محسوس کرتے ہوئے، دنیا کے مفادات چکنا چور ہوتے دیکھ کر اور مال غنیمت کے چھوٹ جانے پر حسرت محسوس کرتے ہوئے کہے گا۔﴿2﴾ مَوَدَّةٌ یہاں اس سے مراد دینی تعلق اور اس تعلق کی معرفت ہے۔﴿3﴾ منافق دینی تعلق کی سمجھ نہیں رکھتے اسی وجہ سے انہوں نے مال غنیمت کی محبت میں کہا: اے کاش! میں بھی ان کے ساتھ ہوتا تو عظیم کامیابی حاصل کرتا۔

سوال3: اگر اللہ تعالیٰ کی راہ میں مجاہدین کامیاب ہو جائیں تو منافقوں کا طرزِ عمل کیا ہوتا ہے؟

جواب:﴿1﴾ اگر مالِ غنیمت نصیب ہو تو سخت پشیمان ہوتے ہیں کہ کیوں نہ اس نفع بخش جنگ میں شریک ہوئے۔﴿2﴾ منافق کا طرزِ عمل گھٹیا ہوتا ہے اور معیار خالص دنیاوی ہوتا ہے۔

سوال4: يٰلَيۡتَنِىۡ كُنۡتُ مَعَهُمۡ فَاَفُوۡزَ فَوۡزًا عَظِيۡمًا ''اے کاش! میں بھی ان کے ساتھ ہوتا کہ میں بھی عظیم کامیابی حاصل کرتا'' منافق بڑی کامیابی کسے سمجھتا ہے؟

جواب:﴿1﴾ منافق مالِ غنیمت کے حصول کو بڑی کامیابی سمجھتا ہے۔﴿2﴾ مقاتل بن حیان نے کہا: یہ منافق کا قول ہے جو پیچھے رہ جانے پر نادم ہے اور تمنا کرتا ہے اے کاش! میں ان کے ساتھ ہوتا۔(ابن ابی حاتم:1000/3)﴿3﴾ قتادہ کہتے ہیں کہ یہ قول حاسد کا ہے۔(تفسیر جامع البیان:196/5)

فَلۡيُقَاتِلۡ فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ الَّذِيۡنَ يَشۡرُوۡنَ الۡحَيٰوةَ الدُّنۡيَا بِالۡاٰخِرَةِ ؕ وَمَنۡ يُّقَاتِلۡ فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ فَيُقۡتَلۡ اَوۡ يَغۡلِبۡ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

فَسَوۡفَ نُؤۡتِيۡهِ اَجۡرًا عَظِيۡمًا(74)

چنانچہ لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں وہ لڑیں جو آخرت کے بدلے دنیا کی زندگی بیچ دیتے ہیں اور جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں لڑے پھر قتل کیا جائے یا غالب آ جائے تو جلد ہی ہم اسے اجرِ عظیم عطا کریں گے۔(74)

سوال1: فَلۡيُقَاتِلۡ فِيۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ الَّذِيۡنَ يَشۡرُوۡنَ الۡحَيٰوةَ الدُّنۡيَا بِالۡاٰخِرَةِ ''چنانچہ لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں وہ لڑیں جو آخرت کے بدلے دنیا کی زندگی بیچ دیتے ہیں''اللہ تعالیٰ کی راہ میں کون لڑتا ہے؟

جواب: جہاد کی تیاری کا حکم دینے کے بعد مسلمانوں کو جہاد کی ترغیب دلائی جارہی ہے اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں لڑنے کا حکم دیا گیا ہے۔لڑتا وہی ہے جو دنیا فروخت کر کے آخرت کا خریدار بنتا ہے۔

سوال2: الَّذِيۡنَ يَشۡرُوۡنَ الۡحَيٰوةَ الدُّنۡيَا بِالۡاٰخِرَةِ ''جو آخرت کے بدلے دنیا کی زندگی بیچ دیتے ہیں''دنیا کی زندگی کو آخرت کے بدلے بیچ ڈالنے کا کیا مطلب ہے؟

جواب:《1》دنیا کی زندگی کے فوائد کے مقابلے میں آخرت کے فوائد کو ترجیح دینا۔《2》دنیا کے مالِ غنیمت کے حصول کو مقصد بنانے کی بجائے آخرت میں اللہ تعالیٰ کی رضا اور جنت کے حصول کے لیے جہاد کرنا دراصل دنیا کی زندگی کو آخرت کے بدلے میں بیچ ڈالنا ہے۔

سوال3: وَمَنۡ يُّقَاتِلۡ فِيۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ ''اور جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں لڑے''فی سبیل اللہ لڑنے کا اجر کیا ہے؟

جواب:《1》قتال فی سبیل اللہ سے مراد اللہ تعالیٰ کے کلمے کی بلندی کے لیے کی جانے والی جنگ ہے۔نبی ﷺ نے فرمایا: جو اس لیے جنگ کرے کہ اللہ تعالیٰ کا کلمہ بلند ہو تو وہ فی سبیل اللہ ہے(تفسیر منیر:165/3)《2》سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جنت میں سو درجے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے مجاہدین فی سبیل اللہ کے لیے تیار کیا ہے اور ہر درجے میں اتنا فاصلہ ہے جتنا زمین و آسمان کے درمیان فاصلہ ہے۔(بخاری:2790)《3》سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص اللہ تعالیٰ کی راہ میں خالصتاً جہاد کرنے کی نیت سے اپنے گھر سے نکلے اور اللہ تعالیٰ کے ارشادات کا اسے یقین ہو تو اللہ تعالیٰ اسے یا تو شہادت کا درجہ دے کر جنت میں داخل کرے گا یا ثواب اور مالِ غنیمت دِلا کر بخیر و عافیت اسے اس کے گھر لوٹائے گا۔(بخاری:7457)《4》سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ عرض کیا گیا: یارسول اللہ ﷺ! کون شخص سب سے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

افضل ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ مومن جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں اپنی جان اور مال سے جہاد کرے۔(بخاری:2786)

سوال4: وَمَنۡ يُّقَاتِلۡ فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ فَيُقۡتَلۡ اَوۡ يَغۡلِبۡ فَسَوۡفَ نُؤۡتِيۡهِ اَجۡرًا عَظِيۡمًا ”اور جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں لڑے پھر قتل کیا جائے یا غالب آ جائے تو جلد ہی ہم اسے اجرِ عظیم عطا کریں گے“ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جان دینا انسان کے لیے کیسے آسان ہو جاتا ہے؟

جواب:《1》اللہ تعالیٰ کی راہ میں اس شخص کے لیے جان دینا آسان ہوتا ہے جو شخص دنیا کی زندگی کی حقیقت کو پا لے اور جسے آخرت کا یقین آ جائے۔《2》جو دنیا فروخت کر کے آخرت خریدنا چاہے۔《3》جس کو اللہ تعالیٰ کے اجرِ عظیم کی اُمید ہو جائے۔《4》اس آیت میں مسلمانوں کو محض اللہ تعالیٰ کی رضا اور اسلام کی سربلندی کی خاطر لڑنے کی ترغیب دی جا رہی ہے اور بتایا گیا ہے کہ مسلمان خواہ لڑائی میں شہید ہو جائے یا بچ کر گھر واپس آ جائے اسے دونوں صورتوں میں فائدہ ہی فائدہ ہے۔ (تیسیر القرآن:426/1)《5》سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جو شخص اس حال میں مرے کہ نہ اس نے اللہ تعالیٰ کے راستے میں جنگ کی اور نہ ہی کبھی اس کے دل میں اس کا خیال گزرا ہو تو اس کی موت نفاق کی ایک شاخ پر ہوگی۔(مسلم، کتاب الامارۃ)《6》آپ ﷺ نے فرمایا: جس بندے کے قدم اللہ کی راہ میں غبار آلود ہوں تو یہ نہیں ہو سکتا کہ پھر اسے آگ چھوئے۔(بخاری، کتاب الجہاد)《7》آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ کی راہ میں ایک صبح یا ایک شام نکلنا دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔(بخاری، کتاب الجہاد)

وَمَا لَكُمۡ لَا تُقَاتِلُوۡنَ فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ وَالۡمُسۡتَضۡعَفِيۡنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالۡوِلۡدَانِ الَّذِيۡنَ يَقُوۡلُوۡنَ رَبَّنَاۤ اَخۡرِجۡنَا مِنۡ هٰذِهِ الۡقَرۡيَةِ الظَّالِمِ اَهۡلُهَا‌ ۚ وَاجۡعَلْ لَّنَا مِنۡ لَّدُنۡكَ وَلِيًّا ۙ وَّاجۡعَلْ لَّنَا مِنۡ لَّدُنۡكَ نَصِيۡرًا (75)

اور تمہیں کیا ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی راہ میں ان بے بس مردوں اور عورتوں اور بچوں کے لیے نہیں لڑتے جو کہتے ہیں: ”اے ہمارے رب! ہمیں اس بستی سے نکال جس کے باشندے ظالم ہیں۔ اور ہمارے لیے اپنے پاس سے کوئی حمایتی بنا دے اور ہمارے لیے اپنے پاس سے کوئی مددگار بنا دے (75)

سوال1: وَمَا لَكُمۡ لَا تُقَاتِلُوۡنَ فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ وَالۡمُسۡتَضۡعَفِيۡنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالۡوِلۡدَانِ ”اور تمہیں کیا ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی راہ میں ان بے بس مردوں اور عورتوں اور بچوں کے لیے لڑتے نہیں ہو“ اس کی وضاحت کریں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:《1》اس آیت میں مسلمانوں کو جہاد فی سبیل اللہ پر اُکسایا جا رہا ہے تا کہ مکہ میں موجود ان کمزور مسلمان مردوں، عورتوں اور بچوں کو قریش کے ظلم وستم سے نجات دلائی جا سکے جنہیں مشرکین سے ہجرت کرنے سے روک دیا تھا۔(تیسیر الرحمٰن) 《2》دو وجوہ کی بناء پر تمہارا کفار سے لڑنا ضروری ہے۔اول۔اعلائے کلمۃ اللہ یعنی اللہ کے دین کی سر بلندی کے لیے۔دوم ان مظلوم مسلمانوں کو نجات دلانے کے لیے جو کفار کے چنگل میں بے بس پڑے ہیں۔(دعوۃ القرآن)《3》اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو حکم دیا ہے کہ وہ کمزور مسلمانوں کی مدد کرنے کے لیے جہاد کریں۔《4》عبیداللہ نے بیان کیا کہ میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا انہوں نے کہا کہ میں اور میری والدہ ''مستضعفین'' (کمزوروں) میں سے تھے۔(صحیح بخاری:4587)《5》رسول اللہ ﷺ ان کے لیے یوں دُعا فرماتے تھے:''اے اللہ! ولید بن سلمہ، سلمہ بن ہشام، عیاش بن ابی ربیعہ اور مکہ کے دیگر کمزور مسلمانوں کو نجات عطا فرما۔''(بخاری:6200)《6》جہاد کی اگرچہ بہت بڑی فضیلت ہے اور جہاد سے پیچھے رہ جانے والوں کے لیے اس سے بڑھ کر ملامت ہے۔تاہم وہ جہاد جس کے ذریعے سے اہلِ ایمان مستضعفین کو کفار سے نجات دلائی جاتی ہے اجر وثواب کے اعتبار سے سب سے عظیم اور فائدے کے لحاظ سے سب سے بڑا جہاد ہے کیونکہ یہ دشمنوں سے دفاع کرنے کے زمرے میں آتا ہے۔(تفسیرِ سعدی)

سوال2:اسلام کن لوگوں کی مدد کے لیے جہاد پر آمادہ کرتا ہے؟

جواب:《1》بے بس مرد، عورتیں اور بچے جو کمزور پا کر دبا لیے جائیں۔《2》ایسے افراد جن پر محض ان کے نظریات کی وجہ سے ظلم کیا جا رہا ہو۔《3》ایسے افراد جن کو دین کی وجہ سے مصیبت میں مبتلا کیا جا رہا ہو۔《4》جو ایسے علاقے سے تعلق رکھتے ہوں جس کے لوگ ظالم ہوں۔

سوال3:الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَا ''جو کہتے ہیں:''اے ہمارے رب! ہمیں اس بستی سے نکال جس کے باشندے ظالم ہیں'' اس کی وضاحت کریں؟

جواب:''اے ہمارے رب! ہمیں اس بستی سے نکال جس کے باشندے ظالم ہیں''《1》اس سے مراد کمزور مسلمان، عورتیں اور بچے ہیں جو مکہ اور اردگرد کے قبیلوں میں آباد تھے مگر ہجرت پر قدرت نہیں رکھتے تھے۔《2》الْقَرْيَةِ سے مراد مکہ ہے۔《3》الظَّالِمِ اَهْلُهَا سے مراد وہاں کے مشرکین ہیں۔

سوال4:کمزور مسلمان یہ دُعا کیوں کرتے تھے کہ ہمیں ظالم بستی سے نکال دے؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب: کمزور مسلمان کافروں کے ظلم کو برداشت کرنے کے لیے مجبور تھے اس لیے ظالم بستی سے نکلنے کے لیے دُعا کرتے تھے۔

سوال5: وَاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا ۚ وَّاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ نَصِيْرًا ''اور ہمارے لیے اپنے پاس سے کوئی حمایتی بنادے اور ہمارے لیے اپنے پاس سے کوئی مددگار بنادے'' کمزور مسلمانوں کی دُعا کو اللہ تعالیٰ نے کیسے پورا فرمایا؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے کمزور مسلمانوں کی دعا کو (پورا کرنے کے لیے) اپنے نبی ﷺ سے اُن کے حق میں دُعائیں کروائیں۔ ''اولیا'' میں 'ولی' سے مراد اللہ کا ایسا بندہ جس کے ذریعہ ان کمزور مسلمانوں کے دین کی حفاظت ہو۔ نَصِيْرًا سے مراد کوئی ایسا آدمی جو دشمنوں سے انہیں نجات دلا سکے۔ (تیسر الرحمٰن:276)

سوال6: رسول اللہ ﷺ کمزور مسلمانوں کے لیے کیا دُعا کرتے تھے؟

جواب: رسول اللہ ﷺ یوں دُعا فرماتے تھے: ''اے اللہ! ولید بن سلمہ، سلمہ بن ہشام، عیاش بن ابی ربیعہ اور مکہ کے دیگر کمزور مسلمانوں کو نجات عطا فرما۔'' (بخاری:6200)

سوال7: اسلام کے نزدیک کون سا علاقہ دارُ الحرب قرار پاتا ہے؟

جواب: اسلامی نقطۂ نظر سے دارالحرب وہ علاقہ ہے جس کے لوگ ظالم ہوں، جو مسلمانوں کو کمزور پا کر دبا لیں۔

سوال8: مسلمان کس جھنڈے اور کس وطن کے لیے لڑتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ مسلمان کا جھنڈا عقیدے کا جھنڈا ہوتا ہے۔ ﴿2﴾ مسلمان اس وطن کے لیے لڑتا ہے جس میں اسلامی نظام نافذ ہو۔

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ الطَّاغُوْتِ فَقَاتِلُوْٓا اَوْلِيَآءَ الشَّيْطٰنِ ۚ اِنَّ كَيْدَ الشَّيْطٰنِ كَانَ ضَعِيْفًا (76)

جو لوگ ایمان والے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں لڑتے ہیں اور جن لوگوں نے کفر کیا وہ غیر اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں چنانچہ تم شیطان کے ساتھیوں سے لڑو، بلاشبہ شیطان کی چال ہمیشہ سے بہت ہی کمزور رہی ہے۔ (76)

سوال 1: اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ''جو لوگ ایمان والے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں لڑتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ایمان والے اللہ تعالیٰ کی راہ میں لڑتے ہیں کیونکہ اس کے وعدوں اور وعیدوں پر ایمان رکھتے ہیں۔ (ایسر التفاسیر:279)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال 2: مومنوں اور کافروں کے مقاصدِ جنگ میں کیا فرق ہے؟

جواب:《1》مومن اللہ تعالیٰ کے لیےلڑتا ہےاور کافر دنیا اور اس کے مفاد کے لیےلڑتا ہے۔《2》ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ایک صحابی (لاحق بن ضمرہ) نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ایک شخص جنگ میں شرکت کرتا ہے غنیمت حاصل کرنے کے لیے، ایک شخص جنگ میں شرکت کرتا ہے ناموری کے لیے، ایک شخص جنگ میں شرکت کرتا ہے تاکہ اس کی بہادری کی دھاک بیٹھ جائے تو ان میں سے اللہ کے راستے میں کون لڑتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جو شخص اس ارادہ سے جنگ میں شریک ہوتا کہ اللہ ہی کا کلمہ بلندر ہے صرف وہی اللہ کے راستہ میں لڑتا ہے۔(صحیح بخاری:3138)《3》عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص جہاد کرے اللہ کی راہ میں اور نیت نہ رکھے مگر رسی لینے کی بس اس کو وہی چیز ملے گی جو اس کی نیت میں ہے۔(سنن نسائی:3140)《4》سیدنا انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ کی راہ میں ایک صبح یا ایک شام چلنا (یا گزارنا) دنیا اور اس میں جو کچھ ہے اس سے بہتر ہے۔(صحیح مسلم:4873)

《5》جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی جنگ احد کے روز بولا یا رسول اللہ ﷺ فرمایئے اگر میں اللہ تعالیٰ کی راہ میں مارا جاؤں تو میرا ٹھکانہ کہاں ہوگا آپ ﷺ نے فرمایا کہ جنت میں پھر اس نے ہاتھ کی کھجوریں (جن کو وہ کھا رہا تھا جنت میں جانے کے اشتیاق میں) ڈال دیں پھر لڑا اور مارا گیا۔(سنن نسائی:3156)《6》حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جو شخص میری راہ میں اس طرح نکلا کہ میری راہ میں جہاد، مجھ پر ایمان اور میرے رسولوں کی تصدیق نے ہی اسے نکلنے پر مجبور کیا تو میری یہ ذمہ داری ہے کہ میں اسے جنت میں داخل کروں یا اسے اس کے مسکن تک جہاں سے وہ نکلا ہے اس طرح واپس لاؤں کہ وہ اجر یا غنیمت سے مالا مال ہو اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد ﷺ کی جان ہے اللہ کی راہ میں کسی شخص کو جو بھی زخم آئے گا وہ قیامت کے دن اسی زخمی حالت میں اللہ کے حضور پیش ہوگا اس زخم کا رنگ تو خون کا ہوگا لیکن اس کی خوشبو مشک کی ہوگی اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد ﷺ کی جان ہے اگر میری امت کے لیے تکلیف دہ نہ ہوتا تو میں اللہ کی راہ میں لڑی جانے والی کسی بھی جنگ میں پیچھے نہ رہتا لیکن نہ تو میرے پاس اتنی وسعت ہے کہ میں ان سب کو سامان جنگ مہیا کرسکوں اور نہ ان کو خود ہی اس قدر وسعت حاصل ہے مسلمانوں کو یہ بھی ناگوار گزرتا ہے کہ میں کسی مہم کے لیے نکلوں اور وہ پیچھے رہ جائیں اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد ﷺ کی جان ہے میری خواہش ہے کہ میں اللہ کی راہ میں لڑوں اور مارا جاؤں پھر لڑوں پھر مارا جاؤں پھر لڑوں پھر مارا جاؤں۔(صحیح مسلم:4859)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال3:اسلام کس جنگ کی اجازت دیتا ہے؟
جواب: زمین پر اللہ تعالیٰ کا کلمہ بلند کرنے کے لیے تاکہ زمین پر تمام انسانوں کی زندگی اسلامی نظام کے کنٹرول میں ہو۔سب انسان اسلامی نظام کی برکات سے فائدہ اُٹھائیں اور اسلامی نظام کے تحت سب انسانوں کو بے لاگ انصاف ملے تاکہ ہر انسان کو اپنے عقیدے اور نظریے کی پوری آزادی ہو۔
سوال4:اسلام کن مقاصد کے تحت جنگ کی اجازت نہیں دیتا؟
جواب:اسلام ان مقاصد کے تحت جنگ کی اجازت نہیں دیتا:﴿1﴾ کسی قوم،کسی نسل،کسی خاندان،کسی طبقے اور کسی حکومت کی برتری کے لیے۔﴿2﴾اقتدار کے حصول کے لیے۔﴿3﴾ملکوں کو ختم کرنے کے لیے۔﴿4﴾مالِ غنیمت کے لیے۔﴿5﴾مصنوعات کے لیے خام مال فراہم کرنے کے لیے۔﴿6﴾لوگوں کو غلام بنانے کے لیے۔﴿7﴾منڈیوں کے حصول کے لیے۔﴿8﴾مفتوح ممالک میں سرمایہ لگا کر مفادات حاصل کرنے کے لیے۔
سوال5:اگر ایک مسلمان زمین پر اللہ تعالیٰ کا کلمہ بلند کرنے کی بجائے کسی اور مقصد کی خاطر لڑتا ہے اور جان دے دیتا ہے تو کیا وہ شہادت کے مرتبے کو پہنچتا ہے؟
جواب:اگر وہ اس مقصد کے علاوہ کسی اور مقصد کے تحت لڑتا ہے تو کسی صورت میں بھی شہید نہیں ہوتا۔سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ایک صحابی نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ہم میں سے ایک شخص جنگ میں شرکت کرتا ہے غنیمت حاصل کرنے کے لیے،ایک شخص جنگ میں شرکت کرتا ہے ناموری کے لیے،ایک شخص جنگ میں شرکت کرتا ہے تاکہ اس کی بہادری کی دھاک بیٹھ جائے تو ان میں سے اللہ تعالیٰ کے راستے میں کون لڑتا ہے آپ ﷺ نے فرمایا:(بخاری:123)''جو شخص اس ارادے سے جنگ میں شریک ہوتا کہ اللہ تعالیٰ ہی کا کلمہ بلند رہے،صرف وہی اللہ تعالیٰ کے راستے میں لڑتا ہے۔''
سوال6:وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ الطَّاغُوْتِ فَقَاتِلُوْٓا اَوْلِیَآءَ الشَّیْطٰنِ ''اور جن لوگوں نے کفر کیا وہ غیر اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں،چنانچہ تم شیطان کے ساتھیوں سے لڑو''جہاد فی سبیل اللہ اور طاغوت کی راہ میں جنگ میں کیا فرق ہے موازنہ کریں؟
جواب:

جہاد فی سبیل اللہ	طاغوت کی راہ میں جنگ
1۔مومنین اللہ تعالیٰ کی راہ میں لڑتے ہیں۔	1۔کافر طاغوت کی راہ میں لڑتے ہیں۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

2۔مومنین اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا اسلامی نظامِ زندگی نافذ کرنا چاہتے ہیں۔	2۔کافر مختلف طاغوت نظاموں کو نافذ کرنا چاہتے ہیں۔
3۔مومنین اللہ تعالیٰ کی شریعت کو نافذ کرنا چاہتے ہیں۔	3۔کافر شریعت کے خلاف قانون نافذ کرنا چاہتے ہیں۔
4۔مومنین لوگوں میں قیامِ عدل چاہتے ہیں۔	4۔کافر اپنا دل پسند اور اپنے مفادات کی نگرانی کرنے والا نظام عدل نافذ کرنا چاہتے ہیں۔
5۔مومنین ایسی اَقدار رائج کرنا چاہتے ہیں جو انسانوں کے حق میں سراسر مفید ہیں۔	5۔کافر ایسی اقدار کو رائج کرنا چاہتے ہیں جو انسانوں کو تباہی تک پہنچانے والی ہوں۔
6۔مومنین اللہ تعالیٰ کی حمایت اور نگرانی پر بھروسہ کرتے ہیں۔	6۔کافر طاغوت سے مدد لیتے ہیں۔
7۔مومنوں کا حامی و مددگار اللہ تعالیٰ ہے۔	7۔کافروں کا مددگار شیطان ہوتا ہے۔
8۔مؤمنین اللہ تعالیٰ کے جھنڈے تلے لڑتے ہیں۔	8۔کافر شیطان کے جھنڈے تلے لڑتے ہیں اور اس کے طریقے، قوانین اور اَقدار مختلف ہوتے ہیں۔
9۔مومنوں کا کوئی ذاتی مفاد نہیں ہوتا، نہ خاندان، نسل، قوم کا کوئی مفاد ہوتا ہے۔	9۔کافر بسا اوقات ذاتی یا پھر قومی مفادات کے لیے لڑتے ہیں۔
10۔مومنین حق کو باطل پر غالب کرنا چاہتے ہیں۔	10۔کافر باطل کو حق پر غالب کرنا چاہتے ہیں۔

سوال7: فَقَاتِلُوْٓا اَوْلِيَآءَ الشَّيْطٰنِ ’’چنانچہ تم شیطان کے ساتھیوں سے لڑو‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب: کافروں کو اَوْلِيَآءَ الشَّيْطٰنِ کہا گیا ہے گویا یہ اشارہ ہے کہ مسلمان اولیاء اللہ ہیں، اور اس میں ایک قسم کی مسلمانوں کی ہمت افزائی بھی ہے۔(تیسیر الرحمٰن)

سوال8: اِنَّ كَيْدَ الشَّيْطٰنِ كَانَ ضَعِيْفًا ’’بلاشبہ شیطان کی چال ہمیشہ سے بہت ہی کمزور رہی ہے‘‘ اس سے کیا مراد ہے؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:”بلاشبہ شیطان کی چال بہت ہی کمزور رہی ہے۔“اس سے مراد مسلمانوں کے خلاف اسلام دشمنوں کے اتحاد کا کمزور ہونا ہے کیونکہ اس اتحاد میں شامل قوموں کے درمیان بدستور اختلافات موجود تھے۔مومنوں کو ترغیب دی جارہی ہے کہ طاغوتی مقاصد کے لیے حیلے اور مکر کمزور ہوتے ہیں۔ان کے ظاہری اسباب کی فراوانی اور کثرتِ تعداد سے مت ڈرو،تمہاری ایمانی قوت اور عزمِ جہاد کے مقابلے میں شیطان کے یہ حیلے نہیں ٹھہر سکتے۔(دعوۃ القرآن)

سوال9:شیطان کی چال سے کیا مراد ہے؟

جواب:شیطان کی چال سے یہاں مراد شیطان کے دوستوں کا وقتی اتحاد ہے”بلاشبہ شیطان کی چال ہمیشہ سے بہت ہی کمزور رہی ہے“اس سے مراد مسلمانوں کے خلاف اسلام دشمنوں کے اتحاد کا کمزور ہونا ہے کیونکہ اس اتحاد میں شامل قوموں کے درمیان بدستور اختلافات موجود تھے۔شیطان کی چال سے مراد اس کے وسوسے ہیں۔(الاساس فی التفسیر:1129/2)

رکوع نمبر8

اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْنَ قِیْلَ لَھُمْ کُفُّوْٓا اَیْدِیَکُمْ وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ ۚ فَلَمَّا کُتِبَ عَلَیْھِمُ الْقِتَالُ اِذَا فَرِیْقٌ مِّنْھُمْ یَخْشَوْنَ النَّاسَ کَخَشْیَۃِ اللّٰہِ اَوْ اَشَدَّ خَشْیَۃً ۚ وَقَالُوْا رَبَّنَا لِمَ کَتَبْتَ عَلَیْنَا الْقِتَالَ ۚ لَوْلَآ اَخَّرْتَنَآ اِلٰٓی اَجَلٍ قَرِیْبٍ ؕ قُلْ مَتَاعُ الدُّنْیَا قَلِیْلٌ ۚ وَالْاٰخِرَۃُ خَیْرٌ لِّمَنِ اتَّقٰی ۫ وَلَا تُظْلَمُوْنَ فَتِیْلًا(77)

کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جن سے کہا گیا تھا کہ تم اپنے ہاتھوں کو روکے رکھو اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو، پھر جب اُن پر قتال لکھ دیا گیا تب اُن میں سے ایک گروہ انسانوں سے ایسے ڈرنے لگا جیسے اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہو یا اس سے بھی زیادہ ڈرنا اور انہوں نے کہا:”اے ہمارے رب!تو نے ہم پر قتال کیوں لکھ دیا؟ کیوں نہیں ہمیں قریب کے وقت تک مہلت دی؟“ آپ کہہ دیں کہ دنیا کا سامان بہت ہی کم ہے اور آخرت اس کے لیے بہت ہی بہتر ہے جو متقی بنے اور تم پر ایک دھاگے کے برابر بھی ظلم نہیں کیا جائے گا۔(77)

سوال1:اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْنَ قِیْلَ لَھُمْ کُفُّوْٓا اَیْدِیَکُمْ”کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جن سے کہا گیا تھا کہ تم اپنے ہاتھوں کو روکے رکھو“مسلمانوں کو کن حالات میں جنگ کرنے سے روکا گیا؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب: آغاز اسلام میں جب مسلمان مکہ میں تھے ان پر نماز فرض تھی ، مال میں زکوٰۃ دینے کا حکم تھا خواہ مال حد نصاب تک پہنچا ہو یا نہ پہنچا ہو، فقراء کے ساتھ احسان وسلوک کرنے کا، مشرکوں سے درگزر کرنے کا، انہیں معاف کردینے کا اور ایک وقت تک صبر کرنے کا حکم تھا۔ مسلمان دل میں کڑھتے تھے اور جنگ کے حکم کے آرزومند تھے تاکہ دشمنوں سے بدلہ لے کر دل کی بھڑاس نکالیں اس موقع محل کے لحاظ سے اس وقت جنگ بہت سے اسباب کی وجہ سے مناسب نہ تھی مثلاً مسلمانوں کی تعداد انتہائی کم تھی جب کہ دشمن چاروں طرف کثرت سے پھیلے ہوئے تھے یہ لوگ اپنے وطن میں حرمت والی جگہ پر مقیم تھے۔ اس وقت جنگ کی ابتداء کرنے کا حکم نہ تھا۔ مسلمانوں کو مدینہ آ کر ہی جہاد کا حکم ملا۔ (مختصر ابن کثیر:342/1)

سوال2: مسلمانوں پر کیسے حالات بیت رہے تھے جن میں جہاد کرنے سے روکا گیا؟

جواب: مسلمانوں پر اس وقت تشدد کیا جا رہا تھا اس میں تمام حربے شامل تھے مثلاً ﴿1﴾ مارنا پیٹنا ﴿2﴾ ستانا ﴿3﴾ کاروبار تباہ کرنا ﴿4﴾ مسجد حرام میں عبادت سے روکنا ﴿5﴾ گھربار چھوڑنے پر مجبور کرنا ﴿6﴾ مسلمانوں کو تبلیغ کی اجازت نہ دینا ﴿7﴾ اسلام چھوڑنے پر مجبور کرنا اس ظلم و زیادتی پر مسلمان نبی ﷺ سے بار بار جنگ کی اجازت مانگتے مگر آپ ﷺ ہمیشہ یہ کہتے کہ مجھے جنگ کا حکم نہیں دیا گیا۔

سوال3: كُفُّوٓا اَيۡدِيَكُمۡ ”تم اپنے ہاتھوں کو روکے رکھو“ کی وضاحت کریں؟

جواب: ”تم اپنے ہاتھوں کو روکے رکھو“ یعنی قتال نہ کرو، یہ جہاد کا حکم فرض ہونے سے پہلے کا حکم تھا۔ (ایسر التفاسیر:279)

سوال4: مکہ میں رسول اللہ ﷺ نے جہاد کیوں نہیں کیا؟

جواب: ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی مکہ میں نبی ﷺ کے پاس آئے اور کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! ہم عزت والے تھے جب کہ ہم مشرک تھے۔ پھر جب ایمان لائے تو ذلیل ہو گئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ابھی مجھے جنگ کی اجازت نہیں دی گئی لہٰذا تم مصائب کو صبر سے برداشت کیے جاؤ۔ (نسائی:3088)

سوال5: مکہ کے تیرہ سالہ طویل دور میں جہاد مدینہ میں جا کر فرض ہوا، اس کے کیا فوائد حاصل ہوئے؟

جواب: مسلمانوں نے مکہ میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے ظلم و ستم برداشت کیے اس سے کئی فوائد حاصل ہوئے ﴿1﴾ مکہ کا دور تربیت کا دور تھا۔ مسلمان اس مرحلے میں اگر مقابلہ شروع کر دیتے تو قریش جو قوت میں مسلمانوں سے کہیں بڑھ کر تھے اسلام کی قوت کو کچل کر رکھ دیتے۔ صبر کرنے کے نتیجے میں تبلیغ کا سلسلہ جاری رہا۔ ﴿2﴾ مسلمانوں کو نبی ﷺ کی اطاعت کرنے اور

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی فیصلوں پر راضی رہنے کی تربیت دی گئی۔《3》مکہ میں صبر کرنے کا یہ فائدہ ہوا کہ غیر جانبدار لوگوں کی ہمدردیاں مسلمانوں کے حق میں ہوگئیں۔

سوال6: وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ "اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو" کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》جب مسلمان مکہ مکرمہ میں تھے تو انہیں نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیا گیا تھا یعنی محتاجوں کی غم گساری کرنا۔《2》اس سے مراد وہ معروف زکوٰۃ نہیں جو ایک مخصوص نصاب کے مطابق اور مخصوص شرائط کے ساتھ ادا کی جاتی ہے۔ یہ زکوٰۃ مدینہ منورہ میں فرض ہوئی تھی اسی طرح اس وقت تک متعدد فوائد کی بنا پر جہاد کا حکم نہیں دیا گیا تھا۔《3》اللہ کی حکمت کا تقاضا تھا کہ وہ اپنے بندوں پر شریعت کے احکامات اس طرح فرض کرے کہ وہ ان پر شاق نہ گزریں، سب سے پہلے اہم ترین امر کا حکم دے، پھر آسان امور سے ابتداء کر کے بتدریج مشکل امور کا حکم دے۔《4》اگر اہل ایمان پر ان کی قلت تعداد، قلت سامان اور کثرت اعداء کے باوجود قتال فرض کر دیا جاتا تو یہ چیز اسلام کو مضمحل کر دیتی۔ اس لیے چھوٹی مصلحت کو نظر انداز کر کے بڑی مصلحت کی رعایت رکھی گئی اور اس میں اس قسم کی دیگر حکمتیں تھیں۔ بعض اہل ایمان چاہتے تھے کہ اس حال میں بھی ان پر قتال فرض کر دیا جاتا مگر ان حالات میں ان پر جہاد فرض کیا جانا مناسب نہ تھا۔ اس وقت ان لوگوں کے لیے مناسب یہی تھا کہ وہ توحید، نماز، زکوٰۃ اور اس نوع کے دیگر احکام پر عمل کرتے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ایک اور جگہ ارشاد ہے: وَلَوْ اَنَّهُمْ فَعَلُوْا مَا يُوْعَظُوْنَ بِهٖ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَاَشَدَّ تَثْبِيْتًا اور اگر واقعتاً وہ اس پر عمل کرتے جس کی انہیں نصیحت کی جاتی ہے تو یقیناً ان کے لیے بہت بہتر اور زیادہ ثابت قدم رکھنے والا ہوتا۔ (النساء:66) (تفسیر سعدی:545/1)

سوال7: جہاد، نماز اور زکوٰۃ کے احکامات میں گہری مناسبت ہے، وضاحت کریں؟

جواب:《1》جہاد میں اِخلاص، تنظیم، اطاعت اور رضائے الٰہی کا حصول مطلوب ہے جس کی بہترین تربیت نماز سے ہوتی ہے۔《2》جہاد کے لیے مال چاہیے۔ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے کی تربیت زکوٰۃ سے ہوتی ہے۔《3》ان صفات کے بغیر اگر کوئی جنگ کے لیے اُٹھے تو اصلاح نہیں ہوسکتی۔

سوال8: فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ "پھر جب اُن پر قتال لکھ دیا گیا" قتال کب فرض کیا گیا؟

جواب: قتال مدینہ میں فرض ہوا۔ "اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا" (ایسر التفاسیر:279)

سوال9: اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ يَخْشَوْنَ النَّاسَ كَخَشْيَةِ اللّٰهِ اَوْ اَشَدَّ خَشْيَةً "تب اُن میں سے ایک گروہ انسانوں سے ایسے ڈرنے لگا

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جیسے اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہو یا اس سے بھی زیادہ ڈرنا'' جب یہ آیت نازل ہوئی تو کون سا گروہ جنگ سے خوف کھا رہا تھا؟

جواب:﴿1﴾ خوف کھانے والے منافق نہیں تھے، کمزور دل مومن تھے۔﴿2﴾ یَخْشَوْنَ النَّاسَ وہ اہل مکہ سے اور کافروں سے ڈر رہے تھے کہ انہیں قتل نہ کردیں (تفسیر قاسمی:311/5)﴿3﴾ یَخْشَوْنَ النَّاسَ كَخَشْيَةِ اللّٰهِ وہ کافروں سے ایسے ڈر رہے تھے جیسے اللہ تعالیٰ کا ڈر ہو کہ کہیں وہ عذاب نہ نازل کردے۔(تفسیر بیضاوی:220/2)﴿4﴾ اَوْ اَشَدَّ خَشْيَةً ان کا کافروں سے خوف اللہ تعالیٰ کے خوف سے زیادہ تھا۔

سوال10: وَقَالُوْا رَبَّنَا لِمَ كَتَبْتَ عَلَيْنَا الْقِتَالَ لَوْلَآ اَخَّرْتَنَآ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ''اور انہوں نے کہا: ''اے ہمارے رب! تو نے ہم پر قتال کیوں لکھ دیا؟ کیوں نہیں ہمیں قریب کے وقت تک مہلت دی'' اس سے کیا مراد ہے؟

جواب:﴿1﴾ وَقَالُوْا رَبَّنَا لِمَ كَتَبْتَ عَلَيْنَا الْقِتَالَ ان الفاظ سے تنگ دلی اور اللہ پر اعتراض کا احساس ہو رہا ہے حالانکہ ان کے لیے مناسب حال نہ تھا کہ وہ اس متضاد رویہ کا اظہار کرتے یعنی اللہ تعالیٰ کے حکم کے سامنے سرتسلیم خم کرنا اور اس کے اوامر پر صبر کرنا مگر جو کچھ ان سے مطلوب تھا انہوں نے اس کے برعکس کیا۔(تفسیر سعدی:545/1)﴿2﴾ اَجَلٍ قَرِيْبٍ سے مراد موت یا جہاد کی مدت ہے۔﴿3﴾ یعنی قتل کی مہلت کچھ عرصہ اور مؤخر کیوں نہ کردی گئی۔ غالب طور پر اس قسم کی صورت ان لوگوں کو پیش آتی ہے جو غیر سنجیدہ ہوتے ہیں اور تمام امور میں عجلت کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ ایسے لوگوں کا رویہ یہ ہوتا ہے کہ ان امور کے نازل ہونے پر یہ لوگ صبر نہیں کرسکتے۔ یہ امور ان کے لیے بوجھل تو نہیں مگر یہ لوگ بہت ہی کم صبر سے بہرہ ور ہیں۔(تفسیر سعدی:545/1)

سوال11: جنگ سے مسلمانوں کے خوف کھانے کی وجہ کیا تھی؟

جواب: جنگ سے خوف کھانے کی وجہ کچھ لوگوں کی کم ہمتی اور ناتوانی تھی ایمان لانے کے باوجود ہر ایک کی ہمت اور طاقت ایک جیسی نہیں ہوتی۔

سوال12: اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے خوف کھانے پر اصلاح کا کیا طریقہ اختیار کیا؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے خوف کھانے پر ان کی ڈھارس بندھائی اور ان پر واضح کیا کہ دنیا کی زندگی کے فائدے قلیل ہیں جب کہ آخرت میں تھوڑے اعمال پر بھی پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔ لہٰذا اجرِ آخرت پر نظر رکھیں جو ہر لحاظ سے بہتر ہے اور اس کے لیے تقویٰ اختیار کرنا ضروری ہے۔

سوال13: قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيْلٌ '' آپ کہہ دیں کہ دنیا کا سامان بہت ہی کم ہے'' اس کی وضاحت کریں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:《1》 کہہ دو کہ دنیا کی زندگی کا فائدہ تھوڑا ہے۔زندگی کی حقیقت کیا ہے؟ چند گھنٹے، چند ماہ یا چند سال۔اگر مہلت مل جائے تب بھی زندگی تھوڑی ہے اور زندگی کا سامان بہت ہی تھوڑا ہے۔انسان زندگی کی خواہش رکھتا ہے تو جان لڑانے سے ڈرتا ہے۔اللہ تعالیٰ نے موت اور زندگی کی حقیقت کو واضح کر کے اس جذبے کی جڑ کاٹ دی ہے۔《2》قَلِيْلٌ سے مراد جلد زوال پزیر ہونے والی ہے《3》میمون بن مہران نے کہا: دنیا قلیل ہے اور قلیل کا اکثر حصہ گزر چکا اور قلیل میں سے بہت ہی قلیل باقی ہے۔(تفسیر الدر المنثور:329/2)

سوال14: وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّمَنِ اتَّقٰى ''اور آخرت اس کے لیے بہت ہی بہتر ہے جو متقی بنے'' اس کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》 تقویٰ اختیار کرنے والے کے لیے جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچتا ہے آخرت بہتر ہے اس لیے کہ انسان کا معاملہ اس دنیا میں ختم نہیں ہو جاتا۔《2》 آخرت کے لیے جمع کیا جانے والا سرمایہ ہی تقویٰ اختیار کرنے والے کے لیے بہتر ہے۔《3》اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں تھوڑی سی مدت کے لیے بھاری بوجھ اٹھانا انسانی نفوس کے لیے آسان اور ہلکا ہوتا ہے کیونکہ جب اسے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مشقت جو وہ برداشت کر رہا ہے طویل عرصے کے لیے نہیں ہے تو اس کے لیے برداشت کرنا آسان ہو جاتا ہے تب کیا کیفیت ہوگی جب تو دنیا اور آخرت کا موازنہ کرے اور معلوم ہو کہ آخرت اپنی ذات اور لذات میں اور زمان کے اعتبار سے دنیا سے کہیں زیادہ بہتر ہے۔جنت کے بارے میں ایک صحیح حدیث میں مذکور ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جنت میں ایک کوڑے کے برابر جگہ دنیا اور اس کی موجودات سے کہیں زیادہ بہتر ہے۔(جامع ترمذی:546/1)《4》رہی دنیا کی لذتیں تو یہ مختلف قسم کی کدورتوں کے شائبے سے پاک نہیں ہوتیں۔اگر ان لذات کا ان آلام و مصائب اور غم و ہموم سے مقابلہ کیا جائے جو ان لذات کے ساتھ ملے ہوتے ہیں تو جنت کی لذتوں کے ساتھ کسی بھی لحاظ سے ان کی کوئی نسبت ہی نہیں۔ رہا ان لذتوں کا زمانہ تو دنیا آخر کار ختم ہو جائے گی اور انسان کی عمر، دنیا کی نسبت سے نہایت ہی معمولی سا عرصہ ہے۔آخرت کی نعمتیں ہمیشہ رہنے والی ہیں اور وہاں کے رہنے والوں کے لیے ہمیشہ کی زندگی ہے۔جب عقلمند شخص ان دو گھروں کے بارے میں غور و فکر کرتا ہے اور ان کی حقیقت کا تصور کرتا ہے جیسا کہ تصور کرنے کا حق ہے تو اسے معلوم ہو جاتا ہے کہ ان میں سے کون سا گھر ترجیح کا مستحق ہے؟ کس گھر کے لیے کوشش کرنی چاہیے؟ اور کس کی طلب میں جدوجہد کرنی چاہیے؟(تفسیر سعدی:546/1)

《5》رب العزت کا فرمان ہے: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَا لَكُمْ اِذَا قِيْلَ لَكُمُ انْفِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اثَّاقَلْتُمْ اِلَى الْاَرْضِ ۭ اَرَضِيْتُمْ بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا مِنَ الْاٰخِرَةِ ۚ فَمَا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا قَلِيْلٌ اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تمہیں کیا ہے کہ جب تم سے کہا

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں نکلو تو تم زمین کی طرف نہایت بوجھل ہو جاتے ہو؟ کیا تم آخرت کے مقابلے میں دنیا کی زندگی پر راضی ہو گئے ہو؟ تو دنیا کی زندگی کا سامان آخرت کے مقابلے میں بہت ہی تھوڑا ہے۔(التوبہ:38)﴿6﴾ بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى بلکہ تم دنیا کی زندگی کو ترجیح دیتے ہو حالانکہ آخرت بہت بہتر اور ہمیشہ باقی رہنے والی ہے(سورہ اعلیٰ:16,17)﴿7﴾ نبی ﷺ نے فرمایا اگر تم نے جہاد کو چھوڑ دیا اور بیلوں کی دموں کو پکڑ لیا اور عینہ کا کاروبار کرنے لگے تو اللہ تعالیٰ تمہاری گردنوں میں ذلت کا طوق ڈالے گا اور یہ ذلت تم سے چمٹی رہے گی الا یہ کہ تم اللہ کی طرف رجوع کرو اور اس راہ پر لوٹ آؤ جس پر تم پہلے تھے۔(مسند احمد:5007)

سوال15: وَلَا تُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا "اور تم پر ایک دھاگے کے برابر بھی ظلم نہیں کیا جائے گا" اس کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ "اور تم پر ایک دھاگے کے برابر بھی ظلم نہیں کیا جائے گا" تمہارے اعمال میں کمی نہیں کی جائے گی۔(تفسیر منیر:168/3) ﴿2﴾ فَتِيْلًا: فتیل اس دھاگے کو کہتے ہیں جو کھجور کی گھٹلی کے درمیان میں ہوتا ہے۔﴿3﴾ آخرت میں کسی کے ساتھ ذرّہ برابر بھی ظلم نہیں کیا جائے گا۔ دنیا کی کمی وہاں پوری کر دی جائے گی۔

اَيْنَ مَا تَكُوْنُوْا يُدْرِكْكُّمُ الْمَوْتُ وَلَوْ كُنْتُمْ فِيْ بُرُوْجٍ مُّشَيَّدَةٍ ؕ وَاِنْ تُصِبْهُمْ حَسَنَةٌ يَّقُوْلُوْا هٰذِهٖ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۚ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَّقُوْلُوْا هٰذِهٖ مِنْ عِنْدِكَ ؕ قُلْ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ فَمَالِ هٰٓؤُلَآءِ الْقَوْمِ لَا يَكَادُوْنَ يَفْقَهُوْنَ حَدِيْثًا(78)

تم جہاں کہیں بھی ہو گے موت تمہیں پہنچ ہی جائے گی اور اگر چہ تم مضبوط قلعوں میں ہو اور اگر انہیں کوئی بھلائی پہنچتی ہے تو وہ کہتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور اگر انہیں کوئی برائی پہنچتی ہے تو کہتے ہیں کہ یہ تمہاری طرف سے ہے۔ آپ کہہ دیں سب اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے پھر ان لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ قریب نہیں ہیں کہ کوئی بات سمجھیں۔(78)

سوال1: اَيْنَ مَا تَكُوْنُوْا يُدْرِكْكُّمُ الْمَوْتُ وَلَوْ كُنْتُمْ فِيْ بُرُوْجٍ مُّشَيَّدَةٍ "تم جہاں کہیں بھی ہو گے موت تمہیں پہنچ ہی جائے گی اور اگر چہ تم مضبوط قلعوں میں ہو" اس کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ اس آیتِ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وہ موت جس کے ڈر سے تم جہاد سے کترا رہے ہو، جب اس کا وقت آجائے گا تو وہ کہیں بھی تمہیں آدبوچے گی۔(تیسیر الرحمن)﴿2﴾ موت کا وقت مقرر ہے جب موت آتی ہے تو اسباب

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

پیدا ہو جاتے ہیں موت مضبوط قلعوں میں بھی آ جاتی ہے اس لیے قتال کے مؤخر ہونے یا نہ ہونے سے فرق پڑنے والا نہیں۔
《3》رب العزت کا فرمان ہے كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ؕ وَاِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ ؕ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ "ہر جان دار موت کو چکھنے والا ہے اور یقیناً تم قیامت کے دن ہی اپنے پورے اجر دیئے جاؤ گے چنانچہ جو آگ سے بچا لیا گیا اور جنت میں داخل کر دیا گیا تو وہ کامیاب ہو گیا اور دنیا کی زندگی تو دھوکے کے سامان کے سوا کچھ نہیں۔ (آل عمران:185)《4》خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اس وقت جبکہ آپ رضی اللہ عنہ بستر مرگ پر تھے فرمایا: اللہ کی قسم! میں فلاں فلاں جگہ غرض بیسیوں سینکڑوں معرکوں میں گیا، ثابت قدمی پامردی کے ساتھ دلیرانہ جہاد کئے، آؤ دیکھ لو میرے جسم کا کوئی عضو ایسا نہ پاؤ گے جہاں کوئی نہ کوئی نشان نیزے یا برچھے یا تیر یا بھالے کا تلوار اور ہتھیار کا نہ ہو لیکن چونکہ میدانِ جنگ میں موت نہ لکھی تھی اب دیکھو اپنے بستر پر اپنی موت مر رہا ہوں، کہاں ہیں لڑائی سے جی چرانے والے نامرد؟ میری ذات سے سبق سیکھیں۔ (تفسیر ابن کثیر:612/1)《5》یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کی ترغیب کے لیے ہے۔ اللہ تعالیٰ کبھی تو جہاد کی فضیلت اور اس کا ثواب بیان کر کے اس کی ترغیب دیتا ہے اور کبھی جہاد کو ترک کرنے کی سزا سے ڈرا کر جہاد پر آمادہ کرتا ہے۔ کبھی اس بارے میں آگاہ کر کے جہاد کے لیے ابھارتا ہے کہ جہاد سے جی چرا کر گھروں میں بیٹھ رہنے والوں کا بیٹھنا کسی کام نہیں آتا اور کبھی کبھی اللہ تعالیٰ جہاد کے راستے کو ان کے لیے آسان کر دیتا ہے۔ (تفسیر سعدی:547/1)

سوال2: موت کا تذکرہ انسان کے احساس وشعور میں کیا تبدیلی پیدا کرتا ہے؟

جواب:《1》انسان کے اندر سے موت کا خوف دور ہو جاتا ہے۔《2》انسان جنگ سے خوف نہیں کھاتا۔

سوال3: وَاِنْ تُصِبْهُمْ حَسَنَةٌ يَّقُوْلُوْا هٰذِهٖ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَّقُوْلُوْا هٰذِهٖ مِنْ عِنْدِكَ "اور اگر انہیں کوئی بھلائی پہنچتی ہے تو وہ کہتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور اگر انہیں کوئی برائی پہنچتی ہے تو کہتے ہیں کہ یہ تمہاری طرف سے ہے" کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》مصیبت کو رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب کرنے والے منافق اور یہودی تھے۔《2》یہود بھلائی کو اللہ تعالیٰ کی طرف اور برائی کو رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب کرتے تھے۔《3》دکھ یا مصیبت پر منافق اور یہودی رسول اللہ ﷺ پر الزام لگاتے تھے کہ نعوذ باللہ یہ آپ ﷺ کی کم فہمی اور غلط تدابیر اختیار کرنے کا نتیجہ ہے۔ اُحد کے موقع پر بھی انہوں نے یوں کہا تھا۔《4》ان سے پہلے کفار اللہ تعالیٰ اور رسولوں سے براشگون لیتے رہے۔ رب العزت کا فرمان ہے فَاِذَا

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جَآءَتۡهُمُ الۡحَسَنَةُ قَالُوۡا لَنَا هٰذِهٖ ۚ وَاِنۡ تُصِبۡهُمۡ سَيِّئَةٌ يَّطَّيَّرُوۡا بِمُوۡسٰى وَمَنۡ مَّعَهٗ ؕ اَلَاۤ اِنَّمَا طٰٓئِرُهُمۡ عِنۡدَ اللّٰهِ وَلٰـكِنَّ اَكۡثَرَهُمۡ لَا يَعۡلَمُوۡنَ تو جب ان پر خوشحالی آتی تو وہ کہتے کہ یہ ہمارے ہی لیے ہے اور اگر ان کو کوئی تکلیف پہنچتی تو موسیٰ اور ان کی نحوست ٹھہراتے جو اس کے ساتھ تھے۔ سن لو! یقیناً ان کی نحوست اللہ تعالیٰ کے پاس ہے لیکن ان کے اکثر لوگ نہیں جانتے۔ (الاعراف:131) قَالُوا اطَّيَّرۡنَا بِكَ وَبِمَنۡ مَّعَكَ ؕ قَالَ طٰٓئِرُكُمۡ عِنۡدَ اللّٰهِ بَلۡ اَنۡتُمۡ قَوۡمٌ تُفۡتَنُوۡنَ انہوں نے کہا: ہم تمہیں اور تمہارے ساتھیوں کو منحوس سمجھتے ہیں۔ صالح نے کہا: تمہاری نحوست تو اللہ تعالیٰ کے پاس ہی سے ہے۔ بلکہ تم لوگ فتنے میں مبتلا کر دیے گئے ہو۔ (النمل:47)

سوال 4: قُلۡ كُلٌّ مِّنۡ عِنۡدِ اللّٰهِ ''آپ کہہ دیں سب اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے'' اس دنیا میں کسی کو فائدہ یا نقصان ہونا کیسے ممکن ہوتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ دنیا میں کسی کو فائدہ ہو یا نقصان سب کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے۔ یہ مسلمانوں کے عقیدے کا اہم حصہ ہے۔ رب العزت کا فرمان ہے: وَاللّٰهُ خَلَقَكُمۡ وَمَا تَعۡمَلُوۡنَ اور اللہ تعالیٰ نے تمہیں بھی پیدا کیا ہے اور اُنہیں بھی جو اعمال تم کرتے ہو۔ (الصافات:96) لہٰذا نفع یا نقصان اگر اعمال کے نتیجے میں بھی ہو تب بھی افعال کا خالق اللہ تعالیٰ ہے اس لیے نفع ونقصان اسی کی جانب سے ہے۔ ﴿2﴾ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: حسنہ اور سیئہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہیں۔ الحسنہ سے مراد جو اللہ تعالیٰ نے انعام کیا۔ السیئہ سے مراد جو اللہ تعالیٰ نے تمہیں مصیبت میں مبتلا کیا۔ (تفسیر فتح القدیر:626/1) ﴿3﴾ نفع یا نقصان اگر اعمال کے نتیجے میں بھی ہو تب بھی افعال کا خالق اللہ تعالیٰ ہے اس لیے نفع ونقصان اسی کی جانب سے ہے۔ ﴿4﴾ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمان جب بھی کسی پریشانی، بیماری، رنج وملال، تکلیف، اور غم میں مبتلا ہو جاتا ہے یہاں تک کہ اگر اسے کوئی کانٹا بھی چبھ جائے تو اللہ تعالیٰ اسے اسکے گناہوں کا کفارہ بنا دیتا ہے۔ (بخاری:5642) ﴿5﴾ سعید بن یسار سے سنا، انھوں نے کہا کہ میں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی کرنا چاہتا ہے اسے بیماری کی تکالیف اور دیگر مصیبتوں میں مبتلا کر دیتا ہے۔ (بخاری:5645) ﴿6﴾ انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ جب اپنے بندے کے لیے بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے تو اسے جلد ہی دنیا میں سزا دے دیتا ہے۔ اور جب بندے سے برائی کا ارادہ کرتا ہے تو اس سے گناہ کی سزا سے روکے رکھتا ہے حتیٰ کہ قیامت کے دن اسے پوری سزا دے گا اس سند کے ساتھ یہ بھی مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا: بڑا ثواب بری آزمائش کے ساتھ ہے بلاشبہ اللہ تعالیٰ جب

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کسی قوم کے ساتھ محبت کرتا ہے تو ان کو کسی آزمائش میں ڈال دیتا ہے جو اس آزمائش پر راضی ہوا تو اس کے لیے رضا ہے۔ جو اس آزمائش پر ناراض ہوا تو اسکے لیے ناراضگی ہے۔(ترمذی:2396)《7》ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ایماندار مرد اور عورت اپنے نفس، اولاد اور مال کی آزمائش میں ہمیشہ رہتے ہیں حتیٰ کہ اسکی ملاقات اپنے رب سے ایسے حال میں ہوتی ہے کہ اس پر کوئی گناہ باقی نہیں رہتا۔(ترمذی:2399)

سوال5: فَمَالِ هٰٓؤُلَآءِ الْقَوْمِ لَا يَكَادُوْنَ يَفْقَهُوْنَ حَدِيْثًا ''پھر ان لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ قریب نہیں ہیں کہ کوئی بات سمجھیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》الفقہ سے مراد شریعت کا فہم ہے۔ فہم دینی امور کی سمجھ ہے۔(تفسیر ثعالبی:266/2)《2》اس آیت کریمہ میں ضمناً ان لوگوں کی مدح کا پہلو نکلتا ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام کا فہم رکھتے ہیں۔ نیز اس فہم اور اس کے اسباب کے حصول کی ترغیب ہے۔ یہ فہم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے کلام میں تدبر اور تفکر اور اس منزل تک پہنچانے والے راستوں پر گامزن ہونے ہی سے حاصل ہوتا ہے اگر انہوں نے اللہ تعالیٰ کے احکامات کو سمجھا ہوتا، تو معلوم ہو جاتا کہ نیکی اور برائی خیر اور شر سب اللہ تعالیٰ کی قضاوقدر سے ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی قضاوقدر سے کوئی چیز باہر نہیں، نیز انبیاء ورسل اور ان کی لائی ہوئی تعلیمات کبھی بھی شر کا باعث نہیں ہوتیں۔ کیونکہ وہ تو دین و دنیا اور آخرت کی بھلائی سے مبعوث کیے جاتے ہیں۔(تفسیر سعدی:548/1)

مَآ اَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ ۡ وَمَآ اَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَّفْسِكَ ؕ وَاَرْسَلْنٰكَ لِلنَّاسِ رَسُوْلًا ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا(79)

جو بھی بھلائی تجھے پہنچے سو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور جو کوئی برائی تجھے پہنچے تو وہ تمہاری اپنی طرف سے ہے اور ہم نے آپ کو لوگوں کے لیے رسول بنا کر بھیجا ہے اور اللہ تعالیٰ ہی گواہ کافی ہے۔(79)

سوال1: مَآ اَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ ''جو بھی بھلائی تجھے پہنچے سو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے'' ہر بھلائی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ اس سے کیا مراد ہے؟

جواب:《1》حسنہ سے مراد وسعت، کامیابی اور غنیمت ہے(تفسیر منیر:168/3)《2》اس سے مراد یہ ہے کہ بھلائی کسی نیکی یا اطاعت کا صلہ نہیں کیونکہ ایک انسان کو نیکی کی توفیق اللہ تعالیٰ ہی دیتا ہے۔ یہ اس کا خاص فضل اور احسان ہے۔《3》انسان

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کی اطاعت اور نیکیاں اللہ تعالیٰ کے احسانات اور انعامات کے مقابلے میں کوئی حیثیت ہی نہیں رکھتیں۔اسی لیے نبی ﷺ نے فرمایا: کوئی بھی اپنے عمل کی وجہ سے جنت میں نہیں جائے گا۔صحابہ رضی اللہ عنہم نے دریافت کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا آپ ﷺ بھی نہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں جب تک مجھے بھی اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے نہیں ڈھانپ لے گا میں بھی جنت میں نہیں جاؤں گا۔(بخاری:6467)

سوال2: وَمَآ اَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَّفْسِكَ ''برائی تیرے نفس کی طرف سے ہے''اس سے کیا مراد ہے؟

جواب:《1》سَيِّئَةٍ سے مراد برائی ہے جیسے سختی، آزمائش،شکست، زخم اور قتل وغیرہ(تفسیر منیر:168/3)《2》اس سے مراد ہے کہ برائی انسان کی اپنی غلطیوں اور گناہوں کا نتیجہ ہوتی ہے۔جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: وَمَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ اور جو مصیبت تمہیں پہنچتی ہے تو تمہارے اُن اعمال کی وجہ سے جو تمہارے ہاتھوں نے کمائے ہیں اور وہ بہت سے قصوروں سے درگزر کرتا ہے۔(الشوریٰ:30)《3》سلف صالحین کا عام طور پر یہ دستور تھا کہ جب کوئی اجتہادی رائے پیش کرتے تو کہتے اگر یہ صحیح ہے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور اسی کی توفیق سے ہے اور اگر غلط ہے تو ہماری طرف سے اور شیطان کی طرف سے ہے۔(دعوۃ القرآن)

سوال3: وَاَرْسَلْنٰكَ لِلنَّاسِ رَسُوْلًا وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ''اور ہم نے آپ کو لوگوں کے لیے رسول بنا کر بھیجا ہے اور اللہ تعالیٰ ہی گواہ کافی ہے''اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کو کن لوگوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا؟

جواب:《1》''اور ہم نے آپ کو لوگوں کے لیے رسول بنا کر بھیجا ہے اور اللہ تعالیٰ ہی گواہ کافی ہے''اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو ساری انسانیت کے لیے، قیامت تک کے لیے رسول بنا کر بھیجا ہے۔《2》رب العزت نے فرمایا: قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعَا ِۨالَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ۠ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ الَّذِيْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَكَلِمٰتِهٖ وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ آپ کہہ دیں: اے لوگو! یقیناً میں تم سب کی طرف اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں، وہ ذات جس کے لیے بادشاہت ہے تمام آسمانوں اور زمین کی، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہی زندہ کرتا ہے اور وہی مارتا ہے، سو تم اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول پر جو اُمی نبی ہے ایمان لے آؤ جو اللہ تعالیٰ اور اس کی باتوں پر ایمان رکھتا ہے اور اُس کی پیروی کرو تاکہ تم ہدایت پاؤ۔(اعراف:158)《3》جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے پانچ ایسی چیزیں عطا کی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے انبیاء کو نہیں دی گئی تھیں۔الف۔ایک مہینے کی راہ سے میرا رعب ڈال کر میری مدد کی گئی۔ب۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

میرے لیے تمام زمین میں نماز پڑھنے اور پاکی حاصل کرنے کی اجازت ہے۔اس لیے میری امت کے جس آدمی کی نماز کا وقت (جہاں بھی) آجائے اسے (وہیں) نماز پڑھ لینی چاہیے۔ج۔میرے لیے مال غنیمت حلال کیا گیا۔و۔پہلے انبیاء خاص اپنی قوموں کی ہدایت کے لیے بھیجے جاتے تھے۔لیکن مجھے دنیا کے تمام انسانوں کی ہدایت کے لیے بھیجا گیا ہے۔ی۔مجھے شفاعت عطا کی گئی ہے۔(صحیح بخاری:438)《4》پہلے ایک نبی خاص طور پر اپنی ہی قوم کی طرف بھیجا جاتا تھا اور میں عام طور پر تمام انسانوں کی طرف بھیجا گیا ہوں۔(بخاری،مسلم)《5》میں ساری خلقت کی طرف بھیجا گیا ہوں اور میری آمد پر انبیاء ختم کردیے گئے۔(مسلم)《6》میں عمومیت کے ساتھ تمام انسانوں کی طرف بھیجا گیا ہوں حالانکہ مجھ سے پہلے جو نبی بھی گزرا ہے وہ اپنی قوم کی طرف بھیجا جاتا تھا۔(مسند احمد)《7》میری بعثت اور قیامت اس طرح ہیں یہ فرماتے ہوئے نبی ﷺ نے اپنی دونوں انگلیاں اُٹھائیں (بخاری،مسلم)

سوال4:وَ کَفٰی بِاللّٰهِ شَهِیْدًا ''اور اللہ تعالیٰ ہی گواہ کافی ہے'' اللہ تعالیٰ نے اپنے شہید ہونے کا شعور کیسے دلایا ہے؟

جواب:《1》اللہ تعالیٰ نے انسان کو پہنچنے والی برائیوں اور بھلائیوں کی وجہ سے اپنے شہیـــــــد یعنی گواہ ہونے کا شعور دلایا ہے۔《2》رب العزت نے فرمایا:قُلْ اَیُّ شَیْءٍ اَکْبَرُ شَهَادَةً ؕ قُلِ اللّٰهُ ۙ شَهِیْدٌۢ بَیْنِیْ وَبَیْنَكُمْ ۚ وَاُوْحِیَ اِلَیَّ هٰذَا الْقُرْاٰنُ لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَمَنْۢ بَلَغَ ؕ اَئِنَّكُمْ لَتَشْهَدُوْنَ اَنَّ مَعَ اللّٰهِ اٰلِهَةً اُخْرٰی ؕ قُلْ لَّاۤ اَشْهَدُ ۚ قُلْ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّاِنَّنِیْ بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ آپ ان سے پوچھیں کون سی چیز گواہی میں سب سے بڑی ہے؟ آپ کہہ دیں اللہ تعالیٰ میرے اور تمہارے درمیان گواہ ہے اور میری طرف یہ قرآن وحی کیا گیا ہے تاکہ میں اس کے ساتھ تمہیں بھی خبردار کروں اور اُنہیں بھی جن تک یہ پہنچے، کیا تم گواہی دیتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ واقعتاً دوسرے معبود بھی ہیں؟ آپ کہہ دیں: میں تو گواہی نہیں دیتا، آپ کہہ دیں: وہ تو بس ایک ہی معبود ہے اور بلاشبہ میں اُن سے بے تعلق ہوں جو تم شریک بناتے ہو۔(الانعام:19)

مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۚ وَمَنْ تَوَلّٰی فَمَاۤ اَرْسَلْنٰكَ عَلَیْهِمْ حَفِیْظًا(80)

اور جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے حقیقتاً اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی اور جس نے منہ موڑا تو ہم نے ان پر آپ کو نگہبان بنا کر نہیں بھیجا ہے۔(80)

سوال1:مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ''اور جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے حقیقتاً اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی'' وضاحت کریں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:﴿1﴾ ’’اورجس نے رسول کی اطاعت کی اس نے حقیقتاً اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی‘‘ رسول کی اطاعت کے ماسوااللہ تعالیٰ کی اطاعت کا کوئی راستہ نہیں۔الف۔اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے ہر طریقے کو رسول ہی واضح کرتا ہے۔ب۔وہی اپنی زندگی سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے عملی نمونے کو پیش کرتا ہے۔ج۔اگر رسول کی اطاعت کو نکال دیا جائے تو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے لیے کوئی دلیل نہیں۔سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو بیان کرتے ہوئے سنا گیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی۔(بخاری:7137)﴿2﴾ جس نے اللہ کے رسول ﷺ کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور اس کے لیے وہی ثواب ہے جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر مترتب ہوتا ہے۔(تفسیر سعدی:549,550/1)

سوال2: وَمَنْ تَوَلّٰى فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ’’اورجس نے منہ موڑا تو ہم نے ان پر آپ کو نگہبان بنا کر نہیں بھیجا ہے‘‘ اس کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ ’’اورجس نے منہ موڑا تو ہم نے ان پر آپ کو نگہبان بنا کر نہیں بھیجا ہے‘‘ اس سے مراد ہے کہ اگر کوئی رسول کے احکامات سے منہ موڑتا ہے تو زبردستی اطاعت کروانا رسول کی ذمہ داری نہیں ہے۔﴿2﴾ منافق رسول اللہ ﷺ کے سامنے اطاعت کا اظہار کرتے تھے لیکن راتوں کو آپ ﷺ اور مسلمانوں کے خلاف خفیہ مشورے کرتے تھے۔﴿3﴾ جس نے نبی ﷺ کی اطاعت سے منہ موڑا وہ نامراد و ناکام رہا اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ایسے شخص کے معاملے کی ذمہ داری آپ ﷺ پر نہیں ہے اور آپ ﷺ جو چاہتے ہیں اس کے لیے اس کو مجبور نہیں کریں گے۔آپ ﷺ کے ذمے تو پہنچا دینا ہے آپ ﷺ ان پر کوئی داروغہ نہیں ہیں ایسے شخص نے خسارہ پایا جیسا کہ صحیح حدیث میں آیا ہے جس نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کی وہی ہدایت یافتہ ہے جس نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی وہ اپنے سوا کسی کو نقصان نہیں پہنچاتا۔(تفسیر منیر:178/3)﴿4﴾ حَفِيْظًا سے مراد ان کے اعمال کا محافظ اور حساب لینے والا ہے۔(ایسر التفاسیر:281)

وَيَقُوْلُوْنَ طَاعَةٌ ۡ فَاِذَا بَرَزُوْا مِنْ عِنْدِكَ بَيَّتَ طَآىِٕفَةٌ مِّنْهُمْ غَيْرَ الَّذِيْ تَقُوْلُ ۭ وَاللّٰهُ يَكْتُبُ مَا يُبَيِّتُوْنَ ۚ فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ وَتَوَكَّلْ عَلَي اللّٰهِ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا (81)

اور وہ کہتے ہیں اطاعت ہوگی، پھر جب وہ آپ کے پاس سے نکلتے ہیں تو ان میں سے ایک گروہ رات کو آپ کی بات

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کے خلاف مشورہ کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ لکھ رہا ہے جو وہ رات کو مشورے کرتے ہیں چنانچہ آپ ان سے منہ موڑ لیں اور اللہ تعالیٰ پر توکل کریں اور اللہ تعالیٰ ہی وکیل کافی ہے۔(81)

سوال1: وَيَقُوْلُوْنَ طَاعَةٌ ۡ فَاِذَا بَرَزُوْا مِنْ عِنْدِكَ بَيَّتَ طَآئِفَةٌ مِّنْهُمْ غَيْرَ الَّذِيْ تَقُوْلُ ''اور وہ کہتے ہیں اطاعت ہوگی، پھر جب وہ آپ کے پاس سے نکلتے ہیں تو ان میں سے ایک گروہ رات کو آپ کی بات کے خلاف مشورہ کرتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ وَيَقُوْلُوْنَ طَاعَةٌ ''اور وہ کہتے ہیں اطاعت ہوگی'' منافق رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کا دم بھرتے تھے۔﴿2﴾ فَاِذَا بَرَزُوْا مِنْ عِنْدِكَ بَيَّتَ طَآئِفَةٌ مِّنْهُمْ غَيْرَ الَّذِيْ تَقُوْلُ ''پھر جب وہ آپ کے پاس سے نکلتے ہیں تو ان میں سے ایک گروہ رات کو آپ کی بات کے خلاف مشورہ کرتا ہے'' منافق یہ چاہتے تھے کہ مسلمانوں کی قوت کمزور پڑے اور ہم کسی طرح ان سے پیچھا چھڑا لیں یا انہیں مدینہ سے باہر نکال دیں اس مقصد کے لیے یہودیوں سے مل کر سازشیں کرتے تھے۔﴿3﴾ قتادہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ وہ اللہ کے نبی ﷺ کے ساتھ کیے گئے عہد کو بدل ڈالتے تھے۔(تفسیر جامع البیان:208/5)

سوال2: رسول اللہ ﷺ کے سامنے اطاعت کا دم بھرنے والے آپ ﷺ اور مسلمانوں کے خلاف سازشیں کیوں کرتے تھے؟

جواب: اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت تو ظاہر اور باطن، خلوت اور جلوت میں ہونی چاہیے، جہاں تک ان لوگوں کا تعلق ہے جو لوگوں کے سامنے اطاعت کے دعوے کرتے ہیں اپنے ہم نواؤں کے ساتھ ہوتے ہیں یا تنہا ہوتے ہیں تو مسلمانوں کے خلاف سازشیں کرتے ہیں تو وہ منافق ہیں جن کی اطاعت ان کے لیے نفع مند نہیں ہوتی۔

سوال3: وَاللّٰهُ يَكْتُبُ مَا يُبَيِّتُوْنَ ''اور اللہ تعالیٰ لکھ رہا ہے جو وہ رات کو مشورے کرتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ''اور اللہ تعالیٰ لکھ رہا ہے جو وہ رات کو مشورے کرتے ہیں'' اللہ تعالیٰ ان کاموں کو ان کے اعمال نامے میں ثبت کر رہا ہیں تا کہ ان پر انہیں جزا دے۔(تفسیر فتح القدیر:625/1)

سوال4: اللہ تعالیٰ نے سازشوں کا مقابلہ کرنے کے لیے رسول اللہ ﷺ کو کیا تلقین کی؟

جواب﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے یہ اطمینان دلایا ہے کہ اس کی نظروں سے یہ سازشیں اوجھل نہیں ہیں۔ یہ لوگ ان سازشوں میں ہرگز کامیاب نہیں ہو سکتے۔﴿2﴾ اللہ تعالیٰ ان کی سرگوشیاں لکھ رہا ہے۔﴿3﴾ آپ ﷺ نے ان سے اعراض کرنا ہے۔ ان کی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سازشوں کی ہرگز پرواہ نہیں کرنی۔﴿4﴾ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھیں۔﴿5﴾ اللہ تعالیٰ خود ان سے نمٹ لے گا۔

سوال5: فَاَعۡرِضۡ عَنۡهُمۡ ''چنانچہ آپ ان سے منہ موڑ لیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ آپ ان سے منہ موڑ لیں، انہیں چھوڑ دیں یہاں تک کہ ان سے انتقام لینا ممکن ہوجائے اور یہ بھی کہا گیا کہ آپ ان کا پیچھا نہ کریں۔(تفسیر فتح القدیر:625/1)﴿2﴾ ان سے درگزر کریں، ان سے بردباری سے پیش آئیں، ان کا مؤاخذہ نہ کریں، انہیں اپنے کاموں کی ذمہ داری نہ سونپیں، ان کے معاملات کو لوگوں کے سامنے نہ کھولیں اور ان سے خوف نہ کھائیں۔(تفسیر منیر:178/3)

سوال6: وَتَوَكَّلۡ عَلَى اللّٰهِ'' اور اللہ تعالیٰ پر توکل کریں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ ''اور اللہ تعالیٰ پر توکل کریں'' اپنے معاملات اللہ تعالیٰ کے سپرد کردیں۔(تفسیر منیر:178/3)﴿2﴾ ان کے عمل کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ ان سے منہ موڑ لیں اور اللہ تعالیٰ پر توکل کریں پھر ان کی بیماری کا سبب بیان کیا ہے اور وہ ہے کتاب اللہ پر تدبر نہ کرنا۔(الاساس فی التفسیر:1132/2)

سوال7: وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيۡلًا ''اور اللہ تعالیٰ ہی وکیل کافی ہے'' اللہ تعالیٰ نے اپنے وکیل ہونے کا شعور کیسے دلایا ہے؟

جواب:﴿1﴾ ''اور اللہ تعالیٰ ہی وکیل کافی ہے'' اللہ تعالیٰ ان کے شر کے مقابلے میں آپ ﷺ کے لیے کافی ہے۔﴿2﴾ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے اقوال سے کہ سامنے اطاعت کے دعوے کرتے ہیں اور باہر آکر آپ ﷺ کے خلاف مشورے کرتے ہیں اور پھر ان کی بات چیت کو لکھ لینے سے اپنے وکیل ہونے کا شعور دلایا ہے کہ جو آپ ﷺ کے دشمنوں کے اندر اور باہر کو جانتا ہے، جو ان کا حساب کتاب رکھتا ہے، وہ ان سے بدلہ لینے کی قدرت رکھتا ہے، غالب ہے لہٰذا یقیناً وہی وکیل ہے اور کارساز ہے۔

اَفَلَا يَتَدَبَّرُوۡنَ الۡقُرۡاٰنَ ؕ وَلَوۡ كَانَ مِنۡ عِنۡدِ غَيۡرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوۡا فِيۡهِ اخۡتِلَافًا كَثِيۡرًا(82)

تو کیا وہ قرآن مجید میں غور وفکر نہیں کرتے؟ اور اگر وہ غیر اللہ کے پاس سے ہوتا تو اس میں وہ یقیناً بہت زیادہ اختلاف پاتے۔(82)

سوال1: اَفَلَا يَتَدَبَّرُوۡنَ الۡقُرۡاٰنَ ''تو کیا وہ قرآن مجید میں غور وفکر نہیں کرتے'' اس آیت کے مخاطب کون ہیں؟

جواب: اس آیت کے مخاطب منافق ہیں۔ انہیں تنبیہ کی گئی ہے کہ اگر یہ قرآن اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی جانب سے ہوتا تو اس میں وہ بہت زیادہ اختلاف پاتے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال2: اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ ''تو کیا وہ قرآن مجید میں غور وفکر نہیں کرتے'' اس کی وضاحت کریں؟

جواب: قرآنِ حکیم پر غور وفکر کرنے سے یہ حقائق واضح ہوتے ہیں: ﴿1﴾ قرآنِ مجید میں کوئی ایسی چیز نہیں جو انسان کی فطرت کے خلاف ہو۔ ﴿2﴾ اس میں کوئی ایسا بیان نہیں جو پچھلی کتابوں کی حقیقت سے ٹکراتا ہو۔ ﴿3﴾ قرآنِ حکیم کا کوئی بیان کسی تسلیم شدہ حقیقت کے خلاف نہیں۔ ﴿4﴾ اس میں ایسا کوئی اشارہ نہیں جو تجرباتی علوم سے دریافت شدہ کسی واقعے کے خلاف ہو۔ ﴿5﴾ قرآنِ حکیم کے کلام میں پختگی اور ہم آہنگی ہے۔

سوال3: وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا ''اور اگر وہ غیر اللہ کے پاس سے ہوتا تو اس میں وہ یقیناً بہت زیادہ اختلاف پاتے'' کا مفہوم واضح کریں؟

جواب: ﴿1﴾ منافقوں کی جن باتوں پر انہیں تنبیہ کی گئی ہے ان کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ انہیں قرآن کے منزل من اللہ ہونے میں بھی شک تھا۔ اس آیت میں اس شک کو دور کرنے کی عقلی دلیل پیش کی گئی ہے جو یہ ہے کہ انسان کی حالت یہ ہے کہ بچپن میں اس کی عقل ناپختہ ہوتی ہے، جوانی میں قدرے ترقی کی جاتی ہے اور پختہ عمر میں عقل بھی پختہ ہو جاتی ہے اور اس کے ان تینوں ادوار کے کلام میں نمایاں فرق ہوتا ہے پھر زندگی بھر اس کے نظریات بدلتے رہتے ہیں۔ انسان جس شہر یا ملک میں جاتا ہے تو وہاں کے معاشرتی ماحول کا اثر قبول کر لیتا ہے پھر کبھی انسان غصہ کی حالت میں ہوتا ہے تو سب مخاطبوں کو دہشت زدہ بنا دیتا ہے۔ یہی افراط وتفریط کی کیفیت اس کے ہر قسم کے جذبات میں نمایاں طور پر پائی جاتی ہے۔ گویا اگر کسی بھی ایک انسان کے زندگی بھر کے کلام کا مجموعہ تیار کیا جائے تو اس میں سینکڑوں اختلافات اور تضادات آپ کو مل جائیں گے اس کے برعکس اب اللہ کے کلام پر نظر ڈالیے جو 23 سال تک مختلف اوقات اور مختلف مناظر اور مختلف مواقع پر نازل ہوتا رہا جو آخر میں ترتیب پا کر ایک مجموعہ بن گیا۔ اب دیکھئے ادبی لحاظ سے اس کی فصاحت وبلاغت میں کہیں کوئی فرق ہے؟ یا اس کے نظریات میں، اس کی اخلاقی اقدار کی تعیین میں کوئی اختلاف آپ دیکھتے ہیں؟ یا ایسی صورت ہے کہ مثلاً اگر یہود پر عتاب نازل ہوا ہو تو سب کو ایک ہی لاٹھی سے ہانکا گیا ہو اور اس میں سے ان کے اچھے لوگوں کو مستثنیٰ نہ کیا گیا ہو اور ان کی خوبیاں الگ بیان نہ کر دی گئی ہوں؟ غرض جتنے بھی پہلو آپ سامنے لائیں گے آپ اسی نتیجہ پر پہنچیں گے کہ یہ انسان کا کلام نہیں ہو سکتا اور اس کو نازل کرنے والا صرف اللہ تعالیٰ ہی ہو سکتا ہے۔ (تیسیر القرآن: 437/1) ﴿2﴾ اگر وہ لوگ قرآن کریم کو غور سے سنتے، اس کے معانی ومضامین میں تدبر کرتے تو انہیں معرفت تامہ حاصل ہو جاتی کہ رسول اللہ ﷺ برحق ہیں اور جو دین لے کر آئے ہیں وہ بھی برحق ہے،

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اوراس نفاق سے نجات مل جاتی جس نے ان کے دلوں کوفاسداوران کے افکارکومتعفّن بنارکھا ہے۔(تیسرالرحمٰن:279)

﴿3﴾رب العزت کافرمان ہے:كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ مُبٰرَكٌ لِّيَدَّبَّرُوْٓا اٰيٰتِهٖ وَلِيَتَذَكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ یہ ایک بابرکت کتاب ہے جس کوہم نے آپ کی طرف نازل کیاہے تاکہ لوگ اُس کی آیات پرغوروفکرکریں اورتاکہ عقل والے اس سے نصیحت حاصل کریں۔(ص:29)﴿4﴾اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰى قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا توکیاوہ لوگ قرآن میں غورنہیں کرتے یا کچھ دلوں پراُن کے تالے ہیں؟(محمد:24)﴿5﴾اگرقرآنِ حکیم غیراللہ تعالیٰ کاکلام ہوتاتواس میں بہت سے اختلافات ہوتے لیکن یہ اس کودکھائی دے گاجوقرآنِ حکیم میں تدبرکرے گااورسنجیدگی سے اسے سمجھنے کی کوشش کرے گا۔یہ اس بات کاثبوت ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آیاہواکلام ہے۔

سوال4:قرآنِ حکیم میں تدبرکیسے کیاجاسکتاہے؟

جواب:﴿1﴾تدبرکے معنی ہیں:غوروفکرکرنا،کسی چیزکاپیچھاکرنا۔جوانسان قرآنِ حکیم میں تدبرکرناچاہے وہ اس کتاب میں دیئے جانے والے کامل علم پرغوروفکرکرے،اس کی جامعیت کودیکھے۔وہ بات جوبیسیوں صفحات میں نہیں کہی جاسکتی قرآنِ حکیم کیسے چندالفاظ میں اس کوکامل طورپرواضح کردیتاہے!اللہ تعالیٰ کی کاریگری اوراس کی صفات پرغوروفکرکرے۔آخرت کے حالات وواقعات پرغوروفکرکرے۔اگروہ لوگ قرآن کریم کوغورسے سنتے،اس کے معانی ومضامین میں تدبرکرتے،تو انہیں معرفت تامہ حاصل ہوجاتی کہ رسول اللہ ﷺ برحق ہیں،اوردین لے کرآئے ہیں وہ بھی برحق ہے۔(تیسرالرحمٰن) یہاں تدبرسے مرادکتاب اللہ کے معانی میں غوروفکر،اس کے مبادی،نتائج،عواقب اوراس کے لوازم میں گہری نظرسے سوچنا، کیونکہ اللہ تعالیٰ کی کتاب میں تدبرتمام علوم ومعارف کی کنجی ہے۔ہربھلائی اسی کے ذریعے سے حاصل کی جاتی ہےاورتمام علوم کااستخراج اسی سے کیاجاتاہے۔کتاب اللہ ہی سے قلب میں ایمان کااضافہ ہوتاہےاورشجرۂ ایمان جڑپکڑتاہے۔کتاب اللہ ہی رب معبودکی معرفت عطاکرتی ہے،اس معرفت سے نوازتی ہے کہ رب معبودکی صفات کمال کیاہیں اوروہ کون سی صفاتِ نقص سے منزہ ہے،کتاب اللہ اس راستے کی معرفت عطاکرتی ہے جورب معبودتک پہنچاتاہے نیزاس راستے پرچلنے والے لوگوں کی معرفت سے نوازتی ہےاوران نعمتوں کاذکرکرتی ہے جورب رحیم کی خدمت میں حاضرہونے پرعطاہونگی۔کتاب اللہ بندے کواس کے دشمن کی معرفت عطاکرتی ہے،ایسادشمن جوحقیقی دشمن ہے اوران راہوں کی نشاندہی کرتی ہے جوانسان کوعذاب کی منزل تک پہنچاتی ہیں،ان راہوں پرچلنے والے لوگوں کی معرفت عطاکرتی ہے نیزآگاہ کرتی ہے کہ اسباب عقاب کے وجود

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

پران کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے گا۔ بندہ مومن کتاب اللہ میں جتنا زیادہ غور کرتے گا اتنا ہی زیادہ اس کے علم وعمل اور بصیرت میں اضافہ ہوگا۔اس لیے اللہ تعالیٰ نے کتاب اللہ میں تدبر کا حکم اور اس کی ترغیب دی ہے۔اورآگاہ فرمایا ہے کہ قرآن عظیم کونازل کرنے کا مقصد بھی یہی ہے۔

وَاِذَا جَآءَهُمْ اَمْرٌ مِّنَ الْاَمْنِ اَوِ الْخَوْفِ اَذَاعُوْا بِهٖ ؕ وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَاِلٰۤى اُولِى الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْۢبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ ؕ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ لَاتَّبَعْتُمُ الشَّيْطٰنَ اِلَّا قَلِيْلًا (83)

اور جب ان کے پاس امن یا خوف کا کوئی معاملہ آتا ہے تو اسے مشہور کردیتے ہیں اور اگر وہ اسے رسول تک یا اپنے میں سے حکم دینے والوں کی طرف لوٹاتے تو وہ لوگ ضرور جان لیتے اس کو جو ان میں سے اس کا اصل مطلب نکالتے ہیں اور اگر تم پر اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو بہت ہی کم لوگوں کے سوا تم سب شیطان کے پیچھے لگ جاتے۔(83)

سوال1:اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب: عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب نبی ﷺ نے ازواجِ مطہرات سے کنارہ کشی اختیار کی تھی تو لوگوں نے مدینہ میں چرچا کردیا کہ نبی ﷺ نے سب ازواج کو طلاق دے دی، میں اس چرچا کو برداشت نہ کرسکا اور میں نے جاکر رسول ﷺ سے پوچھا کہ کیا آپ نے سب ازواج کو طلاق دے دی؟ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں۔پھر عمر رضی اللہ عنہ نے مسجد نبوی کے دروازے پر کھڑے ہوکر بآواز بلند یہ پکارا کہ آنحضرت ﷺ نے ازواج مطہرات کو طلاق نہیں دی اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔(صحیح مسلم:480/1)

سوال2:وَاِذَا جَآءَهُمْ اَمْرٌ مِّنَ الْاَمْنِ اَوِ الْخَوْفِ اَذَاعُوْا بِهٖ ''اور جب ان کے پاس امن یا خوف کا کوئی معاملہ آتا ہے تو اسے مشہور کردیتے ہیں''امن کی خبر سے کیا مراد ہے؟

جواب:﴿1﴾وَاِذَا جَآءَهُمْ اس سے مراد اہل نفاق ہیں(فتح القدیر:627/1)﴿2﴾اَذَاعُوْا بِهٖ کے معنی مشہور کردینے کے ہیں۔(بخاری کتاب التفسیر)﴿3﴾اَمْرٌ مِّنَ الْاَمْنِ اَوِ الْخَوْفِ جب ان کے پاس جہاد کی نصرت یا شکست کی کوئی خبر پہنچتی ہے تو وہ اسے پھیلا دیتے ہیں جب نصرت کا معاملہ ہوتا یعنی امن ہوتا تو وہ حسد کرتے اور طمع رکھتے اور جب شکست ہوتی تو وہ لوگوں کوخوف زدہ کرتے تھے، یہ ان کا معاشرے میں کردار تھا۔﴿4﴾امن کی خبر سے مراد مسلمانوں کی کامیابی کی خبر ہے۔اس سے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

مراد دشمنوں کی ہلاکت اور شکست کی خبر ہے جس کو سننے کے بعد مسلمانوں کو اطمینان ہوتا ہے اور ان کے اندر ضرورت سے زیادہ اعتماد پیدا ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے نقصان ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے۔《5》خوف کی خبر سے مراد مسلمانوں کی ہلاکت اور شکست کی خبر ہے جس کی وجہ سے حوصلے ٹوٹنے کا امکان پیدا ہو جاتا ہے۔

سوال3: وہ کون لوگ تھے جو اطمینان بخش یا خوفناک خبر سن لیتے تو پھیلا دیتے تھے؟

جواب: خوف اور امن کی خبریں سن کر پھیلانے والے صرف یہودی اور منافق ہی نہیں تھے بلکہ مسلمانوں میں سے بھی کچھ لوگ دل چسپی کی خاطر افواہوں کو پھیلانے میں حصہ لے لیتے تھے۔

سوال4: نبی ﷺ نے افواہوں کی حقیقت کو کیسے واضح کیا ہے؟

جواب:《1》حفص بن عاصم سے روایت ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا آدمی کے جھوٹا ہونے کے لیے یہ بات کافی ہے کہ جو سنے اسے (بغیر تحقیق کیے) بیان کردے۔(صحیح مسلم:7)《2》رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص میری طرف منسوب کر کے کوئی بات بیان کرے وہ جانتا ہے کہ یہ جھوٹ ہے پس وہ بھی جھوٹوں میں سے ایک جھوٹا ہے۔(صحیح مسلم)

سوال5: غیر ذمہ دارانہ گفتگو کے کیا نتائج نکل سکتے ہیں؟

جواب:《1》فساد《2》جنگ《3》غفلت اور سستی《4》بے یقینی《5》خوف و ہراس۔

سوال6: وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَاِلٰٓى اُولِى الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْۢبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ ”اور اگر وہ اسے رسول تک یا اپنے میں سے حکم دینے والوں کی طرف لوٹاتے تو وہ لوگ ضرور جان لیتے اس کو جو ان میں سے اس کا اصل مطلب نکالتے ہیں“ افواہوں کے بارے میں صحیح طرز عمل کیا ہے؟

جواب:《1》ایک مسلمان کا یہ فرض ہے کہ کوئی ایسی خبر سنے تو اپنے ذمہ دار افراد تک پہنچا دے اور ذمہ داران اس کی تحقیق کریں۔《2》اولی الامر سے مراد اکابر صحابہ، علماء اور صاحب الرائے کے افراد ہیں۔《3》قتادہ نے کہا: وہ اپنے علماء تک پہنچاتے تا کہ وہ اس کا اصل مطلب نکالتے۔(تفسیر جامع البیان:212/5)《4》يَسْتَنْۢبِطُوْنَهٗ کا معنی نکال لیتے ہیں (بخاری کتاب التفسیر)《5》وہ صحیح معنی نکال لیتے ہیں۔(ایسر التفاسیر:281)

سوال7: وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ لَاتَّبَعْتُمُ الشَّيْطٰنَ اِلَّا قَلِيْلًا ”اور اگر تم پر اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو بہت ہی کم لوگوں کے سوا تم سب شیطان کے پیچھے لگ جاتے“ کی وضاحت کریں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:《1》اگر نبی کریم ﷺ کی بعثت اور قرآن کے نزول کے ذریعے اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم نہ ہوتا۔(تیسیر الرحمن)
《2》لَاتَّبَعْتُمُ الشَّيْطٰنَ ان افواہوں کو قبول کرنے اور پھیلانے میں مسلمان شیطان کے پیچھے لگ جائے۔ اِلَّا قَلِيْلًا جن کی رائے صائب ہے عقل مستحکم ہے جیسے انصار اور مہاجرین میں سے کبار صحابہ تھے۔(ایسر التفاسیر:282)《3》یہ اللہ تعالیٰ کا فضل واحسان ہے اور اگر نہ ہوتا تو تم سب شیطان کے پیچھے لگ گئے ہوتے۔《4》اللہ تعالیٰ کا فضل یہ ہے کہ اس نے سنبھل جانے کا موقع دیا ہے کہ اس نے مسلمانوں کو شیطان کے پیچھے چلنے کے لیے کھلا نہیں چھوڑ دیا۔《5》حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی شیطان مردود کے شر سے بچاتا ہے۔

فَقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ لَا تُكَلَّفُ اِلَّا نَفْسَكَ وَحَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّكُفَّ بَاْسَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۭ وَ اللّٰهُ اَشَدُّ بَاْسًا وَّاَشَدُّ تَنْكِيْلًا (84)

چنانچہ تم اللہ تعالیٰ کی راہ میں جنگ کرو، تمہیں تمہاری ذات کے سوا کسی کی تکلیف نہیں دی جاتی اور مومنوں کو آپ رغبت دلائیں، قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ اُن لوگوں کی لڑائی روک دے جنھوں نے کفر کیا اور اللہ تعالیٰ بہت سخت لڑائی کرنے والا اور بہت سخت سزا دینے والا ہے۔(84)

سوال1:"فَقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ لَا تُكَلَّفُ اِلَّا نَفْسَكَ وَحَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ" چنانچہ تم اللہ تعالیٰ کی راہ میں جنگ کرو، تمہیں تمہاری ذات کے سوا کسی کی تکلیف نہیں دی جاتی اور مومنوں کو آپ رغبت دلائیں"کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》لوگوں کو جہاد پر اُبھارنے اور جوش دلانے کے لیے نبی ﷺ کو حکم دیا گیا ہے کہ لوگ جہاد کریں یا نہ کریں، آپ اکیلے ہوں تو آپ اپنے نفس کے ذمہ دار ہیں۔ہاں دوسروں کو آپ ابھاریں گے۔یہ اسلام کا بنیادی اُصول ہے کہ ہر شخص اپنی ذات کا ذمہ دار ہے۔دوسروں کو جنگ پر ابھارنے کی ذمہ داری بھی دراصل اُن ذمہ داریوں میں سے ہے جو اجتماعی ذمہ داری ہونے کے باوجود ایک لحاظ سے ذاتی ذمہ داری ہے۔《2》بغوی نے لکھا ہے کہ غزوہ احد کے بعد رسول اللہ ﷺ نے ابوسفیان سے وعدہ کرلیا تھا کہ ماہ ذیقعدہ میں بدر صغریٰ پر دونوں فریقوں کا پھر مقابلہ ہوگا۔جب وقت مقرر آیا تو رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کو جہاد کی دعوت دی مگر بعض لوگوں نے اس دعوت کو قبول نہیں کیا اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔(مظہری:116/3:3)《3》لَا تُكَلَّفُ اِلَّا نَفْسَكَ"تمہیں تمہاری ذات کے سوا کسی کی تکلیف نہیں دی جاتی"

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

نبی ﷺ کو تسلی دی گئی کہ لوگوں کا بیٹھ رہنا اوران کی مخالفت آپ ﷺ کو نقصان نہیں دے گی ۔آپ جہاد کریں خواہ اکیلے جائیں ،لشکر نہیں اللہ تعالیٰ آپ کی مدد فرمائے گا (بیضاوی:227/2)《4》وَحَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ یہ ترغیب ان تمام امور کو بھی شامل ہے جس سے اہلِ ایمان کو نشاط ،ان کے دلوں کو قوت اوران کو طاقت حاصل ہوتی ہو۔نیز یہ ترغیب اس بات کو بھی شامل ہے کہ دشمنوں کے ضعف اور کمزوری سے مومنوں کو آگاہ کیا جائے اور یہ ترغیب اس بات کو شامل ہے کہ مومنوں کو اس امر سے آگاہ کیا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے جہاد کرنے والوں کے لیے کیا ثواب تیار کررکھا ہے اور جہاد چھوڑ کر گھر بیٹھ رہنے والوں کے لیے کیا عذاب ہے۔(تفسیرِ سعدی)

《5》رب العزت نے فرمایا: قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلَىٰٓ اَنْ يَّبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ اَوْ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِكُمْ اَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا وَّيُذِيْقَ بَعْضَكُمْ بَاْسَ بَعْضٍ ۗ اُنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّهُمْ يَفْقَهُوْنَ آپ کہہ دیں وہ اس پر بھی قادر ہے کہ تم پر تمہارے اوپر سے یا تمہارے پاؤں کے نیچے سے کوئی عذاب بھیج دے یا تمہیں گروہوں میں ملادے اور تم میں سے بعض کو بعض کی لڑائی کا مزہ چکھا دے،آپ دیکھیں ہم آیات کو کیسے پھیر پھیر کر بیان کرتے ہیں تا کہ وہ سمجھیں۔(الانعام:65)《6》ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص اللہ کی راہ میں یعنی جہاد جیسے مقاصد میں (گھر سے) نکلا (اور زخمی ہوجانے کی وجہ سے) مرگیا یا اس کو جان سے مارڈالا گیا یا اس کے گھوڑے یا اس کے اونٹ نے کچل ڈالا یا کسی زہریلے جانور (جیسے سانپ وغیرہ) نے ڈس لیا اوریا (کسی بیماری کی وجہ سے یا اچانک یوں ہی) اللہ کی مرضی سے اپنے بستر پر مرگیا تو وہ (ہرصورت میں) شہید ہے (یعنی یا تو وہ حقیقی شہید ہے یا شہید کے حکم میں ہے) اور اس کے لیے جنت ہے (یعنی وہ ابتداہی میں شھداء وصالحین کے ساتھ جنت میں داخل ہوگا)۔(ابوداؤد)《7》ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: وہ شخص جہنم میں نہیں جائے گا جو اللہ کے خوف سے رویا ہو یہاں تک کہ دودھ تھنوں میں واپس نہ چلا جائے اور کسی بندے میں اللہ کی راہ کا غبار اور دوزخ کا دھواں کبھی بھی یکجا نہیں ہوسکتے۔اورنسائی اور حاکم وبیہقی کی روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ کسی مسلمان (کی ناک) کے دونوں نتھنوں میں اللہ کی راہ کا غبار اور دوزخ کا دھواں کبھی بھی یکجا نہیں ہوسکتے۔(ترمذی)

《8》ربیع بن زیاد فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک لشکر کے ساتھ چلے جارہے تھے۔آپ ﷺ نے دیکھا کہ قریش کا ایک نوخیز لڑکا راستہ سے کچھ ہٹا ہوا چل رہا ہے۔آپ ﷺ نے اس کا نام لے کر فرمایا کہ یہ فلاں لڑکا نہیں ہے؟ ساتھیوں نے کہا کہ جی ہاں! وہی ہے آپ ﷺ نے فرمایا اسے بلاؤ، چنانچہ بلایا گیا آپ ﷺ نے اسے فرمایا: کیوں میاں کیا بات ہے تم راستہ سے بچے ہوئے چل رہے ہو؟ عرض کیا اللہ کے رسول ﷺ! میں دھول مٹی سے بچ رہا تھا،آپ ﷺ نے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

فرمایااس سے بچومت ،اس ذات باری کی قسم جس کے قبضہ میں محمد ﷺ کی جان ہے یہ تو جنت کی خوشبو (خوشبو دار پاؤڈر) ہے۔(ابوداؤد)《9》ابو مصبح مقرائی کا بیان ہے کہ ہم لوگ روم کے علاقے میں مالک بن عبداللہ خثمی کی زیرامارت ایک جماعت میں چل رہے تھے کہ امیر جماعت مالک بن عبداللہ کا گزر جابر بن عبداللہ صحابی کے پاس سے ہوا تو دیکھا کہ وہ اپنے خچر کی لگام تھامے آگے آگے پیدل چل رہے ہیں۔ مالک نے کہا اے ابوعبداللہ (جابر)!اللہ نے آپکو سواری دی ہے اس پر سوار ہو جایئے، جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں اپنی سواری کو آرام دے رہا ہوں اور اپنے ساتھیوں سے بے نیاز رہنا چاہتا ہوں (مسلسل سوار ہونے کی صورت میں ممکن ہے مجھے اپنی سواری سے ہاتھ دھونے پڑ جائیں اور دوسروں پر میرا بار پڑے) اور (دوسری وجہ پیدل چلنے کی) یہ ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس کے پاؤں اللہ کی راہ میں غبار آلود ہو گئے اللہ تعالیٰ اسے جہنم پر حرام کر دیتا ہے، پھر مالک بن عبداللہ چلتے رہے یہاں تک کہ جب اتنا فاصلہ رہ گیا کہ آواز پہنچ سکے تو (مالک رضی اللہ عنہ نے) پھر بلند آواز سے پکار کر کہا اے ابوعبداللہ (جابر)!اللہ نے آپکو سواری دی ہے اس پر سوار ہو جایئے، جابر رضی اللہ عنہ مالک رضی اللہ عنہ کا مقصد سمجھ گئے (کہ ارشاد نبوی ﷺ کو تمام جماعت کو سنوانا چاہتے ہیں) انہوں نے جواب دیا کہ میں اپنی سواری کو آرام دے رہا ہوں اور اپنے ساتھیوں سے بے نیاز رہنا چاہتا ہوں اور میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس کے پاؤں اللہ کی راہ میں غبار آلود ہو گئے اللہ تعالیٰ اسے جہنم پر حرام کر دیتا ہے۔ بس (یہ سننا تھا کہ) تمام لوگوں نے اپنی اپنی سواریوں سے چھلانگیں لگا دیں اور پیدل چلنے لگے (راوی کا بیان ہے کہ) میں نے اس سے زیادہ پیدل چلنے والوں کی تعداد کبھی نہیں دیکھی تھی۔(صحیح ابن حبان)《10》عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا عنقریب تم پر ملکوں کی فتوحات ہوں گی اور اللہ تمہاری کفایت کرے گا لہٰذا تم میں سے کوئی تیراندازی سے عاجز نہ بنے۔(مسلم)《11》عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ارشاد فرماتے سنا: جسکا تیر نشانہ پر پہنچ گیا تو اس کے لیے جنت میں ایک درجہ ہے۔عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں (اس حدیث کو سن کر) میں نے سولہ تیر نشانہ پر مارے۔(نسائی)《12》عمر بن عبسہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا: جو اللہ کی راہ میں تیر پھینکے اسے ایک غلام آزاد کرنے کا ثواب ہے۔(ابوداؤد، ترمذی حاکم)

سوال 2: عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّكُفَّ بَاْسَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ''قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ اُن لوگوں کی لڑائی روک دے جنھوں نے کفر کیا'' اس کی وضاحت کریں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:《1》اللہ تعالیٰ کی طرف سے ''عَسَی'' کا لفظ یقین کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔پس آیت میں وعدہ کیا جارہا ہے کہ عنقریب کفار کا زور ٹوٹ جائے گا اور مسلمانوں کو غلبہ نصیب ہوگا۔(اشرف الحواشی:110/1)《2》بَأْسَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ان کی قوت حربیہ کو روک دے(ایسر التفاسیر:282)《3》اللہ تعالیٰ کا وعدہ پورا ہوا،اور جزیرۂ عرب اور مرورِ زمانہ کے ساتھ فارس اور روم کی سرزمین پر اسلام کا جھنڈا لہرانے لگا۔(تیسیر الرحمٰن) ان الفاظ سے یہ پتہ چل رہا ہے کہ کافر اس وقت قوت والے تھے۔《4》کافروں کی قوت کی وجہ سے مسلمان خوف محسوس کررہے تھے۔《5》ابھی مسلمانوں میں اسلامی نظریۂ حیات پورے طور پر واضح نہیں تھا۔

سوال3:وَاللّٰهُ اَشَدُّ بَاْسًا وَّ اَشَدُّ تَنْكِيْلًا ''اللہ تعالیٰ بہت سخت لڑائی کرنے والا اور بہت سخت سزا دینے والا ہے'' اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات اَشَدُّ بَاْسًا وَّ اَشَدُّ تَنْكِيْلًا کا شعور کیوں دِلایا ہے؟

جواب:《1》وَاللّٰهُ اَشَدُّ بَاْسًا ہر لڑائی والے سے زیادہ سخت لڑائی والا ہے۔《2》وَّ اَشَدُّ تَنْكِيْلًا ظالموں کو ان کے دشمنوں سے سخت سزا دلوانے والا ہے۔(ایسر التفاسیر:282)《3》اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو جہاد فی سبیل اللہ کا حکم دیتے ہوئے یہ شعور کہ ''اللہ تعالیٰ سخت لڑائی کرنے والا اور سخت سزا دینے والا ہے'' اس لیے دِلایا ہے کہ مسلمان جنگ کے لیے تیار ہو جائیں اور جنگ سے کراہت محسوس نہ کریں۔اللہ تعالیٰ نے اس لیے بھی یہ شعور دلایا ہے تاکہ مومن میدانِ جنگ میں جم کر لڑیں اور کافروں کو سزا دیتے ہوئے دل میں کوئی جذبۂ رحم نہ پائیں۔《4》اس کی حکمت کا تقاضا ہے کہ وہ اپنے بندوں کو ایک دوسرے کے ذریعے آزمائے تاکہ جہاد کا بازار گرم رہے اور نفع مند ایمان حاصل ہو،یعنی اختیاری ایمان نہ کہ جبری اضطراری ایمان،جو کچھ فائدہ نہیں دیتا۔(تفسیر سعدی:554/1)

مَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً يَّكُنْ لَّهٗ نَصِيْبٌ مِّنْهَا ۚ وَمَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً سَيِّئَةً يَّكُنْ لَّهٗ كِفْلٌ مِّنْهَا ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ مُّقِيْتًا(85)

جو شخص سفارش کرے گا،اچھی سفارش،تو اُس کے لیے بھی اُس میں ایک حصہ ہوگا اور جو کوئی سفارش کرے گا،بری سفارش اس کے لیے اِس میں سے ایک حصہ ہوگا اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے ہر چیز پر نگہبان ہے۔(85)

سوال1:مَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً يَّكُنْ لَّهٗ نَصِيْبٌ مِّنْهَا ''جو شخص سفارش کرے گا،اچھی سفارش،تو اُس کے لیے بھی اُس

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

میں ایک حصہ ہوگا'' شفاعتِ حسنہ سے کیا مراد ہے؟

جواب:﴿1﴾ شفاعت سے مراد کسی معاملے میں معاونت ہے۔ جو کوئی کسی دوسرے کی بھلائی کے کسی کام میں سفارش کرتا ہے اوراس کام میں اس کی مدد کرتا ہے،مثلاً مظلوموں کے بارے میں ظالم کے پاس سفارش کرنا اسے اس کی کوشش اور عمل کے مطابق اس نیک سفارش سے حصہ نصیب ہوگا اور اصل کام کرنے والے کو ثواب میں کوئی کمی واقع نہیں ہوگی اور جو کوئی برائی کے کسی کام میں مدد کرتا ہے تو اس کے تعاون اور مدد کے مطابق عذاب میں سے اس کو حصہ ملے گا۔ (تفسیر سعدی:555/1) ﴿2﴾ شفاعتِ حسنہ سے مراد ایسی سفارش ہے جس سے سچے مقصد کو قوت حاصل ہو مثلاً جہاد کے لیے اُبھارنا اچھی سفارش ہے۔﴿3﴾ مسلمانوں کو کافروں کے خلاف جہاد کی ترغیب دلانا اللہ کے نزدیک مسلمانوں کے حق میں خیرخواہی اور شفاعت حسنہ ہے،اسی مناسبت سے یہاں اچھی اور بری شفاعت کا بیان آیا ہے،اچھی شفاعت کی تعریف کی گئی ہے اور اللہ کے وعدہ کا ذکر ہے کہ شفاعت کرنے والے کو بھی اللہ اچھا بدلہ دے گا،اور بری شفاعت ،یعنی حاکم وقت کے پاس جا کر لوگوں کی شکایتیں کرنے والے کو اس بدکرداری کا برابدلہ ضرور ملے گا۔(تیسر الرحمٰن:280) ﴿4﴾ ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں کوئی ضرورت مند حاضر ہوتا تو آپ ﷺ اپنی مجلس میں موجود حاضرین کی طرف متوجہ ہو کر فرماتے: تم سفارش کرو تمہیں ثواب دیا جائے گا اور اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ کی زبان پر وہی کلمہ جاری کروائے گا جو وہ چاہتا ہے۔(بخاری:1432) ﴿5﴾ حضرت ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے نبی اکرم ﷺ کے پاس آ کر عرض کیا: میری سواری ہلاک ہوگئی ہے آپ مجھ (کسی سواری پر) سوار کردیں،آپ نے فرمایا میرے پاس تو کوئی سواری نہیں ہے،ایک آدمی نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول میں آدمی کی طرف راہنمائی کرتا ہوں جو اسے سواری دے گا۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس آدمی نے کسی آدمی کی نیکی پر راہنمائی کی تو اس کے لیے بھی اس عمل کرنے والے کی مثل اجر وثواب ہوگا۔(مسلم:4899) ﴿6﴾ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے کسی کو ہدایت (نیکی) کی دعوت دی تو اس کے لیے اس پیروی کرنے والے کے برابر ثواب ہوگا اور ان کے ثواب میں کچھ بھی کمی نہ کی جائے گی اور جس نے گمراہی کی طرف دعوت دی تو اس کے لیے اس کی پیروی کرنے والے کے برابر گناہ ہوگا اور اس کے گناہوں میں کچھ بھی کمی نہ کی جائے گی۔(مسلم:6804) ﴿7﴾ سیدنا ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص اپنے بھائی کے لیے سفارش کرے،پھر اسے اس سفارش کرنے کے سلسلے میں کوئی ہدیہ دیا جائے اور وہ اسے قبول کرلے تو وہ سود کے دروازوں

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

میں سے ایک بڑے دروازے پر پہنچ گیا۔(ابوداود:3541)《8》اس آیت کریمہ میں نیکی تقویٰ میں تعاون کے لیے بہت بڑی ترغیب ہے۔اسی طرح سے گناہ اورزیادتی کے کاموں میں معاونت پرزجروتوبیخ ہے اوراللہ تعالیٰ نے اسے اپنے اس ارشاد کے ذریعے سے متحقق کیا ہے۔(تفسیر سعدی:555/1)

سوال2:وَمَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً سَيِّئَةً يَّكُنْ لَّهٗ كِفْلٌ مِّنْهَا اور جو کوئی سفارش کرے گا، بری سفارش اس کے لیے اِس میں سے ایک حصہ ہوگا''شفاعتِ سیئہ سے کیا مراد ہے؟

جواب:《1》اگر برائی کے لیے شفاعت ہوگی تو شفاعت سیئہ ہے۔《2》سفارش سے سچائی کو، سچے مقصد کو نقصان پہنچے مثلاً منافق جہاد کے لیے نکلنے والوں کے حوصلے پست کررہے تھے اور یہ کوشش شفاعتِ سیئہ میں آتی ہے۔(ایسر التفاسیر:282) 《3》اگر کوئی شخص چوری کی سفارش کرکے اسے چھڑاتا ہے جو پھر چوریاں کرتا ہے تو سفارش کرنے والے کو بھی اس کے گناہ سے حصہ ملتا رہے گا۔(تیسیر القرآن:440/1)

سوال3:وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ مُّقِيْتًا''اوراللہ تعالیٰ ہمیشہ سے ہر چیز پر نگہبان ہے''مُقیت سے کیا مراد ہے؟

جواب:《1》مجاہد نے کہا:مقیت سے مرادشہید،حسیب اورحفیظ ہے۔《2》مقیت سے مرادحفیظ(نگہبان) ہے۔(تفسیر جامع البیان:219/5)《3》مقیت سے مراداقتداروالا ہے۔《4》اوریہ بھی کہاجاتا ہے کہ مقیت سے مراد وہ ہے جس کے ہاتھ میں رزق ہے اور جس کے ذمے ہر جاندار کی غذا ہو جیسا کہ فرمایا:وَقَدَّرَ فِيْهَآ اَقْوَاتَهَا اوراُس میں اُس کی غذائیں اندازے سے رکھ دیں(فصلت:10) (تفسیر سمرقندی:323)

سوال4:اللہ تعالیٰ نے اپنے مُقیت ہونے کا شعور کیسے دلایا ہے؟

جواب:اللہ تعالیٰ نے اچھی اوربُری سفارش کے بدلے سے اپنے مُقیت ہونے کا شعور دلایا ہے۔

وَاِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَآ اَوْ رُدُّوْهَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ حَسِيْبًا(86)

اورجب تمہیں سلامتی کی کوئی دُعا دی جائے تو تم اس سے بہتر سلامتی کی دُعا دو یا اُتنا ہی لوٹا کردو، یقیناً اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے ہر چیز کا پورا حساب کرنے والا ہے۔(86)

سوال1:وَاِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَآ''اورجب تمہیں سلامتی کی کوئی دُعا دی جائے''یہاں تَحِيَّةٍ کن معنوں میں آیا ہے؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب﴿1﴾تَحِيَّةٍ سے مراد لمبی عمر کی دُعا ہے۔﴿2﴾یہاں تَحِيَّةٌ سلام کرنے کے معنوں میں آیا ہے۔(فتح القدیر)﴿3﴾تحیۃ کے اصل معنی کسی کو زندگی کی دُعا دینا ہے یعنی اللہ تعالیٰ تمہاری عمر دراز کرے وغیرہ۔﴿4﴾اس کا ذکر قرآن حکیم میں ملتا ہے تَحِيَّتُهُمْ فِيهَا سَلٰمٌ ان کی آپس کی دُعا اس میں سلام ہوگی۔(ابراہیم:23)﴿5﴾تَحِيَّتُهُمْ يَوْمَ يَلْقَوْنَهٗ سَلٰمٌ وَّاَعَدَّ لَهُمْ اَجْرًا كَرِيْمًا اُن کی دُعا جس دن وہ اُس سے ملیں گے،سلام ہوگی اور اللہ تعالیٰ نے اُن کے لیے باعزت اجر تیار کر رکھا ہے۔(الاحزاب:44)﴿6﴾فَسَلِّمُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ تَحِيَّةً مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُبٰرَكَةً طَيِّبَةً فَسَلِّمُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ تَحِيَّةً مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُبٰرَكَةً طَيِّبَةً تو اپنے لوگوں کو سلام کرو، اللہ تعالیٰ کی طرف سے بڑا بابرکت اور پاکیزہ تحفہ ہے۔(النور:61)﴿7﴾ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے آدم کو اپنی صورت پر بنایا، ان کی لمبائی ساٹھ ہاتھ تھی۔جب انہیں پیدا کر چکا تو فرمایا کہ جاؤ اور ان فرشتوں کو جو بیٹھے ہوئے ہیں، سلام کرو اور سنو کہ تمہارے سلام کا کیا جواب دیتے ہیں، کیونکہ یہی تمہارا اور تمہاری اولاد کا سلام ہوگا۔آدم علیہ السلام نے کہا السلام علیکم! فرشتوں نے جواب دیا السلام علیک ورحمۃ اللہ، انہوں نے آدم کے سلام پر ''ورحمۃ اللہ'' بڑھا دیا۔پس جو شخص بھی جنت میں جائے گا آدم ﷺ کی صورت کے مطابق ہو کر جائے گا۔اس کے بعد سے پھر خلقت کا قد و قامت کم ہوتا گیا۔اب تک ایسا ہی ہوتا رہا۔(صحیح بخاری:6227) حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں: تمام علمائے اسلام کا اتفاق ہے کہ سلام کرنا سنت ہے اور جواب دینا فرض ہے﴿8﴾ابن عربی رحمہ اللہ علیہ نے احکام القرآن میں فرمایا کہ لفظ سلام اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہے، اور اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ کے معنی یہ ہیں کہ اللّٰهُ رَقِيْبٌ عَلَيْكُمْ یعنی اللہ تعالیٰ تمھارا محافظ ہے۔(تفسیر معارف القرآن:501/2)

سوال2: اسلامی معاشرے میں سلام کی کیا اہمیت ہے؟

جواب:﴿1﴾السلام علیکم مؤمن اور کافر کے درمیان فرق کرنے والی علامت بن گئی ہے۔﴿2﴾اسلام چاہتا ہے کہ مسلمانوں کی خاص عادات ہوں، اسی وجہ سے انہیں مخصوص نظریۂ حیات دیا، مخصوص قبلہ، مخصوص سلام دیا۔﴿3﴾اسلام نے مسلمانوں میں محبت اور بھائی چارہ پیدا کرنے کی کوشش کی ہے مثلاً: الف۔سلام کو عام کرنا۔ب۔سلام کا جواب سلام سے زیادہ اچھا دینا۔﴿4﴾اسلام نے سلام کے لیے تین الفاظ دیئے ہیں: الف۔السلام علیکم۔ب۔السلام علیکم ورحمۃ اللہ ج۔السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا السلام علیک یا رسول اللہ آپ نے فرمایا وعلیک السلام ورحمتہ اللہ پھر دوسرا آیا اس نے کہا السلام علیک یا رسول اللہ ورحمتہ اللہ آپ نے جواب

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

دیا وعلیک السلام ورحمتہ اللہ وبرکاتہ۔ پھر ایک اور صاحب آئے انہوں نے کہا السلام علیک ورحمتہ اللہ وبرکاتہ آپ نے جواب میں فرمایا وعلیک تو اس نے کہا اے اللہ کے نبی فلاں فلاں نے آپ کو سلام کیا تو آپ نے جواب دیا کچھ زیادہ دعائیہ الفاظ کے ساتھ دیا جو مجھے نہیں دیا آپ نے فرمایا تم نے ہمارے لیے کچھ باقی ہی نہ چھوڑا اللہ کا فرمان ہے جب تم پر سلام کیا جائے تو تم اس سے اچھا جواب دو یا اسی کو لوٹا دو اس لیے ہم نے وہی الفاظ لوٹا دیئے یہ روایت ابن ابی حاتم میں بھی اسی طرح مروی ہے۔ (تفسیر جامع البیان:222/5)《5》عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ ایک دن ایک آدمی نے آنحضرت ﷺ سے پوچھا کہ کون سا اسلام بہتر ہے؟ فرمایا: یہ کہ تم کھانا کھلاؤ اور جس کو پہچانو اس کو بھی اور جس کو نہ پہچانو اس کو بھی الغرض سب کو سلام کرو''(بخاری:12)《6》سلام کے فائدے ہیں الف۔لوگ ایک دوسرے سے متعارف ہوتے ہیں۔ب۔لوگ ایک دوسرے کی طرف توجہ دیتے ہیں۔ج۔لوگوں کے ایک دوسرے سے قریبی روابط بن جاتے ہیں۔

سوال3: سلام کے آداب کیا ہیں؟

جواب:《1》ملاقات کے وقت پہلا کام سلام ہونا چاہیے۔(ابوداؤد:4084،ترمذی:2721)《2》اسلام کی دُعائے ملاقات کی حرص رکھنی چاہیے۔اس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لیے جاری کیا ہے۔یہی دُعا مسلمانوں کا شعار ہے۔فرشتوں اور اہلِ جنت کی دُعائے ملاقات ہے: اَلسَّلامُ عَلَیکُم وَرَحمۃُ اللہِ وَبَرَکَاتُہٗ (ترمذی:3368،ابن حبان:6134)《3》پورا سلام کہنے کی حرص رکھنی چاہیے کہ اس کا اجر بہت زیادہ ہے۔(ابوداؤد:5195،ترمذی:2689)《4》جس کو سلام کیا جائے اس پر جواب دینا واجب ہے۔(بخاری:1240،مسلم:5650،ابوداؤد:5210)《5》سلام کا زیادہ بہتر یا اس جیسا جواب دینا چاہیے۔(النساء:86)《6》مُردوں کے سلام سے اجتناب کرنا چاہیے۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:'' عَلَیکَ السَّلامُ مت کہو۔یہ میت کا تحیہ اور سلام ہے بلکہ یوں کہو: اَلسَّلامُ عَلَیکَ ۔(مسند احمد:482/2،ابوداؤد:4084)《7》اہلِ کتاب اور غیر مسلموں کے سلام کی مشابہت نہیں کرنی چاہیے۔مشابہت جیسے افعال سے ہوتی ہے ایسے ہی اقوال سے بھی ہوتی ہے۔غیر مسلموں سے مشابہت حرام ہے۔(ترمذی:2695،ابویعلیٰ:1870،صحیح الجامع:2946)اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ ہاتھ یا انگلی سے اشارہ نہیں کرسکتے جیسے کہ عام طور پر لوگ کرتے ہیں۔اسی طرح **Good Morning** وغیرہ جیسے الفاظ استعمال کرنے درست نہیں۔《8》غیر مسلموں سے سلام کرتے ہوئے ابتدا نہیں کرنی چاہیے۔(مسلم:5661)《9》غیر مسلموں کے سلام کے جواب میں وعلیکم کہنا چاہیے۔(بخاری:6024،مسلم:5656،ترمذی:1603،ابوداؤد:5206)《10》کون کس کو سلام کرے؟ الف۔سوار پیدل کو۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ب۔تھوڑے لوگ زیادہ لوگوں کو۔ج۔پیدل کھڑے ہوئے کو۔د۔چھوٹا بڑے کو۔(بخاری:6231،ترمذی:2705)《11》مجلس سے اُٹھتے اور باہر نکلتے ہوئے سلام کرنا چاہیئے۔عام طور پر لوگ مجلس میں داخل ہوتے ہوئے سلام کرتے ہیں مگر باہر نکلتے ہوئے سلام نہیں کرتے۔یہ خلافِ سنت ہے۔(ابوداؤد:5208،ترمذی:2706)اسی طرح جب مجلس میں دوبارہ واپس آئیں تو سلام کرنا چاہیئے کیونکہ سلام پھیلانا محبت میں اضافہ کرتا ہے۔《12》آمنے سامنے سلام کرتے ہوئے ایک دوسرے کے ہاتھ تھام کر مصافحہ کرنا چاہیئے۔اس کا بڑا اجر ہے اور یہ مسلمانوں کے درمیان محبت بڑھانے والا عمل ہے۔(ترمذی:2727،ابوداؤد:5212)ان احادیث سے مصافحے کے بارے میں پتہ چلتا ہے کہ یہ مستحب عمل ہے۔《13》جب دولوگوں کے درمیان کوئی چیز حائل ہوجائے تو سلام کا اِعادہ کرنا چاہیئے۔یہ رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے۔جب ان کے درمیان کوئی دیوار، پتھر یا درخت حائل ہوجاتا تو سلام کرتے۔(صحیح الجامع:355،شعب الایمان:8860)《14》مسجد میں داخل ہوکر تحیۃ المسجد پڑھے بغیر سلام نہیں کرنا چاہیئے۔(ترمذی:757)《15》سوال اور کلام کرنے سے پہلے سلام کرنا چاہیئے۔(السلسلۃ الصحیحۃ:816،ترمذی:2699)《16》قضائے حاجت کے وقت سلام نہیں کرنا چاہیئے۔(ابوداؤد:17)《17》سونے والوں کے پاس جائیں تو پست آواز میں سلام کرنا چاہیئے۔نبی ﷺ سونے والوں کے قریب ایسے سلام کرتے تھے جس سے جاگنے والے سُن لیں اور سونے والے بیدار نہ ہوں۔(مسلم:5362)《18》بچوں کے پاس سے گزرتے ہوئے ان کے دل کو خوش کرنے کے لیے سلام کرنا چاہیئے۔(بخاری:6247،مسلم:5663)《19》جس مجلس میں مسلمان اور مشرک ہوں انہیں سلام کیا جائے گا۔مشترکہ مجلس میں اسلام کے حق کی تعظیم کے لیے سلام کیا جائے گا۔(بخاری:6254،مسلم:4659)《20》عورتوں کی مجلس کے پاس سے گزرتے ہوئے سلام کرنا چاہیئے۔(ابوداؤد:5204،ترمذی:2697)《21》جب کوئی نہ سنے تو تین بار سلام کا اِعادہ کرنا چاہیئے۔(بخاری:6244) اگر کوئی فاصلے پر ہو اور نہ سُن پائے تو تین بار سلام کیا جاسکتا ہے۔

سوال4:اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ حَسِیْبًا''اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے ہر چیز کا پورا حساب کرنے والا ہے''اللہ تعالیٰ نے اپنے حسیب ہونے کا شعور کیوں دلایا ہے؟

جواب:《1》حَسِیْبًا کا معنیٰ کافی ہے۔(بخاری کتاب التفسیر)《2》مجاہد نے کہا:حسیب سے مراد حفیظ ہے۔(تفسیر جامع البیان:222/5) 《3》اللہ تعالیٰ نے سلام کے اچھے جواب یا انہی الفاظ میں لوٹا دینے کے لیے اپنے حسیب ہونے کا شعور دلایا ہے۔《4》چونکہ السلام علیکم کہنے سے دس نیکیاں ملتی ہیں اور ورحمۃ اللہ کہنے سے بیس نیکیاں اور وبرکاتہ کہنے سے تیس نیکیاں ملتی ہیں(مسنداحمد:239/2)اس

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

لیےاللہ تعالیٰ نے سلام کے لیے ترغیب دلانے کے لیےاپنے حسیب ہونے کا شعور دلایا ہے کہ جوعمل تم کرو گے اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کا اجر موجود پاؤ گے۔

اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ لَيَجْمَعَنَّكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ ؕ وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِيْثًا(87)

اللہ تعالیٰ وہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ تم سب کو قیامت کے دن ضرور جمع کرے گا جس میں کوئی شبہ نہیں اور اللہ تعالیٰ سے زیادہ بات میں سچا اور کون ہے!(87)

سوال1: اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ لَيَجْمَعَنَّكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ ”اللہ تعالیٰ وہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ تم سب کو قیامت کے دن ضرور جمع کرے گا جس میں کوئی شبہ نہیں“ کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》انسان کی تربیت کا آغاز اس عقیدے سے ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک معبود ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ (ایسر التفاسیر)《2》اللہ تعالیٰ وحدانیت میں اپنی انفرادیت کے بارے میں آگاہ فرماتا ہے(تفسیر سعدی)《3》اللہ تعالیٰ نے قسم کھا کر یقین دلایا ہے کہ وہ قیامت کے دن تم سب کو جمع کرے گا جس دن کے آنے میں کوئی شک نہیں اور ہر شخص کو اس کے اعمال کا بدلہ دیا جائے گا۔ رب العزت نے اسی بارے میں فرمایا: اَلَا يَظُنُّ اُولٰٓئِكَ اَنَّهُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ ۙ لِيَوْمٍ عَظِيْمٍ ۙ يَّوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ کیا یہ لوگ یقین نہیں رکھتے کہ یقیناً وہ اُٹھائے جانے والے ہیں؟ ایک بہت بڑے دن میں۔ جس دن تمام لوگ جہانوں کے رب کے سامنے کھڑے ہوں گے۔(المطففین:6-4)《4》سبھی اس کے حضور اکھٹے ہوں گے منافق بھی اور مشرک بھی جیسا کہ فرمایا: وَاِنْ كُلٌّ لَّمَّا جَمِيْعٌ لَّدَيْنَا مُحْضَرُوْنَ اور یہ سب ہمارے پاس حاضر کیے جانے والے ہیں۔(یٰس:32)《5》قُلْ اِنَّ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ ۙ لَمَجْمُوْعُوْنَ ۙ اِلٰى مِيْقَاتِ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ آپ کہہ دیں بلاشبہ پہلے اور پچھلے۔ایک معلوم دن کے مقررہ وقت پر یقیناً جمع کیے جانے والے ہیں۔(الواقعہ:49،50)《6》لَا رَيْبَ فِيْهِ ”جس میں کوئی شبہ نہیں“، عقلی وسمعی دلیل کے اعتبار سے کسی بھی پہلو سے قیامت میں کوئی شک نہیں۔ رہی عقلی دلیل تو ہم مشاہدہ کرتے ہیں کہ زمین کے مرنے کے بعد اللہ تعالیٰ اسے زندگی عطا کرتا ہے۔ امکان کے اعتبار سے پہلی دفعہ پیدا کرنے سے دوسری دفعہ پیدا کرنا زیادہ آسان ہے۔ حکمتِ الٰہی انسان پر واجب ٹھہراتی ہے کہ وہ قطعی طور پر جان لے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو عبث پیدا نہیں کیا کہ وہ زندگی حاصل کریں گے اور بس مر جائیں گے۔ رہی سمعی اور نقلی دلیل تو سب سے زیادہ سچی ہستی نے اس کے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

وقوع کے بارے میں خبر دی ہے بلکہ اس پر قسم کھائی ہے۔(تفسیر سعدی)《7》اللہ تعالیٰ ان سارے اختیارات کا حساب لے گا جو دنیا میں اسے دیئے گئے ہیں۔《8》اس بات کی باز پرس ہوگی کہ اللہ تعالیٰ کی ہدایات اور اس کے قوانین پر کہاں تک عمل کیا۔《9》اللہ تعالیٰ نے ہر ایک کے ضمیر میں ایک نگہبان بٹھا دیا ہے۔

سوال 2: اس مقام پر عقیدۂ توحید اور عقیدۂ آخرت کو لانے کی حکمت بیان کریں؟

جواب:《1》اسلامی نظامِ زندگی کا پہلا قدم عقیدۂ توحید ہے۔《2》عقیدۂ توحید کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی اکیلا حاکم ہے۔《3》اسلامی نظامِ زندگی میں ایک فرد کی تربیت ہو یا اسلامی معاشرے کا قیام ہو یا اسلامی قانون بنانا ہو یا اسلامی انتظامیہ قائم کرنی ہو یا بین الاقوامی قانون کا معاملہ ہو،آغاز اللہ تعالیٰ کی حاکمیت سے ہوگا۔انسان کے قلب پر بھی اور اس کرۂ ارض پر بھی اللہ تعالیٰ ہی حاکم ہے۔

سوال 3: وَمَنۡ اَصۡدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِيۡثًا" اور اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر بات میں سچا اور کون ہے!" کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ کا ارشاد وَمَنۡ اَصۡدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِيۡثًا اور وَمَنۡ اَصۡدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِيۡلًا میں اس بات کی خبر ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بات،اس کی خبریں اور اس کے اقوال صداقت کے اعلیٰ ترین مراتب پر ہیں،لہٰذا ہر وہ بات جو عقائد،علوم اور اعمال کے بارے میں کہی گئی ہو اگر وہ اللہ تعالیٰ کی خبر کے خلاف ہے تو وہ باطل ہے کیونکہ یہ امور یقینی طور پر سچی خبر کے متناقض ہیں۔ان کا حق ہونا ممکن ہی نہیں۔(تفسیر سعدی)

رکوع نمبر 9

فَمَا لَـكُمۡ فِى الۡمُنٰفِقِيۡنَ فِئَتَيۡنِ وَاللّٰهُ اَرۡكَسَهُمۡ بِمَا كَسَبُوۡا‌ ؕ اَتُرِيۡدُوۡنَ اَنۡ تَهۡدُوۡا مَنۡ اَضَلَّ اللّٰهُ‌ ؕ وَمَنۡ يُّضۡلِلِ اللّٰهُ فَلَنۡ تَجِدَ لَهٗ سَبِيۡلًا(88)

پھر تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ منافقوں کے بارے میں دو گروہ بن رہے ہو؟ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اس وجہ سے جو انہوں نے کمایا انہیں اوندھا کر دیا ہے۔کیا تم چاہتے ہو کہ انہیں ہدایت دو جنہیں اللہ تعالیٰ نے گمراہ کیا ہے؟ اور جس کو اللہ تعالیٰ گمراہ کر دیں اس کے لیے آپ ہرگز کوئی راستہ نہیں پائیں گے۔(88)

سوال 1: فَمَا لَـكُمۡ فِى الۡمُنٰفِقِيۡنَ فِئَتَيۡنِ "پھر تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ منافقوں کے بارے میں دو گروہ بن رہے ہو" اس آیت کا شانِ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

نزول کیا ہے؟

جواب: زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے اس آیت کے بارے میں فرمایا کہ کچھ لوگ منافقین جو (اوپر سے) نبی کریم ﷺ کے ساتھ تھے جنگ احد میں (آپ ﷺ کو چھوڑ کر) واپس چلے آئے تو ان کے بارے میں مسلمانوں کی دو جماعتیں ہوگئیں۔ایک جماعت تو یہ کہتی تھی کہ (یارسول اللہ! ﷺ) ان (منافقین) سے قتال کیجئے اور ایک جماعت یہ کہتی تھی کہ ان سے قتال نہ کیجئے۔اس پر یہ آیت اتری اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ''یہ مدینہ طیبہ ہے یہ خباثت کو اس طرح دور کردیتا ہے جیسے آگ چاندی کی میل کچیل کو دور کردیتی ہے۔'' (بخاری:4589)

سوال2: منافقین کے بارے میں اختلافِ رائے سے کس چیز کا اظہار ہورہا تھا؟

جواب: اختلاف رائے سے اس امر کا اظہار ہورہا تھا کہ مسلمانوں کا شعور ابھی اسلام کے بارے میں پختہ نہیں۔

سوال3: منافقین کے بارے میں دورویوں پر تعجب کا اظہار کیوں کیا گیا؟

جواب: ﴿1﴾ ان آیات کریمہ میں مذکور منافقین سے مراد وہ منافقین ہیں جو اپنے اسلام کا اظہار کرتے تھے اور اپنے کفر کے ساتھ ساتھ انہوں نے ہجرت نہیں کی ان کے بارے میں صحابہ کرام میں اشتباہ واقع ہوگیا، چنانچہ بعض صحابہ ان منافقین کے اظہار اسلام کے باعث ان کے ساتھ قتال اور قطع موالات میں حرج سمجھتے تھے اور بعض صحابہ کو چونکہ ان کے افعال کے قرینے سے ان کے احوال کا علم تھا اس لیے انہوں نے ان پر کفر کا حکم لگایا اللہ تعالیٰ نے اس معاملہ کے بارے میں آگاہ فرمایا کہ تمہارے لیے مناسب نہیں کہ تم ان کے بارے میں کسی قسم کے شک وشبہ میں مبتلا ہو، بلکہ ان کا معاملہ بلکل واضح ہے اور اس میں کوئی اشکال نہیں کہ وہ منافق ہیں وہ اپنے کفر کا بار بار اظہار کرچکے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ وہ یہ بھی چاہتے ہیں کہ تم بھی کافر بن کر انہی کی مانند ہوجاؤ۔(تفسیر سعدی:558,559/1) ﴿2﴾ تعجب کا اظہار اس لیے کیا گیا کہ شہادتیں موجود ہیں پھر موقف کیوں کمزور ہے؟ حالانکہ انہیں دوٹوک اور فیصلہ کن موقف اختیار کرنا چاہیے۔﴿3﴾ منافقین کے بارے میں مومنوں کی دو آراء نہیں ہونی چاہئیں۔سب کو بالاتفاق ان سے عداوت رکھنی چاہیے۔منافقین کی حمایت ایمان والوں کی شان نہیں۔ارشاد ربانی ہے: لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ ؕ اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ وَاَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ ؕ وَيُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ؕ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ اللّٰهِ ؕ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ آپ ان لوگوں کو نہیں پائیں گے جو اللہ تعالیٰ اور آخرت کے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

دن پر ایمان رکھتے ہیں کہ وہ اُن لوگوں سے دوستی رکھتے ہوں جنہوں نے اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول کی مخالفت کی، اگر چہ وہ اُن کے باپ ہوں یا اُن کے بیٹے ہوں یا اُن کے بھائی ہوں یا اُن کا خاندان ہو یہی لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے ایمان لکھ دیا ہے اور اُن کو اپنی جناب سے ایک رُوح کے ساتھ قوت دی ہے اور اُنہیں وہ ایسی جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے سے نہریں بہہ رہی ہیں، وہ اُن میں ہمیشہ رہنے والے ہیں، اللہ تعالیٰ اُن سے راضی ہو گیا اور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہو گئے۔ یہی لوگ اللہ تعالیٰ کا گروہ ہیں۔ سن لو! اللہ تعالیٰ کے گروہ کے لوگ ہی یقیناً فلاح پانے والے ہیں۔ (المجادلہ:22)

سوال4: وَاللّٰهُ اَرْكَسَهُمْ بِمَا كَسَبُوْا ''حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اس وجہ سے جو انہوں نے کمایا انہیں اوندھا کر دیا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ''حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اس وجہ سے جو انہوں نے کمایا انہیں اوندھا کر دیا ہے'' انہیں جنگ اور کفر کی طرف اندھا کر دیا (تفسیر منیر:198/3) ﴿2﴾ مسلمانوں کے مابین ہونے والے اختلافِ رائے کا فیصلہ کیا گیا کہ تم ان کے بارے میں جھگڑتے ہو اور اللہ تعالیٰ نے ان کی بدنیتیوں اور بداعمالیوں کی وجہ سے انہیں اُلٹا پھیر دیا ہے یعنی کفر کی طرف پھیر دیا ہے۔

سوال5: مسلمانوں میں سے جو فریق نرم رویہ رکھنا چاہتا تھا اس کا مقصد کیا تھا؟

جواب: اس کا مقصد یہ تھا کہ ان منافقین کو ہدایت کے راستے پر آنے کا موقع دیا جائے تاکہ یہ منافقت چھوڑ دیں۔

سوال6: اَتُرِيْدُوْنَ اَنْ تَهْدُوْا مَنْ اَضَلَّ اللّٰهُ ''کیا تم چاہتے ہو کہ انہیں ہدایت دو جنہیں اللہ تعالیٰ نے گمراہ کیا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ رب العزت نے یہ سوال اس لیے کیا ہے کہ مسلمان منافقوں کے معاملے میں اختلاف نہ کریں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے گمراہ ہونے کا فیصلہ کیا ہے۔ (صفوۃ التفاسیر:271/1) ﴿2﴾ اس سے یہ دلیل ملتی ہے کہ جسے اللہ تعالیٰ گمراہ کر دے اسے انسان ہدایت نہیں دے سکتے جیسے نبی ﷺ کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا: اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ یقیناً آپ جسے چاہیں ہدایت نہیں دے سکتے مگر اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے اور وہ ہدایت پانے والوں کو زیادہ جاننے والا ہے۔ (القصص:56) (تفسیر فتح القدیر:632/1)

سوال7: وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ سَبِيْلًا ''اور جس کو اللہ تعالیٰ گمراہ کر دیں اس کے لیے آپ ہرگز کوئی راستہ نہیں پائیں گے'' اللہ تعالیٰ کن لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:﴿1﴾ اللہ تعالیٰ جن کو گمراہ کرنا چاہتے ہیں ان کے اعمال کی وجہ سے گمراہ کرتے ہیں پھر وہ ہدایت کی طرف کوئی راستہ نہیں پاتے (الاساس فی التفسیر:1140/2)﴿2﴾ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ سَبِيْلًا'' اس کے لیے آپ ہرگز کوئی راستہ نہیں پائیں گے'' یعنی رشد و ہدایت کی طرف اور دلیل طلب کرنے کی طرف راستہ نہیں پاتے۔ (قرطبی:211/3)﴿3﴾ جو ہدایت کی نہ نیت کرتے ہیں، نہ ارادہ جو گمراہی کی نیت بھی رکھتے ہیں اور ارادہ بھی کرتے ہیں جو گمراہی کے راستے پر چلنے کے لیے کوششیں کرتے ہیں جو گمراہی کے راستے پر بہت آگے بڑھ جاتے ہیں ان کے لیے ہدایت کا راستہ بند ہو جاتا ہے کیونکہ انہوں نے صراطِ مستقیم کے سارے نشانات گم کردیے ہیں۔

وَدُّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ كَمَا كَفَرُوْا فَتَكُوْنُوْنَ سَوَآءً فَلَا تَتَّخِذُوْا مِنْهُمْ اَوْلِيَآءَ حَتّٰى يُهَاجِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَخُذُوْهُمْ وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ ۠ وَلَا تَتَّخِذُوْا مِنْهُمْ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا (89)

وہ چاہتے ہیں جیسا کہ انہوں نے کفر کیا ہے کاش تم بھی کفر کرو کہ تم سب برابر ہو جاؤ، چنانچہ ان میں سے تم کسی کو دوست نہ بناؤ جب تک وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہجرت نہ کریں۔ پس اگر وہ منہ پھیرلیں تو جہاں بھی تم ان کو پاؤ، انہیں پکڑو اور قتل کرو اور ان میں سے کوئی دوست اور نہ کوئی مددگار بناؤ۔(89)

سوال1: وَدُّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ كَمَا كَفَرُوْا فَتَكُوْنُوْنَ سَوَآءً'' وہ چاہتے ہیں جیسا کہ انہوں نے کفر کیا ہے کاش تم بھی کفر کرو کہ تم سب برابر ہو جاؤ'' کی وضاحت کریں؟

جواب: محمد بن کعب کا قول ہے فرماتے ہیں کاش تم بھی اسی طرح کفر کرو جیسے انہوں نے کفر کیا ہے اس طرح سب برابر ہو جاؤ۔ (ابن ابی حاتم:1025/3)

سوال2: منافقین کے اصل مؤقف کا اظہار کس بات سے ہوتا ہے؟

جواب: منافقین خود تو گمراہ ہوئے ہی ہیں مسلمانوں کے بارے میں بھی ان کی یہ خواہش ہے کہ وہ بھی کفر کا راستہ اختیار کرلیتے تو اچھا ہوتا۔ اس طرح ان کے اصل مؤقف یعنی کفر کی طرف لوٹ جانے کا اظہار ہوتا ہے۔

سوال3: وَدُّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ كَمَا كَفَرُوْا'' وہ چاہتے ہیں جیسا کہ انہوں نے کفر کیا ہے کاش تم بھی کفر کرو'' مسلمانوں میں یہ خوف کس وجہ سے پیدا ہوتا تھا؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:《1》مسلمانوں میں یہ خوف اس لیے پیدا ہوجاتا ہے کہ انہوں نے نیا نیا کفر چھوڑ کر اسلام کو اپنایا تھا۔《2》مسلمانوں کے اندر یہ شعور موجود تھا کہ ان کی زندگی میں کتنی بڑی تبدیلی آئی ہے۔《3》مسلمانوں کے اندر یہ شعور موجود تھا کہ ان کا شعور کیسے بلند ہوا ہے۔《4》مسلمانوں کو یہ شعور تھا کہ جاہلیت کے مقابلے میں ان کے معاشرے کو کتنی سربلندی نصیب ہوئی ہے۔مسلمانوں کے لیے یہ اشارہ کافی ہوگیا کہ وہ تو چاہتے ہیں کسی طرح تم بھی کافر ہوجاؤ۔اس طرح سے قرآنِ مجید نے اپنے مخصوص تربیتی انداز میں اصل نقصان واضح کر کے ان کے دلوں میں دشمنی جگائی ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں جو تمہیں پھر پستی کی طرف لوٹانا چاہتے ہیں۔

سوال4:اللہ تعالیٰ نے فرمایا:" فَلَا تَتَّخِذُوْا مِنْهُمْ اَوْلِيَآءَ حَتّٰى يُهَاجِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ" ان میں سے کسی کو دوست نہ بناؤ جب تک وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہجرت نہ کریں' اس سے کس صورتِ حال کا اظہار ہو رہا ہے؟

جواب:《1》اس آیت سے یہ صورت سامنے آرہی ہے کہ ابھی تک مسلمانوں اور غیر مسلموں کے درمیان خاندانی اور قبائلی تعلقات باقی تھے۔《2》اس سے یہ بھی پتہ چل رہا ہے کہ ان تعلقات کی ان کے دلوں میں قدر و قیمت تھی۔《3》اس سے یہ بھی اندازہ ہوتا ہے کہ شاید یہ اقتصادی مفادات کی خاطر بھی ہوا ہے۔《4》یہ ممانعت ان کے ساتھ عدم محبت کو لازم ٹھہراتی ہے کیونکہ موالات اور دوستی محبت ہی کی ایک شاخ ہے۔نیز یہ ممانعت ان کے ساتھ بغض اور عداوت کو لازم ٹھہراتی ہے کیونکہ کسی چیز سے ممانعت درحقیقت اس کی ضد کا حکم ہے اور اس حکم کی مدت ان کی ہجرت تک ہے۔(تفسیر سعدی)《5》دوستی کے لیے ہجرت کی شرط عائد کردی گئی اور وہ ہجرت بھی صرف اللہ تعالیٰ کے لیے اور اُسی کے راستے میں ہو یعنی ایسے اسلامی معاشرے کے قیام کے لیے ہو جو اسلام کے مطابق زندگی گزار رہا ہو۔

سوال5:دارالاسلام (مدینہ) اور دارُالحرب (مکہ) کے درمیان دوستی اور ولایت کے تعلقات کیوں قائم نہیں ہوسکتے؟

جواب:دوستی کے لیے ہجرت کی شرط عائد کردی گئی اور وہ ہجرت بھی صرف اللہ تعالیٰ کے لیے اور اُسی کے راستے میں ہو یعنی ایسے اسلامی معاشرے کے قیام کے لیے ہو جو اسلام کے مطابق زندگی گزار رہا ہو۔

سوال6:اسلامی معاشرے کا ممبر بننے کے لیے کیا شرائط ہیں؟

جواب:《1》دارُالکفر کو خیرباد کہہ دیں یعنی اپنے اہل وعیال کو (اگر وہ اسلام قبول نہیں کرتے) چھوڑ دیں، اپنے ملک اور اپنی مصلحتوں کو چھوڑ دیں اور ہجرت کرلیں۔《2》دارالاسلام میں اسلامی نظام کے تحت زندگی گزاریں۔《3》جس معاشرے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

میں اسلامی شریعت جاری ہو اس کی طرف آنے والے مہاجرین کو اسلامی معاشرے کا ممبر بنایا جائے گا۔

سوال 7: ہجرت کی وضاحت کریں؟

جواب: ہجرت کی کئی قسمیں ہیں۔《1》ہجرت مدینہ جو نبی ﷺ کی نصرت کے لیے تھی اور اسلام کی ابتداء میں واجب تھی حتیٰ کہ نبی ﷺ نے فرمایا فتح مکہ کے بعد ہجرت نہیں۔(بخاری)《2》منافقوں کی نبی ﷺ کے ساتھ غزوات میں ہجرت تھی۔ دارالاسلام میں جو لوگ اسلام لے آتے تھے ان پر ہجرت واجب ہو جاتی تھی۔《3》مسلمانوں کی ہجرت اس چیز سے جو اللہ تعالیٰ نے اس پر حرام کی ہو جیسا کہ بخاری، ابوداؤد اور نسائی میں ابن عمر سے روایت ہے کہ مہاجر وہ ہے جو اس چیز کو چھوڑ دے جس سے اللہ تعالیٰ نے روکا ہو یا جو اس چیز کو چھوڑ دے جو اللہ تعالیٰ نے اس پر حرام کی ہو دونوں ہجرتیں ثابت ہیں۔
《4》نافرمانوں کی ہجرت یہاں تک کہ ان کی تادیب ہو ان سے نہ کلام کیا جائے یہاں تک کہ وہ توبہ کر لیں جیسا کہ نبی ﷺ نے کعب بن مالک اور ان کے ساتھیوں کے ساتھ کیا۔(تفسیر منیر:204,205/3)

سوال 8: فَاِنۡ تَوَلَّوۡا فَخُذُوۡهُمۡ وَاقۡتُلُوۡهُمۡ حَيۡثُ وَجَدۡتُّمُوۡهُمۡ ”پس اگر وہ منہ پھیر لیں تو جہاں بھی تم ان کو پاؤ، انہیں پکڑو اور قتل کرو“ کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》ابوبکر نے کہا: اگر وہ ایمان اور ہجرت سے منہ پھیریں کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے حَتّٰى يُهَاجِرُوۡا فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ اس سے ہجرت اور ایمان دونوں کا اشتراک ملتا ہے۔(تفسیر قاسمی:275/5)《2》اگر وہ ہجرت کرنے سے انکار کریں تو اگرچہ وہ اسلام کا اظہار کریں ان کے ساتھ کافروں جیسا برتاؤ کرو کیونکہ دارالکفر چلے جانے کے بعد ان کا کفر کھل کر سامنے آ گیا اس لیے انہیں گرفتار کرو اور حل و حرم جہاں پاؤ انہیں قتل کر دو۔(تیسیر الرحمن)

سوال 9: وَلَا تَتَّخِذُوۡا مِنۡهُمۡ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيۡرًا ”اور ان میں سے کوئی دوست اور نہ کوئی مددگار بناؤ“ اگر دارالحرب میں رہنے والے مسلمان کلمہ پڑھنے کے بعد ہجرت کی شرط قبول نہ کریں تو ان کے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے گا؟

جواب:《1》فَخُذُوۡهُمۡ ”انہیں پکڑ کر قید کر لو“《2》وَاقۡتُلُوۡهُمۡ حَيۡثُ وَجَدۡتُّمُوۡهُمۡ ”جہاں پاؤ انہیں قتل کر دو“《3》وَلَا تَتَّخِذُوۡا مِنۡهُمۡ وَلِيًّا ”ان میں سے کسی کو دوست نہ بناؤ“《4》وَّلَا نَصِيۡرًا ”ان میں سے کسی کو مددگار نہ بناؤ۔“

اِلَّا الَّذِيۡنَ يَصِلُوۡنَ اِلٰى قَوۡمٍۢ بَيۡنَكُمۡ وَبَيۡنَهُمۡ مِّيۡثَاقٌ اَوۡ جَآءُوۡكُمۡ حَصِرَتۡ صُدُوۡرُهُمۡ اَنۡ يُّقَاتِلُوۡكُمۡ اَوۡ يُقَاتِلُوۡا

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

قَوۡمَهُمۡ ؕ وَلَوۡ شَآءَ اللّٰهُ لَسَلَّطَهُمۡ عَلَيۡكُمۡ فَلَقٰتَلُوۡكُمۡ ۚ فَاِنِ اعۡتَزَلُوۡكُمۡ فَلَمۡ يُقَاتِلُوۡكُمۡ وَاَلۡقَوۡا اِلَيۡكُمُ السَّلَمَ ۙ فَمَا جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمۡ عَلَيۡهِمۡ سَبِيۡلًا(90)

سوائے ان لوگوں کے جو ایسے لوگوں سے وابستہ ہوں کہ تمہارے درمیان اور ان کے درمیان معاہدہ ہے یا وہ تمہارے پاس اس حال میں آئیں کہ جن کے سینے تنگ ہیں کہ وہ تم سے لڑیں یا اپنی قوم سے لڑیں۔ اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو ضرور انہیں تم پر مسلّط کر دیتا پھر وہ ضرور تم سے لڑتے۔ سو اگر وہ تم سے کنارہ کشی اختیار کریں اور تم سے جنگ نہ کریں اور تمہاری طرف صلح کا پیغام بھیجیں تو اللہ تعالیٰ نے اُن کے خلاف تمہارے لیے کوئی راستہ نہیں رکھا۔(90)

سوال 1: اِلَّا الَّذِيۡنَ يَصِلُوۡنَ اِلٰى قَوۡمٍۢ بَيۡنَكُمۡ وَبَيۡنَهُمۡ مِّيۡثَاقٌ ”سوائے ان لوگوں کے جو ایسے لوگوں سے وابستہ ہوں کہ تمہارے درمیان اور ان کے درمیان معاہدہ ہے“ اور ”جہاں کہیں بھی ہو انہیں پکڑو اور قتل کرو“ کے حکم سے کن واجبُ القتل منافقوں کو مستثنیٰ رکھا گیا ہے؟

جواب: جنگ کرنے کے حکم سے ان منافقوں کو مستثنیٰ رکھا گیا ﴿1﴾ جو کسی ایسی قوم میں چلے جائیں جن کے اور تمہارے درمیان معاہدہ ہے کہ اتنے عرصے تک وہ مسلمانوں سے جنگ نہیں کریں گے تو ایسے لوگوں کا پیچھا نہیں کیا جائے گا۔ ﴿2﴾ ایسے منافقوں سے بھی جنگ نہیں کی جائے گی جو غیر جانبدار رہوں۔ نہ وہ اپنی قوم کا ساتھ دے کر آپ سے لڑنا چاہتے ہیں، نہ آپ سے مل کر اپنی قوم سے لڑنا چاہتے ہیں۔ ایسے لوگ اگر اپنی قوم سے مل کر لڑنے آ بھی جائیں مگر دل میں تنگی محسوس کریں تو ان کے ساتھ بھی جنگ نہیں کی جائے گی۔

سوال 2: اَوۡ جَآءُوۡكُمۡ حَصِرَتۡ صُدُوۡرُهُمۡ اَنۡ يُّقَاتِلُوۡكُمۡ اَوۡ يُقَاتِلُوۡا قَوۡمَهُمۡ ”یا وہ تمہارے پاس اس حال میں آئیں کہ ان کے سینے تنگ ہیں کہ وہ تم سے لڑیں یا اپنی قوم سے لڑیں“ کی وضاحت کریں؟

جواب: یعنی جو لوگ اس حال میں آپ سے مقابلے کے لیے آئیں کہ وہ آپ سے لڑنا نہیں چاہتے نہ وہ یہ چاہتے ہیں کہ آپ کے ساتھ مل کر اپنی قوم سے جنگ کریں بلکہ وہ آپ کے نفع و نقصان سے علیحدہ ہیں اللہ تعالیٰ چاہے تو انہیں غالب کر دے اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے کہ اس نے کافروں کو آپ سے جنگ کرنے سے روک دیا۔

سوال 3: وَلَوۡ شَآءَ اللّٰهُ لَسَلَّطَهُمۡ عَلَيۡكُمۡ فَلَقٰتَلُوۡكُمۡ ”اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو انہیں تم پر مسلّط کر دیتا پھر وہ ضرور تم سے لڑتے“ کی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

وضاحت کریں؟

جواب: ان کافروں کی قوت کی طرف اشارہ ہے کہ انہیں چھیڑنا ان کی پوشیدہ قوت کو ظاہر کرنے پر انہیں مجبور کرنا ہے۔ اس لیے اگر وہ اپنی قوت کے باوجود مسلمانوں سے قتال نہیں کرتے اور صلح وآشتی کے ساتھ رہنا چاہتے ہیں تو انہیں نہ قید کیا جائے اور نہ قتل کیا جائے اس لیے کہ اسلام کو ان سے کوئی نقصان نہیں ہے۔ (تیسیر الرحمٰن)

سوال 4: فَاِنِ اعْتَزَلُوْكُمْ فَلَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ وَاَلْقَوْا اِلَيْكُمُ السَّلَمَ '' پھر اگر وہ تم سے کنارہ کشی اختیار کریں اور تم سے جنگ نہ کریں اور تمہاری طرف صلح کا پیغام بھیجیں' کی وضاحت کریں؟

جواب: ابن ابی حاتم اور حافظ ابن مردویہ نے حسن بصری رحمہ اللہ سے موقوف روایت کی ہے کہ بدرواحد کے غزوات کے بعد سراقہ بن مالک مدلجی رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور کہا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو میری قوم (بنی مدلج) پر چھاپہ مارنے کے لیے بھیجنا چاہتے ہیں۔ میری رائے ہے کہ آپ ان سے صلح کرلیں اور جب آپ کی قوم اسلام لے آئے گی تو وہ لوگ بھی اسلام لے آئیں گے اور اگر وہ لوگ اسلام نہیں لائیں گے تو مناسب نہیں کہ آپ اپنی قوم کو ان پر غالب کریں۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کی بات سن کر خالد رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑا اور کہا کہ اس کے ساتھ جاؤ اور یہ جیسے چاہتا ہے ویسے کرو۔ چنانچہ خالد رضی اللہ عنہ نے ان کے ساتھ اس شرط پر صلح کرلی کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے خلاف ان کے دشمنوں کی مدد نہیں کریں گے اور جب قریش اسلام لے آئیں گے تو وہ بھی اسلام لے آئیں گے تو اللہ تعالیٰ نے اِلَّا الَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ اِلٰى قَوْمٍ نازل فرمائی۔ (تیسیر الرحمٰن)

سوال 5: فَمَا جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ عَلَيْهِمْ سَبِيْلًا '' تو اللہ تعالیٰ نے اُن کے خلاف تمہارے لیے کوئی راستہ نہیں رکھا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: قتادہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اس آیت کو سورہ براء کی آیت سے منسوخ کردیا اور ہر عہد والے کا معاہدہ ان کی طرف توڑ کر پھینک دیا گیا اور نبی ﷺ کو حکم دیا گیا کہ مشرکوں کو قتل کردو۔ (ابن ابی حاتم: 1028/3)

سَتَجِدُوْنَ اٰخَرِيْنَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّاْمَنُوْكُمْ وَيَاْمَنُوْا قَوْمَهُمْ ؕ كُلَّمَا رُدُّوْٓا اِلَى الْفِتْنَةِ اُرْكِسُوْا فِيْهَا ۚ فَاِنْ لَّمْ يَعْتَزِلُوْكُمْ وَيُلْقُوْٓا اِلَيْكُمُ السَّلَمَ وَيَكُفُّوْٓا اَيْدِيَهُمْ فَخُذُوْهُمْ وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ ؕ وَاُولٰٓئِكُمْ جَعَلْنَا لَكُمْ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا (91)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جلد ہی تم کچھ لوگوں کو پاؤ گے جو ارادہ رکھتے ہیں کہ تم سے بھی امن میں رہیں اور اپنی قوم سے بھی امن میں رہیں۔ مگر جب کبھی اُنہیں فتنے کی طرف لوٹایا جاتا ہے تو اُس میں اوندھے ڈال دیئے جاتے ہیں چنانچہ وہ اگر تم سے الگ نہ رہیں اور تم پر صلح بھی پیش نہ کریں اور اپنے ہاتھ تم سے نہ روکیں تو تم اُن کو پکڑو اور جہاں بھی انہیں پاؤ قتل کرو۔ اور یہی لوگ ہیں جن کے خلاف ہم نے تمہارے لیے واضح دلیل بنا دی ہے۔(91)

سوال1: سَتَجِدُوْنَ اٰخَرِیْنَ یُرِیْدُوْنَ اَنْ یَّاْمَنُوْكُمْ وَیَاْمَنُوْا قَوْمَهُمْ ''جلد ہی تم کچھ لوگوں کو پاؤ گے جو ارادہ رکھتے ہیں کہ تم سے بھی امن میں رہیں اور اپنی قوم سے بھی امن میں رہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں اس سے مراد مکہ کے لوگ ہیں جو نبی ﷺ کے پاس آتے تو ظاہر میں مسلمان ہو جاتے پھر قریش کے پاس جاتے تو بتوں کی عبادت کرتے اس دوطرفہ کاروائی سے وہ امن میں رہنا چاہتے۔ ﴿2﴾ امام رازی نے لکھا ہے: بہتوں کے نزدیک یہ آیت دلیل ہے کہ جو کفار صلح کی خواہش کا اظہار کریں اور مسلمانوں کو ایذا نہ پہنچائیں تو ان سے قتال کرنا جائز نہیں ہے۔ (تیسر الرحمٰن:284)

سوال2: كُلَّمَا رُدُّوْۤا اِلَى الْفِتْنَةِ اُرْكِسُوْا فِیْهَا ''مگر جب کبھی اُنہیں فتنے کی طرف لوٹایا جاتا ہے تو اُس میں اوندھے ڈال دیئے جاتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: یہاں فتنہ سے مراد شرک ہے جب کبھی انہیں شرک کی طرف بلایا جاتا ہے تو وہ برے طریقے سے شرک اختیار کرتے ہیں اس طرح وہ کفار کی طرف لوٹ جاتے ہیں۔ (تفسیر منیر:203/3)

سوال3: فَاِنْ لَّمْ یَعْتَزِلُوْكُمْ وَیُلْقُوْۤا اِلَیْكُمُ السَّلَمَ وَیَكُفُّوْۤا اَیْدِیَهُمْ فَخُذُوْهُمْ وَاقْتُلُوْهُمْ حَیْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ ''چنانچہ وہ اگر تم سے الگ نہ رہیں اور تم پر صلح بھی پیش نہ کریں اور اپنے ہاتھ تم سے نہ روکیں تو تم اُن کو پکڑو اور جہاں بھی انہیں پاؤ قتل کرو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اگر وہ آپ سے الگ نہ رہیں اور صلح بھی پیش نہ کریں اور اپنے ہاتھ تم سے نہ روکیں تو جہاں کہیں ملیں انہیں گرفتار کرو اور قتل کر دو۔

سوال4: وَاُولٰٓىٕكُمْ جَعَلْنَا لَكُمْ عَلَیْهِمْ سُلْطٰنًا مُّبِیْنًا ''اور یہی لوگ ہیں جن کے خلاف ہم نے تمہارے لیے واضح دلیل بنا دی ہے'' اسلام کن منافقوں سے جنگ کرنے کی کھلی چھوٹ دیتا ہے؟

جواب: اسلام بدترین منافقوں سے جنگ کی کھلی چھوٹ دیتا ہے جو ''امن'' کا اعلان کریں اور جب موقع ملے تو اسلام دشمنی کریں۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال5:اسلام منافقین کے ساتھ رواداری کیوں نہیں برتتا؟

جواب:《1》منافق زبان سے شہادت دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ایک ہے اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔《2》مسلمانوں کے دشمنوں کی مدد کرتے ہیں۔

سوال6:اسلام کن شرائط پر کسی قوم کے ساتھ معاہدہ کرسکتا ہے؟

جواب:《1》اگر کوئی معاہدہ امن اور اسلام کے بنیادی اُصولوں کے مخالف نہ ہو۔《2》معاہدے کی وجہ سے اسلام قبول کرنے کی آزادی متاثر نہ ہورہی ہو۔《3》معاہدے کی وجہ سے تبلیغِ اسلام کی آزادی ختم نہ ہورہی ہو۔《4》اسلام کے راستے میں قوت کے ساتھ رکاوٹیں کھڑی نہ کی جاتی ہوں۔《5》اس معاہدے کی وجہ سے مسلمان مشکلات سے بچ رہے ہوں۔《6》معاہدے کی وجہ سے مسلمانوں کو امن نصیب ہورہا ہوتو اسلام معاہدۂ امن کی اجازت دیتا ہے۔

رکوع نمبر10

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ اَنْ يَّقْتُلَ مُؤْمِنًا اِلَّا خَطَـًٔا ۚ وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَـًٔا فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ وَّدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰٓى اَهْلِهٖٓ اِلَّآ اَنْ يَّصَّدَّقُوْا ۭ فَاِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ عَدُوٍّ لَّكُمْ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ ۭ وَاِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍۢ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ فَدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰٓى اَهْلِهٖ وَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ ۚ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ ۡ تَوْبَةً مِّنَ اللّٰهِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا (92)

اور کسی مومن کا یہ کام نہیں ہے کہ کسی مومن کو قتل کرے مگر غلطی سے۔اور جو کسی مومن کو غلطی سے قتل کردے تو ایک مومن غلام آزاد کرنا ہے۔اور مقتول کے گھر والوں کو دیت ادا کرنی ہے مگر یہ کہ وہ صدقہ کر(کے معاف کر)دیں پھر اگر مقتول ایسی قوم سے ہو جو تمہاری دشمن ہے حالانکہ وہ خود مومن ہو تو ایک مومن غلام کو آزاد کرنا ہے اور اگر وہ ایسی قوم سے ہو جس کے اور تمہارے درمیان معاہدہ ہو چکا ہو تو دیت ادا کرنی ہے جو اس کے گھر والوں کے حوالے کی گئی ہو اور ایک مومن غلام کو آزاد کرنا ہے۔تو جو کوئی نہ پائے (غلام) تو اس پر دو مہینے کے لگاتار روزے رکھنا ہیں یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے توبہ کے لیے ہیں اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے۔(92)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال 1: اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب: ابن جریر نے عکرمہ سے روایت کیا ہے کہ حارث بن یزید بنی عامر بن لوی سے تھے، یہ ابو جہل کے ساتھ عیاش بن ابی ربیعہ کو سخت تکالیف دیا کرتے تھے، پھر حارث بن یزید ہجرت کر کے رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں آ گئے مقام حرہ میں ان کو عیاش ملے، انہوں نے یہ سمجھتے ہوئے کہ یہ کافر ہیں انہیں قتل کر دیا، اس کے بعد رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر واقعہ بیان کیا، اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور کسی مومن کی شان نہیں کہ وہ کسی مومن کو بلا تحقیق قتل کرے لیکن غلطی سے۔

(لباب النقول فی اسباب النزول)(تفسیر ابن عباس:289/1)

سوال 2: وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ اَنْ يَّقْتُلَ مُؤْمِنًا اِلَّا خَطَـًٔا ’’اور کسی مومن کا یہ کام نہیں ہے کہ کسی مومن کو قتل کرے مگر غلطی سے‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب: مومن کا اپنے کسی بھائی کو کسی صورت قتل کرنا روا نہیں جیسا کہ نبی ﷺ نے فرمایا کسی مسلمان کا خون جو اس بات کی گواہی دیتا ہو کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کا حق دار نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں، حلال نہیں ہے۔ البتہ ان تین صورتوں میں سے کسی صورت کی وجہ سے حلال ہے۔ i۔ جان کے بدلے جان ii۔ شادی شدہ زنا کار iii۔ مرتد جس نے اپنا دین چھوڑ دیا ہو اور جماعت سے علیحدہ ہو گیا ہو۔ قصاص میں، شادی کے بعد زنا کاری میں اور ارتداد میں خون بہانا حلال ہے پھر اگر ان تین باتوں میں سے کوئی بات پیش آ جائے تو کوئی شخص اس کو قتل نہیں کر سکتا۔ یہ کام امام یا نائب امام کا ہے۔

سوال 3: اسلام قتل کو کیسا جرم قرار دیتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اسلام میں قتل ناحق شدید جرم ہے۔ یہ قتل کسی مومن کا ہو تو عملی کفر ہے اور شرک کے بعد سب سے بڑا گناہ ہے اس جرم کے بعد اللہ تعالیٰ کے غضب اور اس کی لعنت کے الفاظ سے اس جرم کی شدت واضح ہو جاتی ہے۔ ﴿2﴾ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: سب سے پہلے (قیامت کے دن) لوگوں کے درمیان خون خرابے کے فیصلے جات کیے جائیں گے۔ (بخاری:6864) ﴿3﴾ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: سب سے بڑے گناہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا، کسی کی ناحق جان لینا، والدین کی نافرمانی کرنا اور جھوٹ بولنا ہیں یا فرمایا کہ جھوٹی گواہی دینا۔ (صحیح بخاری:6871) ﴿4﴾ سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے ایک مومن کا قتل اللہ تعالیٰ کے نزدیک پوری دنیا کے ختم ہو جانے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سے زیادہ بڑا ہے۔(نسائی:3991)《5》سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مومن اس وقت تک اپنے دین کے بارے میں برابر کشادہ رہتا ہے(اسے ہر وقت مغفرت کی امید رہتی ہے)جب تک ناحق خون نہ کرے۔ جہاں ناحق کیا تو مغفرت کا دروازہ تنگ ہو جاتا ہے۔(صحیح بخاری:6862)《6》سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے بیان کرتے تھے کہ ہلاکت کا بھنور جس میں گرنے کے بعد پھر نکلنے کی امید نہیں ہے وہ ناحق خون کرنا ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے۔(صحیح بخاری:6863)《7》سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ کو کعبۃ اللہ کا طواف کرتے دیکھا، آپ ﷺ فرما رہے تھے:(اے کعبہ!)تو کس قدر پاکیزہ ہے، تیری خوشبو کس قدر عمدہ ہے تو کتنا عظمت والا ہے اور تو کتنا زیادہ قابلِ احترام ہے۔قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں محمد ﷺ کی جان ہے! مومن کی عزت، جان اور مال کا احترام اللہ تعالیٰ کے نزدیک تیری عزت اور احترام سے زیادہ ہے۔(ابن ماجہ:3932)《8》اسلام اس دنیا میں کسی ایسی حالت کا تصور نہیں کرتا جس میں ایک مسلمان کی جانب سے دوسرے مسلمان کے ناحق قتل کا جواز پیدا ہو۔

سوال4: وَمَنۡ قَتَلَ مُؤۡمِنًا خَطَـًٔا ''اور جو کسی مومن کو غلطی سے قتل کر دے'' قرآن مجید نے قتل کے حوالے سے پہلے قتلِ خطا کا ذکر کیوں کیا؟

جواب:《1》اسلام ایک مسلمان کے دوسرے مسلمانوں کے ساتھ تعلقات کو عزت واحترام کی بنیاد پر تشکیل دیتا ہے۔یہ تعلقات گہرے، عظیم اور قیمتی ہیں۔اس لیے اسلام یہ فرض نہیں کرتا کہ یہ تعلقات اتنے خراب ہو جائیں گے کہ نوبت قتل تک پہنچ جائے۔اس لیے قرآنِ مجید قتلِ خطا سے بات شروع کرتا ہے۔《2》قتلِ خطا کی کئی صورتیں ہو سکتی ہیں:《1》کوئی شخص کسی جانور کا شکار کرنے کے لیے گولی چلائے یا تیر یا پتھر مارے اور شکار کو لگنے کی بجائے کسی مسلمان کو لگے اور وہ مر جائے۔《2》کوئی شخص کسی کو کوئی چیز جان بوجھ کر مارے لیکن اسے یہ گمان بھی نہ ہو کہ ہلکی سی چوٹ سے دوسرا شخص مر جائے گا۔《3》جنگ میں کسی مسلمان کو کافر سمجھ کر مار ڈالے جیسے سیدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کے والد کو کافر سمجھ کر قتل کر دیا گیا تھا۔《4》ٹریفک کے حادثہ میں کسی گاڑی سے ٹکرا کھا کر یا اس کے نیچے آ کر کوئی مارا جائے۔

سوال5: فَتَحۡرِيۡرُ رَقَبَةٍ مُّؤۡمِنَةٍ وَّدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰٓى اَهۡلِهٖۤ ''تو ایک مومن غلام آزاد کرنا ہے۔اور مقتول کے گھر والوں کو دیت ادا کرنی ہے'' کی وضاحت کریں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جوب:﴿1﴾ رَقَبَةٍ غلام یا لونڈی (ایسر التفاسیر:286)﴿2﴾ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ ''ایک مومن غلام'' قتادہ کے نزدیک جو نماز پڑھے۔وہ اس بچے کے آزاد کرنے کو مکروہ خیال کرتے تھے جو نماز نہ پڑھتا ہو اور نہ ابھی اس تک پہنچا ہو۔(جامع البیان:239/5)﴿3﴾ غلام قاتل کے مال سے آزاد کیا جائے گا۔(تفسیر سعدی)﴿4﴾ قتل خطا میں قصاص نہیں ہے، صرف دیت ہے۔اسلام نے قتلِ خطا کی صورت میں یا کسی انسان کو کوئی جسمانی نقصان پہنچانے پر جو معاوضہ رکھا ہے اسے عربی میں 'دِیت' اور فارسی میں 'خوں بہا' کہتے ہیں۔

سوال6: دیت کی مقدار کیا ہے؟

جواب:﴿1﴾ احادیث کی رو سے 100 اونٹ یا اس کے مساوی قیمت سونے، چاندی یا کرنسی کی شکل میں دی جائے گی۔ ﴿2﴾ اس دِیت کی قیمت سنن ابی داوٗد کی حدیث کے مطابق آٹھ سو دینار یا آٹھ ہزار درہم اور جامع ترمذی کی روایت کے مطابق بارہ ہزار درہم ہے۔﴿3﴾ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں دیت کی قیمت میں کمی بیشی کی اور مختلف پیشوں کے اعتبار سے اس کی مختلف نوعیتیں مقرر کیں۔اس کا مطلب یہ ہے کہ اصل دیت سو اونٹ کی بنیاد پر ہر دور کے لحاظ سے قیمت مقرر کی جائے گی۔﴿4﴾ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ بنی ہذیل کی دو عورتیں آپس میں لڑیں اور ایک نے دوسری عورت پر پتھر پھینک مارا جس سے وہ عورت اپنے پیٹ کے بچے (جنین) سمیت مر گئی۔پھر (مقتولہ کے رشتہ دار) مقدمہ رسول اللہ ﷺ کے دربار میں لے گئے۔ نبی ﷺ نے فیصلہ کیا کہ پیٹ کے بچے کا خون بہا ایک غلام یا کنیز دینی ہوگی اور عورت کے خون بہا کو قاتل عورت کے عاقلہ (عورت کے باپ کی طرف سے رشتہ دار عصبہ) کے ذمہ واجب قرار دیا۔(صحیح بخاری:6910)

سوال7: اِلَّآ اَنْ يَّصَّدَّقُوْا ''مگر یہ کہ وہ صدقہ کر (کے معاف کر) دیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اسلام مقتول کے ورثاء کو دیت معاف کرنے کی ترغیب دیتا ہے۔اخوت کے لیے عفو درگزر مفید ہے۔سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ نے اپنے والد کا قتل معاف کیا تھا۔اللہ تعالیٰ نے اُحد والوں کی خطائیں معاف کر دی تھیں۔

سوال8: فَاِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ عَدُوٍّ لَّكُمْ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ ''سو اگر مقتول ایسی قوم سے ہو جو تمہاری دشمن ہے حالانکہ وہ خود مومن تھا تو ایک مومن غلام کو آزاد کرنا ہے'' دِیت غیر مسلم خاندان کو کیوں نہیں دی جائے گی؟

جواب:﴿1﴾ اگر مقتول مومن ہو لیکن کسی دشمن قوم سے تعلق رکھتا ہو تو ایک مسلمان غلام آزاد کرنا (دارالاسلام کے نقصان کی تلافی کے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

لیے)غلام میسر نہ آنے کی صورت میں دوماہ کے متواتر روزے رکھنے ہوں گے۔اس کی دیت نہیں ہوگی۔﴿2﴾ قتادہ نے کہا: کافر ہونے کی وجہ سے ان کے لیے دیت نہیں کیوں کہ اللہ تعالیٰ اوران کے درمیان کوئی معاہدہ اورذمہ نہیں ہے۔(جامع البیان:524/1)

سوال9:وَاِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍۢ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ فَدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰٓى اَهْلِهٖ وَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ ’’اوراگروہ ایسی قوم سے ہوجس کے اورتمہارے کے درمیان معاہدہ ہوچکا ہوتو دیت ادا کرنی ہے جواس کے گھر والوں کے حوالے کی گئی ہواورایک مومن غلام کوآزادکرنا ہے‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾مومنوں کے ساتھ معاہدے کی وجہ سے معاہدقوم کے خاندان کو دیت دی جائے گی ان کے جان ومال بھی مومنوں کی جان ومال کے مساوی ہوجائیں گے۔﴿2﴾اگرغیرمسلم قبیلے کے مسلمان فردکوغلطی سے قتل کرے جس سے مسلمانوں کا معاہدہ ہےتوایک مومن غلام کوآزادکرناہوگااورمقتول کے وارثوں کودیت ادا کرنی ہوگی۔

سوال10:فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ تَوْبَةً مِّنَ اللّٰهِ ’’توجو(غلام) نہ پائے اس پر دومہینے لگا تار روزے رکھنا ہیں اللہ تعالیٰ سےتوبہ کے لیے ہیں‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾جودیت دینے کے ساتھ مسلمان غلام آزادنہ کرسکتا ہوتو وہ لگا تارروزے رکھے گا۔اگرناغہ ہوگیا تو نئے سرے سے روزے رکھنے ضروری ہوں گے۔البتہ شرعی عذرجیسے شدید بیماری،حیض اورنفاس وغیرہ میں رخصت ہے۔﴿2﴾سعید بن جبیرکا قول ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس آیت سے تجاوز کیا گیا ہے کہ قتل خطا کا کفارہ رکھ دیا گیا۔(فتح القدیر1/638)

سوال11:قتلِ خطا کے احکام اورکفارے کی کتنی صورتیں ہیں؟

جواب:

قتلِ خطا کی صورت	کفارہ
1۔اگرمقتول کے وارث مسلمان ہیں:	ا۔پوری دیت(مقتول کے ورثاء کے جذبات کو ٹھنڈا کرنے کے لیے)۔ ب۔ایک مومن غلام کوآزادکرنا(اسلامی معاشرے کے نقصان کی تلافی کے طور پر)۔غلام میسر نہ آنے کی صورت میں دو ماہ کے متواتر روزے رکھنے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ہوں گے۔
ج۔اسلام مقتول کے ورثاء کو دیت معاف کرنے کی ترغیب دیتا ہے۔
د۔اخوت کے لیے عفو درگزر مفید ہے۔
و۔حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے اپنے والد کا قتل معاف کیا تھا۔
ی۔اللہ تعالیٰ نے اُحد والوں کی خطائیں معاف کر دی تھیں۔

2۔اگر مقتول مؤمن ہو لیکن کسی دشمن قوم سے تعلق رکھتا ہو:	ا۔ایک مسلمان غلام آزاد کرنا (دارُالاسلام کے نقصان کی تلافی کے لیے) غلام میسر نہ آنے کی صورت میں دو ماہ کے متواتر روزے رکھنے ہوں گے۔ ب۔اس کی دیت نہیں ہوگی۔
3۔اگر غیر مسلم قبیلے کے مسلمان فرد کو غلطی سے قتل کرے جس سے مسلمانوں کا معاہدہ ہے	ا۔ایک مومن غلام کو آزاد کرنا ہوگا۔ ب۔مقتول کے وارثوں کو دیت ادا کرنی ہوگی۔

سوال 12: وَ كَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ''اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے'' کی وضاحت کریں؟
جواب: اللہ تعالیٰ نے قتلِ خطا کے جُرم میں اپنے علیم اور حکیم ہونے کا شعور دلایا ہے تا کہ لوگ خوش دِلی سے اللہ تعالیٰ کے قانون کو قبول کر لیں۔ اگرچہ قتل کرنے والے کی نیت نہیں تھی لیکن نیت کے بغیر بھی کسی کی ناحق جان اسی کے ہاتھوں سے گئی ہے اور وہ جو سب علم والوں سے بڑھ کر علم رکھنے والا ہے اور جو سب سے زیادہ دانا ہے وہ انسانی نفسیات کو جانتا ہے اس لیے اس کے قانون کو قبول کر لو۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خٰلِدًا فِيْهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهٗ وَاَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيْمًا(93)

اور جو شخص کسی مومن کو جان بوجھ کر قتل کرے اس کی سزا جہنم ہے جس میں وہ ہمیشہ رہنے والا ہے۔ اور اس پر اللہ تعالیٰ غضبناک ہو گیا اور اس نے لعنت کی ہے اُس پر اور اس کے لیے بہت بڑا عذاب تیار کیا ہے۔(93)

سوال 1: اس آیت کا شانِ نزول کیا ہے؟

جواب: سعید بن جبیر نے بیان کیا کہ علماء کوفہ کا اس آیت کے بارے میں اختلاف ہو گیا تھا چنانچہ میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کی خدمت میں اس کے لیے سفر کر کے گیا اور ان سے اس کے متعلق پوچھا۔ انہوں نے فرمایا کہ یہ آیت وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ "اور جو کوئی مسلمان کو جان بوجھ کر قتل کرے اس کی سزا دوزخ ہے" نازل ہوئی اور اس باب کی یہ سب سے آخری آیت ہے اسے کسی دوسری آیت نے منسوخ نہیں کیا ہے۔(صحیح بخاری:4590)

سوال 2: وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا "اور جو شخص کسی مومن کو جان بوجھ کر قتل کرے" قتلِ عمد سے کیا مراد ہے؟

جواب: اگر کوئی مسلمان جان بوجھ کر اِرادتاً دوسرے مسلمان کو قتل کر دے تو یہ قتل عمد ہے۔

سوال 3: فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خٰلِدًا فِيْهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهٗ وَاَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيْمًا "اس کی سزا جہنم ہے جس میں وہ ہمیشہ رہنے والا ہے اور اس پر اللہ تعالیٰ غضبناک ہو گیا اور اس نے لعنت کی ہے اُس پر اور اس کے لیے بہت بڑا عذاب تیار کیا ہے" قتل عمد کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا کیا حکم ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ کا قتل عمد کے بارے میں حکم ہے کہ اس کی سزا جہنم ہے اس میں ہمیشہ رہے گا، اس پر اللہ کا غضب ہے، اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے اور اس کے لیے سخت عذاب ہے۔ اس آیت میں قتل عمد کے لیے سخت ڈراوا اور سخت وعید ہے اور قرآن کی اکثر آیات میں اس کا ذکر شرک کے ساتھ آیا ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُوْنَ "اور جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی دوسرا معبود نہیں پکارتے اور جس جان کو اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے اُسے قتل نہیں کرتے مگر حق کے ساتھ اور وہ زنا نہیں کرتے۔ (الفرقان:68) ﴿2﴾ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے دنیا ختم ہونے سے پہلے ایسا دن ضرور آئے گا قاتل کو بھی پتہ نہ ہو گا کہ میں نے کیوں قتل کیا۔ اور مقتول کو بھی پتہ نہ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ہوگا کہ میں کیوں قتل ہوا۔کسی نے عرض کیا ایسا کیوں ہوگا؟فرمایا:فتنہ کی وجہ سے ایسا ہوگا قاتل اور مقتول دونوں دوزخ میں ہوں گے۔(مسلم:759/1)﴿3﴾ سیدنا ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب دو مسلمان اپنی تلواریں لے کر آمنے سامنے آجائیں تو وہ دونوں دوزخ والوں میں سے ہیں ایک شخص نے عرض کیا کہ ان میں سے جو قتل کردے اس کا دوزخ میں جانا سمجھ آتا ہے جو قتل ہوگیا دوزخ میں کیوں جائے گا؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: انہ قد اراد قتل صاحبہ کہ مقتول بھی تو یہی ارادہ کیے ہوئے تھا کہ میں اس شخص کو قتل کردوں لہذا وہ اپنی نیت کی وجہ سے دوزخ میں گیا (نیت تو دونوں ہی کی ایک دوسرے کو قتل کرنے کی تھی یہ بات اور ہے کہ ایک کا داؤ لگ گیا۔(بخاری:1049/2)﴿4﴾ جرم بیان کرنے کے بعد اللہ کا غضب اور اس کی لعنت کے الفاظ سے اس جرم کی شدت واضح ہوجاتی ہے۔(تیسیر القرآن:444/1)﴿5﴾ یہاں اللہ تعالیٰ نے جان بوجھ کر قتل کرنے والے کے لیے وعید کا ذکر فرمایا ہے جس سے دل کانپ جاتے ہیں، کلیجے پھٹ جاتے ہیں اور عقلمند لوگ گھبرا جاتے ہیں۔کبیرہ گناہوں میں سے کسی اور گناہ کے لیے اس سے بڑی بلکہ اس جیسی وعید بھی وارد نہیں ہوئی۔آگاہ رہو کہ یہ اس امر کی خبر دینا ہے کہ مومن کے قتل کے مرتکب کے لیے جہنم ہے۔یعنی یہ گناہ عظیم اکیلا ہی کافی ہے کہ اپنے مرتکب کو جہنم، عذاب عظیم، رسوائی، اللہ جبار کی ناراضگی، فوز وفلاح سے محرومی و ناکامی اور خسارے جیسی سزا کا مستحق بنائے۔ہم ہر اس سبب سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور کرے۔اس وعید کا حکم، کبیرہ گناہوں کے بارے میں وارد اس جیسی نصوص وعید کی مانند ہے جن میں جہنم میں خلود اور جنت سے محرومی کا ذکر کیا گیا ہے۔(تفسیر سعدی:1564/)

سوال4: کیا قتلِ عمد توبہ کے ذریعے معاف ہوسکتا ہے؟

جواب:﴿1﴾ سیدنا ابنِ عباس رضی اللہ عنہما کی رائے ہے کہ یہ توبہ کے ذریعے بھی معاف نہیں ہوگا۔یہ بات حدیث رسول ﷺ سے بھی واضح ہوتی ہے۔سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے (خطبۂ حجۃ الوداع میں) فرمایا ''بیشک اللہ تبارک وتعالیٰ نے تم پر ایک دوسرے کے خون، مال اور عزت اسی طرح حرام کردی ہیں جس طرح تمہارے اس دن کی، اس شہر کی اور تمہارے اس مہینے کی حرمت ہے۔''نیز فرمایا: ''میرے بعد ایک دوسرے کی گردنیں مار کر کافر نہ بن جانا۔'' (بخاری:6785)﴿2﴾ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن قاتل کی پیشانی کے بال اور سر مقتول کے ہاتھ میں ہوگا۔اور اس کے گلے کی رگوں سے خون بہہ رہا ہوگا۔اور اللہ سے فریاد کرے گا کہ اے میرے رب! اس نے مجھے قتل کیا تھا یہاں تک کہ عرش کے قریب لے جائے گا۔راوی کہتے ہیں: کہ لوگوں نے ابن عباس کے سامنے توبہ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کا ذکر کیا تو انہوں نے یہی آیت پڑھی اور کہا کہ یہ آیت نہ منسوخ ہے اور نہ بدلی گئی۔ پھر اس کی توبہ کیسے قبول ہوسکتی ہے؟ (جامع ترمذی ابواب التفسیر)۔﴿3﴾ سیدنا ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ امید ہے اللہ ہر گناہ کو معاف فرمادے گا مگر جو شخص مشرک ہوتے ہوئے مرگیا اور جس نے کسی مومن کو قتل کردیا ان کی مغفرت نہیں ہے۔(ابوداؤد)

﴿4﴾ جمہور علمائے امت کا قول ہے کہ قاتل عمد کی توبہ اس کے اور اس کے رب کے درمیان ہے۔ اگر توبہ کرلے اور عملِ صالح کے ذریعے اپنی حالت درست کرلے تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو نیکیوں سے بدل دے گا اور مقتول کو اس کی مظلومیت کا اچھا بدلہ عطا کرکے اسے خوش کردے گا۔ یہاں ایک سوال اور رہ جاتا ہے کہ امت کا اجماع ہے کہ توبہ کے ذریعے کسی کا حق ساقط نہیں ہوجاتا ہے۔اس لیے توبہ کرنے کے بعد بھی مقتول کا حق قاتل کے ذمے باقی رہے گا اور وہ قیامت کے دن اپنے حق کا مطالبہ کرے گا۔تو اس کا جواب یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ قاتل کی توبہ قبول کرلے گا تو ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ مقتول کو اس کی مظلومیت کا اتنا اچھا بدلہ دے گا کہ وہ خوش ہوجائے گا اور قاتل کی توبہ قبول ہوجانے کی وجہ سے وہ بھی اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے جنت میں بھیج دیا جائے گا۔ دنیا میں مقتول کے اولیاء کو اختیار ہے، چاہیں تو قصاص لیں، چاہیں تو معاف کردیں اور چاہیں تو دیت مغلظہ لے لیں یعنی سو اونٹنیاں لیکن اگر مقتول کے اولیاء اسے معاف کردیں یا دیت لینے پر راضی ہوجائیں تو کیا اسے کفارہ بھی دینا ہوگا؟ بہت سے علماء کہتے ہیں کہ ہاں، اسے کفارہ دینا ہوگا، اس لیے کہ جب قتلِ خطا میں کفارہ واجب ہے تو قتل عمد میں بدرجۂ اولیٰ واجب ہوگا۔(تیسیر الرحمٰن)

سوال5: کیا قتلِ عمد کے قاتل کی توبہ قابلِ قبول ہے؟

جواب:﴿1﴾ اکثر علماء اس کی توبہ کی قبولیت کے قائل نہیں ہیں۔﴿2﴾ قرآن وحدیث سے یہ واضح ہوتا ہے کہ خالص توبہ سے ہر گناہ معاف ہوسکتا ہے۔

سوال6: قتلِ عمد کی سزا اتنی بڑی کیوں ہے؟

جواب:﴿1﴾ یہ قتل صرف ایک جان کا قتل نہیں ایک عظیم اور عزیز ترین اخوت اسلامی کا قتل بھی ہے۔﴿2﴾ قتل عمد ایمان کی نفی ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا ضَرَبْتُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَتَبَيَّنُوْا وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰٓى اِلَيْكُمُ السَّلٰمَ لَسْتَ مُؤْمِنًا ۚ تَبْتَغُوْنَ عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۡ فَعِنْدَ اللّٰهِ مَغَانِمُ كَثِيْرَةٌ ۭ كَذٰلِكَ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلُ فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ فَتَبَيَّنُوْا ۭ اِنَّ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اللہَ کَانَ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ خَبِیۡرًا(94)

اے لوگو جو ایمان لائے ہو جب تم اللہ تعالیٰ کی راہ میں سفر کرو تو تم خوب تحقیق کر لیا کرو اور جو تمہیں سلام پیش کرے اسے یہ مت کہو کہ تو مومن نہیں ہے۔ تم دنیا کی زندگی کا سامان تلاش کرتے ہو حالانکہ اللہ تعالیٰ کے پاس بہت سی غنیمتیں ہیں، اس سے پہلے تم بھی ایسے ہی تھے تو اللہ تعالیٰ نے تم پر احسان کیا پس تم خوب تحقیق کر لیا کرو، جو بھی تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے اس سے پورا باخبر ہے۔ (94)

سوال 1: اس آیت کا شانِ نزول بتائیں؟

جواب: ابن عباس رضی اللہ عنہما نے آیت ''اور جو تمہیں سلام پیش کرے اسے یہ مت کہو کہ تو مومن نہیں ہے'' کے بارے میں فرمایا کہ ایک صاحب (مرداس نامی) اپنی بکریاں چرا رہے تھے۔ ایک مہم پر جاتے ہوئے کچھ مسلمان انہیں ملے تو انہوں نے کہا ''السلام علیکم''، لیکن مسلمانوں نے بہانہ خور جان کر انہیں قتل کر دیا اور ان کی بکریوں پر قبضہ کر لیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی تھی آخر آیت عَرَضَ الۡحَیٰوةِ الدُّنۡیَا تک۔ اس سے اشارہ انہیں بکریوں کی طرف تھا۔ (بخاری: 4591)

سوال 2: یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِذَا ضَرَبۡتُمۡ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ فَتَبَیَّنُوۡا ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو جب تم اللہ تعالیٰ کی راہ میں سفر کرو تو تم خوب تحقیق کر لیا کرو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اے لوگو! جنہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی تصدیق کی اور اس کے احکامات مانے ہیں اور اس کے نواہی کو ترک کیا ہے۔ جب تم اسلام کی سربلندی اور کلمہ حق کی بڑائی کے لیے دشمن سے مقابلے کے لیے نکلو اور تمہارے لیے کسی کا قتل مشتبہ ہو جائے کہ آیا وہ کفر ہے یا مسلمان تو کسی کو قتل کرنے میں جلدی نہ کرو جب تک کہ تمہیں یقین نہ ہو جائے کیوں کہ یہ جنگ اللہ اور رسول کے لیے ہے۔ (تفسیر مراغی 289/2) ﴿2﴾ فَتَبَیَّنُوۡا اس سے مراد تحقیق کر لیا کرو جلدی نہ کرو (تفسیر منیر 223/3) ﴿3﴾ جب اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد پر نکلیں تو تمام مشتبہ امور میں اچھی طرح تحقیق کر لیا کریں اور جلدی نہ کیا کریں کیونکہ تمام معاملات دو قسم کے ہوتے ہیں، واضح اور غیر واضح ان میں تحقیق اور جانچ پڑتال کی کچھ زیادہ ضرورت نہیں ہوتی۔ کیونکہ یہ چیز تحصیل حاصل کے زمرے میں آتی ہے۔ رہے مشکل اور غیر واضح امور تو انسان ان میں جانچ پڑتال اور تحقیق کا محتاج ہوتا ہے کہ آیا وہ اس میں اقدام کرے یا نہ کرے؟ کیونکہ ان امور میں تحقیق اور جانچ پڑتال سے بے شمار فوائد حاصل ہوتے ہیں۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

بڑی بڑی برائیوں کا سد باب ہوتا ہے،اس کے ذریعے سے بندے کے دین،عقل اوروقار کے بارے میں معرفت حاصل ہوتی ہے۔اس کے برعکس وہ شخص جومعاملات کی ابتداء ہی میں ان کی جانچ پڑتال سے پہلے فیصلہ کرنے میں عجلت سے کام لیتا ہے اسے اس عجلت سے ایسے نتائج کا سامنا ہوسکتا ہے جونہایت غیر مناسب ہوں۔جیسا کہ ان مسلمانوں کے ساتھ ہوا جن کا اس آیت کریمہ میں ذکر کیا گیا ہے جنہوں نے بغیر کسی تحقیق اور جانچ پڑتال کے ایک ایسے شخص کو قتل کر دیا جس نے ان کو سلام کیا تھا، اس کے پاس کچھ بکریاں یا کوئی اور مال تھا اس کا خیال تھا کہ اس طرح سلام کرنے سے قتل ہونے سے بچ جائے گا اور ان کا یہ فعل قتل درحقیقت خطا تھا،بنابریں اللہ تعالیٰ نے ان پر عتاب نازل فرمایا۔(تفسیر سعدی:567/1)《4》اس آیت میں تحقیق کا حکم سفر کے ساتھ اس لیے متعلق رکھا گیا ہے کہ یہ واقعہ سفرِ جہاد میں پیش آیا تھا ورنہ تحقیق کا حکم سفر اور حضر دونوں میں ہے۔

سوال3:وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰٓى اِلَيْكُمُ السَّلٰمَ لَسْتَ مُؤْمِنًا''اور جو تمہیں سلام پیش کرے اسے یہ مت کہو کہ تُو مومن نہیں ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》السَّلٰمَ سے یہاں مراد اسلام ہے اور اس کی دلیل آخر میں ہے لَسْتَ مُؤْمِنًا۔《2》یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد اہل اسلام کا سلام ہے۔(الاساس 1154/2)《3》ابن عباس کا قول لَسْتَ مُؤْمِنًا''تو مومن نہیں''اللہ تعالیٰ نے مومنوں پر حرام کر دیا ہے کہ وہ ایسے شخص کو جو لا الٰہ الا اللہ کی گواہی دے یہ کہیں کہ تو مومن نہیں ہے۔یہ اس طرح حرام ہے جیسے مردار حرام ہے۔وہ ایمان لایا ہے اپنے مال اور خون کے ساتھ لہٰذا اس کا قول اسے نہ لوٹاؤ۔(ابن ابی حاتم:1040/3)《4》رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے جنگ کرتا رہوں یہاں تک کہ وہ لا الٰہ الا اللہ کی گواہی دیں اور ساتھ یہ گواہی بھی دیں کہ محمد اللہ کے رسول ہیں اور نماز قائم کریں اور زکوۃ ادا کریں سو جب وہ ایسا کرلیں تو اپنی جانوں اور مالوں کو میری طرف سے محفوظ کرلیں گے ہاں اگر اسلام کے حق کی وجہ سے قتل کرنے کی صورت پیش آجائے تو یہ اور بات ہے (مثلاً قصاص میں قتل کرنا پڑے)اور ان کا حساب اللہ کے ذمے ہے۔(بخاری ومسلم)《5》سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سیدنا خالد بن ولید نے (بنی جذیمہ کی جنگ میں) کافروں کو مارنا شروع کیا۔(حالانکہ وہ کہتے جاتے تھے کہ ہم نے دین بدلا ہم نے دین بدلا)رسول اللہ ﷺ نے جب یہ حال سنا تو فرمایا:یا اللہ!میں خالد کے کام سے بیزار ہوں۔(بخاری کتاب الجہاد)《6》اسامہ بن زید بن حارثہ رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے قبیلہ جہینہ کی ایک شاخ کی طرف (مہم پر) بھیجا۔بیان کیا کہ پھر ہم نے ان لوگوں کو صبح کے وقت جالیا اور انہیں شکست دے دی۔راوی نے بیان کیا کہ میں اور قبیلہ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

انصار کے ایک صاحب قبیلہ جہینہ کے ایک شخص تک پہنچے اور جب ہم نے اسے گھیر لیا تو اس نے کہا کہ ’’لا الہ الا اللہ ‘‘ انصاری صحابی نے تو (یہ سنتے ہی) ہاتھ روک لیا لیکن میں نے اپنے نیزے سے اسے قتل کر دیا۔راوی نے بیان کیا کہ جب ہم واپس آئے تو اس واقعہ کی خبر نبی کریم ﷺ کو ملی۔بیان کیا کہ پھر آنحضرت ﷺ نے مجھ سے فرمایا اسامہ! کیا تم نے کلمہ لا الہ الا اللہ کا اقرار کرنے کے بعد اسے قتل کر ڈالا۔میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! اس نے صرف جان بچانے کے لیے اس کا اقرار کیا تھا۔آنحضرت ﷺ نے فرمایا تم نے اسے لا الہ الا اللہ کا اقرار کرنے کے بعد قتل کر ڈالا۔بیان کیا کہ نبی ﷺ اس جملے کو اتنی دفعہ دہراتے رہے کہ میرے دل میں یہ خواہش پیدا ہوگئی کہ کاش میں اس سے پہلے مسلمان نہ ہوا ہوتا۔ (صحیح بخاری:6872)《7》رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تین چیزیں ایمان کے تقاضوں میں سے ہیں۔ایک یہ کہ جو شخص کلمہ اسلام پڑھ لے اس کی طرف سے (زبان اور ہاتھ کو) روک لیا جائے۔دوم یہ کہ کسی گناہ کی وجہ سے اسے کافر نہ کہو (یعنی کسی عمل کی وجہ سے اسے اسلام سے خارج نہ کرو) سوم یہ کہ جہاد باقی رہے گا جب سے اللہ نے مجھے بھیجا ہے یہاں تک کہ امت کے آخری لوگ دجال سے قتال کریں گے۔حکم جہاد کو کسی ظالم کا ظلم اور کسی عادل کا عدل باطل نہیں کر سکتا (پھر فرمایا) تقدیروں پر ایمان لانا (بھی ایمان کے تقاضوں میں سے ہے) (ابوداؤد)

سوال4: تَبۡتَغُوۡنَ عَرَضَ الۡحَیٰوۃِ الدُّنۡیَا ’’تم دنیا کی زندگی کا سامان تلاش کرتے‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب: ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ تم نے اس ارادے سے قتل کیا کہ وہ مال جو تم نے اس کے پاس پایا اسے اپنے لیے حلال کر لو اور یہ دنیا کی زندگی کا سامان ہے۔(ابن ابی حاتم:1041/3)

سوال5: فَعِنۡدَ اللّٰہِ مَغَانِمُ کَثِیۡرَۃٌ ’’حالانکہ اللہ تعالیٰ کے پاس بہت سی غنیمتیں ہیں‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس کے پاس بڑی بڑی غنیمتیں ہیں جو اس دنیاوی سامان سے بہتر ہیں جس کی وجہ سے تم اس جیسے قتل کے لیے آمادہ ہوئے

سوال6: دارُالحرب میں پھنسے ہوئے مسلمانوں کے تحفظ کے لیے اس آیت میں مسلمانوں کو کیا سمجھایا گیا ہے؟

جواب:《1》اپنے دل سے دوسرے مفادات نکال دو (مالِ غنیمت وغیرہ کے)۔《2》کسی فیصلے میں جلدبازی نہ کرو۔《3》وہ زمانہ گزرے زیادہ وقت نہیں ہوا جب تم بھی جاہلیت کے اندھیروں میں تھے۔《4》اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ اس نے تمہارے دلوں کو پاک کر دیا اور تمہارا نصب العین بلند ہو گیا ہے۔《5》لہٰذا تحقیق کر لیا کرو۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال7: كَذٰلِكَ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلُ فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ فَتَبَيَّنُوْا ''اس سے پہلے تم بھی ایسے ہی تھے سواللہ تعالیٰ نے تم پر احسان کیا پس تم خوب تحقیق کرلیا کرو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے دِلوں کو جھنجھوڑا ہے کہ کل تک تم خود بھی اسی طرح کی صورت حال سے دوچار تھے۔ تم اپنا ایمان کافروں کے ڈر سے چھپاتے تھے اب گر تم پر کوئی اپنے ایمان کو ظاہر کررہا ہے تو اسے چھوڑ دو۔《2》تم بھی پہلے کافر تھے حتیٰ کہ تم پر اسلام کا احسان کیا اور تمہیں ہدایت دی۔

سوال8: اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ''جوبھی تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے اس سے پورا باخبر ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》اللہ تعالیٰ نے ایمان کے دعوے کو قبول کرنے کے لیے اپنی صفت خبیر کا شعور دلایا ہے کہ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کون ایمان کا سچا دعویٰ کررہا ہے اور کون نہیں کررہا اور اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے بھی باخبر ہے اور تمہارے ایمان سے بھی۔ لہٰذا یہ معاملہ اپنی خبر تک کا نہ سمجھو۔ اللہ تعالیٰ خبیر ہے۔《2》اللہ تعالیٰ نے اپنی مخالفت سے ڈرایا ہے۔(قرطبی235/3)

لَا يَسْتَوِى الْقٰعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ غَيْرُ اُولِى الضَّرَرِ وَالْمُجٰهِدُوْنَ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ؕ فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ دَرَجَةً ؕ وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ؕ وَفَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا(95)

مومنوں میں سے بغیر کسی تکلیف کے بیٹھ رہنے والے اور اپنے مال و جان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے والے برابر نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے بیٹھنے والوں پر اپنی جان ومال سے جہاد کرنے والوں کو درجے میں فضیلت سے نوازا ہے۔ اور ہر ایک سے اللہ تعالیٰ نے بھلائی کا وعدہ فرمایا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے مجاہدوں کو گھروں میں بیٹھ رہنے والوں پر اجرِ عظیم میں فضیلت دی ہے۔(95)

سوال1: لَا يَسْتَوِى الْقٰعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ غَيْرُ اُولِى الضَّرَرِ وَالْمُجٰهِدُوْنَ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ''مومنوں میں سے بغیر کسی تکلیف کے بیٹھ رہنے والے اور اپنے مال وجان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے والے برابر نہیں ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》براء کہتے ہیں جب یہ آیت لَا يَسْتَوِى۔۔۔آخر تک اتری تو رسول ﷺ نے زید رضی اللہ عنہ کو بلوا کر لکھوا دیا پھر ابن ام مکتوم آکر اپنی نابینگی کا شکوہ کرنے لگے۔ اس پر غَيْرُ اُولِى الضَّرَرِ کے الفاظ اترے۔《2》زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

رسول اللہ ﷺ نے ان سے یہ آیت لکھوائی مسلمانوں میں سے (گھر) بیٹھ رہنے والے اور اللہ کی راہ میں اپنے مال اور اپنی جان سے جہاد کرنے والے برابر نہیں ہوسکتے۔ ابھی آپ یہ آیت لکھوا ہی رہے تھے کہ حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ آ گئے اور عرض کیا اللہ کی قسم! یا رسول اللہ! اگر میں جہاد میں شرکت کرسکتا تو یقیناً جہاد کرتا۔ وہ اندھے تھے۔ اس کے بعد اللہ نے اپنے رسول پر وحی اتاری۔ آپ کی ران میری ران پر تھی (شدت وحی کی وجہ سے) اس کا مجھ پر اتنا بوجھ پڑا کہ مجھے اپنی ران کے پھٹ جانے کا اندیشہ ہوگیا۔ آخر یہ کیفیت ختم ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے غَيْرُ أُولِي الضَّرَرِ کے الفاظ اور نازل کئے۔ (صحیح بخاری: 4592)《3》 لَا يَسْتَوِي کے ذریعے کمزور مسلمانوں کی اصلاح کی گئی انہیں جوش دلایا گیا اور ابھارا گیا ہے کہ اپنی کوتاہیوں کی تلافی کریں۔ کمزور مسلمانوں میں بھلائی کا مادہ موجود ہے اس لیے ان سے توقع کی جارہی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم پر لبیک کہہ دیں۔

سوال3: کیا کوئی انسانی جماعت جس میں ایمان، عمل، تقویٰ و برتری اعلیٰ درجے میں موجود ہو، اس پر ضعف، حرص، بخل اور جان و مال سے جہاد کرنے میں کوتاہی ہوسکتی ہے؟

جواب: کوتاہیاں کسی سے بھی ہوسکتی ہیں خلوص میں کمی بیشی ممکن ہے کیوں کہ ایمان گھٹتا بڑھتا رہتا ہے۔

سوال4: کوتاہیوں کو دور کرنے کے لیے کس کام کی ضرورت ہوتی ہے؟

جواب:《1》 کوتاہیاں جونہی ظاہر ہوں، خلوص میں جب بھی کمی واقع ہو، تربیت اور اصلاح کی ضرورت ہوتی ہے، یہ مسلسل جہاد ہے《2》 حرص، کمزوری، بخل اور کوتاہیوں کے خلاف معاشرے کو بلند سے بلند تر مقام تک پہنچانے کے لیے اصلاح کی دعوت جاری رہنی چاہیے۔

سوال5: اللہ تعالیٰ کے ہاں جہاد بالمال اور جہاد فی سبیل اللہ کو کیا اہمیت حاصل ہے؟

جواب:《1》 دین کو قائم کرنے کے لیے جہاد کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔《2》 ہر دور میں دین کے مخالفین کا مقابلہ جہاد کے ذریعے کیا جاسکتا ہے۔《3》 جہاد فی سبیل اللہ، جہاد بالمال کے بغیر ممکن نہیں اس لیے اسلامی نظامِ زندگی میں جان اور مال سے جہاد کی بڑی قدر و قیمت ہے۔

سوال6: کیا جہاد رسول اللہ ﷺ کے دور تک محدود تھا؟

جواب: جس دور میں بھی اسلام کی دعوت کا کام ہوگا، جہاد ضروری ہوگا۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

نے فرمایا: جو شخص اس حالت میں مرا کہ اس نے کسی جہاد میں حصہ نہ لیا اور نہ ہی کبھی اس کے دل میں جہاد کی خواہش پیدا ہوئی وہ نفاق کے ایک حصہ پر مرا۔(مسلم:4931)

سوال7: اللہ تعالیٰ نے ہر حالت میں جہاد فرض کیا ہے اس جہاد کا آغاز کہاں سے ہوگا اور کہاں تک یہ سلسلہ جاری رہے گا؟

جواب:《1》سب سے پہلے انسان اپنے نفس سے جہاد کرے گا۔《2》پھر دوسروں تک اللہ تعالیٰ کے پیغام کو پہنچائے گا۔《3》جان و مال سے جہاد جاری رہے گا۔《3》برائی کے خلاف ہر جگہ، ہر طرح کے حالات واقعات میں جہاد جاری رہے گا۔《4》آخری فیصلہ پر باطل کے خلاف، باطل قوتوں کے خلاف جہاد ہوگا۔

سوال8: فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ دَرَجَةً ”اللہ تعالیٰ نے بیٹھنے والوں پر اپنی جان و مال سے جہاد کرنے والوں کو درجے میں فضیلت سے نوازا ہے“ کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》مجاہدوں کو غیر مجاہدوں پر جو فضیلت ہے اس کا بیان ہے کہ انہیں ان کے خلدِ بریں کے بالا خانوں میں کئی درجے فضیلت ہے۔ ان کے گناہ اور ان کی لغزشیں معاف ہیں۔ اور ان پر رحمتوں اور برکتوں کی بارش ہو رہی ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا ان پر احسان ہے اور ان کی یہ قدر و منزلت ہے۔(مختصر ابن کثیر:355/1)《2》دَرَجَةً جنت میں عالی مقام ہے(ایسر التفاسیر:288)《3》ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جو شخص اس حالت میں مرا کہ اس نے کسی جہاد میں حصہ نہ لیا اور نہ ہی کبھی اس کے دل میں جہاد کی خواہش پیدا ہوئی وہ نفاق کے ایک حصہ پر مرا“(مسلم:4931)《4》ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ”جس شخص نے نہ تو جہاد میں حصہ لیا، نہ ہی غازی کا سامان تیار کیا، نہ ہی غازی کے اہل وعیال کی خبر گیری کی، اسے اللہ تعالیٰ کسی سخت مصیبت میں مبتلا فرما دے گا“(ابوداؤد:2503)《5》عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے: ”جب تم سودی لین دین کرنے لگو گے، گائے کی دُم تھام لو گے(یعنی جانوروں سے محبت کرنے لگو گے)، کھیتی باڑی میں مگن رہو گے اور جہاد چھوڑ دو گے تو اللہ تعالیٰ تم پر ذلت مسلط کر دے گا اور اس وقت تک اسے دور نہیں کرے گا جب تک تم اپنے دین(یعنی جہاد) کی طرف واپس نہ پلٹو گے۔“(ابوداؤد:3462)《6》سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”فتح مکہ کے بعد(مکہ سے) ہجرت کی ضرورت باقی نہیں رہی لیکن جہاد اور جہاد کی نیت(قیامت تک کے لیے) باقی ہے اور جب تمہیں جہاد کے لیے نکلنے کا حکم دیا جائے تو فوراً نکل کھڑے ہو۔“(بخاری:2783)《7》جابر بن سمرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”قیامت تک یہ دین قائم رہے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

گا کیونکہ مسمانوں کی ایک جماعت (ہر زمانے میں غلبۂ دین کے لیے) جہاد کرتی رہے گی۔''(مسلم:4953)《8》نبی ﷺ نے فرمایا: یادرکھو جنت میں سو درجے ہیں جن کو اللہ نے اپنی راہ میں جہاد کرنے والوں کے لیے تیار کیا ہے۔ ہر دو درجوں کے درمیان زمین سے آسمان تک کی مسافت ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ جو ایک تیر مارے اسے ایک درجہ ثواب ہے۔ ایک شخص نے پوچھا یارسول ﷺ درجہ کیا ہے؟ فرمایا: یادرکھو! یہ آپ کی ماں کی چوکھٹ والا درجہ نہیں ہے بلکہ دو درجوں کا درمیانی فاصلہ سو سال کی مسافت ہے۔(مسلم، بخاری)

سوال9: وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ''اور ہر ایک سے اللہ تعالیٰ نے بھلائی کا وعدہ فرمایا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》اللہ تعالیٰ نے جہاد میں شرکت کرنے والوں اور جو لوگ اس سے معذور ہوں یا جنہیں پیچھے انتظامات کرنے کے لیے ٹھہرایا گیا ہو ہر ایک سے اچھا وعدہ یعنی جنت کا وعدہ کر رکھا ہے۔《2》قتادہ نے کہا: وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى سے مراد جنت ہے اور اللہ تعالیٰ ہر فضل والے کو اس کا فضل دیتا ہے(جامع البیان:271/5)

سوال10: وَفَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا ''اور اللہ تعالیٰ نے مجاہدوں کو گھروں میں بیٹھ رہنے والوں پر اجرِ عظیم میں فضیلت دی ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》آیت میں اس بات کی بھی دلیل ہے کہ جہاد ان تمام اعمال سے افضل ہے جو جہاد میں شرکت نہ کرنے والے لوگ کرتے رہتے ہیں۔ سیوطی رحمہ اللہ نے ''الاکلیل'' میں لکھا ہے کہ اس آیت میں مجاہدین کو تمام دوسرے لوگوں پر فضیلت دی گئی ہے اور یہ بھی بیان کر دیا گیا ہے کہ جو لوگ واقعی جہاد میں شرکت کرنے سے معذور ہوتے ہیں ان کا درجہ بھی مجاہدین کا ہے۔ (تیسیر الرحمٰن)《2》ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا: لوگوں میں سب سے افضل کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''وہ مومن جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں اپنی جان اور مال سے جہاد کرے۔''(بخاری:2786)《3》علماء نے اسی آیتِ جہاد سے استدلال کر کے کہا ہے کہ جہاد فرضِ عین نہیں ہے۔ اگر فرضِ عین ہوتا تو پھر بیٹھنے والوں کے لیے کسی فضیلت کا ذکر نہ ہوتا(تیسیر الرحمٰن)《4》نبی ﷺ نے انفرادی حالات کے تحت بعض لوگوں کو جہاد کی اجازت نہیں دی مثلاً عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا: ایک صحابی نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا کہ کیا میں بھی جہاد میں شریک ہو جاؤں؟ آنحضرت ﷺ نے دریافت فرمایا: تمہارے ماں باپ موجود ہیں؟ انہوں نے کہا کہ ہاں موجود ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ پھر انہیں میں جہاد کرو۔''(بخاری:5972)《5》ا۔ معاشرے میں موجود بوڑھے، اندھے، لنگڑے لولے،

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

بیماراور کمزورافراد جو جہاد پر نہیں جا سکتے۔ب۔کچھ لوگ اندرونی دفاع،مجاہدین کے گھروں کی حفاظت اوران کے اہل وعیال کی دیکھ بھال کے لیے پیچھے رہیں گے۔ج۔پیچھے رہنے والے مجاہدین کو کھانے پینے اورافرادی قوت فراہم کرتے رہیں گے۔ د۔پیچھے رہنے والے زخمیوں کی دیکھ بھال کرتے رہیں گے۔﴿6﴾سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم ایک غزوے میں رسولِ کریم ﷺ کے ساتھ تھے تو آپ ﷺ نے فرمایا:''مدینہ میں کچھ لوگ ایسے ہیں کہ تم نے کوئی سفر ایسا نہیں کیا یا کوئی وادی طے نہیں کی مگروہ تمہارے ساتھ تھے،انہیں مرض نے روک لیا تھا۔''(مسلم:4932)﴿7﴾جہاد ایک اہم فرضِ کفایہ ہے جو قیامت تک جاری رہے گا۔جہاد سے پہلوتہی کا نتیجہ مسلمان اُمت کی موت ہے۔﴿8﴾جہادِ اصغر کی اصطلاح ایک موضوع حدیث سے لی گئی ہے کہ نبی ﷺ نے ایک دفعہ جہاد سے واپسی پر فرمایا:''ہم جہادِ اصغر سے(میدانِ جنگ کے جہاد سے) جہادِ اکبر(جہاد بالنّفس) کی طرف لوٹ آئے ہیں۔اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں دوبارہ فرمایا ہے کہ جولوگ اپنی جان اور مال سے جہاد کرتے ہیں وہ بیٹھنے والوں سے افضل ہیں تو جو نفس سے جہاد کرتا ہے وہ بیٹھنے والوں میں شامل ہے،وہ مجاہدین فی سبیل اللہ میں شامل نہیں اور جہاد فی سبیل اللہ کرنے والے بیٹھنے والوں سے افضل ہیں۔

دَرَجٰتٍ مِّنْهُ وَمَغْفِرَةً وَّرَحْمَةً ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا(96)

اپنی طرف سے درجات اور مغفرت اور رحمت کی اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے بے حد بخشنے والا،نہایت رحم فرمانے والا ہے۔(96)

سوال1:دَرَجٰتٍ مِّنْهُ وَمَغْفِرَةً وَّرَحْمَةً''اپنی طرف سے درجات اور مغفرت اور رحمت میں بھی''اللہ تعالیٰ نے مجاہدین کی قدردانی کس طرح سے فرمائی ہے وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾بیٹھنے والوں کے مقابلے میں درجات کی برتری ہے۔﴿2﴾غلطیوں اور گناہوں کی معافی کا اعلانِ عام یعنی مغفرت ہے۔﴿3﴾اللہ تعالیٰ کی طرف سے رحمت کا اعلان ہے۔

سوال2:دَرَجٰتٍ مِّنْهُ''اپنی طرف سے درجات''سے کیا مراد ہے؟

جواب:﴿1﴾سعید بن جبیر نے کہا:درجات سے مراد فضائل ہیں﴿2﴾قتادہ نے کہا:یہ کہا جاتا ہے اسلام ایک درجہ ہے اور ہجرت کا اسلام میں ایک درجہ ہے اور جہاد کا ہجرت میں درجہ ہے اور قتل کا جہاد میں درجہ ہے۔(زادالمسیر 177/2) ﴿3﴾ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ عرض کیا:یارسول اللہ ﷺ!کون شخص سب سے افضل ہے؟آپ ﷺ نے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

فرمایا: جواللہ کے راستے میں جان اور مال سے جہاد کرے۔صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا: اس کے بعد کون ہے؟ فرمایا: وہ مومن جو پہاڑ کی کسی گھاٹی میں رہنا اختیار کرے' اللہ کا خوف رکھتا اور لوگوں کو چھوڑ کر اپنی برائی سے ان کو محفوظ رکھتا ہو۔(صحیح بخاری :2786)《4》سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جو شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان رکھے اور نماز قائم کرے اور رمضان کے روزے رکھے اللہ تعالیٰ پر حق ہے کہ وہ اسے جنت میں داخل کرے گا خواہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں وہ جہاد کرے یا اسی جگہ پڑا رہے جہاں پیدا ہوا تھا۔صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ ! کیا ہم لوگوں کو اس کی بشارت نہ دے دیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جنت میں سو درجے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے راستے میں جہاد کرنے والوں کے لیے تیار کیے ہیں، ان کے دو درجوں میں اتنا فاصلہ ہے جتنا آسمان اور زمین میں ہے۔اس لیے جب اللہ تعالیٰ سے مانگنا ہو تو فردوس مانگو کیونکہ وہ جنت کا سب سے درمیانی درجہ ہے اور جنت کے سب سے بلند درجے پر ہے۔یحییٰ بن صالح نے کہا کہ میں سمجھتا ہوں، یوں کہا کہ ''اس کے اوپر پروردگار کا عرش ہے اور وہیں سے جنت کی نہریں نکلتی ہیں۔'' محمد بن فلیح نے اپنے والد سے وفوقہ عرش الرحمٰن ہی کی روایت کی ہے۔(صحیح بخاری:2790)

سوال3: وَمَغْفِرَةً وَّرَحْمَةً ''اور مغفرت اور رحمت کی'' اس کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ کی صفت ہے جو مستحق ہو اس کی مغفرت فرما دیتا ہے اور رحمت اس کی طرف سے جس پر کی جاتی ہے یہ اس کا احسان ہے(تفسیرِ مراغی:292/2)

سوال4: وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ''اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے بے حد بخشنے والا، نہایت رحم فرمانے والا ہے'' سے کیا مراد ہے؟

جواب:《1》اس سے مراد ہے کہ اس کی طرف سے معافی ہمیشہ جاری رہتی ہے یعنی وہ بندوں پر اپنے فضل سے درگزر کرنے والا ہے، وہ ان کو سزا دینا چھوڑ دیتا ہے۔وہ غفور ہے ان پر عفوو درگزر سے ان کے گناہ ڈھانپ دیتا ہے۔《2》وہ امید رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں معاف کردے گا اور انہیں ہجرت نہ کرنے اور دارالشرک میں اقامت پزیر ہونے پر مواخذہ نہیں کرے گا جبکہ ہجرت کو چھوڑنا گناہِ کبیرہ ہے۔(تفسیرِ منیر:239/3)

سوال5: اللہ تعالیٰ نے اپنے غَفُوْر اور رَحِیْم ہونے کا شعور کیسے دلایا ہے؟

جواب:《1》اللہ تعالیٰ نے بیٹھ رہنے والوں اور جہاد کرنے والوں کو اپنے غَفُوْر ہونے کا شعور دلایا ہے کہ وہ کیسے انسانی کمزوریوں کا پردہ ڈھانپ دیتا ہے۔《2》اللہ تعالیٰ نے مرتبے، بخشش اور رحمت سے اپنے رَحِیْم ہونے کا شعور دلایا ہے کہ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اگر چہ اللہ تعالیٰ کا حکم بجالانا تو فرض تھا لیکن اللہ تعالیٰ قدردان ہے رحیم ہے۔ وہ صلہ عطا کرنے والا ہے۔

رکوع نمبر 11

اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِيْٓ اَنْفُسِهِمْ قَالُوْا فِيْمَ كُنْتُمْ ؕ قَالُوْا كُنَّا مُسْتَضْعَفِيْنَ فِي الْاَرْضِ ؕ قَالُوْٓا اَلَمْ تَكُنْ اَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوْا فِيْهَا ؕ فَاُولٰٓئِكَ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا(97)

یقیناً جولوگ اپنی جانوں پرظلم کرنے والے تھے،اُن کی روحیں فرشتے اس حال میں قبض کرتے ہیں کہ اُن سے (فرشتے) کہتے ہیں:''تم کس حال میں تھے؟''وہ جواب دیتے ہیں:''ہم زمین میں کمزور تھے۔''فرشتے اُن سے کہتے ہیں:''کیا اللہ تعالیٰ کی زمین وسیع نہ تھی کہ تم اس میں ہجرت کرتے؟'' پس یہی لوگ ہیں ان ہی کا ٹھکانہ جہنم ہوگا اور وہ بہت ہی بُری لوٹنے کی جگہ ہے۔(97)

سوال1: اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِيْٓ اَنْفُسِهِمْ قَالُوْا فِيْمَ كُنْتُمْ ''یقیناً جولوگ اپنی جانوں پرظلم کرنے والے تھے،اُن کی روحیں فرشتے اس حال میں قبض کرتے ہیں کہ اُن سے (فرشتے) کہتے ہیں:''تم کس حال میں تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾اس آیتِ کریمہ میں اس شخص کے لیے سخت وعید آئی ہے جو ہجرت کی قدرت رکھنے کے باوجود ہجرت نہیں کرتا اور دارالکفر ہی میں مرجاتا ہے۔(تفسیر سعدی)﴿2﴾توفیٰ سے یہ دلیل ملتی ہے کہ جس شخص نے وفات پائی اس نے اپنا رزق، عمر اور عمل پورا کرلیا۔﴿3﴾ظَالِمِيْٓ اَنْفُسِهِمْ ''اپنی جانوں پرظلم کرنے والے تھے'' جب انہوں نے ہجرت کو ترک کردیا اور دشمنوں کے درمیان ٹھہرے رہے جو انہیں ان کے دین سے روکتے رہے اور ان کے اور ان کی رب کی عبادت کے درمیان حائل رہے تو ایسے لوگ ان کے بیچ میں رہ کر اپنے نفس پرظلم کرتے رہے۔(ایسر التفاسیر:289,290)﴿4﴾ایسے دارُالکفر سے ہجرت کرنا فرض ہے جہاں اسلام کی تعلیمات پرعمل کرنا مشکل ہو اور جس کی وجہ سے اہلِ کفر کے حوصلے بلند ہوں اور کلمۂ کفر کو تقویت ملے۔ اس لیے اپنے مالی اور خاندانی مفادات کو ترجیح دینے اور اپنے دین کو داؤ پر لگانے اور کفر کے پھلنے پھولنے میں حصہ ڈالنے کو ظلم قرار دیا گیا ہے۔﴿5﴾یہ آیت دارالکفر سے ہجرت کے وجوب پر دلیل ہے اس لیے صرف وہ مستثنیٰ ہوگا جو معذور ہوگا۔ (سیوطی، الاکلیل)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

﴿6﴾حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ''فتح الباری'' میں لکھا ہے کہ اسلام میں دو قسم کی ہجرت واقع ہوئی ہے۔ایک تو ''دارالکفر'' سے ''دارالامن'' کی طرف جیسا کہ مصیبت زدگانِ مکہ کی حبشہ کی طرف دوبارہ ہجرت،اور مکہ سے مدینہ کی طرف مسلمانوں کی ابتدائے اسلام میں ہجرت۔دوسری ''دارالکفر'' سے ''دارالایمان'' کی طرف ہجرت،یعنی جب نبی کریم ﷺ اور بہت سے مہاجرینِ مکہ مدینہ منورہ میں قیام پذیر ہوگئے،اس کے بعد مزید مسلمانوں کی مدینہ کی طرف ہجرت ہوئی۔اس وقت ہجرت صرف مدینہ کے ساتھ خاص تھی۔جب مکہ فتح ہوگیا تو یہ خصوصیت ختم ہوگئی اور کسی ''دارالکفر'' سے کسی ''دارالاسلام'' کی طرف ہجرت کا حکم قیامت تک کے لیے باقی رہ گیا۔(تیسیر الرحمٰن)

سوال2:یہ آیت کن لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے؟

جواب:یہ آیت ان لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی جو مکہ اور اس کے گرد رہتے تھے اور انہوں نے اسلام قبول کرلیا تھا لیکن ہجرت کے حکم کو قبول نہیں کیا تھا۔

سوال3: ظَالِمِيٓ اَنْفُسِهِمْ ''اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ظَالِمِيٓ اَنْفُسِهِمْ سے مراد اپنی جانوں پر ظلم کرنا ہے یعنی ہجرت کی طاقت رکھنے کے باوجود ہجرت نہ کرنا اور اپنے ایمان کو خطرے میں ڈالنا۔(تدبر القرآن)

سوال4:ہجرت نہ کرنے کا نقصان کیا ہے؟

جواب:ہجرت پر قدرت رکھنے کے باوجود ہجرت نہ کرنے والوں کا ایمان اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبول نہیں۔

سوال5:ہجرت نہ کرنے والوں کا اپنے نفس پر ظلم کیا تھا؟

جواب:﴿1﴾اپنے اہلِ خاندان میں،دارُالکفر میں ذلت،کمزوری اور مظلومیت کی زندگی بسر کرنا۔﴿2﴾ان لوگوں کا ظلم یہ تھا کہ یہ دارُ لاسلام میں آزادی کی صاف ستھری،شریفانہ اور اپنی مرضی کی زندگی گزار سکتے تھے لیکن انہوں نے اپنے آپ کو اسلام،آزادی اور شرافت سے جان بوجھ کر محروم رکھا۔﴿3﴾ان کا اپنے نفسوں پر یہی ظلم تھا کہ وہ ہجرت کرسکتے تھے لیکن پس و پیش کررہے تھے۔

سوال6:ہجرت نہ کرنے والوں کے حالات کیا تھے؟

جواب:﴿1﴾اہلِ مکہ ان پر سختیاں کررہے تھے،مظالم ڈھارہے تھے اور اذیتوں میں مبتلا کررہے تھے۔﴿2﴾بعض لوگوں پر

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اتنا تشدد کیا گیا کہ انہیں دینِ اسلام سے پھیر دیا گیا۔﴿3﴾ بعض لوگ توریہ کر کے یعنی اپنے ایمان کو چھپا کر کفر کا اظہار کر رہے تھے اور مشرکین کے ساتھ شرکیہ عبادات میں شریک ہو رہے تھے۔﴿4﴾ ایسے لوگ ہجرت کر سکتے تھے اور مدینہ میں امن کی زندگی گزار سکتے تھے لیکن وہ اپنے آپ کو فتنے میں مبتلا کئے ہوئے تھے۔

سوال7: اللہ تعالیٰ نے اس آیت کے توسط سے کمزور مسلمانوں کی کیسے تربیت کی ہے؟

جواب: ﴿1﴾ ان کے اندر کی عزتِ نفس، ان کی بھلائی اور شرافت کے جذبے کو جوش دلایا گیا ہے۔﴿2﴾ ان کے اندر جو کمزوری، حرص، بخل اور سستی موجود تھی ان برائیوں کو ختم کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔﴿3﴾ اس کے لیے نزع کا منظر پیش کیا ہے۔ اس لیے کہ حالتِ نزع میں جو کچھ پیش آتا ہے انسان کے ذہن میں بیٹھ جاتا ہے۔ خوفناک صورتِ حال کو پیش کر کے انسانی کمزوریوں کو دور کرنے اور اعلیٰ انسانی خصوصیات کو اُبھارنے کی کوشش کی گئی ہے۔

سوال8: مدینہ میں اسلامی ریاست کے قائم ہونے کے بعد مکہ میں ایسے مسلمان موجود تھے جنھوں نے ہجرت نہ کی تھی۔ اُن کے ہجرت نہ کرنے کے کیا اسباب تھے؟

جواب: ﴿1﴾ مکہ میں پیچھے رہ جانے والے مسلمان اپنی قدرت رکھنے کے باوجود ہجرت نہیں کر رہے تھے اس لیے کہ مشرکینِ مکہ کسی ایسے شخص کو جو ہجرت کرنا چاہتا اپنے ساتھ کچھ لے جانے نہیں دیتے تھے۔﴿2﴾ کچھ لوگ ہجرت کی تکالیف کی وجہ سے پیچھے رہ گئے تھے اس لیے کہ جو شخص ہجرت کرتا مکہ والے اس کا راستہ روکتے اور اسے منع کرتے۔﴿3﴾ مکہ میں کچھ لوگ ایسے تھے جو ہجرت کرنے پر قدرت نہیں رکھتے تھے مثلاً بعض بوڑھے، عورتیں اور بچے ان کے لیے بھاگنے کا کوئی راستہ نہیں تھا۔

سوال9: قَالُوْا فِيْمَ كُنْتُمْ ''(فرشتے) اُن سے کہتے ہیں: ''تم کس حال میں تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ فرشتوں کا سوال جو ڈانٹ ڈپٹ کے لیے ہے۔﴿2﴾ فِيْمَ كُنْتُمْ سے مراد تم کس دین میں تھے اصحاب نبی ﷺ میں تھے یا مشرک (تفسیر فتح القدیر:643/1)

سوال10: فِيْمَ كُنْتُمْ ''تم کس حال میں تھے'' کا سوال کس نوعیت کا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اس سوال میں ڈانٹ ہے۔ یعنی تم کس حال میں مبتلا رہے؟ تم کن حالات میں رہے؟﴿2﴾ تم نے اپنی زندگی کا قیمتی وقت کن کاموں میں ضائع کر دیا؟﴿3﴾ دنیا میں تمہارا کیا کام تھا؟ کیا مشاغل تھے۔﴿4﴾ دنیا میں تم کن بڑے مقاصد کے لیے کوششیں کرتے رہے۔﴿5﴾ اس سوال سے یہ احساس دلایا گیا ہے کہ تم نے نقصان کیا، وقت ضائع کیا۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال11: قَالُوْا کُنَّا مُسْتَضْعَفِیْنَ فِی الْاَرْضِ" وہ جواب دیتے ہیں:''ہم زمین میں کمزور تھے"کی وضاحت کریں؟

جواب:''وہ جواب دیتے ہیں:''ہم زمین میں کمزور تھے''《1》یعنی مکہ میں کمزور تھے ہم اپنی روحوں کی تطہیرِ ایمان اور عمل صالح نہیں کر سکتے تھے۔《2》وہ اپنے اس قول میں سچے نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو زجرو توبیخ کی ہے اور ان کو وعید سنائی ہے اور اللہ تعالیٰ کسی جان کو اس کی طاقت سے بڑھ کر تکلیف نہیں دیتا۔اس نے حقیقی مستضعفین کو اس سے مستثنیٰ قرار دیا ہے۔(تفسیرِ سعدی)《3》یہ جواب ایک معذرت ہے۔یعنی ہم کمزور تھے،ہم مجبور تھے،ہمارے ہاتھ میں کچھ نہ تھا،طاقت والوں نے ہمیں دبا رکھا تھا اور ہم ذلیل تھے۔اس سے یہ بھی اندازہ ہو رہا ہے کہ انہوں نے کتنی بے بسی سے زندگی گذاری۔

سوال12: اَرْض سے کیا مراد ہے؟

جواب: شانِ نزول کے لحاظ سے مکہ مراد ہے مگر حکم عام ہے اس لیے اس سے مراد کافروں کی سرزمین ہے۔

سوال13: قَالُوْٓا اَلَمْ تَكُنْ اَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوْا فِيْهَا"فرشتے اُن سے کہتے ہیں:''کیا اللہ تعالیٰ کی زمین وسیع نہ تھی کہ تم اس میں ہجرت کرتے؟''کی وضاحت کریں؟

جواب:''کیا اللہ تعالیٰ کی زمین وسیع نہ تھی کہ تم اس میں ہجرت کرتے؟''《1》اللہ تعالیٰ نے توجہ دلائی ہے کہ اصل اسباب کمزوری،بے بسی،لاچارگی نہیں بلکہ اصل اسباب کچھ اور ہیں جن کی وجہ سے تم نے یہ ذلت قبول کر رکھی ہے۔《2》تم دنیا کی مصلحت چاہتے تھے اور اپنے آپ کو تنگی میں مبتلا کئے ہوئے تھے۔اس کے لیے تم نے بخل،حرص،سستی اور کمزوری کا راستہ اختیار کیا حالانکہ اللہ تعالیٰ کی زمین وسیع تھی۔تم تھوڑی سی مشکلات برداشت کر کے ہجرت کر سکتے تھے۔《3》ہجرت کر کے تمہارے لیے اللہ تعالیٰ کے قانون پر عمل کرنا ممکن تھا لیکن تم نے ایسی جگہ رہنا گوارہ کیا جہاں تمہیں کفر کی طرف پھیرا جا رہا تھا۔تم اس تنگی سے وسعت کی طرف کیوں نہ نکل گئے؟

سوال14: اَرْضُ اللّٰهِ سے کیا مراد ہے؟

جواب: اَرْضُ اللّٰهِ سے مراد مدینہ ہے لیکن عام حکم کے مطابق ہر وہ زمین ہے جہاں انسان اللہ تعالیٰ کے دین پر عمل کرنے کے لیے ہجرت کر کے جائیں۔

سوال15: ہجرت کے مقاصد اور ضرورت کیا تھی؟

جواب:《1》ہجرت اس لیے فرض کی گئی تھی تاکہ مسلمان کافروں کے مصائب سے آزاد ہو کر اسلامی شعائر کو آزادی سے بجا

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

لائیں۔《2》مدینہ کی طرف ہجرت کر کے مسلمانوں کی قوت کو یکجا کرنا مطلوب تھا۔اسی لیے جب مکہ فتح ہوگیا تو ہجرت کی ضرورت نہ رہی۔

سوال16:فَاُولٰٓئِكَ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۖ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ''تو یہی لوگ ہیں انہی کا ٹھکانہ جہنم ہوگا اور وہ بہت ہی بُری لوٹنے کی جگہ ہے''،ہجرت نہ کرنے والوں کے لیے کیا وعید ہے؟

جواب:《1》ہجرت نہ کرنے والوں کا ٹھکانہ جہنم ہے۔《2》اس آیتِ کریمہ میں اس امر کی دلیل ہے کہ ہجرت سب سے بڑا فرض ہے اور اس کو ترک کرنا حرام بلکہ سب سے بڑا گناہ ہے۔(تفسیر سعدی)《3》بہز بن حکیم رضی اللہ عنہ اپنے باپ سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا''اللہ تعالیٰ کسی ایسے مشرک کا کوئی بھی عمل قبول نہیں کرتے جو اس نے اسلام لانے کے بعد کیا ہو حتی کہ وہ مشرکوں کو چھوڑ کر مسلمانوں میں داخل ہو جائے۔(ابن ماجہ:2536)《4》جریر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ ﷺ لوگوں سے بیعت لے رہے تھے۔میں نے عرض کیا''یارسول اللہ ﷺ! اپنا دست مبارک بڑھائیں تا کہ میں آپ ﷺ کی بیعت کروں اور جو شرط لگانا چاہیں وہ لگائیں کیونکہ آپ ہی دین کا علم رکھنے والے ہیں''۔آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا''میں تم سے ان باتوں پر بیعت لیتا ہوں الف۔اللہ کی عبادت کرنا۔ب۔نماز قائم کرنا۔ ج۔زکاۃ ادا کرنا۔د۔مسلمانوں کے ساتھ خیر خواہی کرنا اور۔و۔مشرکوں سے علیحدگی اختیار کرنا''۔(سنن نسائی:4182)

اِلَّا الْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ حِيْلَةً وَّلَا يَهْتَدُوْنَ سَبِيْلًا(98)

ان کمزور مردوں اور عورتوں اور بچوں کے سوا جو نہ کسی تدبیر کی طاقت رکھتے ہیں۔اور نہ ہی نکلنے کا راستہ پاتے ہیں۔(98)

سوال1:اِلَّا الْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ ''ان کمزور مردوں اور عورتوں اور بچوں کے سوا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اِلَّا الْمُسْتَضْعَفِيْنَ کے متعلق فرمایا کہ میری ماں بھی ان ہی لوگوں میں تھیں جنہیں اللہ نے معذور رکھا تھا۔(صحیح بخاری:4597)《2》مردوں کے مستضعفین میں شامل ہونے کے اسباب عورتوں اور بچوں سے متعلق ہیں۔

سوال2:اللہ تعالیٰ کے ہاں ہجرت سے معذور کون لوگ ہیں؟

جواب:《1》جو کوئی تدبیر کرنے کی قدرت نہیں رکھتے۔《2》جن کے لیے کوئی راستہ نہیں کھل رہا۔《3》وہ مرد،عورتیں اور بچے جو بے بس ہیں جن کے نکلنے کا کوئی ذریعہ نہیں۔ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے عشاء کی نماز میں (رکوع

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سے اُٹھتے ہوئے)''سمع اللہ لمن حمدہ ''کہااور پھر سجدہ میں جانے سے پہلے یہ دعا کی''اے اللہ! عیاش بن ابی ربیعہ کو نجات دے۔اے اللہ! سلمہ بن ہشام کو نجات دے۔اے اللہ! ولید بن ولید کو نجات دے۔اے اللہ! کمزور مومنوں کو نجات دے۔اے اللہ! کفار مضر کو سخت سزا دے۔اے اللہ! انہیں ایسی سخت قحط سالی میں مبتلا کر جیسی حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانے میں قحط سالی آئی تھی۔(صحیح بخاری:4598)

سوال3:اَلْمُسْتَضْعَفِيْنَ سے کون لوگ مراد ہیں؟

جواب:اَلْمُسْتَضْعَفِيْنَ سے مراد فی الحقیقت معذور لوگ ہیں جیسے بیمار، بوڑھے،عورتیں، بچے اور کافروں کے قیدی مسلمان۔

سوال4: بچوں سے مراد کون لوگ ہیں؟

جواب: بچوں سے مراد قریب البلوغت بچے ہیں۔

سوال5: دارُالکفر میں رہنے کی رخصت کی شرائط کیا ہیں؟

جواب: دارُالکفر میں رہنا مستقل نافرمانی ہے۔دارُالکفر میں رہنے کا جواز دوصورتوں میں ہے:

《1》دعوتِ دین کی غرض سے۔《2》بےزاری اور نفرت سے وہاں اس حال میں رہے کہ نکلنے کی کوئی صورت نہ پاتا ہو۔

سوال6:لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ حِيْلَةً ''جو نہ کسی تدبیر کی طاقت رکھتے ہیں ''کی وضاحت کریں؟

جواب: وہ کسی منصوبے کی طاقت نہیں رکھتے یعنی ان کے وسائل محدود ہیں۔سواری کا انتظام نہیں ہے اور نہ نکلنے کے لیے کوئی اور طریقہ۔

سوال7:وَّلَا يَهْتَدُوْنَ سَبِيْلًا ''اور نہ ہی نکلنے کا راستہ پاتے ہیں''سے کیا مراد ہے؟

جواب:''اور نہ ہی نکلنے کا راستہ پاتے ہیں''وہ مدینہ کا راستہ نہیں پاتے۔(تفسیر فتح القدیر:646/1)

سوال8: ہجرت نہ کر سکنے پر جن لوگوں کو معاف کیا گیا ان کی کوئی مثال دیں؟

جواب: ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:''میں اور میری ماں ایسے ہی لوگوں میں سے تھے جنہیں اللہ تعالیٰ نے معذور رکھا''۔(بخاری،کتاب التفسیر)

سوال9: کیا ہجرت کا حکم صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے ساتھیوں کے لیے تھا یا یہ حکم آج بھی لاگو ہوسکتا ہے؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:﴿1﴾ یہ احکامات عام ہیں، کسی مخصوص معاشرے تک محدود نہیں ہیں۔﴿2﴾ جب بھی اور جس ملک میں بھی مسلمان اپنے دین کے معاملے میں مشکلات میں مبتلا ہوں اور دنیا میں کہیں دارُالاسلام قائم ہو تو وہ شریفانہ اور پاک زندگی گزارنے کے لیے وہاں ہجرت کر کے جا سکتے ہیں۔

فَاُولٰٓئِكَ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّعْفُوَ عَنْهُمْ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَفُوًّا غَفُوْرًا(99)

چنانچہ یہ لوگ ہیں، اُمید ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں معاف کر دے گا۔ اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے ہی نہایت معاف کرنے والا، بے حد بخشنے والا ہے۔(99)

سوال1: فَاُولٰٓئِكَ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّعْفُوَ عَنْهُمْ ”چنانچہ یہ لوگ ہیں اُمید ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں معاف کر دے گا“ اللہ تعالیٰ کن لوگوں کو ہجرت نہ کر سکنے پر معاف کر سکتا ہے؟

جواب:﴿1﴾ وہ مرد، عورتیں اور بچے جو نکلنے کا کوئی راستہ نہیں پاتے جو اپنی جائیداد، رشتہ داروں اور دوستوں کی وجہ سے نہیں بلکہ حقیقی طور پر مجبور ہوں انہیں معافی مل سکتی ہے۔﴿2﴾ ان کے علاوہ اور متعدد صحابہ تھے جو مکہ مکرمہ میں پھنسے ہوئے تھے اور وہاں سے نکلنے کی کوئی صورت نہ تھی اور کافروں کے ماحول میں مصیبت میں پڑے ہوئے تھے ان کے لیے نبی ﷺ قنوت نازلہ میں دعا کیا کرتے تھے ان میں سے عیاش بن ابی ربیعہ اور سلمہ بن ہشام اور ولید بن ولید کے اسماء گرامی روایات میں آتے ہیں۔(تفسیر انوار البیان:767/1)﴿3﴾ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے عشاء کی نماز میں (رکوع سے اُٹھتے ہوئے)”سمع اللہ لمن حمدہ“ کہا اور پھر سجدہ میں جانے سے پہلے یہ دعا کی۔”اے اللہ! عیاش بن ابی ربیعہ کو نجات دے۔ اے اللہ! سلمہ بن ہشام کو نجات دے۔ اے اللہ! ولید بن ولید کو نجات دے۔ اے اللہ! کمزور مومنوں کو نجات دے۔ اے اللہ! کفار مضر کو سخت سزا دے اے اللہ! انہیں ایسی سخت قحط سالی میں مبتلا کر جیسی حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانے میں قحط سالی آئی تھی۔(صحیح بخاری:4598)﴿4﴾ اَنْ يَّعْفُوَ عَنْهُمْ ان کے ہجرت ترک کرنے پر ان سے درگزر کریں۔(تفسیر قاسمی:401/5)

سوال2: وَكَانَ اللّٰهُ عَفُوًّا غَفُوْرًا ”اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے ہی نہایت معاف کرنے والا، بے حد بخشنے والا ہے“ اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات عفو اور غفور کا شعور کیوں دلایا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے ہجرت نہ کر سکنے والے کمزور اور مغلوب لوگوں کو اپنے عفو اور غفور ہونے کا شعور دلایا ہے جو نہ راستے کا

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

علم رکھتے ہیں اور نہ کسی قسم کی طاقت رکھتے ہیں۔اللہ تعالیٰ کمزوریوں سے درگزر کرنے والا اور معاف کرنے والا ہے۔

وَمَنْ يُّهَاجِرْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يَجِدْ فِي الْاَرْضِ مُرٰغَمًا كَثِيْرًا وَّسَعَةً ۭ وَمَنْ يَّخْرُجْ مِنْۢ بَيْتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَي اللّٰهِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِـيْمًا(100)

اور جو کوئی اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہجرت کرے گا، وہ زمین میں پناہ کی بہت جگہ اور بڑی کشادگی پائے گا۔اور جو اپنے گھر سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طرف ہجرت کرتے ہوئے نکلا، پھر اسے موت پالے تو یقیناً اس کا اجر اللہ تعالیٰ پر ثابت ہوگیا اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے ہی بڑا بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔(100)

سوال1:اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب: ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ اپنے گھر سے ہجرت کے ارادہ سے روانہ ہوئے اور اپنے گھر والوں سے کہا کہ مجھے سوار کرادو اور مشرکین کی زمین سے رسول اکرم ﷺ کی طرف روانہ کردو مگر رسول اکرم ﷺ کے پاس پہنچنے سے پیشتر ہی راستہ میں انتقال فرما گئے ان کی شان میں بذریعہ وحی آپ ﷺ پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔اور ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ نے یہ روایت اسی طرح سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ عکرمہ رضی اللہ عنہ قتادہ رضی اللہ عنہ اور سدی سے روایت کی ہے۔بعض روایتوں میں ان کا نام ضمرۃ بن العیص یا عیص ابن ضمرہ اور بعض میں جندب بن ضمرہ الجدعی اور بعض میں ضمری اور بعض میں بنی ضمرہ کے ایک شخص اور بعض میں بنی خزاعہ کے ایک شخص اور بعض میں بنی لیث کے ایک شخص اور بعض روایتوں میں بنی بکر کے ایک شخص نے بیان کیا ہے۔اور ابن سعد نے طبقات میں یزید بن عبداللہ بن قسط رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جندہ بن ضمرہ ضمری مکہ مکرمہ میں تھے اچانک بیمار ہوئے تو اپنی اولاد سے فرمایا کہ مجھے مکہ مکرمہ سے نکال دو مجھے اس چیز کے غم نے ہلاک کردیا ہے، اولاد نے پوچھا کہ کس مقام پر جانا چاہتے ہیں؟ جندہ بن ضمرہ نے اپنے ہاتھ سے ہجرت کے ارادہ سے مدینہ منورہ کی جانب اشارہ کیا، چنانچہ ان کی اولاد ان کو لے کر روانہ ہوئی جب بنی غفار کے پڑاؤ کے پاس پہنچے تو انتقال فرما گئے اللہ تعالیٰ نے ان کی فضیلت میں یہ آیت مبارکہ نازل فرمائی نیز ابن ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہ، ابن مندہ رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر نے صحابہ کے بیان میں ہشام بن مروہ بواسطہ والد روایت نقل کی ہے۔کہ زبیر بن عوام نے فرمایا کہ خالد بن حرام نے سرزمین حبشہ کی طرف ہجرت کی، ان کو اچانک راستہ میں ایک سانپ نے ڈس لیا، جس کی وجہ سے وہ انتقال فرما گئے، ان کے بارے میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔(تفسیر ابن عباس:295,296/1)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال 2: وَمَنْ يُّهَاجِرْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يَجِدْ فِي الْاَرْضِ مُرٰغَمًا كَثِيْرًا وَّسَعَةً ’’اور جو کوئی اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہجرت کرے گا، وہ زمین میں پناہ کی بہت جگہ اور بڑی کشادگی پائے گا۔ کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اس میں اس بات کی دلیل ہے کہ ہجرت صحیح مقصد اور ایسی خالص نیت سے ہونی چاہیے جس میں دنیاوی امور کی آمیزش اور شائبہ تک نہ ہو۔ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے اور ہر ایک کے لیے وہی ہے جس کی اس نے نیت کی۔ جس نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے لیے ہجرت کی پھر اس کی ہجرت اس کے لیے ہے اور جس نے دنیا حاصل کرنے کے لیے ہجرت کی یا کسی عورت سے شادی کرنے کی نیت سے ہجرت کی پھر اس کی ہجرت اسی کے لیے ہے جس نیت سے اس نے ہجرت کی۔‘‘ (بخاری: 1) ﴿2﴾ مُرٰغَمًا ابن عباس رضی اللہ عنہما کے سوا دوسرے شخص (ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ) نے کہا مراغم کا معنی ہجرت کا مقام ہے۔ عرب لوگ کہتے ہیں راغمت قومی یعنی میں نے اپنی قوم والوں کو جمع کر دیا۔ (بخاری کتاب التفسیر) ﴿3﴾ جو کوئی اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر اس کے راستے میں ہجرت کرتا ہے وہ زمین میں بہت سے راستے اور کشادگی پائے گا۔ پس یہ راستے دینی مصالح، زمین کی وسعت اور دنیاوی مصالح پر مشتمل ہیں۔ بندۂ مومن جب تک کفار کے درمیان رہ رہا ہے اس کا دین انتہائی ناقص ہے، اس کی وہ عبادات بھی ناقص ہیں جن کا تعلق صرف اسی کی ذات سے ہے جیسے نماز وغیرہ اور اس کی وہ عبادات بھی ناقص ہیں جن کا تعلق دوسروں سے ہے مثلاً قولی وفعلی جہاد اور اس کے دیگر توابع، کیونکہ یہ اس کے بس کی بات نہیں۔ اور وہ اپنے دین کے بارے میں ہمیشہ فتنے اور آزمائش میں مبتلا رہے گا۔ خاص طور پر جبکہ وہ مستضعفین (کمزوروں) میں شمار ہوتا ہو۔ پس جب وہ دارالکفر سے ہجرت کر جاتا ہے تو اقامتِ دین کی کوشش اور اللہ کے دشمنوں کے خلاف جہاد کر سکتا ہے کیونکہ المراغمة ایک جامع نام ہے اور اس سے مراد ہر وہ قول وفعل ہے جس سے اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کے خلاف غیض وغضب پیدا ہو۔ اسی طرح مراغم سے مراد رزق وغیرہ کی فراخی ہے اور یہ چیز اسی طرح واقع ہوئی جس طرح اللہ تعالیٰ نے خبر دی تھی۔ (تفسیر سعدی: 573/1) ﴿4﴾ وَّسَعَةً یعنی رزق میں وسعت ﴿5﴾ قتادہ نے کہا: سعة گمراہی سے ہدایت کی طرف ہے اور فقر سے دولت مندی کی طرف ہے۔ ﴿6﴾ امام مالک نے کہا: وسعت تو چہروں کی وسعت ہے۔ (تفسیر قرطبی: 239/3) وَّسَعَةً سے مراد کشادگی اور فراخی ہے۔ وَّسَعَةً سے مراد رزق کی کشادگی، ملک کی کشادگی اور جگہ کی کشادگی ہے۔ ﴿7﴾ ہجرت کے ذریعے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ایمان کی تکمیل ہوئی۔ انہیں ایمان کامل، جہادِ عظیم اور اللہ تعالیٰ کے دین کی نصرت حاصل ہوئی۔ بنابریں وہ بعد میں آنے والوں کے لیے امام بن گئے۔ اس ایمان کی تکمیل پر انہیں فتوحات اور غنائم حاصل ہوئیں

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اوروہ سب سے بے نیاز ہوگئے۔(تفسیرِ سعدی)《8》صحابہ رضی اللہ عنہم نے مکہ مکرمہ چھوڑ کرمدینہ منورہ کوہجرت کی تھی چندسال بعدمکہ معظّمہ بھی فتح ہوگیا۔خیبرفتح ہوا بہت سے علاقے قبضے میں آئے بڑی بڑی جائیدادیں ملیں،اموال غنیمت ہاتھ آئے۔پھرنبی ﷺ کے بعدمصر، شام،عراق فتح ہوئے۔جوحضرات مکہ میں مجبوراور بےکس تھے ان کوبڑے بڑے اموال ملے۔(تفسیرانوارالبیان:769/1)《9》امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں"کسی شخص کے لیے ایسے مقام پررہناجائزنہیں ہے جہاں سلف کوگالیاں دی جاتی ہوں۔علیٰ ہذاالقیاس جس علاقہ میں حلال روزی نہ ملتی ہو یادین میں فتنہ کاخوف ہووہاں سے ہجرت کی بھی ترغیب آئی ہے۔(قرطبی)(تفسیراشرف الحواشی114/1)

سوال3:اس آیت میں ہجرت سے متعلقہ وسوسوں کاسدِ باب کیسے کیا گیا ہے؟

جواب:《1》ہجرت فی سبیل اللہ ہے۔اسلام میں اس کے علاوہ کسی ہجرت کا تصورنہیں۔《2》یہ ہجرت مال کے لیے نہیں ہے اس لیے مال نہ ملنے پرغم نہیں ہونا چاہئے۔《3》یہ ہجرت مشکلات سے بھاگنے کے لیے نہیں اس لیے مشکلات آنے پر دل کوتکلیف نہ ہو۔《4》یہ ہجرت لذت وشہوت کے لیے نہیں ہے اس لیے مصیبتیں برداشت کرتے ہوئے پریشان نہ ہو۔

سوال4:وَمَنْ يَّخْرُجْ مِنْۢ بَيْتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ"اور جواپنے گھر سے اللہ تعالیٰ اوراس کے رسول کی طرف ہجرت کرتے ہوئے نکلا"کی وضاحت کریں؟

جواب:جواللہ تعالیٰ اوراس کے رسول ﷺ کے راستے میں وطن کوچھوڑے گا۔اس آیت میں ہجرت جیسےعمل کے لیے بھی نیت کی اہمیت واضح کی گئی ہے۔

سوال5: ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ؕ"پھراسے موت پالے تو یقیناًاس کا اجراللہ تعالیٰ پرثابت ہوگیا"اگرکوئی گھرسے ہجرت کی نیت سے نکلے اورراستے میں موت آجائے تواس کی ہجرت کی قبولیت کے لیے کیاخوش خبریاں دی گئی ہیں؟

جواب:《1》اسے اس کااجرملے گا یعنی جوشخص صرف اپنے رب کی رضا،اس کے رسول ﷺ کی محبت اوراللہ کے دین کی نصرت کی خاطرہجرت کے لیے اپنے گھرسے نکلتا ہے اوراس کے سوااس کاکوئی اورمقصدنہیں پھراسے موت آجائے یعنی اسے اس مہاجرکااجرحاصل ہوگیاجسے اللہ تعالیٰ کی ضمانت سے اپنی منزلِ مقصودمل گئی۔اس کی وجہ یہ ہے کہ اس نے عزمِ جازم کے ساتھ ہجرت کی نیت کی تھی اوراس پرعمل درآمد کرناشروع کردیا تھا۔اس پراوراس جیسے دوسرے لوگوں پریہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے کہ اگرچہ انہوں نے اپنےعمل کومکمل نہیں کیامگراللہ تعالیٰ نے ان کوکامل عمل عطاکردیااورہجرت وغیرہ کے معاملے میں ان سے جو کوتاہی ہوئی اللہ تعالیٰ نے اس کوبخش دیا۔(تفسیرِ سعدی)《2》سیدناابوسعیدرضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:بنی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اسرائیل میں ایک شخص نے ننانوے قتل کیے تھے پھر وہ اپنے متعلق مسئلہ پوچھنے لگا۔وہ ایک راہب کے پاس گیا اور اس سے پوچھا کہ کیا میرے لیے (توبہ کی) گنجائش ہے؟ اس نے کہا نہیں۔تو اس نے راہب کو بھی مار ڈالا (اور سو پورے کر دیئے) پھر لوگوں سے یہی مسئلہ پوچھتا رہا۔کسی آدمی نے اسے کہا کہ فلاں فلاں بستی میں (توبہ کے لیے) چلے جاؤ، راستہ ہی میں اسے موت نے آلیا۔اس نے اپنا سینہ بستی کی طرف جھکا دیا،اب رحمت کے اور عذاب کے فرشتے آپس میں جھگڑنے لگے جس بستی کی طرف وہ جا رہا تھا اللہ نے زمین کو حکم دیا کہ نزدیک ہو جا اور جس بستی سے جا رہا تھا اسے حکم دیا کہ دور ہو جا۔اور فرشتہ سے فرمایا کہ فاصلہ ماپ لو۔چنانچہ جہاں اسے جانا تھا وہ بستی ایک بالشت بھر قریب نکلی تو اسے بخش دیا گیا۔(بخاری کتاب الانبیاء) (تیسیر القرآن:453/1) ﴿3﴾ رب العزت کا فرمان ہے فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ أَنِّي لَا أُضِيعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنكُم مِّن ذَكَرٍ أَوْ أُنثَىٰ ۖ بَعْضُكُم مِّن بَعْضٍ ۖ فَالَّذِينَ هَاجَرُوا وَأُخْرِجُوا مِن دِيَارِهِمْ وَأُوذُوا فِي سَبِيلِي وَقَاتَلُوا وَقُتِلُوا لَأُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ وَلَأُدْخِلَنَّهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ثَوَابًا مِّنْ عِندِ اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ عِندَهُ حُسْنُ الثَّوَابِ چنانچہ ان کے رب نے ان کی دعا قبول فرمائی کہ بے شک میں تم میں سے کسی عمل کرنے والے کا عمل ضائع نہیں کروں گا، مرد ہو یا عورت، تم سب ایک دوسرے ہی سے ہو تو جن لوگوں نے ہجرت کی اور جو اپنے گھروں سے نکالے گئے اور میری راہ میں تکلیف دیئے گئے اور انہوں نے جنگ کی اور قتل کر دیئے گئے تو یقیناً میں ضرور ان کی برائیاں ان سے دور کر دوں گا اور یقیناً میں ضرور انہیں باغات میں داخل کروں گا جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی، اللہ تعالیٰ کے ہاں یہ ان کا بدلہ ہے اور اللہ تعالیٰ ہی کے پاس بہترین بدلہ ہے۔(آل عمران:195) ﴿4﴾ الَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنفُسِهِمْ أَعْظَمُ دَرَجَةً عِندَ اللَّهِ ۚ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَائِزُونَ جو لوگ ایمان لائے اور اُنہوں نے ہجرت کی اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ جہاد کیا، اللہ تعالیٰ کے نزدیک درجے میں زیادہ بڑے ہیں اور وہی لوگ کامیاب ہیں۔(التوبہ:20) ﴿5﴾ وَالَّذِينَ هَاجَرُوا فِي اللَّهِ مِن بَعْدِ مَا ظُلِمُوا لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً ۖ وَلَأَجْرُ الْآخِرَةِ أَكْبَرُ ۚ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ اور جن لوگوں نے اس کے بعد کہ ان پر ظلم کیا گیا اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہجرت کی یقیناً ہم دنیا میں ضرور انہیں اچھا ٹھکانہ دیں گے اور بلاشبہ آخرت کا اجر تو بہت ہی بڑا ہے کاش وہ جانتے ہوتے!(النحل:41)

الف۔ہجرت کا اجر۔ب۔سفر کا اجر۔ج۔دارالاسلام میں پہنچنے کا اجر۔د۔اس کے گناہ معاف ہو سکتے ہیں۔و۔مزید انعامات مل سکتے ہیں۔

سوال6: ہجرت کرنے پر کیا خوش خبریاں دی گئی ہیں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:《1》اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہجرت کرنے سے دنیا میں کشادگی ملے گی۔《2》رزق میں تنگی نہیں آئے گی۔《3》وسائل اور ذرائع محدود نہ ہوں گے۔《4》ایمان اور آخرت کی کامیابی نصیب ہوگی۔

سوال 7: وَ کَانَ اللّٰہُ غَفُوۡرًا رَّحِیۡمًا ''اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے ہی بڑا بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے'' اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات غَفُور اور رَحِیم کا کیسے شعور دلایا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے ہجرت کرنے والوں کو اجر عطا کرنے سے اپنے رَحِیم ہونے کا اور ہجرت کرنے والوں کو راستے میں موت آنے پر بھی اجر عطا کرنے سے اپنے غَفُور ہونے کا شعور دلایا ہے۔ یقیناً وہ کوتاہیاں معاف کر کے رحم کرنے والا ہے۔

رکوع نمبر 12

وَ اِذَا ضَرَبۡتُمۡ فِی الۡاَرۡضِ فَلَیۡسَ عَلَیۡکُمۡ جُنَاحٌ اَنۡ تَقۡصُرُوۡا مِنَ الصَّلٰوۃِ ٭ۖ اِنۡ خِفۡتُمۡ اَنۡ یَّفۡتِنَکُمُ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا ؕ اِنَّ الۡکٰفِرِیۡنَ کَانُوۡا لَکُمۡ عَدُوًّا مُّبِیۡنًا (101)

اور جب تم زمین میں سفر کرو تو تم پر کوئی گناہ نہیں کہ تم نماز قصر کرو۔ اگر تمہیں ڈر ہو کہ تمہیں وہ لوگ فتنے میں ڈالیں گے جنہوں نے کفر کیا بلاشبہ کافر تمہارے لیے کھلے دشمن ہیں۔ (101)

سوال 1: وَ اِذَا ضَرَبۡتُمۡ فِی الۡاَرۡضِ فَلَیۡسَ عَلَیۡکُمۡ جُنَاحٌ اَنۡ تَقۡصُرُوۡا مِنَ الصَّلٰوۃِ ''اور جب تم زمین میں سفر کرو تو تم پر کوئی گناہ نہیں کہ تم نماز قصر کرو'' قصر سے کیا مراد ہے اور اس کی کیا فضیلت ہے؟

جواب:《1》قصر سے مراد ہے کہ سفر میں چار رکعت والی نماز کو کم کر کے دو رکعت ادا کرنا۔ (بخاری:1090، مسلم:1570)《2》ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ اللہ نے تمہارے نبی ﷺ کی زبان مبارک سے حضر میں چار رکعتیں، سفر میں دو رکعتیں اور خوف میں ایک رکعت فرض فرمائی ہے۔ (صحیح مسلم:1575)《3》قصر کی فضیلت کو دو امور ثابت کرتے ہیں۔ اول۔ رسول اللہ ﷺ کا اپنے تمام سفروں میں قصر کا التزام کرنا۔ ثانی۔ قصر بندوں کے لیے وسعت، رخصت اور رحمت کا دروازہ ہے اللہ تعالیٰ کو یہ بات پسند ہے کہ اس کی رخصتوں سے استفادہ کیا جائے جس طرح وہ یہ بات ناپسند کرتا ہے کہ اس کی نافرمانی کا کوئی کام کیا جائے۔ (تفسیر سعدی:575/1)

سوال 2: کیا قصر کرنا واجب ہے؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:《1》قصر اس کے لیے واجب ہے جو اپنے شہر سے سفر کے ارادے سے نکلے خواہ اس کا سفر کتنا ہی کم ہو۔ جتنی مسافت پر سفر کا اِطلاق ہوتا ہے وہاں قصر پڑھ لی جائے گی۔(مجموع الفتاویٰ:51/24،زادالمعاد:481/1) سیدنا یعلیٰ بن امیہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے کہ کچھ گناہ نہیں اگر تم قصر کرو نماز میں اگر تمہیں خوف ہو کہ کافر لوگ تمہیں ستائیں گے اور اب تو لوگ امن میں ہو گئے (یعنی اب قصر جائز ہے یا نہیں؟) انہوں نے کہا: مجھے بھی یہی تعجب ہوا جیسے تمہیں تعجب ہوا تو میں نے رسول اللہ ﷺ سے اس بات کو پوچھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں صدقہ دیا ہے تو اس کا صدقہ قبول کرو (یعنی بغیر خوف کے بھی سفر میں قصر کرو)۔''(مسلم:1573)

سوال3: کتنے سفر میں قصر کی جائے گی؟

جواب:《1》قصر نماز کی ابتدا شہری آبادی کے ختم ہونے کے بعد ادا کی جائے گی۔《2》انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ کے ساتھ مدینہ میں ظہر کی چار رکعت پڑھی اور ذوالحلیفہ میں عصر کی دو رکعت پڑھی۔(بخاری:1089)
《3》سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ (کوفہ سے سفر کے ارادے سے) نکلے تو نماز قصر کرنی اسی وقت سے شروع کر دی جب ابھی کوفہ کے مکانات دکھائی دے رہے تھے اور پھر واپسی کے وقت بھی جب آپ کو بتایا گیا کہ یہ کوفہ سامنے ہے تو آپ نے فرمایا کہ جب تک ہم شہر میں داخل نہ ہو جائیں نماز پوری نہیں پڑھیں گے۔(بخاری،کتاب تقصیر الصلوۃ،باب5)

سوال3: کتنے دن تک قصر نماز پڑھی جائے گی؟

جواب: چار دن تک قصر نماز پڑھی جائے گی۔(الفتاویٰ الاسلامیہ:379/1)

سوال4: اگر انسان چار دن کسی شہر میں تردّد کی حالت میں ہو تو کیا وہ قصر کرے گا اور کب تک؟

جواب: تردّد کی حالت میں انسان مقیم نہیں مسافر ہوتا ہے۔《1》سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما آزربائیجان کے علاقے میں برف کی وجہ سے راستے بند ہو جانے کی وجہ سے چھ ماہ دو رکعت نماز ادا کرتے رہے۔(نصب الرایۃ:185/2)《2》جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ تبوک میں بیس دن ٹھہرے اور نماز قصر کرتے رہے۔(ابوداؤد:1235)《3》اہلِ علم نے اجماع کیا ہے کہ مسافر جب تک اقامت کی نیت نہ کرلے قصر کر سکتا ہے خواہ کئی برس گزر جائیں۔

سوال5: قصر نمازوں میں رکعتوں کی کیا تعداد ہوگی؟

جواب: فجر: پوری نماز (یعنی 2 سنت اور 2 فرض) ظہر:2 فرض عصر:2 فرض مغرب:3 فرض عشاء:2 فرض اور وتر

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال6: یہاں اَنْ یَّفْتِنَكُمُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا ''اگر تمہیں ڈر ہو کہ تمہیں وہ لوگ فتنے میں ڈالیں گے جنہوں نے کفر کیا '' کی بات کیوں کہی گئی ہے؟

جواب:《1》'' اگر تمہیں ڈر ہو کہ کفار تمہیں فتنے میں ڈال دیں گے'' کی بات عرب کے ماحول کے لحاظ سے کہی گئی ہے جو دارُالحرب بنا ہوا تھا اور کوئی علاقہ خطرے سے خالی نہیں تھا۔اس لیے حکم دیا گیا کہ خوف کی حالت میں نماز قصر کرنے کی اجازت ہے۔《2》یعلیٰ بن امیہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے کہ کچھ گناہ نہیں اگر تم قصر کرو نماز میں اگر تمہیں خوف ہو کہ کافر لوگ تمہیں ستائیں گے اور اب تو لوگ امن میں ہو گئے (یعنی اب قصر جائز ہے یا نہیں؟)انہوں نے کہا: مجھے بھی یہی تعجب ہوا جیسے تمہیں تعجب ہوا تو میں نے رسول اللہ ﷺ سے اس بات کو پوچھا۔آپ ﷺ نے فرمایا:''یہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں صدقہ دیا ہے تو اس کا صدقہ قبول کرو(یعنی بغیر خوف کے بھی سفر میں قصر کرو)۔''(مسلم:1573)《3》سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے مکہ سے مدینہ کا سفر فرمایا اللہ کے سوا کسی کا ڈر نہ تھا آپ دو دو رکعتیں ہی پڑھتے رہے۔(مجمع الزوائد:156/2)《4》حفص بن عاصم رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ان سے کہا:اے میرے بھتیجے!میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ سفر میں رہا مگر آپ نے دو رکعتوں سے زیادہ نماز نہ پڑھی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی روح قبض فرمالی اور میں سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہمراہ سفر میں رہا،سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے ہمراہ سفر میں رہا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہمراہ سفر میں رہا ان سب نے سفر میں دو رکعتوں سے زیادہ نماز نہیں پڑھی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی روح قبض فرمالی اور اللہ نے ارشاد فرمایا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی اتباع ہی تمہارے لیے بہتر ہے۔(صحیح مسلم:1579)《5》حفص رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ منیٰ میں نمازِ قصر ادا کرتے اور اپنے بستر پر آجاتے حفص رحمۃ اللہ علیہ نے کہا''چچا جان!اگر آپ نماز قصر کے بعد دو رکعت (سنت) ادا فرما لیتے تو کتنا اچھا ہوتا؟'' عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا ''اگر مجھے سنتیں ادا کرنا ہوتیں تو میں فرض پورے کرتا''۔(مختصر صحیح مسلم:437)

سوال7: اِنَّ الْكٰفِرِیْنَ كَانُوْا لَكُمْ عَدُوًّا مُّبِیْنًا ''بلاشبہ کافر تمہارے کھلے دشمن ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:قصر کی رخصت کی مشروعیت میں حکمت اور مصلحت بیان کی گئی ہے۔اس آیت کریمہ میں وہ انتہائی مشقت بیان کی گئی ہے جس کا قصر کی رخصت کے بارے میں تصور کیا جاسکتا ہے اور وہ ہے سفر اور خوف کا اجتماع اور اس سے یہ بات لازم نہیں آتی کہ اکیلے سفر میں قصر نہ کی جائے جو کہ مشقت کا باعث ہے۔(تفسیر سعدی:576/1)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

وَاِذَا كُنۡتَ فِيۡهِمۡ فَاَقَمۡتَ لَهُمُ الصَّلٰوةَ فَلۡتَقُمۡ طَآئِفَةٌ مِّنۡهُمۡ مَّعَكَ وَلۡيَاۡخُذُوۡۤا اَسۡلِحَتَهُمۡ فَاِذَا سَجَدُوۡا فَلۡيَكُوۡنُوۡا مِنۡ وَّرَآئِكُمۡ وَلۡتَاۡتِ طَآئِفَةٌ اُخۡرٰى لَمۡ يُصَلُّوۡا فَلۡيُصَلُّوۡا مَعَكَ وَلۡيَاۡخُذُوۡا حِذۡرَهُمۡ وَاَسۡلِحَتَهُمۡ ۚ وَدَّ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا لَوۡ تَغۡفُلُوۡنَ عَنۡ اَسۡلِحَتِكُمۡ وَاَمۡتِعَتِكُمۡ فَيَمِيۡلُوۡنَ عَلَيۡكُمۡ مَّيۡلَةً وَّاحِدَةً ؕ وَلَا جُنَاحَ عَلَيۡكُمۡ اِنۡ كَانَ بِكُمۡ اَذًى مِّنۡ مَّطَرٍ اَوۡ كُنۡتُمۡ مَّرۡضٰۤى اَنۡ تَضَعُوۡۤا اَسۡلِحَتَكُمۡ ۚ وَخُذُوۡا حِذۡرَكُمۡ ؕ اِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلۡكٰفِرِيۡنَ عَذَابًا مُّهِيۡنًا(102)

اور جب آپ ان میں موجود ہوں تو ان کے لیے نماز کھڑی کریں تو لازم ہے کہ ان میں سے ایک جماعت آپ کے ساتھ کھڑی ہو اور لازم ہے کہ وہ اپنا اسلحہ اُٹھائے رکھیں، چنانچہ جب وہ سجدہ کر چکیں تو لازم ہے کہ وہ تمہارے پیچھے ہو جائیں اور دوسرا گروہ جس نے ابھی نماز نہیں پڑھی پس لازم ہے کہ وہ آکر آپ کے ساتھ نماز پڑھیں اور وہ لازم ہے کہ اپنا سامانِ حفاظت اور اپنا اسلحہ اُٹھائے رکھیں۔ وہ لوگ چاہتے ہیں جنہوں نے کفر کیا کہ کاش تم اپنے اسلحے اور اپنے سامان سے غافل ہو جاؤ تو وہ تم پر ایک ہی بار ٹوٹ پڑیں۔ اور تم پر کوئی گناہ نہیں اگر تمہیں بارش کی تکلیف ہو یا اگر تم بیمار ہو کہ تم اپنا اسلحہ اتار کر رکھ دو اور اپنے بچاؤ کا سامان پکڑے رکھو، بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے کافروں کے لیے رسوا کرنے والا عذاب تیار کر رکھا ہے۔(102)

سوال1: وَاِذَا كُنۡتَ فِيۡهِمۡ فَاَقَمۡتَ لَهُمُ الصَّلٰوةَ فَلۡتَقُمۡ طَآئِفَةٌ مِّنۡهُمۡ مَّعَكَ وَلۡيَاۡخُذُوۡۤا اَسۡلِحَتَهُمۡ ''اور جب آپ ان میں موجود ہوں تو ان کے لیے نماز کھڑی کریں تو لازم ہے کہ ان میں سے ایک جماعت آپ کے ساتھ کھڑی ہو اور لازم ہے کہ وہ اپنا اسلحہ اُٹھائے رکھیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اس آیت میں صلوٰۃ خوف کا حکم دیا جا رہا ہے۔ ﴿2﴾ اس آیت اور بعد والی آیت میں خوف کی حالت میں نماز ادا کرنے کی کیفیت بیان کی گئی ہے۔3۔ صلوٰۃِ الخوف کے معنی ہیں خوف کی نماز۔

سوال2: صلوٰۃِ خوف کب مشروع ہے؟

جواب: صلوٰۃِ خوف اس وقت مشروع ہے جب مسلمانوں اور کافروں کی فوجیں آمنے سامنے ہوں اور ایک دوسرے سے جنگ کے لیے تیار کھڑی ہوں یا جنگ ہو رہی ہو اور ایک لمحے کی غفلت بھی خطرناک ثابت ہو سکتی ہو۔ ایسے حالات میں نماز

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کاوقت آجائے تو صلوٰۃِ خوف پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے۔

سوال3: فَاِذَا سَجَدُوْا فَلْيَكُوْنُوْا مِنْ وَّرَآئِكُمْ ۠ وَلْتَاْتِ طَآئِفَةٌ اُخْرٰى لَمْ يُصَلُّوْا فَلْيُصَلُّوْا مَعَكَ وَلْيَاْخُذُوْا حِذْرَهُمْ وَاَسْلِحَتَهُمْ ’’چنانچہ جب وہ سجدہ کرچکیں تو لازم ہے کہ وہ تمہارے پیچھے ہوجائیں اور دوسرا گروہ جس نے ابھی نماز نہیں پڑھی پس لازم ہے کہ وہ آکر آپ کے ساتھ نماز پڑھیں اور وہ لازم ہے کہ اپنا سامانِ حفاظت اور اپنا اسلحہ اُٹھائے رکھیں‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب: ’’یہ آیتِ کریمہ اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ نماز باجماعت دو وجوہ سے فرض عین ہے: اول: اللہ تعالیٰ نے خوف کی اس شدید حالت میں یعنی دشمن کے حملہ کے خوف کی حالت میں بھی جماعت کے ساتھ نماز کا حکم دیا ہے۔ جب اس شدید حالت میں بھی جماعت کو واجب قرار دیا ہے تو امن واطمینان کی حالت میں اس کا واجب ہونا زیادہ اولیٰ ہے۔ ثانی: نماز خوف ادا کرنے والے نمازی نماز کی بہت سی شرائط اور لوازم کو چھوڑ دیتے ہیں اور اس نماز میں نماز کو صرف باطل کرنے والے بہت سے افعال کو نظرانداز کرکے ان کو معاف کردیا گیا ہے۔ یہ سب کچھ صرف جماعت کے وجوب کی تاکید کی بنا پر ہے۔ کیونکہ فرض اور مستحب میں کوئی تعارض نہیں۔ اگر جماعت کے ساتھ نماز کا پڑھنا فرض نہ ہوتا، تو اس کی خاطر نماز کے ان واجبات کو ترک کرنے کی کبھی اجازت نہ دی جاتی۔ (تفسیر سعدی: 577/1)

سوال4: صلوٰۃِ خوف کی ترکیب کیا ہوگی؟

جواب: اس کا انحصار جنگی حالات پر ہے کیونکہ کبھی تو دشمن قبلہ کی سمت میں ہوتا ہے اور کبھی غیر قبلہ کی سمت میں اور نماز بھی کبھی چار، کبھی تین اور کبھی دو رکعت والی ہوتی ہے۔ نبی ﷺ نے مختلف حالات میں مختلف طریقوں سے نماز پڑھائی۔ ﴿1﴾ ایک طریقہ یہ ہے کہ فوج کا ایک حصہ امام کے ساتھ نماز پڑھے اور دوسرا حصہ دشمن کے مقابلہ پر رہے۔ پھر جب ایک رکعت پوری ہوجائے تو پہلا حصہ سلام پھیر کر چلا جائے اور دوسرا حصہ آکر دوسری رکعت امام کے ساتھ پوری کرے۔ اس طرح امام کی دو رکعتیں اور فوج کی ایک ایک رکعت ہوگی۔ (ابن عباس رضی اللہ عنہما) ﴿2﴾ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ فوج کا ایک حصہ امام کے ساتھ ایک رکعت پڑھ کر چلا جائے۔ پھر دوسرا حصہ آکر ایک رکعت امام کے پیچھے پڑھے۔ پھر دونوں حصے باری باری سے آکر اپنی چھوٹی ہوئی ایک ایک رکعت خود سے ادا کرلیں۔ اس طرح دونوں حصوں کی ایک ایک رکعت امام کے پیچھے اور ایک ایک الگ ہوگی۔ (عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ) عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے لشکر کے ایک حصہ کو جنگ کے وقت ایک رکعت نماز پڑھائی جب کہ لشکر کا دوسرا حصہ دشمن کے ساتھ جنگ میں مصروف رہا۔ پھر نماز پڑھنے والا حصہ دشمن کے سامنے آگیا اور

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

دوسرے حصے کو رسول اللہ ﷺ نے ایک رکعت نماز پڑھائی اور سلام پھیر دیا۔ پھر پہلے اور دوسرے دونوں حصوں نے اپنی (باقی) ایک ایک رکعت (میدان جنگ میں الگ الگ) پوری کر لی۔ (صحیح مسلم:1942)《3》 تیسرا طریقہ یہ ہے کہ امام کے پیچھے فوج کا ایک حصہ دو رکعتیں ادا کر کے چلا جائے۔ پھر دوسرا حصہ تیسری رکعت میں آ کر شریک ہو اور امام کے ساتھ سلام پھیرے۔ اس طرح امام کی چار اور فوج کی دو دو رکعتیں ہوگی۔ (امام حسن بصری رحمہ اللہ) جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں غزوہ رقاع کے موقع پر ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے۔ نماز کی نیت باندھی گئی۔ رسول اللہ ﷺ نے لشکر کے ایک حصہ کو دو رکعت نماز پڑھائی اور وہ چلا گیا پھر لشکر کے دوسرے حصہ کو دو رکعت نماز پڑھائی اس طرح رسول اللہ ﷺ کی چار اور لوگوں کی دو دو رکعتیں ہوگئیں۔ (صحیح بخاری:4136)《4》 چوتھا طریقہ یہ ہے کہ فوج کا ایک حصہ امام کے ساتھ ایک رکعت پڑھے۔ جب امام دوسری رکعت کے لیے کھڑا ہو تو مقتدی خود سے دوسری رکعت پڑھ کر سلام پھیر دیں۔ پھر دوسرا حصہ آ کر اس حال میں امام کے پیچھے شامل ہو کہ امام ابھی دوسری رکعت میں ہو اور یہ لوگ ایک رکعت امام کے ساتھ ادا کرنے کے بعد دوسری رکعت خود اُٹھ کر پڑھ لیں۔ اس صورت میں امام کو دوسری رکعت میں طویل قیام کرنا ہوگا۔ (امام شافعی رحمہ اللہ و امام مالک رحمہ اللہ)

سوال5: صلوٰۃِ خوف سے کیا سبق ملتا ہے؟

جواب: 《1》 پہلا سبق یہ ملتا ہے کہ نماز مومن کا ہتھیار ہے۔ نماز میدانِ جنگ میں بھی ایک مومن کو یہ شعور دیتی ہے کہ اس کا مقصدِ زندگی، اس کا نصب العین اور اس کا عقیدہ برتر و اعلیٰ ہے۔ نماز سے جہاد میں فائدہ اٹھانا ضروری ہے کیونکہ جنگ کی فضا اور جنگ کے مزاج کے ساتھ نماز کا گہرا تعلق ہے۔ 《2》 دوسرا سبق یہ ملتا ہے کہ ایمان والے روحانی طور پر بیدار اور تیار ہیں جب کہ دشمن مکار ہے اور اوچھے ہتھکنڈے اختیار کرتا ہے اس لیے اطمینان رکھیں کہ جن سے ایمان والوں کا مقابلہ ہے ان کے لیے اللہ تعالیٰ نے توہین آمیز عذاب تیار کر رکھا ہے۔ 《3》 اللہ تبارک وتعالیٰ نے نمازِ خوف کے اندر مسلح اور ہوشیار رہنے کا حکم دیا ہے۔ نمازِ خوف میں اگرچہ کچھ زائد حرکات ہوتی ہیں اور نماز کے بعض احوال چھوٹ جاتے ہیں تاہم اس میں ایک راجح مصلحت ہے اور وہ ہے نماز اور جہاد کا اجتماع اور ان دشمنوں سے ہوشیار رہنا جو مسلمانوں پر حملہ کرنے اور ان کے مال و متاع لوٹنے کے سخت حریص ہیں۔ (تفسیر سعدی)

سوال6: وَدَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ تَغْفُلُوْنَ عَنْ اَسْلِحَتِكُمْ وَاَمْتِعَتِكُمْ فَيَمِيْلُوْنَ عَلَيْكُمْ مَّيْلَةً وَّاحِدَةً ’’وہ لوگ چاہتے ہیں جنہوں نے کفر کیا کہ کاش تم اپنے اسلحے اور اپنے سامان سے غافل ہو جاؤ تو وہ تم پر ایک ہی بار ٹوٹ پڑیں‘‘؟ جنگ کی حالت میں یہ حکم

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کیوں دیا گیا کہ اپنا اسلحہ ساتھ لے لو؟

جواب:《1》اپنا اسلحہ ساتھ دینے کا حکم اس لیے دیا گیا کہ اسلام احتیاط کے تقاضوں سے بے پرواہ ہونے کی اجازت کسی حال میں نہیں دیتا۔دشمن تو ایسے ہی موقع کی طاق میں ہوتا ہے کہ جب مسلمان اپنے اسلحے سے اور اپنی حفاظت سے غافل ہوں اور وہ یک بارگی ٹوٹ پڑیں۔《2》یہاں پر نماز میں سامان حفاظت اور اسلحہ اٹھانے کا حکم دیا گیا ہے۔(ایسر التفاسیر:291)

سوال7:وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِنْ كَانَ بِكُمْ أَذًى مِّنْ مَّطَرٍ أَوْ كُنْتُمْ مَّرْضَىٰ أَنْ تَضَعُوْٓا أَسْلِحَتَكُمْ ''اور تم پر کوئی گناہ نہیں اگر تمہیں بارش کی تکلیف ہو یا اگر تم بیمار ہو کہ تم اپنا اسلحہ اتار کر رکھ دو اور اپنے بچاؤ کا سامان پکڑے رکھو" کا شانِ نزول کیا ہے؟

جواب:حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت کے سلسلے میں بتلایا کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ زخمی ہو گئے تھے، ان سے متعلق یہ آیت نازل ہوئی۔(بخاری:4599)

سوال8:وَخُذُوْا حِذْرَكُمْ ''اور اپنے بچاؤ کا سامان پکڑے رکھو' بارش ہونے کی صورت میں یا بیماری کی صورت میں اسلحہ اتار سکتے ہیں لیکن سامانِ حفاظت ساتھ لینے کی تلقین ہے۔وجہ بتائیں؟

جواب:''اور اپنے بچاؤ کا سامان پکڑے رکھو' اسلام احتیاط کے تقاضوں سے بے پرواہونے کی اجازت کسی حال میں نہیں دیتا یہی وجہ ہے کہ اگر اسلحہ اتارنے کی مجبوری ہو جائے تب بھی سامانِ حفاظت سے بے پرواہ ہونے کی اجازت نہیں۔حالتِ نماز میں بھی شدت کے ساتھ دفاع کا اہتمام کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔

سوال9:إِنَّ اللّٰهَ أَعَدَّ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا ''بلاشبہ اللہ تعالی نے کافروں کے لیے رسوا کرنے والا عذاب تیار کر رکھا ہے" کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی ہمت بڑھائی ہے کہ جن سے تمہارا مقابلہ ہے وہ تمہارے ہی نہیں اللہ تعالیٰ کے بھی دشمن ہیں اور ان کے لیے رسوا کرنے والا عذاب تیار کیا گیا ہے۔《2》شر اور فساد کی علت کفر ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے کفر کرنے والوں کے لیے عذاب تیار کر رکھا ہے۔

فَإِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلٰوةَ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِيٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِكُمْ ۚ فَإِذَا اطْمَاْنَنْتُمْ فَأَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ ۚ إِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا(103)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

پھر جب تم پوری کر چکو تو کھڑے ہوئے اور بیٹھے ہوئے اور اپنے پہلوؤں پر لیٹے ہوئے اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے رہو، پھر جب تم بے خوف ہو جاؤ تو نماز قائم کرو۔ بلاشبہ نماز ہمیشہ سے ایمان والوں پر ایسا فرض ہے جس کا وقت مقرر کیا ہوا ہے۔(103)

سوال1: فَإِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلٰوةَ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِيٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِكُمْ ''پھر جب تم پوری کر چکو تو کھڑے ہوئے اور بیٹھے ہوئے اور اپنے پہلوؤں پر لیٹے ہوئے اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے رہو'' صلوٰۃِ خوف کے بعد خاص طور پر ذکر کرنے کا حکم دیا گیا ہے حکمت واضح کریں؟

جواب: ﴿1﴾ فَإِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلٰوةَ یہاں نماز ادا کر چکنے سے مراد نمازِ خوف ہے۔﴿2﴾ چونکہ نماز قصر کر دی گئی ہے لہٰذا اس کی تلافی کے لیے کھڑے، بیٹھے اور لیٹے ہوئے ذکر کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔﴿3﴾ اللہ تعالیٰ کا ذکر اگرچہ تمام نمازوں کے بعد مشروع اور پسندیدہ ہے لیکن نمازِ خوف کے بعد اس کی خاص طور پر تاکید کی گئی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خوف کی حالت میں نماز کے ارکان میں کمی کر دی ہے۔ سو نماز سے فارغ ہونے کے بعد ذکر میں مصروف ہونے کی ہدایت کی گئی ہے تاکہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق جڑا رہے۔﴿4﴾ میدانِ جنگ میں اس کی اہمیت اس وجہ سے بھی ہے کہ انسان کے عزائم اور حوصلوں کا مرکز اللہ تعالیٰ کی یاد ہے۔﴿5﴾ حالتِ خوف دور ہونے کے بعد پوری نماز باجماعت اور وقت کی پابندی کے ساتھ ادا کرنی ہوگی۔﴿6﴾ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا ذکر کھڑے بیٹھے اور اپنے پہلوؤں پر کرو، رات اور دن میں خشکی اور سمندر میں، سفر و حضر میں، دولت مندی اور فقیری میں، کھلے چھپے ہر حال میں۔(ابن ابی حاتم: 4/1056)

سوال2: فَإِذَا اطْمَأْنَنْتُمْ فَأَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ '' پھر جب تم بے خوف ہو جاؤ تو نماز قائم کرو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ فَإِذَا اطْمَأْنَنْتُمْ فَأَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ پھر جب بے خوف ہو جاؤ تم تو نماز قائم کرو۔ اس سے مراد یہ ہے کہ جب خوف اور جنگ کی حالت ختم ہو تو پھر عام حالات میں خشوع و خضوع کے ساتھ رکوع اور سجدوں کے ساتھ تمام ارکان کے ساتھ پوری نماز ادا کرو۔ ارشاد ہے: فَإِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالًا أَوْ رُكْبَانًا فَإِذَا أَمِنْتُمْ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَمَا عَلَّمَكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ پھر جب امن میں آ جاؤ تو اللہ تعالیٰ کو ایسے ہی یاد کرو جیسے اس نے تمہیں وہ سکھایا ہے جسے تم نہیں جانتے تھے۔''(البقرۃ: 239)﴿2﴾ طمانیت: خوف سے نفس کے سکون میں آ جانا ہے(تفسیر قرطبی: 3/256)﴿3﴾ مجاہد نے کہا فَإِذَا اطْمَأْنَنْتُمْ سفر سے اپنے گھر واپس آنا ہے۔(تفسیر جامع البیان 5/305)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال3: اِنَّ الصَّلٰوةَ کَانَتۡ عَلَی الۡمُؤۡمِنِیۡنَ کِتٰبًا مَّوۡقُوۡتًا ”بلاشبہ نماز ہمیشہ سے ایمان والوں پر ایسا فرض ہے جس کا وقت مقرر کیا ہوا ہے“ کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ مَّوۡقُوۡتًا کے معنی ایک مقررہ وقت پر یعنی جو وقت ان کے لیے مقرر ہو۔ (بخاری کتاب التفسیر) ﴿2﴾ نماز کو مقررہ وقت میں پڑھنے کی تاکید سے یہ پتہ چلتا ہے کہ اوقات نماز کی حفاظت ضروری ہے۔ حٰفِظُوۡا عَلَی الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الۡوُسۡطٰی ۚ وَ قُوۡمُوۡا لِلّٰہِ قٰنِتِیۡنَ ”سب نمازوں کی حفاظت کرو اور خصوصاً درمیانی نماز کی اور اللہ تعالیٰ کے لیے فرماں بردار بن کر کھڑے ہو جاؤ۔“ (البقرۃ:238) ﴿3﴾ وقت پر نماز پڑھنا واجب ہے۔ ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ تم اس وقت کیا کرو گے جب تم پر ایسے حکمران ہوں گے جو نماز کو اس کے وقت سے دیر کر کے پڑھیں گے یا نماز کو اس کے وقت سے مٹا ڈالیں گے؟ میں نے عرض کیا: اس وقت میرے لیے کیا حکم ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”نماز کو اپنے وقت پر پڑھنا لیکن اگر ان کے ساتھ بھی پالو تو پڑھ لینا کیونکہ وہ تمہارے لیے نفل ہو جائے گی۔“ (مسلم:1465) ﴿4﴾ شرعی عذر کے بغیر دو نمازوں کو جمع کرنا درست نہیں کیونکہ اس طرح ایک نماز اپنے وقت کے علاوہ دوسری نماز کے وقت میں پڑھی جائے گی۔ عبداللہ بن ابی قتادہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ ہم (خیبر سے واپسی پر) رات کو آپ ﷺ کے ہمراہ سفر کر رہے تھے۔ بعض لوگوں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! کیا اچھا ہو جو یہاں اتر پڑیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے خطرہ ہے کہ تم سو جاؤ گے۔ اور نماز فجر کے لیے نہ اٹھو گے سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں جگا دوں گا۔ چنانچہ سب لوگ سو گئے۔ اور بلال نے اپنی اونٹنی سے پیٹھ لگائی تو نیند نے غلبہ کیا اور وہ بھی سو گئے پھر آپ اس وقت اٹھے جب سورج کا کنارہ نکل آیا تھا۔ آپ ﷺ نے بلال سے پوچھا ”تمہارا قول کہاں گیا؟“ بلال نے کہا مجھے تو ایسی نیند آئی جیسے پہلے کبھی نہیں آئی تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے جب چاہا تمہاری روحیں قبض کر لیں اور جب چاہا تمہیں واپس دے دیں۔ اے بلال اٹھ اور نماز کے لیے اذان دے۔ چنانچہ بلال نے اذان دی آپ ﷺ نے وضو کیا اور جب سورج ذرا بلند اور سفید ہو گیا تو آپ ﷺ کھڑے ہوئے اور نماز پڑھی۔ (بخاری) ﴿5﴾ سیدنا انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جو شخص نماز ادا کرنا بھول جائے یا اس وقت سویا ہو تو اس کا کفارہ یہ ہے کہ یاد آتے ہی ادا کر لے۔ (بخاری) ﴿6﴾ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے نبی ﷺ سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کون سا عمل زیادہ محبوب ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اپنے وقت پر نماز پڑھنا پھر پوچھا، اس کے بعد فرمایا والدین کے ساتھ نیک معاملہ رکھنا۔ پوچھا اس کے بعد، آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کی راہ میں

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جہاد کرنا۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آنحضرت ﷺ نے مجھے یہ تفصیل بتائی اور اگر میں اور سوالات کرتا تو آپ اور زیادہ بھی بتلاتے۔ (لیکن میں نے بطور ادب خاموشی اختیار کی) (صحیح بخاری:527) ﴿7﴾ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا ''اللہ عز وجل فرماتے ہیں میں نے تمہاری امت پر پانچ نمازیں فرض کیں ہیں اور میں نے اپنے ساتھ عہد کیا ہے کہ جو شخص ان کو وقت پر ادا کرے گا، میں اس کو جنت میں داخل کروں گا اور جو شخص ان کی حفاظت نہیں کرے گا اس کے ساتھ میرا کوئی عہد نہیں ہے۔'' (سنن ابی داود:430) ﴿8﴾ عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ایک دن نماز کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ''جس شخص نے نماز کی حفاظت کی اس کے لیے نماز قیامت کے روز نور، برہان اور نجات کا باعث ہوگی جس نے نماز کے حفاظت نہ کی اس کے لیے نور ہوگا نہ برہان اور نہ نجات، نیز قیامت کے روز اس کا انجام قارون، فرعون، ہامان اور ابی بن خلف کے ساتھ ہوگا۔'' (صحیح ابن حبان:1467) ﴿9﴾ حنظلہ رضی اللہ عنہ (کاتب وحی) کا بیان ہے کہ میں نے رسول ﷺ سے سنا، آپ فرما رہے تھے جو شخص پانچ نمازوں کے رکوع، سجود اور اوقات کا خیال رکھتا ہے اور یقین رکھتا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا حق ہے، وہ جنت میں داخل ہو جائے گا۔'' یا آپ ﷺ نے فرمایا ''اس کے لیے جنت واجب ہے'' یا آپ ﷺ نے فرمایا ''وہ آگ کے لیے حرام ہے'' (مسند احمد:267/4) ﴿10﴾ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے رسول ﷺ سے پوچھا کہ اللہ کے ہاں کون سا عمل سب سے زیادہ پسندیدہ ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ''وقت پر نماز پڑھنا''۔ (مسلم:253) ﴿11﴾ بریدہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اندھیرے میں مسجدوں کی طرف چل کر جانے والوں کو قیامت کے دن کامل روشنی کی خوشخبری دے دو۔ (سنن ابی داود:561) ﴿12﴾ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''منافقوں پر فجر اور عشاء کی نماز سے زیادہ بھاری کوئی نماز نہیں ہوتی اگر انہیں پتہ چل جائے کہ دونوں نماز کا ثواب کتنا زیادہ ہے تو ان دونوں نماز میں ضرور آتے خواہ گھٹنوں کے بل ہی آنا پڑتا۔ میں نے ارادہ کیا کہ مؤذن کو حکم دوں کہ وہ اقامت کہے پھر ایک آدمی کو حکم دوں کہ وہ لوگوں کی امامت کرائے اور خود آگ کا ایک شعلہ لے کر ان لوگوں (کے گھروں) کو جلا دوں جو اس (اذان اور اقامت کے) بعد نماز کے لیے نہیں نکلتے۔ (صحیح بخاری:657) ﴿13﴾ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ دلالت کرتا ہے کہ نماز ایمان کی میزان ہے اور بندۂ مومن کے ایمان کی مقدار کے مطابق نماز کی تکمیل ہوتی ہے۔ یہ آیتِ کریمہ دلالت کرتی ہے کہ کفار جو اگرچہ اہلِ ذمہ کی طرح مسلمانوں کے احکام وقوانین پر عمل کرنے کے پابند ہیں تاہم وہ فروعِ دین میں مخاطب نہیں مثلاً نماز وغیرہ اس لیے ان کو نماز پڑھنے کا حکم نہیں دیا جا سکتا۔ بلکہ جب تک وہ اپنے کفر پر قائم ہیں ان

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کی نماز صحیح نہیں البتہ ان کو نماز اور دیگر تمام احکام کو ترک کرنے پر آخرت میں سزا دی جائے گی۔(تفسیر سعدی)

سوال4:اس آیت سے کیا خاص اصول نکلتے ہیں؟

جواب:《1》وقت کی پابندی نماز کی شرائط میں سے ہے۔《2》نماز کی پابندی اللہ تعالیٰ کی طرف سے عائد کردہ فریضہ ہے۔ 《3》نماز کے جو اوقات نبی ﷺ نے مقرر کیے ہیں اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی طرف سے مقرر کردہ فریضہ قرار دیا ہے۔

سوال5:نمازوں کے اوقات کیا ہیں؟

جواب:《1》نماز کے اوقات وہی ہیں جو تمام مسلمانوں کے یہاں معروف ہیں اور جسے عالم اور جاہل سب جانتے ہیں یہ اوقات نبی ﷺ سے اخذ کیے گئے ہیں۔آپ ﷺ نے فرمایا:صلوا کما رأیتمونی اصلی ''ویسے ہی نماز پڑھو جیسے تم نے مجھے نماز پڑھتے دیکھا ہے۔''(بخاری:631)ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''جبریل علیہ السلام نے بیت اللہ کے پاس میری دو بار امامت کرائی۔(پہلے دن)مجھے ظہر کی نماز پڑھائی اس وقت جب کہ سورج ڈھل گیا اور سایہ تسمے کے برابر تھا اور عصر کی نماز پڑھائی جب اس کا سایہ اس کے برابر ہو گیا اور مغرب کی نماز پڑھائی جس وقت کہ روزہ دار روزہ کھولتا ہے اور عشاء کی نماز پڑھائی جب کہ شفق (سرخی) اُفق سے غائب ہوگئی اور فجر کی نماز پڑھائی جب کہ روزہ دار پر کھانا پینا حرام ہو جاتا ہے۔جب دوسرا دن ہوا تو مجھے ظہر کی نماز پڑھائی جب کہ اس کا سایہ اس کے مثل تھا اور عصر کی نماز پڑھائی جب کہ اس کا سایہ دو مثل تھا اور مغرب کی نماز پڑھائی جب کہ روزہ دار روزہ کھولتا ہے اور عشاء کی نماز پڑھائی جب کہ رات کا تہائی حصہ گزر گیا اور مجھے فجر کی نماز پڑھائی اور خوب سفیدی کی۔پھر(جبریل علیہ السلام)میری طرف متوجہ ہوئے اور کہا:''اے محمد ﷺ! آپ سے پہلے انبیاء علیہم السلام کے یہی اوقات ہیں اور (نماز کے)اوقات ان دونوں (وقتوں) کے مابین ہیں۔''(ابوداؤد:393)

سوال6:کیا عذر کی وجہ سے نمازوں کو جمع کرنا جائز ہے؟

جواب:《1》انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب سورج ڈھلنے سے پہلے سفر شروع کرتے تو ظہر عصر کا وقت آنے تک نہ پڑھتے۔پھر کہیں(راستے میں)ٹھہرتے اور ظہر اور عصر ملا کر پڑھتے لیکن اگر سفر شروع کرنے سے پہلے سورج ڈھل چکا ہوتا تو پہلے ظہر پڑھتے پھر سوار ہوتے۔(بخاری:1112)《2》نمازیں باجماعت جمع کرتے وقت ایک اذان اور دو اقامتیں کہی جائیں گی۔(مسلم:2950،ابوداؤد:1905)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

وَلَا تَهِنُوْا فِي ابْتِغَآءِ الْقَوْمِ ؕ اِنْ تَكُوْنُوْا تَاْلَمُوْنَ فَاِنَّهُمْ يَاْلَمُوْنَ كَمَا تَاْلَمُوْنَ ۚ وَتَرْجُوْنَ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا يَرْجُوْنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا(104)

اوراس قوم کے تعاقب میں ہمت نہ ہارو،اگرتم تکلیف اُٹھاتے ہوتو بلاشبہ وہ بھی تکلیف اُٹھاتے ہیں جیسا کہ تم تکلیف اُٹھاتے ہو،اورتم اللہ تعالیٰ سے وہ اُمید رکھتے ہو جو وہ اُمید نہیں رکھتے اوراللہ تعالیٰ ہمیشہ سے سب کچھ جاننے والا،کمال حکمت والا ہے۔(104)

سوال1:اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب:ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:جب احد کی جنگ ہوئی اور مسلمانوں پر مصیبت آئی ، نبی صلی اللہ علیہ وسلم پہاڑ پر چڑھے تو ابوسفیان آیا اورکہا:اے محمد!زخم کا بدلہ زخم ہے جنگ ڈول کی طرح ہے۔ایک دن ہمارااورایک دن تمہارا۔نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین سے فرمایا:اس کو جواب دوتوانہوں نے کہا:برابرنہیں ہیں ہمارے مقتول تو جنت میں ہیں اورتمہارے مقتول آگ میں ابوسفیان نے کہا:ہمارے لیے عزیٰ ہے اورتمہاراکوئی عزیٰ نہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ کہو:الـلـه مولنا ولا مولا لکم ''اللہ ہمارا مولیٰ ہے اورتمہاراکوئی مولیٰ نہیں ابوسفیان نے کہا:اعلیٰ ہبل،ہبل سربلند ہوتو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:کہواللہ اعلیٰ واجل ابوسفیان نے کہاہمارا تمہاراوعدہ بدرصغریٰ کا ہے:عکرمہ نے کہا:اس بارے میں آیت نازل ہوئی۔اِنْ تَكُوْنُوْا تَاْلَمُوْنَ فَاِنَّهُمْ يَاْلَمُوْنَ كَمَا تَاْلَمُوْنَ۔(تفسیر جامع البیان:309/5)

سوال2:وَلَا تَهِنُوْا فِي ابْتِغَآءِ الْقَوْمِ ؕ اِنْ تَكُوْنُوْا تَاْلَمُوْنَ فَاِنَّهُمْ يَاْلَمُوْنَ كَمَا تَاْلَمُوْنَ''اوراس قوم کے تعاقب میں ہمت نہ ہارو،اگرتم تکلیف اُٹھاتے ہوتو بلاشبہ وہ بھی تکلیف اُٹھاتے ہیں جیسا کہ تم تکلیف اُٹھاتے ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:اپنے دشمن کفارکوطلب کرنے ان کے خلاف جہاداوران کے مقابلے میں تیاررہنے میں کمزوری اورسستی کا مظاہرہ نہ کرو،کیونکہ دل کی کمزوری بدن کی کمزوری کو دعوت دیتی ہے اوریہ کمزوری دشمن کے مقابلے میں کمزوری کا باعث بنتی ہے بلکہ دشمن کے خلاف جنگ میں چست وچالاک اورطاقت وربنو۔پھراللہ تعالیٰ نے ان امورکا ذکرفرمایا ہے جواہلِ ایمان کے دل کوقوت بخشتے ہیں۔(تفسیرِ سعدی)

سوال3:جہاد کا عمل جاری رکھنے کے لیے اس آیت میں کیسے ترغیب دلائی گئی ہے؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:﴿1﴾دشمنوں کے تعاقب میں کمزوری نہ دکھاؤ۔﴿2﴾اگر تم تکلیف اٹھارہے ہوتو وہ بھی تکلیف اٹھارہے ہیں۔﴿3﴾اگر تم نے زخم کھائے ہیں تو انہوں نے بھی زخم کھائے ہیں۔﴿4﴾تم اللہ تعالیٰ سے رحمت اور جزا کے امیدوار ہو اور انہیں کوئی امید نہیں۔﴿5﴾اگر کافر جنگ کے لیے ڈٹے ہوئے ہیں تو مسلمانوں کو ان سے بڑھ کر ڈٹے رہنا چاہیے۔﴿6﴾مسلمانوں کو کفار کا پیچھا کرنا چاہیے اور انہیں اس حال میں پہنچانا چاہیے کہ ان کی قوت ٹوٹ جائے اور وہ کسی مسلمان کے دین، جان اور مال کے لیے خطرہ نہ رہیں۔

سوال4:جنگ مومنوں اور کافروں کے درمیان ہوتی ہے۔دونوں کی جنگ میں کیا فرق ہے؟موازنہ کریں۔

جواب:

مومنوں کی جنگ	کافروں کی جنگ
1۔مومن رنج والم اٹھاتے ہیں۔	1۔کافر بھی رنج والم اٹھاتے ہیں۔
2۔مومنوں کو زخم لگتے ہیں۔	2۔کافروں کو بھی زخم لگتے ہیں۔
3۔مومن اللہ تعالیٰ کی راہ میں جنگ کرتے ہیں۔	3۔کافر خودغرضی میں جنگ لڑتے ہیں۔
4۔مومن اللہ تعالیٰ سے شاندار جزا کی اُمید رکھتے ہیں۔	4۔کافر اللہ تعالیٰ سے جزا کی اُمید نہیں رکھتے۔
5۔مومن اندرونی قوت ایمان رکھتے ہیں۔	5۔کافر اندرونی تضاد کے روگ کے بیمار ہیں۔
6۔مومن کے لیے اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کی طرف سے ملنے والی جزا بہت بڑا مرہم اور دوا ہے۔	6۔کافروں کے زخم کا کوئی علاج نہیں۔اس کی روح کے زخموں کا کوئی مرہم نہیں۔

سوال5:وَتَرْجُوْنَ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا يَرْجُوْنَ ”اور تم اللہ تعالیٰ سے وہ اُمید رکھتے ہو جو وہ اُمید نہیں رکھتے“ کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾”جب کہ تم اللہ تعالیٰ سے وہ اُمید رکھتے ہو جو وہ اُمید نہیں رکھتے“ یہ دونوں گروہوں کے درمیان برہان کے اور ان کے حسب حال ہے۔﴿2﴾مقاتل بن حیان نے کہا:”تم اللہ تعالیٰ سے امید رکھتے ہو“یعنی محمد ﷺ کے اصحاب

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

زندگی کی ،رزق کی ،شہادت کی اور دنیا میں کامیابی کی امید رکھتے ہیں۔(ابن ابی حاتم:1058/4)《3》جنگ میں تو تکلیف ہی ہے لیکن تم جنت کی آرزو لیے ہوئے ہو اور کافر کے سامنے اس کے دین باطل کے سوا کچھ بھی نہیں لہٰذا تمہارے لیے کمزوری کا کوئی پہلو نہیں۔(تفسیر انوار البیان:778/1)《4》مومنوں کو جنگ میں اللہ تعالیٰ سے امید کی وجہ سے زیادہ صبر کرنا چاہیے۔

سوال6:امید اور تمنا میں کیا فرق ہے؟

جواب:تمنا میں سستی ہوتی ہے اسی لیے تمنائیں کرنے والا کبھی عمدہ طریقے سے کوشش نہیں کرتا جب کہ امید رکھنے والا اسباب کے ساتھ اُمید رکھتا ہے۔رب العزت نے فرمایا: اِنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَالَّذِیۡنَ هَاجَرُوۡا وَجٰهَدُوۡا فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰهِ ۙ اُولٰٓـئِكَ یَرۡجُوۡنَ رَحۡمَتَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ ”یقیناً جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے ہجرت کی اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کیا وہی اللہ تعالیٰ کی رحمت کی امید رکھتے ہیں۔اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا ،رحم کرنے والا ہے۔“(البقرہ:218)

سوال7:اللہ تعالیٰ سے حقیقی امید کب بندھتی ہے؟

جواب:اللہ تعالیٰ سے اُمید رکھنا دل کی عبادت ہے۔علماء نے سچی اُمید رکھنے کے چار عوامل بتائے ہیں:《1》بندے کا اللہ تعالیٰ کے سابقہ فضل کو یاد کرنا۔《2》اللہ تعالیٰ کے کثیر ثواب کو یاد رکھنا《3》اللہ تعالیٰ کے انعامات کو ہر حال میں یاد رکھنا۔《4》اللہ تعالیٰ کی رحمت کو یاد رکھنا اللہ تعالیٰ سے حقیقی اُمید تب بندھتی ہے جب انسان اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات کی معرفت حاصل کرتا ہے۔

سوال8:وَكَانَ اللّٰهُ عَلِیۡمًا حَكِیۡمًا ”اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے سب کچھ جاننے والا ،کمال حکمت والا ہے“ اللہ تعالیٰ نے اپنے علیم اور حکیم ہونے کا شعور کیسے دلایا ہے؟

جواب:《1》اللہ تعالیٰ نے نمازوں کو قصر کرنے سے اپنے علیم اور حکیم ہونے کا شعور دلایا ہے کہ حالتِ خوف اور امن کی حالت برابر نہیں ہوتی۔چونکہ وہ علم رکھتا ہے اس لیے حکمت بھرے فیصلے کرسکتا ہے۔《2》اللہ تعالیٰ نے جنگ کے موقع پر پہنچنے والے زخموں سے اپنے علیم ہونے کا شعور دلایا ہے۔《3》اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی اُمیدوں اور کافروں کی نا اُمیدی سے اپنے علیم ہونے کا شعور دلایا ہے۔

سوال9:اللہ تعالیٰ نے اپنے علیم اور حکیم ہونے کا شعور کیوں دلایا ہے؟

جواب:اللہ تعالیٰ نے اپنے علیم اور حکیم ہونے کا شعور اس لیے دلایا ہے تا کہ مسلمان اللہ تعالیٰ کے حکم کو خوش دلی کے ساتھ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

قبول کریں اور دشمن کا پیچھا کرنے میں دل میں تنگی محسوس نہ کریں۔

رکوع نمبر13

اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَآ اَرٰىكَ اللّٰهُ ؕ وَلَا تَكُنْ لِّلْخَآئِنِيْنَ خَصِيْمًا(105)

یقیناً ہم نے آپ کی طرف یہ کتاب حق کے ساتھ نازل کی ہے تاکہ آپ لوگوں کے درمیان اس کے مطابق فیصلہ کریں جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو دکھایا ہے اور آپ خیانت کرنے والوں کی خاطر جھگڑنے والے نہ ہوں۔(105)

سوال1: اس آیت کا شانِ نزول کیا ہے؟

جواب: ترمذی اور مستدرک حاکم میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ سے جو روایتیں ہیں ان کا حاصل یہ ہے کہ رفاعہ رضی اللہ عنہ کی زرہ گم ہوگئی۔ اس چوری کا گمان طعمہ بن اُبیرق کی طرف تھا جس کے بارے میں مشہور تھا کہ وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ہجو میں اشعار لکھتا ہے اور مشہور کرتا ہے کہ یہ فلاں عرب شاعر کے ہیں۔ جب چور کو پتہ چلا کہ اس کے خلاف رپورٹ ہوگئی ہے تو اس نے جلدی سے زِرہ ایک یہودی کے گھر پھینک دی اور اپنے خاندان کے لوگوں سے کہا کہ میں نے زِرہ غائب کر دی ہے اور یہ اسی کے گھر سے برآمد ہوگی۔ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ اور کہو کہ ہمارا بھائی تو بے گناہ ہے اور فلاں شخص چور ہے۔ ہم نے پتہ لگالیا ہے کہ زِرہ اس کے گھر میں موجود ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ساتھی کی صفائی فرمادیں۔ اس کی حمایت کریں کہیں وہ ہلاک نہ ہوجائے۔ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا کہ زِرہ یہودی کے گھر سے برآمد ہوگئی ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجمع میں اعلان کر دیا کہ ابیرق بے گناہ ہے۔ قتادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم نے جان بوجھ کر ایک ایسے خاندان کے خلاف بغیر ثبوت کے چوری کا الزام عائد کیا جن کا اسلام اور نیکی مشہور و معروف ہیں۔ اس پر میں واپس ہوگیا لیکن میری حالت یہ تھی کہ میں یہ کہہ رہا تھا کہ اگر میری تمام دولت چلی جاتی اور میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بات نہ کرتا تو کتنا اچھا ہوتا۔ اس پر میرے چچا رفاعہ رضی اللہ عنہ آئے تو مجھے کہا: بھتیجے! یہ تُو نے کیا کیا۔ میں نے وہ بات بتائی جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہی تھی تو رفاعہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ تعالیٰ ہی مددگار ہے۔ اس پر زیادہ وقت نہ گزرا تھا کہ یہ آیات نازل ہوئیں۔ حاکم نے اس شانِ نزول کی روایت کو مسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے۔

سوال2: اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ ''یقیناً ہم نے آپ کی طرف یہ کتاب حق کے ساتھ نازل کی ہے'' کی وضاحت کریں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:﴿1﴾'یقیناً ہم نے آپ کی طرف یہ کتاب حق کے ساتھ نازل کی ہے''۔حق کے ساتھ نازل کرنے سے مراد ہے کہ اس کتاب کو شیاطین کے وسوسوں سے محفوظ رکھا ہے۔﴿2﴾یہ کتاب عظیم حق کے ساتھ نازل ہوئی اور حق پر مشتمل ہے اس کی خبریں سچی اور اس کے اوامر ونواہی بھی عدل پر مشتمل ہیں۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا ۚ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ اور آپ کے رب کی بات سچائی اور انصاف میں مکمل ہے،کوئی اُس کی باتیں بدلنے والا نہیں ہے اور وہی سب کچھ سننے والا،سب کچھ جاننے والا ہے۔(الانعام:115)(تفسیر سعدی)﴿3﴾ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب آدھی رات کو نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو یہ دعا فرماتے:''اے اللہ!ساری تعریفیں تیرے ہی لیے ہیں تو آسمانوں اور زمین کا نور ہے اور ساری تعریفیں تیرے ہی لیے ہیں تو آسمانوں اور زمین کو قائم رکھنے والا ہے اور ساری تعریفیں تیرے ہی لیے ہیں اور وہ چیزیں کہ جو ان آسمانوں اور زمین میں ہیں تو حق ہے اور تیرا وعدہ برحق ہے اور تیرا فرمان حق ہے اور تجھ سے ملاقات حق ہے اور جنت حق ہے اور دوزخ حق ہے اور قیامت حق ہے اے اللہ!میں تیرا ہی فرمانبردار ہوں اور تجھی پر ایمان لایا ہوں اور تجھی پر میں نے بھروسہ کیا ہے اور میں تیری ہی طرف متوجہ ہوتا ہوں اور میں تیری خاطر اوروں سے جھگڑتا ہوں اور تجھ ہی سے فیصلہ چاہتا ہوں پس تو میرے اگلے پچھلے اور باطنی اور ظاہری گناہ بخش دے تو ہی میرا معبود ہے تیرے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے۔(صحیح مسلم:1808)

سوال3:لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَآ اَرٰىكَ اللّٰهُ'' تاکہ آپ لوگوں کے درمیان اس کے مطابق فیصلہ کریں جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو دکھایا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾بِمَآ اَرٰىكَ اللّٰهُ'' جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو دکھایا ہے''جو اللہ تعالیٰ نے وحی کے واسطے سے آپ کو دکھایا ہے۔﴿2﴾یعنی آپ ﷺ اپنی خواہش کے مطابق فیصلہ نہ کریں بلکہ اس الہام اور علم کے مطابق فیصلہ کریں جو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو عطا کیا ہے۔یہ آیتِ کریمہ اس امر کی دلیل ہے کہ رسول اللہ ﷺ ان تمام احکام میں معصوم اور محفوظ ہیں جو آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے لوگوں کو پہنچائے۔نیز اس امر کی دلیل ہے کہ فیصلہ کرنے کے لیے علم اور عدل شرط ہے۔(تفسیر سعدی)اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ،اور جو اس کے مطابق فیصلے نہ کریں جو اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہے تو وہی لوگ فاسق ہیں۔(المائدہ:47)اور فرمایا:وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتٰبِ وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ عَمَّا جَآءَكَ مِنَ الْحَقِّ ۭ لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّمِنْهَاجًا ۭ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

وَلَوْشَآءَاللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ لِّيَبْلُوَكُمْ فِيْ مَآ اٰتٰكُمْ فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ ؕ اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ اور ہم نے آپ کی طرف یہ کتاب حق کے ساتھ نازل کی ہے جو تصدیق کرنے والی ہے اس کے لیے جو کتاب میں سے اس سے پہلے ہے اور ان پر نگہبان ہے، چنانچہ آپ ان کے درمیان اس کے مطابق فیصلہ کریں جو اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہے اور جو حق آپ کے پاس آیا ہے اسے چھوڑ کر ان کی خواہشات کا پیچھا نہ کرو۔ تم میں سے ہر ایک کے لیے ہم نے ایک راستہ اور ایک طریقہ مقرر کر دیا ہے اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو ضرور وہ تمہیں ایک ہی اُمت بنا دیتا لیکن وہ چاہتا ہے کہ اس میں تمہاری آزمائش کرے جو اس نے تمہیں عطا کیا ہے، چنانچہ تم بھلائیوں میں سبقت لے جاؤ، تم سب کو اللہ تعالیٰ کی طرف پلٹ کر جانا ہے، پھر وہ تمہیں اس چیز کے متعلق بتائے گا جس میں تم اختلاف کیا کرتے تھے (المائدہ:48) وَاَنِ احْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ وَاحْذَرْهُمْ اَنْ يَّفْتِنُوْكَ عَنْۢ بَعْضِ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكَ ؕ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاعْلَمْ اَنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّصِيْبَهُمْ بِبَعْضِ ذُنُوْبِهِمْ ؕ وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ لَفٰسِقُوْنَ اور یہ کہ آپ اُن کے درمیان اس کے مطابق فیصلہ کریں جو اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہے اور ان کی خواہشات کا پیچھا نہ کریں اور آپ ان سے بچ کر رہیں، کہیں آپ کو اس میں سے بعض کے متعلق فتنے میں نہ ڈال دیں جو اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف نازل کیا ہے، پھر اگر وہ منہ موڑ لیں تو جان لو کہ یقیناً اللہ تعالیٰ ارادہ رکھتا ہے کہ اُن کے بعض گناہوں کی وجہ سے اُنہیں مصیبت میں مبتلا کر دے اور بلاشبہ انسانوں میں سے اکثر یقیناً نافرمان ہیں۔ (المائدہ:49)

سوال4: وَلَا تَكُنْ لِّلْخَآئِنِيْنَ خَصِيْمًا ''اور آپ خیانت کرنے والوں کی خاطر جھگڑنے والے نہ ہوں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: مسلمانوں نے طعمہ بن اُبیرق یا بشیر بن اُبیرق اور ان کے خاندان کی طرف سے یہ جھگڑا کیا تھا کہ وہ نیکی میں معروف اور مشہور ہیں۔ ان پر چوری کا الزام عائد کیا گیا ہے۔ ﴿1﴾ لِّلْخَآئِنِيْنَ: وہ لوگ ہیں جو اپنے نفس سے بھی خیانت کرتے ہیں۔ چوری کرتے ہیں، نافرمانی کے کام کرتے ہیں اور دوسروں پر تہمت لگاتے ہیں (تفسیر منیر:265/3) ﴿2﴾ اس میں دلیل ہے کہ کوئی شخص اس کے بارے میں جھگڑا نہیں کر سکتا جب تک کہ اس کی حقیقت کے بارے میں جان لے۔ (فتح القدیر:652/1) ﴿3﴾ اس میں رسول اللہ ﷺ کو ایک قسم کا عتاب بھی ہے کہ آپ ﷺ کو خیانت کرنے والوں کی طرف سے دفاع نہیں کرنا چاہئے تھا۔ (تیسیر الرحمٰن) ﴿4﴾ اس آیت میں ایسے مسلمانوں کو جنہوں نے محض خاندان اور قبیلے کی عصبیت کی بناء پر مجرم کی حمایت کی تھی اور تمام لوگوں کو یہ بتا دیا گیا ہے کہ انصاف کے معاملے میں کسی قسم کا تعصب برداشت نہیں کیا جائے گا اگر ایک فریق دشمن قوم سے تعلق رکھتا ہے اور وہ حق پر ہے تو اسی کی حمایت کی جائے گی، مسلمانوں کی نہیں کی جائے گی۔ (دعوۃ القرآن) ﴿5﴾ اس آیتِ کریمہ کا مفہوم

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

مخالف دلالت کرتا ہے کہ کسی ایسے شخص کے جھگڑے کی نیابت کرنا جائز ہے جو کسی ظلم کی معروف میں نہ ہو۔(تفسیر سعدی)

سوال5:مسلمانوں نے خیانت کرنے والوں کی طرف سے جھگڑا کیوں کیا تھا؟

جواب:مسلمانوں نے خاندان اور قبیلے کی عصبیت کی بناء پر مجرم کی حمایت کی تھی۔

سوال6:اللہ تعالیٰ نے اس آیت کے توسط سے کیا واضح کیا ہے؟

جواب:《1》اللہ تعالیٰ نے یہ واضح کیا ہے کہ انصاف کے معاملہ میں کسی قسم کا تعصب برداشت نہیں کیا جائے گا۔《2》جو حق پر ہے اس کی حمایت کی جائے گی۔

وَّاسْتَغْفِرِ اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا(106)

اور اللہ تعالیٰ سے بخشش مانگو، بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ ہی سے بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔(106)

سوال1:وَّاسْتَغْفِرِ اللّٰهَ ''اور اللہ تعالیٰ سے بخشش مانگو'' اللہ تعالیٰ نے خیانت کرنے والوں کی طرف سے جھگڑا کرنے کی غلطی پر رسول اللہ کو مغفرت طلب کرنے کا حکم دیا۔حکمت واضح کریں؟

جواب:《1》انسان معاملات میں غلطی کر بیٹھتا ہے تو اس کے قلب کو پاکیزگی کی ضرورت ہوتی ہے۔اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرنے سے دل اپنے صحیح مقام یعنی مقامِ عبودیت پر آجاتا ہے اس لیے مغفرت طلب کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔《2》مغفرت طلب کرنے کے حکم سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ قاضی سے بھی غلطی ہوسکتی ہے۔اگر وہ غلط فیصلہ کر بیٹھے تو اللہ تعالیٰ کے یہاں درست نہیں ہوجائے گا اس لیے مغفرت طلب کرنے کی ضرورت ہے۔ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے خبر دی کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے دروازے پر جھگڑے کی آواز سنی تو باہر ان کی طرف نکلے۔پھر آپ ﷺ نے فرمایا:''میں بھی ایک انسان ہوں اور میرے پاس لوگ مقدمے لے کر آتے ہیں۔ممکن ہے ان میں سے ایک فریق دوسرے سے بولنے میں زیادہ عمدہ ہو اور میں یقین کرلوں کہ وہی سچا ہے اور اس طرح اس کے موافق فیصلہ کردوں پس جس شخص کے لیے بھی میں کسی مسلمان کا حق دلا دوں تو وہ جہنم کا ایک ٹکڑا ہے۔وہ چاہے تو لے چاہے تو چھوڑ دے۔''(بخاری:7181)

سوال2:اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ''بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ ہی سے بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے'' اللہ تعالیٰ کی رحمت اور مغفرت کو کون پاسکتا ہے؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:《1》جواللہ تعالیٰ کی مغفرت کا امیدوار رہواوراس کی رحمت کا طلب گار ہو۔《2》جواپنی خطاؤں اور گناہوں کا احساس کرنے والا ہو۔《3》جوخطاؤں سے پاک ہونے کے لیےاللہ تعالیٰ کی بخشش طلب کرے۔

سوال3:اللہ تعالیٰ نے اپنے غفور اور رحیم ہونے کا شعور کیسے دلایا ہے؟

جواب:《1》اللہ تعالیٰ نے نزولِ کتاب سے اپنے رحیم ہونے کا شعور دلایا ہے۔کتاب کا نازل کرنا اللہ تعالیٰ کی رحمت کی وجہ سے ہے۔《2》کتاب کے مطابق فیصلے کرنے کے حکم سے اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کا شعور دلایا ہے کیونکہ انسانوں کو انصاف اللہ تعالیٰ کے قانون کے سوا کہیں سے نصیب نہیں ہوسکتا۔《3》اللہ تعالیٰ نے خیانت کرنے والوں کی حمایت کرنے پر اپنی مغفرت کا اوراپنے غفور ہونے کا شعور دلایا ہے تا کہ اس سے بخشش طلب کریں۔

وَلَا تُجَادِلْ عَنِ الَّذِیْنَ یَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ مَنْ كَانَ خَوَّانًا اَثِیْمًا(107)

اورآپ ان کی جانب سے جھگڑا نہ کریں جواپنے آپ سے خیانت کرتے ہیں، یقیناًاللہ تعالیٰ اس سے محبت نہیں کرتا جو ہمیشہ سے بہت خائن، سخت گناہ گار ہو۔(107)

سوال1:وَلَا تُجَادِلْ عَنِ الَّذِیْنَ یَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَهُمْ ''اورآپ ان کی جانب سے جھگڑا نہ کریں جواپنے آپ سے خیانت کرتے ہیں'' کی وضاحت کریں۔

《1》نبی ﷺ سے خطاب کرکہ ہراس شخص کو حکم دیا گیا جو مسلمان ہونے کے باوجود منافقوں کی حمایت کرتا تھا۔
《2》یَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَهُمْ ''جواپنے آپ سے خیانت کرتے ہیں'' جومعاصی کے ساتھ خیانت کرتے ہیں کیونکہ انکی خیانت کا وبال انہی پر ہے۔(تفسیر منیر:265/3)

سوال2: وَلَا تَكُنْ ، وَّاسْتَغْفِرِ اللّٰهَ اور وَلَا تُجَادِلْ میں خطاب کس سے ہے؟

جوب:《1》ظاہری طور پر خطاب نبی ﷺ سے ہے لیکن اصل میں اس خطاب کے مخاطب وہ مسلمان ہیں جو منافقوں کی حمایت کرتے تھے۔《2》اس طرح خطاب کرکے ایک طرف تو مجرموں سے بے پروائی کا اظہار ہے اور دوسری طرف مقصد یہ ہے کہ وہ اپنی حرکتوں سے باز آجائیں۔

سوال3:عَنِ الَّذِیْنَ یَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَهُمْ ''جواپنے آپ سے خیانت کرتے ہیں'' سے کون لوگ مراد ہیں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:﴿1﴾اس سے مراد منافقین ہیں جن کا تذکرہ لِّلْخَآىِٕنِيْنَ کے لفظ سے کیا گیا ہے۔خیانت کارلوگوں کی طرف سے جوجھگڑا کیا ہے اس پراللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کریں۔﴿2﴾انہوں نے ظاہری طور پرتو دوسرے انسانوں سے خیانت کی تھی مگر دراصل وہ اپنے آپ سے خیانت کررہے تھے۔

سوال4:جھگڑے پراللہ تعالیٰ کی طرف سے کیاہدایات دی گئیں؟

جواب:﴿1﴾خیانت کاروں کے طرف دارنہ بنیں۔﴿2﴾خیانت کاروں کی جانب سے دفاع نہ کریں۔﴿3﴾خیانت کارلوگوں کی طرف سے جوجھگڑا کیا ہے اس پراللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کریں۔

سوال5:اس خیانت کی نوعیت کیاتھی؟

جواب:﴿1﴾یہ خیانت منافقین کی جانب سے اپنی جماعت اوراپنے نظام کے خلاف تھی۔﴿2﴾یہ خیانت اسلام کے اصولوں کے خلاف تھی۔﴿3﴾یہ خیانت اُمت کے خلاف تھی جس کے وہ فرد تھے۔﴿4﴾یہ خیانت ان کے اپنے نفس کے خلاف تھی کہ وہ اپنے آپ کوایک ایسے جرم میں ملوث کررہے تھے جس کی سزاسخت تھی۔﴿5﴾یہ خیانت ضمیر کے خلاف تھی جس کوجھوٹ بول کراورجرم کرکے خیانت میں لپیٹا جارہاتھا۔

سوال6:اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ خَوَّانًا اَثِيْمًا ’’یقیناًاللہ تعالیٰ اس سے محبت نہیں کرتا جو ہمیشہ سے بہت خائن،سخت گناہ گار ہو‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾خَوَّانًا:مبالغے کاصیغہ استعمال ہوا ہے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ خوب جانتا تھا کہ طعمہ بہت بڑا خائن اور بہت بڑا گناہ گار ہے۔(تیسیر الرحمٰن)﴿2﴾اس کا یہ بھی مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ اہل امانت واستقامت سے محبت رکھتا ہے(تفسیر مراغی:308/2) اللہ تعالیٰ نے واضح کیا ہے کہ وہ اس سے محبت نہیں کرتا جو بڑا خائن،بڑا گناہ گار ہو۔﴿3﴾سزاؤں میں سے بڑی سزا اللہ تعالیٰ کی ناپسندیدگی ہے۔﴿4﴾اللہ تعالیٰ،اس کے رسول ﷺ اور مومنین کی پسند وناپسند کا معیار الگ الگ نہیں ہوسکتا پھر جب اللہ تعالیٰ ناپسند کرتے ہیں توتم بھی ناپسند کرو۔

يَّسْتَخْفُوْنَ مِنَ النَّاسِ وَلَا يَسْتَخْفُوْنَ مِنَ اللّٰهِ وَهُوَ مَعَهُمْ اِذْ يُبَيِّتُوْنَ مَا لَا يَرْضٰى مِنَ الْقَوْلِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطًا(108)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

وہ لوگوں سے چھپنا چاہتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ سے نہیں چھپنا چاہتے، حالانکہ وہ تو اس وقت بھی اُن کے پاس ہوتا ہے جب وہ رات کو ان باتوں کا جن سے اللہ تعالیٰ راضی نہیں ہوتا، مشورے کرتے ہیں اور جو بھی وہ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے اس کا احاطہ کرنے والا ہے۔(108)

سوال1: یَّسۡتَخۡفُوۡنَ مِنَ النَّاسِ وَلَا یَسۡتَخۡفُوۡنَ مِنَ اللّٰہِ ''وہ لوگوں سے چھپنا چاہتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ سے نہیں چھپنا چاہتے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ''وہ لوگوں سے چھپنا چاہتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ سے نہیں چھپنا چاہتے'' اللہ تعالیٰ نے اظہارِ حیرت کیا ہے کہ منافق لوگوں سے اپنا آپ چھپاتے ہیں حالانکہ وہ ان کے نفع ونقصان کے مالک نہیں اور اپنے برے اعمال لے کر اللہ تعالیٰ سے نہیں چھپتے حالانکہ وہ تو کھلے چھپے کو جانتا ہے اور دل کے خفیہ بھیدوں سے واقف ہے۔

سوال2: وَھُوَ مَعَھُمۡ اِذۡ یُبَیِّتُوۡنَ مَا لَا یَرۡضٰی مِنَ الۡقَوۡلِ ''حالانکہ وہ تو اس وقت بھی اُن کے پاس ہوتا ہے جب وہ رات کو ان باتوں کا جن سے اللہ تعالیٰ راضی نہیں ہوتا، مشورے کرتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ وَھُوَ مَعَھُمۡ: یعنی اللہ تعالیٰ رقیب ہے ان پر حفیظ ہے ان کا نگران اور محافظ ہے۔(قرطبی:259/3) ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ اپنے علم اور دیکھنے، سننے سے ان کے ساتھ ہے(قرطبی:260/3) ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ اپنے علم اور قدرت سے ان کے ساتھ ہے۔(ایسر التفاسیر:293) ﴿4﴾ منافق رات کے وقت اسلام اور اہلِ اسلام کے خلاف جو مشورے کرتے تھے اس کے بارے میں فرمایا: وَیَقُوۡلُوۡنَ طَاعَۃٌ ۫ فَاِذَا بَرَزُوۡا مِنۡ عِنۡدِکَ بَیَّتَ طَآئِفَۃٌ مِّنۡھُمۡ غَیۡرَ الَّذِیۡ تَقُوۡلُ ؕ وَاللّٰہُ یَکۡتُبُ مَا یُبَیِّتُوۡنَ ۚ فَاَعۡرِضۡ عَنۡھُمۡ وَ تَوَکَّلۡ عَلَی اللّٰہِ ؕ وَکَفٰی بِاللّٰہِ وَکِیۡلًا اور وہ کہتے ہیں اطاعت ہوگی، پھر جب وہ آپ کے پاس سے نکلتے ہیں تو ان میں سے ایک گروہ رات کو آپ کی بات کے خلاف مشورہ کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ لکھ رہا ہے جو وہ رات کو مشورے کرتے ہیں چنانچہ آپ ان سے منہ موڑ لیں اور اللہ تعالیٰ پر توکل کریں اور اللہ تعالیٰ ہی وکیل کافی ہے۔(النساء:81) ﴿5﴾ وَلَا یَسۡتَخۡفُوۡنَ مِنَ اللّٰہِ ''لیکن اللہ تعالیٰ سے نہیں چھپنا چاہتے'' اللہ تعالیٰ سے نہیں چھپ سکتے کیونکہ اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کا محافظ ہے۔ اس سے زمین و آسمان کا کوئی ذرہ چھپا ہوا نہیں لقمان حکیم نے اپنے بیٹے کو یہی حقیقت سمجھائی تھی کہ یٰبُنَیَّ اِنَّھَآ اِنۡ تَکُ مِثۡقَالَ حَبَّۃٍ مِّنۡ خَرۡدَلٍ فَتَکُنۡ فِیۡ صَخۡرَۃٍ اَوۡ فِی السَّمٰوٰتِ اَوۡ فِی الۡاَرۡضِ یَاۡتِ بِھَا اللّٰہُ ؕ اِنَّ اللّٰہَ لَطِیۡفٌ خَبِیۡرٌ اے میرے چھوٹے بیٹے! اگر کوئی چیز رائی کے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

دانے کے وزن کی ہو، پس وہ کسی چٹان میں ہو یا آسمانوں میں ہو یا زمین میں تو اللہ تعالیٰ اُس کو لے آئے گا، یقیناً اللہ تعالیٰ بڑا باریک بین، پوری خبر رکھنے والا ہے۔(لقمان:16) جو لوگ اپنا جرم اور خیانت چھپانے کی کوشش کرتے ہیں: الف۔ وہ اللہ تعالیٰ سے کچھ چھپا نہیں سکتے جس کی مرضی کے خلاف باتیں کرتے ہیں۔ ب۔ اللہ تعالیٰ اس مجلس میں بھی ان کے ساتھ ہوتا ہے جس میں وہ راتوں کو سازشیں کرتے ہیں۔

سوال 3: وَ كَانَ اللّٰهُ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطًا ''اور جو بھی وہ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے اس کا احاطہ کرنے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ اُس کا ہمیشہ احاطہ کرنے والا ہے جو وہ عمل کرتے ہیں۔ اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ چھپی باتوں، دلوں کے بھیدوں سے آگاہ ہے۔ اس کا آگاہ ہونا بے سبب نہیں ہے۔ وہ آج اگر ان اعمال کا احاطہ کرنے والا ہے تو آئندہ آخرت میں حساب کتاب لے کر بدلہ دینے والا ہے۔ رب العزت نے فرمایا: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ ۚ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَحُوْلُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهٖ وَاَنَّهٗٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ تعالیٰ اور رسول کی دعوت قبول کرلو، جب رسول تمہیں اس کے لیے بلائے جو تمہیں زندگی بخشتی ہے اور جان لو کہ یقیناً اللہ تعالیٰ آدمی اور اس کے دل کے درمیان رکاوٹ بن جاتا ہے اور یقیناً اُسی کی طرف تم جمع کیے جاؤ گے۔(الانفال:24) رب العزت نے فرمایا: اِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ بلاشبہ تمہارا رب یقیناً گھات میں ہے۔(فجر:14)

هٰٓاَنْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ جٰدَلْتُمْ عَنْهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۟ فَمَنْ يُّجَادِلُ اللّٰهَ عَنْهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَمْ مَّنْ يَّكُوْنُ عَلَيْهِمْ وَكِيْلًا (109)

ہاں تم ہی وہ لوگ ہو جنھوں نے اُن کی خاطر دنیا کی زندگی میں جھگڑا کیا تو قیامت کے دن اُنکے بارے میں اللہ تعالیٰ کے سامنے کون جھگڑا کرے گا یا کون اُن پر وکیل ہوگا؟(109)

سوال 1: هٰٓاَنْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ جٰدَلْتُمْ عَنْهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۟ فَمَنْ يُّجَادِلُ اللّٰهَ عَنْهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَمْ مَّنْ يَّكُوْنُ عَلَيْهِمْ وَكِيْلًا ''ہاں تم ہی وہ لوگ ہو جنھوں نے اُن کی خاطر دنیا کی زندگی میں جھگڑا کیا تو قیامت کے دن اُن کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے سامنے کون جھگڑا کرے گا یا کون اُن پر وکیل ہوگا؟'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ تم نے دنیا میں مجرموں کی وکالت کی۔ اگر مجرم بچ بھی گئے تو کیا فائدہ؟ کل قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے سامنے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کیا کرو گے جو پوشیدہ اور ظاہر کو جانتا ہے۔اس دن کون مجرموں کی طرف سے وکالت کرے گا؟اس دن کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:وَاتَّقُوْا یَوْمًا لَّا تَجْزِیْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَیْئًا وَّلَا یُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ وَّلَا یُؤْخَذُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّلَا هُمْ یُنْصَرُوْنَ اور ڈرو اُس دن سے جب کوئی جان کسی جان کے کچھ بھی کام نہ آئے گی اور نہ اُس سے کوئی سفارش قبول کی جائے گی اور نہ اُس سے کوئی فدیہ لیا جائے گا اور نہ اُن کی مدد کی جائے گی۔(البقرہ:48)《2》قیامت کے دن مجرموں کی طرف سے وکالت نہیں ہو سکے گی۔اس شدت کے دن تو مجرم ہرگز نہیں بچ سکیں گے۔《3》ایک طرف مجرموں کی وکالت ہے، جرم کی کراہت محسوس کروائی جارہی ہے اور دوسری طرف یہ احساس دلایا جارہا ہے کہ دنیا میں بچت کا مطلب آخرت میں بچت نہیں۔آخرت میں نہ مجرم بچ سکیں گے، نہ مجرموں کے وکیل۔

سوال2:اللہ تعالیٰ کی عدالت میں انسانوں کے ساتھ حسنِ سلوک اور انصاف کن اصول وقواعد کے مطابق ہوگا؟

جواب:《1》اللہ تعالیٰ کی عدالت میں ہر شخص اپنے عمل کی جزا پائے گا۔رب العزت کا فرمان ہے:لَیْسَ بِاَمَانِیِّكُمْ وَلَآ اَمَانِیِّ اَهْلِ الْكِتٰبِ ؕ مَنْ یَّعْمَلْ سُوْٓءًا یُّجْزَ بِهٖ ۙ وَلَا یَجِدْ لَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِیًّا وَّلَا نَصِیْرًا نہ تمہاری تمناؤں پر (مدار) ہے اور نہ اہلِ کتاب کی تمناؤں پر، جو کوئی بھی بُرا عمل کرے گا اُسے اُس کی سزا دی جائے گی اور وہ اللہ تعالیٰ کے سوا نہ کوئی دوست پائے گا اور نہ کوئی مددگار۔"《2》ہر شخص اپنے عمل کا خود ذمہ دار ہے۔رب العزت کا ارشاد ہے:لَیْسَ بِاَمَانِیِّكُمْ وَلَآ اَمَانِیِّ اَهْلِ الْكِتٰبِ ؕ مَنْ یَّعْمَلْ سُوْٓءًا یُّجْزَ بِهٖ ۙ وَلَا یَجِدْ لَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِیًّا وَّلَا نَصِیْرًا نہ تمہاری تمناؤں پر (مدار) ہے اور نہ اہلِ کتاب کی تمناؤں پر، جو کوئی بھی بُرا عمل کرے گا اُسے اُس کی سزا دی جائے گی اور وہ اللہ تعالیٰ کے سوا نہ کوئی دوست پائے گا اور نہ کوئی مددگار۔(النساء:123)

《3》اللہ تعالیٰ کی عدالت میں اصولِ وراثت نہیں چلتا۔کسی کے جرم کی سزا کوئی نہیں بھگتے گا، نہ ہی کوئی اور کفارہ دے گا۔

سوال3:اس آیت میں کس چیز کی طرف راہنمائی کی گئی ہے؟

جواب:اس آیت کریمہ میں اس امر کی طرف رہنمائی ہے جو ان موہوم دنیاوی مصالح کے مابین جو اللہ تعالیٰ کے اوامر کو ترک کرنے اور اس کی منہیات کے ارتکاب پر مترتب ہوتے ہیں اور اس اخروی ثواب کے مابین ہوتا ہے جس سے انسان محروم یا وہاں کے عذاب کا مستحق ہوتا ہے پس جس شخص کو اس کے نفس نے اللہ تعالیٰ کے حکم کو ترک کرنے کا حکم دیا ہے وہ اپنے آپ سے پوچھے کہ" تو نے سستی اور کوتاہی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے حکم کو ترک کر دیا؟ تو اس کے عوض تو نے کونسا منافع کمایا؟ اور کتنا اخروی ثواب ہے جو تجھے حاصل ہونے سے رہ گیا؟ اور اللہ کے حکم ترک کرنے کے نتیجے میں کتنی بدبختی، محرومی، ناکامی اور

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

خسارے کا سامنا کرنا پڑا؟'' اسی طرح جب اس کا نفس شہوات محرمہ کی طرف بلائے تو وہ اس سے مخاطب ہوکر کہے کہ ''فرض کیا جس چیز کی تو نے خواہش کی میں نے پوری کردی، اس کی لذت تو ختم ہوجائے گی مگر یہ لذت اپنے پیچھے اتنے غم وہموم ، حسرتیں، ثواب سے محرومیاں اور عذاب چھوڑ جائے گی کہ ان کا کچھ حصہ بھی عقلمند شخص کو ان لذتوں کی طرف بڑھنے سے روکنے کے لیے کافی ہوتا ہے۔'' یہی وہ سب سے بڑی چیز ہے جس میں تدبر بندے کے لیے فائدہ مند ہوتا ہے۔ یہی حقیقی عقل مندی کی خصوصیت ہے، اس شخص کے برعکس جو عقل مندی کا دعویٰ کرتا ہے مگر وہ عقل مند نہیں ہوتا۔ کیونکہ وہ اپنے ظلم وجہالت کی وجہ سے دنیا کی لذت وراحت کو ترجیح دیتا ہے خواہ اس پر کیسے ہی نتائج مترتب کیوں نہ ہوں۔ (تفسیر سعدی:585/1) رب العزت نے فرمایا: يَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَيْـًٔا ۖ وَالْاَمْرُ يَوْمَئِذٍ لِّلّٰهِ جس دن کسی جان کو کسی جان کے لیے کوئی اختیار نہ ہوگا اور اس دن حکم صرف اللہ تعالیٰ کا ہی ہوگا (الانفطار:19)

وَمَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا اَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ يَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا (110)

اور جو شخص کوئی بُرائی کرے اپنی جان پر ظلم کرے، پھر اللہ تعالیٰ سے بخشش کی درخواست کرے وہ اللہ تعالیٰ کو بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا پائے گا۔ (110)

سوال 1: وَمَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا'' اور جو شخص کوئی بُرائی کرے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ السوء : سے مراد قبیح کام ہے جس سے برائی پہنچے۔ (تفسیر فتح القدیر:654/1) ﴿2﴾ السوء وہ گناہ جن سے انسان اپنے علاوہ دوسروں کو بھی نقصان پہنچاتا ہے۔ جیسے جھوٹی شہادت اور بے گناہ کو متہم کرنا۔ (تفسیر اشرف الحواشی:116/1) ﴿3﴾ ''برا عمل'' علی الاطلاق تمام گناہوں کو، خواہ وہ چھوٹے ہوں یا بڑے ہوں، شامل ہے اور السوء کو (برائی) اس لیے کہا گیا ہے کیونکہ برے عمل کے مرتکب کو اس پر مترتب ہونے والا عذاب برا لگتا ہے۔ نیز برا عمل فی نفسہٖ برا ہے، اچھا نہیں ہے۔ (تفسیر سعدی)

سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث بیان کی ہے اور وہ یہ حدیث بیان کرنے میں سچے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جو مسلمان کوئی گناہ کر بیٹھے، پھر وضو کرے، اس کے بعد دو رکعت نماز پڑھے اور اللہ تعالیٰ سے اپنے اس گناہ کی معافی مانگے تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہ کو یقیناً معاف فرمادے گا۔'' اس کے بعد نبی ﷺ نے دو آیتیں پڑھیں جن میں سے ایک یہی آیت تھی۔ (مسند احمد:47)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال2:اَوۡ يَظۡلِمۡ نَفۡسَهٗ ”اپنی جان پر ظلم کرے“مومن اپنے نفس پر ظلم کب کرتا ہے؟

جواب:《1》جب مومن گناہ کرتا ہے تو وہ اپنے نفس پر ظلم کرتا ہے۔《2》ان گناہوں کی طرف اشارہ ہے جن سے انسان صرف اپنے آپ کو نقصان پہنچاتا ہے۔جیسے ترک صلوٰۃ اور شراب نوشی وغیرہ۔(تفسیر اشرف الحواشی:116/1)

سوال3:ثُمَّ يَسۡتَغۡفِرِ اللّٰهَ ”پھر اللہ تعالیٰ سے بخشش کی درخواست کرے“کیا برائی کرنے والوں اور ظالموں کے لیے توبہ کا دروازہ کھلا ہے؟

جواب:《1》استغفار،ندامت سے مغفرت طلب کرنے اور توبہ کرنے کو کہتے ہیں۔برائی کرنے والے اور ظالم اگر استغفار کرلیں،توبہ کرکے واپس پلٹ آئیں تو اللہ تعالیٰ معاف کرنے کے ساتھ ان پر رحمت بھی کرتا ہے۔《2》جب بھی کوئی توبہ کر کے لوٹ آئے اللہ تعالیٰ غفور ورحیم ہے۔رب العزت نے فرمایا:قُلۡ يٰعِبَادِيَ الَّذِيۡنَ اَسۡرَفُوۡا عَلٰٓى اَنۡفُسِهِمۡ لَا تَقۡنَطُوۡا مِنۡ رَّحۡمَةِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَغۡفِرُ الذُّنُوۡبَ جَمِيۡعًا ؕ اِنَّهٗ هُوَ الۡغَفُوۡرُ الرَّحِيۡمُ ۝٥٣ وَاَنِيۡبُوۡۤا اِلٰى رَبِّكُمۡ وَاَسۡلِمُوۡا لَهٗ مِنۡ قَبۡلِ اَنۡ يَّاۡتِيَكُمُ الۡعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنۡصَرُوۡنَ ”آپ کہہ دیں کہ اے میرے بندو جنھوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے!اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہ ہو جاؤ۔یقیناً اللہ تعالیٰ سب گناہوں کو بخش دیتا ہے۔یقیناً وہی بڑا بخشنے والا،بڑا رحم کرنے والا ہے۔اور اپنے ربّ کی طرف پلٹ آؤ اور اُس کے مطیع بن جاؤ اس سے پہلے کہ تم پر عذاب آجائے۔پھر تمہاری کوئی مدد نہیں کی جائے گی۔“(الزمر:53,54)

《3》یہاں ”برے عمل“ کی تفسیر ”ظلم“ کی جائے گی،جو لوگوں کو برا لگتا ہے اور وہ ہے خون،مال اور عزت وناموس میں ان کا ایک دوسرے پر ظلم اور نفس کے ظلم کی تفسیر ”ظلم اور گناہ“ بیان کی جائے گی جس کا تعلق اللہ تعالیٰ اور بندے کے درمیان ہے سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:بندہ جب ایک گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر ایک سیاہ نقطہ ڈال دیا جاتا ہے اور جب وہ گناہ سے باز آجاتا ہے اور استغفار اور توبہ کرتا ہے تو اس کا دل صاف کردیا جاتا ہے اور اگر وہ دوبارہ گناہ کرتا ہے تو وہ نقطہ بڑھ جاتا ہے حتی کہ وہ پورے دل پر چھا جاتا ہے۔(ترمذی:3334)《4》ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:”اللہ رب العزت رات کو اپنا ہاتھ پھیلاتا ہے تاکہ دن کو برائی کرنے والا توبہ کرلے اور دن کو اپنا ہاتھ پھیلاتا ہے تاکہ رات کو گناہ کرنے والا توبہ کرلے۔(یہ سلسلہ اس وقت تک جاری رہے گا)جب تک کہ سورج مغرب سے طلوع نہ ہو۔“(مسلم:6989)《5》ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا:”اگر تم اتنے گناہ کرو کہ آسمان تک پہنچ جائیں پھر تم توبہ کرو تو اللہ تعالیٰ تم کو معاف کردے گا۔“(ابن ماجہ:4248)《6》شداد بن اوس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ان سے رسول اللہ ﷺ نے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

بیان کیا کہ سیدالاستغفار(مغفرت کے تمام کلمات کا سردار) یہ ہے کہ انسان یوں کہ:' اے اللہ! تو میرا رب ہے تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو نے ہی مجھے پیدا کیا میں تیرا ہی بندہ ہوں۔میں اپنی طاقت کے مطابق تجھ سے کیے ہوئے عہد اور وعدہ پر قائم ہوں ان بری حرکتوں کے عذاب سے جو میں نے کی ہیں تیری پناہ مانگتا ہوں مجھ پر نعمتیں تیری ہیں اس کا اقرار کرتا ہوں۔میری مغفرت کر دے کہ تیرے سوا اور کوئی بھی گناہ نہیں معاف کرتا۔آپ ﷺ نے فرمایا: جس نے اس دُعا کے الفاظ پر یقین رکھتے ہوئے دل سے انکو کہہ لیا اور اسی دن اسکا انتقال ہو گیا شام ہونے سے پہلے تو وہ جنتی ہے اور جس نے اس دعا کے الفاظ پر یقین رکھتے ہوئے رات میں انکو پڑھ لیا اور پھر اس کا صبح ہونے سے پہلے انتقال ہو گیا تو وہ جنتی ہے۔(بخاری:6306)﴿7﴾ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی ﷺ نے فرمایا:''بے شک اللہ عزوجل تم میں سے کسی کی توبہ کرنے سے ایسا خوش ہوتا ہے جیسے کوئی اپنی گُم شدہ چیز پانے سے''۔(ابن ماجہ:4247)عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی ﷺ نے فرمایا:''بے شک گناہ سے توبہ کرنے والا اس طرح ہے جیسے وہ جس نے گناہ نہیں کیا''۔(ابن ماجہ:4250)انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا:''سارے آدمی گناہگار ہیں اور بہتر گناہگار وہ ہیں جو توبہ کرتے ہیں''(ابن ماجہ:4251)

سوال4: يَجِدِ اللّٰهَ غَفُوۡرًا رَّحِيۡمًا'' وہ اللہ تعالیٰ کو بے حد بخشنے والا ،نہایت رحم والا پائے گا۔''اللہ تعالیٰ نے اپنے غفور اور رحیم ہونے کا شعور کیوں دلایا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے برائی کرکے اپنی جان پر ظلم کرنے والے کو اپنی مغفرت اور رحمت کا شعور دلایا ہے تاکہ وہ برائی سے توبہ کرکے ،بخشش مانگ کر اللہ تعالیٰ کے دامن رحمت میں پناہ لے لے۔

وَمَنۡ يَّكۡسِبۡ اِثۡمًا فَاِنَّمَا يَكۡسِبُهٗ عَلٰى نَفۡسِهٖ‌ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيۡمًا حَكِيۡمًا(111)

اور جو کوئی گناہ کماتا ہے تو یقیناً وہ اسے اپنے ہی خلاف کماتا ہے،اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ ہی سے سب کچھ جاننے والا،کمال حکمت والا ہے۔(111)

سوال1: وَمَنۡ يَّكۡسِبۡ اِثۡمًا فَاِنَّمَا يَكۡسِبُهٗ عَلٰى نَفۡسِهٖ'' اور جو کوئی گناہ کماتا ہے تو یقیناً وہ اسے اپنے ہی خلاف کماتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اِثۡمًا: گناہ جو نفس کے لیے نقصان دہ اور ضیاع کا باعث ہے(ایسرالتفاسیر:294)''کسب'' کا لفظ ہر اس فعل پر بولا جاتا

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ہے جس سے کوئی نفع یا نقصان حاصل ہو۔اس بناء پر اللہ تعالیٰ کی طرف کسب کی نسبت نہیں ہوسکتی۔(تفسیر فتح القدیر:655/1)اور کوئی جان نہیں کماتی (گناہ) مگر اسی پر ہے (وبال) اور کوئی بوجھ اٹھانے والی کسی دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گی (الانعام:164) جس نے نیک عمل کیا تو اس کے اپنے ہی لیے ہے اور جس نے برائی کی سو اسی پر ہے اور آپ کا رب اپنے بندوں پر ہرگز ظلم کرنے والا نہیں۔(حم سجدہ:46)

سوال2:ہر کوئی اپنے کیے کا خود ذمہ دار ہے۔اس اصول کا انسان کی زندگی پر کیا اثر پڑتا ہے؟

جواب:اس اصول سے ہر انسان کے دل میں خوف بھی پیدا ہوتا ہے اور اطمینان بھی۔《1》جب خوف پیدا ہوتا ہے تو انسان اپنے اعمال کو درست کرتا ہے۔《2》انسان مطمئن ہو جاتا ہے کہ دوسروں کے جرائم میں وہ پکڑا نہیں جائے گا۔《3》انسان کی فطرت اللہ تعالیٰ کے انصاف پر مطمئن ہو جاتی ہے۔

سوال3:اللہ تعالیٰ کی عدالت میں انسانوں کے ساتھ حسنِ سلوک اور عدل کو واضح کر کے انسانوں سے کیا مطالبہ ہے؟

جواب:《1》اگر انسان چاہیں تو دوسرے انسانوں سے ایسا ہی سلوک کر کے اچھا معاشرہ تعمیر کر سکتے ہیں۔《2》اللہ تعالیٰ کے اس اصولِ جرم وسزا سے معاشرے میں عدل قائم کیا جا سکتا ہے لیکن اس کا تقاضا یہ ہے کہ کوئی مجرم سزا پانے سے بچنے نہ پائے《3》ان اصولوں کے مطابق اللہ تعالیٰ سے معاملہ کر کے انسان اپنے آپ کو بچا سکتا ہے۔

سوال4:وَ كَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ''اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ ہی سے سب کچھ جاننے والا کمال حکمت والا ہے'' اللہ تعالیٰ نے اپنے علیم اور حکیم ہونے کا شعور کیسے دلایا ہے؟

جواب:《1》اللہ تعالیٰ نے گناہوں کے بوجھ سے واقف ہونے سے اپنے علیم ہونے کا شعور دلایا ہے۔《2》اللہ تعالیٰ نے گناہوں سے استغفار کرنے پر اپنی حکمت کا شعور دلایا ہے کہ اگر گناہوں سے معافی کی گنجائش نہ ہوتی تو گناہوں کا بوجھ تمہیں مار ڈالتا۔《3》یعنی وہ علم کامل اور حکمت تامہ کا مالک ہے۔یہ اللہ تعالیٰ کا علم وحکمت ہے کہ اسے گناہ کا علم ہے،اسے یہ بھی علم ہے کہ گناہ کس سے صادر ہوا،اس گناہ کا داعیہ کیا تھا،اس گناہ پر کیا سزا مترتب ہوگی اور وہ گناہ کے مرتکب کے احوال کو بھی خوب جانتا ہے کہ اگر اس سے یہ گناہ نفسِ امارہ کے داعیہ کے غلبہ سے صادر ہوا اور وہ اپنے اکثر اوقات میں توبہ وانابت کے ذریعے سے اپنے رب کی طرف رجوع کرتا ہے تو وہ اسے بخش دے گا اور اسے توبہ کی توفیق عطا کرے گا اور اگر اس نے اللہ تعالیٰ کی نظر کا استخفاف اور اس کے عذاب کی تحقیر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے محارم کے ارتکاب کی جرأت کی ہے تو یہ شخص

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اللہ تعالیٰ کی مغفرت اور توبہ کی توفیق سے بہت دور ہے۔(تفسیر سعدی:587/1)

وَمَنْ يَّكْسِبْ خَطِيْٓـــَٔةً اَوْ اِثْمًا ثُمَّ يَرْمِ بِهٖ بَرِيْۗـــــًٔـا فَقَدِ احْتَمَلَ بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا(112)

اور جو خطا یا گناہ کمائے پھر اس کی تہمت کسی بے گناہ پر لگائے تو یقیناً اُس نے بڑے بہتان اور صریح گناہ کا بوجھ اُٹھا لیا۔(112)

سوال1: وَمَنْ يَّكْسِبْ خَطِيْٓـــَٔةً اَوْ اِثْمًا ثُمَّ يَرْمِ بِهٖ بَرِيْۗـــــًٔـا ’’اور جو خطا یا گناہ کمائے پھر اس کی تہمت کسی بے گناہ پر لگائے‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب: ’’خَطِيْٓـــَٔةً‘‘ کا لفظ غیر ارادی گناہ پر بھی بولا جاتا ہے۔اور اس کے برعکس ’’اثم‘‘ وہ ہے جو ارادی طور پر کیا جائے مطلب یہ ہے کہ خود گناہ کا ارتکاب کرنے کے بعد کسی بے قصور آدمی کو اس سے ملوث کرنے کی کوشش کرنا بہت بڑا گناہ ہے۔کسی بے گناہ شخص پر تہمت لگانے کو بہتان کہا جاتا ہے۔(قرطبی) ثُمَّ يَرْمِ بِهٖ بَرِيْۗـــــًٔـا یہ آیتِ کریمہ اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ بہتان ہلاک کرنے والے کبائر میں شمار ہوتا ہے کیونکہ اس میں متعدد مفاسد جمع ہیں: الف۔گناہِ کبیرہ کا ارتکاب۔ب۔پھر اس گناہ کا بہتان اس شخص پر لگا دینا جو بے گناہ ہے۔ج۔پھر اپنے آپ کو بے گناہ اور بے گناہ کو گناہ گار ثابت کرنے کے لیے جھوٹ بولنا۔د۔پھر اس گناہ پر جو دنیاوی عقوبت مترتب ہوتی ہے وہ عقوبت ایک بے گناہ پر نافذ کرا دینا اور خود کو سزا سے بچا لینا حالانکہ وہ حقیقی مجرم ہے۔و۔پھر بے گناہ شخص کے بارے میں لوگوں کی باتیں اور دیگر مفاسد۔(تفسیرِ سعدی)

سوال2: خود گناہ کر کے اس کا الزام بے گناہ پر لگانا کیسا عمل ہے؟

جواب: خود گناہ کر کہ اس کا الزام بے گناہ پر لگانا یہ عمل بہتان کہلاتا ہے جو بہت بڑا گناہ ہے۔

سوال3: بہتان لگانے کی کوئی مثال حدیثِ رسول ﷺ سے دیں؟

جواب: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ عرب کے کسی قبیلہ کی ایک کالی لونڈی تھی۔انہوں نے اسے آزاد کر دیا تھا اور وہ انہی کے ساتھ رہتی تھی۔اس نے بیان کیا کہ ایک دفعہ ان کی ایک لڑکی (جو دلہن تھی) نہانے کو نکلی۔اس کا کمربند سرخ تسموں کا تھا۔اس نے وہ کمربند اتار کر رکھ دیا یا اس کے بدن سے گر گیا۔پھر اس طرف سے ایک چیل گزری جہاں کمربند پڑا تھا۔چیل اسے (سرخ رنگ کی وجہ سے) گوشت سمجھ کر جھپٹ لے گئی بعد میں قبیلے والوں نے اسے بہت تلاش کیا لیکن کہیں نہ ملا۔ان لوگوں نے اس کی تہمت مجھ پر لگا دی اور میری تلاشی لینی شروع کر دی یہاں تک کہ انہوں نے اس کی شرم گاہ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

تک کی تلاشی لی۔اس نے بیان کیا کہ اللہ کی قسم! میں ان کے ساتھ اسی حالت میں کھڑی تھی کہ وہی چیل آئی اور اس نے ان کا وہ کمر بند گرا دیا۔وہ ان کے سامنے ہی گرا۔میں نے (اسے دیکھ کر) کہا: یہی تو تھا جس کی تم مجھ پر تہمت لگاتے تھے۔تم لوگوں نے مجھ پر اس کا الزام لگایا تھا حالانکہ میں اس سے پاک تھی۔یہی تو ہے وہ کمر بند! اس (لونڈی) نے کہا کہ اس کے بعد میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اسلام لائی۔عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ اس کے لیے مسجد نبوی ﷺ میں ایک بڑا خیمہ لگا دیا گیا (یا یہ کہا کہ) چھوٹا سا خیمہ لگا دیا گیا۔عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ وہ لونڈی میرے پاس آتی اور مجھ سے باتیں کیا کرتی تھی۔جب بھی وہ میرے پاس آتی تو یہ ضرور کہتی کہ کمر بند کا دن ہمارے رب کی عجیب نشانیوں میں سے ہے۔اسی نے مجھے کفر کے ملک سے نجات دی۔عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ میں نے اس سے کہا کہ آخر بات کیا ہے؟ جب بھی تم میرے پاس بیٹھتی ہو تو یہ بات ضرور کہتی ہو۔آپ نے بیان کیا کہ پھر اس نے مجھے یہ قصہ سنایا۔(بخاری:439)

سوال4: فَقَدِ احْتَمَلَ بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا ''تو یقیناً اُس نے بڑے بہتان اور صریح گناہ کا بوجھ اُٹھا لیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: یہ آیت کریمہ دلالت کرتی ہے کہ بہتان ہلاک کرنے والے کبائر میں شمار ہوتا ہے کیونکہ اس میں متعدد مفاسد جمع ہیں: ﴿1﴾ گناہ کبیرہ کا ارتکاب۔﴿2﴾ پھر اس گناہ کا بہتان اس شخص پر لگا دے جو بے گناہ ہے۔﴿3﴾ پھر اپنے آپ کو بے گناہ اور گناہ گار کو ثابت کرنے کے لیے جھوٹ بولنا۔﴿4﴾ پھر اس گناہ پر جو دنیاوی عقوبت مترتب ہوتی ہے وہ عقوبت ایک بے گناہ پر نافذ کرا دینا اور خود کو سزا سے بچا لینا حالانکہ وہ حقیقی مجرم ہے۔﴿5﴾ پھر بے گناہ شخص کے بارے میں لوگوں کی باتیں اور دیگر مفاسد۔ان تمام مفاسد اور ہر ایک شر سے ہم اللہ تعالیٰ کی عافیت کا سوال کرتے ہیں۔(تفسیر سعدی:587/1)

سوال5: کسی بے گناہ پر بہتان لگانے کے جرم کو قرآنِ حکیم نے کیسے مجسم شکل میں پیش کیا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ بے گناہ پر الزام تھوپ کر بہتان لگانے والے نے ایک بوجھ اٹھا لیا ہے بوجھ کا اٹھانا انسانی ضمیر کو بوجھل کر دیتا ہے۔﴿2﴾ انسان عملی طور پر اس جرم کا بوجھ اپنے سر پر محسوس کرنے لگتا ہے۔

رکوع نمبر 14

وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ وَرَحْمَتُهٗ لَهَمَّتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْهُمْ اَنْ يُّضِلُّوْكَ ؕ وَمَا يُضِلُّوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَضُرُّوْنَكَ مِنْ شَيْءٍ ؕ وَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ؕ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا(113)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اوراگرآپ پراللہ تعالیٰ کافضل اوراُس کی رحمت نہ ہوتی تو اُن میں سے ایک گروہ نے آپ کو بہکانے کا ارادہ کرہی لیا تھا۔حالانکہ وہ اپنے سوا کسی کوگمراہ نہیں کررہے ہیں اورآپ کووہ کوئی نقصان نہیں پہنچا رہے۔اور اللہ تعالیٰ نے آپ پرکتاب وحکمت کو نازل کیا۔اورآپ کو وہ سکھایا جو آپ جانتے نہیں تھے۔اورآپ پر ہمیشہ سے اللہ تعالیٰ کا عظیم فضل ہے۔(113)

سوال1:اللہ تعالیٰ کافضل اوررحمت کیا تھی؟

جواب:《1》اللہ تعالیٰ کافضل اوررحمت یہ تھی کہ اس نے اپنے رسول کووحی کے ذریعے اصل صورتِ حال سے مطلع فرمادیا۔《2》اللہ تعالیٰ کافضل یہ تھا کہ اس نے مسلمانوں کے کردار کومجروح ہونے سے بچالیا کیونکہ معاملہ محض ایک مجرم کے بچ جانے کا اور بے قصور کے مجرم ٹھہرنے کا نہیں تھا۔《3》امام رازی رحمہ اللہ نے لکھاہے کہ یہ آیت دلیل ہے کہ علم سے بڑھ کرکوئی نعمت،کوئی شرف اورکوئی منقبت نہیں ہے۔(تیسیر الرحمٰن)

سوال2: وَلَوۡلَا فَضۡلُ اللّٰهِ عَلَيۡكَ وَرَحۡمَتُهٗ لَهَمَّتۡ طَّآ ئِفَةٌ مِّنۡهُمۡ اَنۡ يُّضِلُّوۡكَ" اوراگرآپ پراللہ تعالیٰ کافضل اوراُس کی رحمت نہ ہوتی تو اُن میں سے ایک گروہ نے آپ کو بہکانے کا ارادہ کرہی لیا تھا" کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》اللہ تعالیٰ نے اپنے احسان کا اظہار فرمایاہے جس کی وجہ سے مسلمان منافقوں کے شر سے محفوظ رہے۔《2》منافقوں کی کوشش اورسازش یہی تھی کہ وہ آپ کوغلط فہمی میں ڈال کرسیدھے راستے یعنی سچائی اورعدل کے راستے سے ہٹادیں《3》لَهَمَّتۡ طَّآ ئِفَةٌ مِّنۡهُمۡ سے مراد بنوابیرق طعمہ کے بھائی تھے انہوں نے ارادہ کرلیا تھا کہ آپ کوعدل کے حکم سے ہٹا دیں جب اللہ تعالیٰ کی وحی حق کو بیان کرنے کے لیے آگئی(تفسیر منیر:272/3)

سوال3:وَمَا يُضِلُّوۡنَ اِلَّاۤ اَنۡفُسَهُمۡ" حالانکہ وہ اپنے سوا کسی کوگمراہ نہیں کررہے ہیں" کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》وہ اپنے سوا کسی کوگمراہ نہیں کررہے یعنی منافق آپ کوگمراہ نہیں کرسکتے خوداپنے آپ کوگمراہی میں ڈال رہے ہیں۔جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:يُخٰدِعُوۡنَ اللّٰهَ وَالَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا ۚ وَمَا يَخۡدَعُوۡنَ اِلَّاۤ اَنۡفُسَهُمۡ وَمَا يَشۡعُرُوۡنَ وہ اللہ تعالیٰ کودھوکہ دیتے ہیں اوران لوگوں کو جو ایمان لائے حالانکہ وہ اپنی جانوں کے سوا کسی کودھوکہ نہیں دے رہے مگروہ شعور نہیں رکھتے۔(البقرہ:9)《2》حق ہی صراطِ مستقیم ہے۔جوحق کے راستے سے ہٹتاہے وہ کسی کا نقصان کرنے سے پہلے اپنا نقصان کرتا ہے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جب بھی کوئی سچائی کی راہ سے ہٹتا ہے یا دوسرے کو ہٹاتا ہے یا برائی کا ساتھ دیتا ہے تو اس کا دل گناہ میں آلودہ ہو جاتا ہے۔اس طرح سب سے پہلے وہ خود جانتے بوجھتے گمراہ ہو جاتا ہے۔﴿3﴾اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ باطل پرستوں کی حمایت کرنا گمراہی ہے۔گمراہی کی دو اقسام ہیں:الف۔علم میں گمراہی۔یہ حق سے لاعلمی اور جہالت کا نام ہے۔ب۔عمل میں گمراہی۔عمل واجب کے خلاف عمل کرنا۔(تفسیر سعدی:588/1)

سوال4:وَمَا يَضُرُّوْنَكَ مِنْ شَيْءٍ"اور آپ کو وہ کوئی نقصان نہیں پہنچا رہے "سے کس بات کی طرف توجہ دلائی جا رہی ہے؟

جواب:﴿1﴾''اور آپ کو وہ کوئی نقصان نہیں پہنچا رہے۔''اللہ تعالیٰ نے واضح کیا ہے کہ جو حق پر قائم ہے اسے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔﴿2﴾یعنی شیطان اور اس کے چیلوں (منافقین) کو یہ قوت نہیں دی گئی کہ وہ آپ کو دین کے کسی شعبہ میں کچھ بھی مغالطہ ڈال سکیں۔(تفسیر الماجدی:794/1)

سوال5:وَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ''اور اللہ تعالیٰ نے آپ پر کتاب وحکمت کو نازل کیا''اس سے کیا مراد ہے؟

جواب:﴿1﴾اَلْكِتٰبَ:اس سے مراد قرآن حکیم ہے۔اَلْحِكْمَةَ:اس سے مراد سنت ہے۔(ایسرالتفاسیر)﴿2﴾آپ پر کتاب وحکمت نازل کی ہے مراد ہے کہ قرآن وسنت دونوں اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہیں۔

سوال6:کتاب اور حکمت کی نعمت سے کیسے انسان کو فائدے نصیب ہوتے ہیں؟

جواب:﴿1﴾کتاب وحکمت کی تعلیم سے انسان کو حق اور باطل کا فرق پتہ چل جاتا ہے۔اس طرح انسان غلطیوں سے بچ سکتا ہے۔﴿2﴾مسلمان کتاب اور حکمت کی وجہ سے سازشی گروہوں کی آفتوں اور فتنوں سے خود کو بچا سکتے ہیں۔﴿3﴾کتاب وحکمت کی تعلیم سے انسان کو نئی زندگی ملتی ہے۔انسان جاہلیت کی پستیوں سے اُٹھ سکتا ہے۔﴿4﴾کتاب وحکمت کے ذریعے انسان دنیا میں برتری اور ترقی کے اونچے مقام تک پہنچ سکتا ہے۔

سوال7:کتاب وحکمت کی نعمت عطا کرنے کا ذکر کر کے اصل میں انسان سے کیا مطالبہ کیا جا رہا ہے؟

جواب:﴿1﴾مسلمان سچے دل سے اس نعمت کی قدر کریں۔﴿2﴾مسلمان کتاب وحکمت کی تعلیم کو جانیں اور سمجھیں۔﴿3﴾مسلمان کتاب وحکمت کے پیش کردہ اسلامی نظام حیات کو قائم کریں اور غیر مسلموں کی چالوں میں نہ آئیں۔

سوال8:وَعَلَّمَكَ مَالَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ''اور آپ کو وہ سکھایا جو آپ جانتے نہیں تھے''کی وضاحت کریں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:''اورآپ کووہ کچھ سکھایا جوآپ جانتے نہیں تھے''﴿1﴾یعنی امور دین اورشریعت سے واقف نہیں تھے۔(الاساس فی التفسیر:1180/2)﴿2﴾وحی کے نازل ہونے سے پہلے آپ ان حقائق سے باخبر نہیں تھے جیسا کہ ارشادفرمایا:وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا ۭ مَا كُنْتَ تَدْرِيْ مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْاِيْمَانُ وَلٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا نَّهْدِيْ بِهٖ مَنْ نَّشَاۗءُ مِنْ عِبَادِنَا ۭ وَاِنَّكَ لَتَهْدِيْٓ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ اوراسی طرح ہم نے آپ کی طرف اپنے حکم سے ایک رُوح وحی کی ہے۔آپ نہیں جانتے تھے کہ کتاب کیا ہے؟اورنہ یہ کہ ایمان کیا ہے؟لیکن ہم نے اُسے ایک روشنی بنادیا ہے جس کے ذریعے ہم اپنے بندوں میں سے جسے چاہتے ہیں ہدایت دیتے ہیں۔اوریقیناً آپ سیدھی راہ کی طرف راہ نمائی کرتے ہیں۔(الشوریٰ:52)﴿3﴾نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ اَحْسَنَ الْقَصَصِ بِمَآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ هٰذَا الْقُرْاٰنَ ڰ وَاِنْ كُنْتَ مِنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الْغٰفِلِيْنَ ہم ایک بہترین قصہ آپ سے بیان کرتے ہیں اس(قرآن)کی بدولت جس کوہم نے آپ کی طرف وحی کیا ہے اوراس سے پہلے یقیناً آپ بے خبروں میں سے تھے۔(یوسف:3)﴿4﴾وَوَجَدَكَ ضَاۗلًّا فَهَدٰى اوراس نے آپ کو بے خبر پایا تو ہدایت دی؟(الضحیٰ:7)﴿5﴾پھراللہ تعالیٰ آپ ﷺ کی طرف وحی بھیجتارہا،آپ ﷺ کوعلم سکھاتارہااورآپ ﷺ کےعلم کی تکمیل کرتارہایہاں تک کہ آپ ﷺ علم کے ایسے مقام پرفائز ہوگئے کہ اولین وآخرین وہاں تک پہنچنے سے قاصر ہیں۔پس رسول اللہ ﷺ علی الاطلاق مخلوق میں سب سے زیادہ کامل تھے۔(تفسیرسعدی)

سوال9:وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا''اورآپ پرہمیشہ سےاللہ تعالیٰ کاعظیم فضل ہے''سے کیامرادہے؟

جواب:﴿1﴾''اورآپ پراللہ تعالیٰ کافضل ہمیشہ سے بہت بڑا ہے۔''اس سے مرادیہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ پراپنا فضل کیا۔آپ کونبی بنایا،وحی نازل کی،ہمیشہ مددکی جیسا کہ فرمایا:وَمَا كُنْتَ تَرْجُوْٓا اَنْ يُّلْقٰٓى اِلَيْكَ الْكِتٰبُ اِلَّا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ ظَهِيْرًا لِّلْكٰفِرِيْنَ اورآپ یہ اُمیدنہ رکھتے تھے کہ آپ پرکتاب اتاری جائے گی مگرآپ کے رب کی جانب سے رحمت ہے،چنانچہ آپ کافروں کے مددگارنہ بنیں۔(القصص:86)﴿2﴾اللہ تعالیٰ کا آپ پرعظیم فضل ہے جب اس نے ساری انسانیت کے لیے آپ ﷺ کورسول بنایا،خاتم النبین بنایا،قیامت کے دن سب پرگواہ بنایا،آپ کولوگوں سے بچایا،آپ کی امت کوامت وسط بنایااس پراللہ تعالیٰ کاشکراداکریں اوراپنی امت کی جانب سے اس انعام پرشکرکریں یہاں تک کہ آپ کی امت لوگوں کے لیے نکلے اوردوسروں کے لیے اچھانمونہ بن جائے۔﴿3﴾اللہ تعالیٰ کافضل مخلوق میں سب سے زیادہ محمد رسول اللہ ﷺ پرہے اوراللہ تعالیٰ نے اپنےفضل وکرم کی ہرجنس سے آپ ﷺ کونوازاہے جن کی تہہ تک پہنچناناممکن اور

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ان کوشمار کرنا آسان نہیں۔(تفسیرِ سعدی)

لَا خَيْرَ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنْ نَّجْوٰىهُمْ اِلَّا مَنْ اَمَرَ بِصَدَقَةٍ اَوْ مَعْرُوْفٍ اَوْ اِصْلَاحٍ بَيْنَ النَّاسِ ؕ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ فَسَوْفَ نُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا(114)

اوران کی اکثر سرگوشیوں میں کوئی بھلائی نہیں ہے سوائے اس شخص کے جوکسی صدقے کا یا نیکی کا یا لوگوں کے درمیان صلح کروانے کا حکم دے۔اور جو اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لیے یہ کام کرے تو جلد ہی ہم اُسے اجرِ عظیم عطا کریں گے۔(114)

سوال1:لَا خَيْرَ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنْ نَّجْوٰىهُمْ ''اوران کی اکثر سرگوشیوں میں کوئی بھلائی نہیں ہے''اسلام کس قسم کے نجویٰ کی اجازت نہیں دیتا؟

جواب:《1》جس نجویٰ میں خیر نہ ہو اسلام اس کی اجازت نہیں دیتا رب العزت کا فرمان ہے:يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا تَنَاجَيْتُمْ فَلَا تَتَنَاجَوْا بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَمَعْصِيَتِ الرَّسُوْلِ وَتَنَاجَوْا بِالْبِرِّ وَالتَّقْوٰى ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ۞ اِنَّمَا النَّجْوٰى مِنَ الشَّيْطٰنِ لِيَحْزُنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَيْسَ بِضَآرِّهِمْ شَيْـًٔا اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ اے لوگو جو ایمان لائے ہو! جب تم آپس میں سرگوشی کرو تو گناہ کی اور زیادتی کی اور رسول کی نافرمانی کی سرگوشی نہ کرو اور نیکی اور تقویٰ کی سرگوشی کرو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو جس کی طرف تمہیں جمع کیا جائے گا۔سرگوشی کرنا یقیناً شیطان کی طرف سے ہے تاکہ ان لوگوں کو وہ غم میں مبتلا کرے جو ایمان لائے،حالانکہ اللہ کے حکم کے بغیر اُنہیں ہرگز کچھ بھی نقصان پہنچانے والا نہیں پس لازم ہے کہ مومن اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کریں۔(المجادلہ:9,10)《2》عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:جب تم تین آدمی ہو تو دو آدمی اپنے ساتھی کو چھوڑ کر آپس میں سرگوشی نہ کیا کرو کیونکہ اس سے اس کی دل آزاری ہوگی۔(مسلم:5697)

سوال2:نجویٰ کسے کہتے ہیں؟

جواب:خفیہ سرگوشیوں کو نجویٰ کہتے ہیں جو قیادت کے خلاف کی جائیں کیونکہ بھلائی اور صاف ستھری باتوں کو چھپانے کی ضرورت نہیں ہوتی۔

سوال3:قرآنِ کریم میں نجویٰ سے کیوں منع کیا گیا ہے؟

جواب:《1》اس لیے کہ لوگوں کی خفیہ سرگوشیوں میں اکثر بھلائی نہیں ہوتی۔《2》اسلام یہ پسند نہیں کرتا کہ کوئی گروہ اسلامی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جماعت سے الگ ہوکر، قیادت سے علیحدہ ہوکر کوئی بات سوچے اور اس کے لیے جمع ہو۔

سوال4: اسلامی تربیت کا طریقہ کار کیا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ لوگ اپنی مشکلات اور مسائل لے کر اسلامی قیادت کے پاس آئیں۔ ﴿2﴾ اگر بات ذاتی ہو تو علیحدگی میں پیش کریں تا کہ وہ بات لوگوں میں نہ پھیلے۔ ﴿3﴾ اگر بات عام ہو تو اسے اعلانیہ پوچھیں۔

سوال5: نجویٰ سے روکنے کی پالیسی میں حکمت کیا ہے؟

جواب: اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے سدِ باب کیا ہے کہ اُمتِ مسلمہ میں کوئی بلاک یا گروہ نہ بن سکے۔

سوال6: اسلامی جماعت میں نجویٰ کون لوگ کرتے ہیں؟

جواب: اسلامی جماعت میں منافق نجویٰ کرتے ہیں۔

سوال7: اسلامی معاشرہ ایک کھلا معاشرہ ہے۔ نبی ﷺ کے دور میں اس کے معاملات کیسے طے پاتے تھے؟

جواب: ﴿1﴾ مسجدِ نبوی ﷺ مسلمانوں کی پارلیمنٹ تھی۔ ﴿2﴾ لوگ مسجدِ نبوی ﷺ میں باہم ملتے تھے، نماز پڑھتے تھے اور زندگی کے سارے معاملات وہاں طے کرتے تھے۔ ﴿3﴾ جنگی اَسرار و رُموز سے متعلقہ معاملات یا لوگوں کے نجی معاملات جن کو وہ سب کے سامنے نہ رکھنا چاہتے ہوں ان کو سب کے سامنے بیان نہیں کیا جاتا تھا۔

سوال8: اِلَّا مَنْ اَمَرَ بِصَدَقَةٍ اَوْ مَعْرُوْفٍ اَوْ اِصْلَاحٍۭ بَيْنَ النَّاسِ ”سوائے اس شخص کے جو کسی صدقے کا یا نیکی کا یا لوگوں کے درمیان صلح کروانے کا حکم دے“؟ اسلام کس قسم کے نجویٰ کی اجازت دیتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اِلَّا مَنْ اَمَرَ بِصَدَقَةٍ ”سوائے اس شخص کے جو کسی صدقے کا کا حکم دے“ اسلام صدقہ وخیرات کے کاموں میں مشورہ کرنے کی اجازت دیتا ہے۔ کچھ افراد مل کر مشورہ کریں کہ فلاں شخص کی مدد کے لیے یا فلاں کام کے لیے خرچ کرنا چاہیے اس لیے کہ اسے ضرورت ہے اور ہمیں اس کی ضروریات کا علم ہے ﴿2﴾ اَوْ مَعْرُوْفٍ ”یا نیکی کا“ ام کلثوم بنت عقبہ نے خبر دی کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کو یہ فرماتے سنا تھا: جھوٹا وہ نہیں ہے جو لوگوں میں باہم صلح کرانے کی کوشش کرے اور اس کے لیے کسی اچھی بات کی چغلی کھائے یا اسی سلسلہ کی اور کوئی اچھی بات کہہ دے (بخاری: 2692) ﴿3﴾ اَوْ اِصْلَاحٍۭ بَيْنَ النَّاسِ ”یا لوگوں کے درمیان صلح کروائے“ انسانوں کے درمیان صلح کروانے کے لیے اگر کوئی سوسائٹی بنانا چاہیں اور وہاں مشاورت کرنا چاہیں تو اسلام

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ایسے نجویٰ کی اجازت دیتا ہے۔﴿4﴾ معروف کاموں میں مشاورت ہوسکتی ہے۔کسی بھی نیک کام کے لیےکوئی تنظیم بن سکتی ہے جہاں لوگ نیک کاموں میں باہم مشاورت کرکے تعاون کریں۔﴿5﴾ عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم نے اللہ تعالیٰ کے اس قول کے بارے میں کہا: کہ جو اپنی سرگوشیوں میں صدقہ، نیکی یا صلح کا معاملہ لے کر آئے گا اس سے قبول کرلیا جائے گا۔

سوال9: صدقہ کسے کہتے ہیں؟

جواب: صدقہ وہ مال جو اللہ تعالیٰ کی خوشی حاصل کرنے کے لیے اس کے نام پر دیا جائے۔حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: اگر تم میں سے کوئی آگ سے ایک کھجور کا ٹکڑا دے کر بھی بچنے کی طاقت رکھتا ہو تو کر گزرے۔(مسلم:2347)

سوال10: معروف کسے کہتے ہیں؟

جواب: معروف اللہ تعالیٰ کی اطاعت کو اور ہر نیک کام کو کہتے ہیں۔(تفسیر قاسمی:454/5)ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے مجھ سے ارشاد فرمایا: نیکی میں کسی بھی چیز کو حقیر نہ سمجھو اگرچہ تو اپنے بھائی سے خندہ پیشانی سے ہی ملے (مسلم:6690) امتِ مسلمہ کی صفات میں سے اہم صفت ہے کہ وہ معروف کا حکم دیتے ہیں۔رب العزت فرماتے ہیں: كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ ۗ وَلَوْ آمَنَ أَهْلُ الْكِتَابِ لَكَانَ خَيْرًا لَهُمْ ۚ مِنْهُمُ الْمُؤْمِنُونَ وَأَكْثَرُهُمُ الْفَاسِقُونَ تم بہترین اُمت ہو جسے لوگوں کے لیے نکالا گیا ہے۔تم بھلائی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے روکتے ہو اور تم اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہو۔(آل عمران:110)﴿4﴾ معروف اللہ تعالیٰ کی شریعت اور اس کے دین کو کہتے ہیں۔(الاساس فی التفسیر:1186/2)

سوال11: إِصْلَاحٍ بَيْنَ النَّاسِ ''لوگوں کے درمیان صلح'' سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد مسلمانوں کے درمیان ہر قسم کے اختلافات کو دور کرنا ہے۔صلح کروانا بڑی نیکی ہے۔رب العزت کا فرمان ہے فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَصْلِحُوا ذَاتَ بَيْنِكُمْ سو تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اپنے آپس کے تعلقات کی اصلاح کرو۔(الانفال:1)سیدنا ابو ایوب انصاری سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا: کیا میں تمہیں ایسے صدقے کی خبر نہ دوں جو تمہارے لیے سرخ اونٹوں سے بہتر ہے۔انہوں نے کہا کیوں نہیں اے اللہ کے رسول؟ فرمایا: جب لوگوں کے درمیان فساد ہو تو صلح کروادو اور جب لوگ دور ہوں تو انہیں قریب کردو(بخاری:11)ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: انسان کے بدن کے (تین سو ساٹھ جوڑوں میں سے) ہر جوڑ پر ہر اس دن کا صدقہ واجب ہے جس میں سورج طلوع ہوتا ہے اور لوگوں کے درمیان

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

انصاف کرنا بھی ایک صدقہ ہے۔(صحیح بخاری:2707)

سوال12:وَمَنۡ يَّفۡعَلۡ ذٰلِكَ ابۡتِغَآءَ مَرۡضَاتِ اللّٰهِ فَسَوۡفَ نُؤۡتِيۡهِ اَجۡرًا عَظِيۡمًا'' اور جو اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لیے یہ کام کرے تو جلد ہی ہم اُسے اجرِ عظیم عطا کریں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:وَمَنۡ يَّفۡعَلۡ ذٰلِكَ'' اور جو یہ کام کرے'' مقاتل بن حیان نے کہا: جو صدقہ دے یا قرض دے یا لوگوں کے درمیان اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے صلح کروادے تو اللہ تعالیٰ اسے جلد ہی عظیم عطا کریں گے(الدرالمنثور:392/2)

سوال13: نیکی کا کام تو ایک ہی ہوتا ہے لیکن انجام مختلف کیوں ہو جاتا ہے؟

جواب:《1》نیکی کا کام نیتوں اور ارادوں کی وجہ سے مختلف ہو جاتا ہے۔ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور تمہارے مالوں کی طرف نہیں دیکھتا بلکہ وہ تو تمہارے دلوں اور اعمال کی طرف دیکھتا ہے۔(مسلم:6543)《2》اگر مقصد اعلیٰ ہو یعنی اللہ تعالیٰ کی رضا کا حصول اور آخرت میں اجر پانا تو نیکی کا کام قبول کیا جاتا ہے۔《3》اور اگر کام کا مقصد یہ ہو کہ لوگوں میں اچھی شہرت ہو جائے، لوگوں میں نیک مشہور ہو جائیں تو اس کا اجر اللہ تعالیٰ کے یہاں ملنے والا نہیں۔ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ایک صحابی (لاحق بن ضمیرہ) نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ایک شخص جنگ میں شرکت کرتا ہے غنیمت حاصل کرنے کے لیے، ایک شخص جنگ میں شرکت کرتا ہے ناموری کے لیے، ایک شخص جنگ میں شرکت کرتا ہے تاکہ اس کی بہادری کی دھاک بیٹھ جائے تو ان میں سے اللہ تعالیٰ کے راستے میں کون لڑتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جو شخص اس ارادے سے جنگ میں شریک ہو، تاکہ اللہ تعالیٰ ہی کا کلمہ بلند رہے، صرف وہی اللہ تعالیٰ کے راستے میں لڑتا ہے۔(بخاری:2810,3126,123)《4》ہر شخص کو دو راستوں میں سے ایک راستہ اپنانا ہے۔یا تو اللہ تعالیٰ کے لیے اخلاص اور اس کی اطاعت کا طریقہ یا ریاکاری اور دنیا کے ارادے کا طریقہ۔ لوگ اپنی نیتوں پر اٹھائے جائیں گے۔

وَمَنۡ يُّشَاقِقِ الرَّسُوۡلَ مِنۡۢ بَعۡدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الۡهُدٰى وَيَتَّبِعۡ غَيۡرَ سَبِيۡلِ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصۡلِهٖ جَهَنَّمَ‌ؕ وَسَآءَتۡ مَصِيۡرًا(115)

اور جو رسول کی مخالفت کرے اس کے بعد کہ اس پر ہدایت واضح ہو چکی اور اہلِ ایمان کے راستے کے علاوہ کسی اور کی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

پیروی کرے گا تو ہم اُس کو اُدھر ہی پھیر دیں گے جدھر وہ پھرے گا اور اُسے جہنم میں داخل کریں گے اور وہ بہت ہی بُری لوٹنے کی جگہ ہے(115)

سوال1: وَمَنۡ يُّشَاقِقِ الرَّسُوۡلَ ''اور جو رسول کی مخالفت کرے'' اس کا شانِ نزول کیا ہے؟

جواب: جب قرآن کریم کا یہ حکم نازل ہوا تو رسول اکرم ﷺ ہتھیار لے کر آئے اور رفاعہ رضی اللہ عنہ کو دے دیے اور بشیر منافق مشرکوں کے ساتھ جا کر مل گیا اور سلافہ بنت سعد کے پاس جا کر اترا، اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں۔ امام حاکم فرماتے ہیں امام مسلم کی شرط کے مطابق یہ حدیث صحیح ہے۔ (تفسیر ابن عباس:302,303/1)

سوال2: وَمَنۡ يُّشَاقِقِ الرَّسُوۡلَ ''اور جو رسول کی مخالفت کرے'' رسول اللہ ﷺ کی مخالفت سے کیا مراد ہے؟

جواب: رسول اللہ ﷺ کی مخالفت سے مراد آپ ﷺ کے مقابلے پر آ جانا ہے۔ یعنی ایک طرف اگر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ہوں اور دوسری طرف کوئی شخص یا گروہ ہو تو رسول کے طریقے (یعنی آپ ﷺ کی سنت) سے ہٹ کر دوسروں کا راستہ اختیار کرنا رسول اللہ ﷺ کی مخالفت ہے۔

سوال3: مِنۡۢ بَعۡدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الۡهُدٰى وَيَتَّبِعۡ غَيۡرَ سَبِيۡلِ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ ''اس کے بعد کہ اس پر ہدایت واضح ہو چکی اور اہلِ ایمان کے راستے کے علاوہ کسی اور کی پیروی کرے گا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اس کے بعد کہ اس پر ہدایت واضح ہو چکی یعنی اس نے نبی کو پہچان لیا کہ وہ دین حق اور ہدایت لے کر آئے ہیں۔ (ایسر التفاسیر:296) ﴿2﴾ رب العزت نے فرمایا: اِنَّ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا وَصَدُّوۡا عَنۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ وَشَآقُّوا الرَّسُوۡلَ مِنۡۢ بَعۡدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الۡهُدٰى ۙ لَنۡ يَّضُرُّوا اللّٰهَ شَيۡـئًا ؕ وَسَيُحۡبِطُ اَعۡمَالَهُمۡ یقیناً جن لوگوں نے کفر کیا اور اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکا اور رسول کی مخالفت کی اس کے بعد کہ ہدایت ان پر واضح ہو چکی تھی وہ اللہ تعالیٰ کا ہرگز کچھ بھی نقصان نہیں کریں گے اور جلد ہی اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کو ضائع کر دے گا۔ (محمد:32) ﴿3﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمۡ شَآقُّوا اللّٰهَ وَرَسُوۡلَهٗ ۚ وَمَنۡ يُّشَاقِقِ اللّٰهَ وَرَسُوۡلَهٗ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيۡدُ الۡعِقَابِ یہ اس وجہ سے ہے کہ یقیناً انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کی اور جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی مخالفت کرے تو اللہ تعالیٰ یقیناً بہت سخت عذاب والا ہے۔ (الانفال:13) ﴿4﴾ آپ ﷺ نے فرمایا: تم سب جنت میں داخل ہو گے مگر جو انکار کر دے لوگوں نے کہا: ''یا رسول اللہ ﷺ! کون انکار کرتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جس نے میری تابعداری کی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

وہ بہشت میں داخل ہوگا اور جس نے میری نافرمانی کی گویا اس نے انکار کیا۔(صحیح بخاری)《5》وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ مومنوں سے یہاں مراد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں جو دین اسلام کے مطابق چلنے والے تھے اور نبی ﷺ کی سنت کی پیروی کرنے والے تھے۔سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ سے مراد صحابہ اور نبی کی اتباع کرنے والوں کا راستہ ہے۔《6》رسول اللہ کی مخالفت سے مراد آپ ﷺ کی دشمنی ہے اور ایسا کرنے والا مسلمانوں کی جماعت سے نکالا جاتا ہے اور مومنوں کے راستے کے ماسوا کسی اور راستے پر چلتا ہے جو دین اسلام نہیں کیوں کہ اس کے احکامات کو مضبوتی سے پکڑنا نہیں ہے۔(فتح القدیر:657/1)

سوال4:رسول اللہ ﷺ کی مخالفت اور اہلِ ایمان کے راستے کو چھوڑ کر کسی اور راستے کی پیروی کرنا کیسا عمل ہے؟

جواب:رسول اللہ ﷺ کی مخالفت اور مومنوں کے راستے کو چھوڑ کر کوئی اور راستہ اختیار کرنا دین اسلام سے خروج ہے۔

سوال5:صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے منہج اور طریقے سے اِنحراف کیسا عمل ہے؟

جواب:صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے منہج سے انحراف کرنا کفر ہے۔

سوال6:رسول کی مخالفت اور غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ کا باہمی تعلق کیا ہے؟

جواب:رسول کی مخالفت اور غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ یعنی مؤمنوں کے طریقے کے علاوہ کوئی اور طریقہ دونوں ایک ہی چیز ہیں۔

سوال7:نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّىٰ "تو ہم اُس کو اُدھر ہی پھیر دیں گے جدھر وہ پھرے گا" کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》اسے کفر اور گمراہی میں چھوڑ دیا جاتا ہے جو اس کے لیے دنیا میں رسوائی ہے(ایسر التفاسیر)《2》اس سے مراد یہ ہے کہ انسان پہلے خود پھرتا ہے، پھر اسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے پھیر دیا جاتا ہے۔《3》رب العزت نے فرمایا: فَذَرْنِي وَمَن يُكَذِّبُ بِهَٰذَا الْحَدِيثِ ۖ سَنَسْتَدْرِجُهُم مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُونَ چنانچہ مجھے اور اس کو چھوڑ دو جو اس کلام کو جھٹلاتا ہے ہم ضرور انہیں آہستہ آہستہ لے جائیں گے جہاں وہ نہیں جانیں گے۔(القلم:44)《4》فَلَمَّا زَاغُوا أَزَاغَ اللَّهُ قُلُوبَهُمْ ۚ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ پھر جب وہ ٹیڑھے ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو ٹیڑھا کر دیا اور اللہ تعالیٰ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔(الصّف:5)《5》وَنُقَلِّبُ أَفْئِدَتَهُمْ وَأَبْصَارَهُمْ كَمَا لَمْ يُؤْمِنُوا بِهِ أَوَّلَ مَرَّةٍ وَنَذَرُهُمْ فِي طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُونَ اور ہم ان کے دلوں کو اور ان کی نگاہوں کو پھیر دیں گے جیسے پہلی بار وہ اس پر ایمان نہیں لائے تھے اور ہم انہیں چھوڑ دیں گے وہ اپنی سرکشی میں بھٹکتے رہیں گے۔(الانعام:110)《6》رسول اللہ ﷺ کی مخالفت اور مومنوں کے راستے کو چھوڑ کر کوئی اور راستہ اختیار کرنا

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

دین اسلام سے خروج ہے۔﴿7﴾ نبی ﷺ اسلام پر ثابت قدمی کے لیے دعائیں مانگتے تھے۔ابن حوشب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے عرض کیا: ام المومنین جب رسول اللہ ﷺ کا آپ کے پاس قیام ہوتا تھا تو آپ اکثر کونسی دعا پڑھتے تھے،انہوں نے فرمایا آپ ﷺ کی اکثر دعا یامقلب القلوب سےلیکر علی دینک تک ہوتی اے دلوں کے پھیرنے والے میرے دل کو اپنے دین پر قائم رکھ۔وہ فرماتی ہیں میں نے عرض کیا اللہ کے رسول آپ یہ دعا اکثر مانگتے ہیں (اس کی وجہ کیا ہے؟) آپ ﷺ نے فرمایا: ام سلمہ رضی اللہ عنہا! ہر آدمی کا دل اللہ تعالیٰ کی دو انگلیوں کے درمیان ہے اس نے جس (دل) کو چاہا (دین پر قائم رکھا) اور جس کو چاہا ٹیڑھا کر دیا پھر راوی معاذ نے یہ آیت تلاوت کی اے ہمارے رب تو ہمارے دلوں کو ہدایت دینے کے بعد ٹیڑھا نہ کر۔(جامع الترمذی:3522)

سوال8: اللہ تعالیٰ کسی کو اس کے پسندیدہ راستے کی طرف کیسے موڑتے ہیں؟

جواب: انسان زندگی میں جس راستے اور جس طریقے کو اچھا سمجھتا ہے اس کی طرف توجہ کرتا ہے،اس کے لیے کوشش کرتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھی فیصلہ ہو جاتا ہے۔قرآنِ حکیم میں ہے: وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَاسَعٰى اور یہ کہ انسان کے لیے صرف وہی ہے جس کی خود اُس نے کوشش کی۔(النجم:39)

سوال9: وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ۭ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ''اور اُسے جہنم میں داخل کریں گے اور وہ بہت ہی بُری لوٹنے کی جگہ ہے'' رسول کی مخالفت اور مؤمنوں کے راستے کو چھوڑ کر کسی اور راستے کی پیروی کرنے والے کا کیا انجام ہے؟

جواب:﴿1﴾ رسول کی مخالفت اور مومنوں کے راستے کو چھوڑ دینے کا مطلب یہ ہے کہ اسلام کو چھوڑ دیا ہے۔اس کی سزا یہاں بہت بری جگہ 'جہنم' بتائی گئی ہے۔﴿2﴾ مخالفت کرنے والے کو جہنم کی آگ میں جلایا جائے گا۔(ایسر التفاسیر:296)﴿3﴾ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا: جو شخص جہنم میں پہنچے گا ہمیشہ اس میں رہے گا﴿4﴾ رسول ﷺ کی مخالفت حرام ہے۔(تفسیر قاسمی:458/5)

رکوع نمبر15

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ۭ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًۢا بَعِيْدًا(116)

بلاشبہ اللہ تعالیٰ اس کو نہیں بخشے گا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے اور اس کے علاوہ جس کے لیے چاہے گا وہ بخش دے گا اور جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک بنائے تو بلاشبہ وہ دور کی گمراہی میں کھو چکا ہے۔(116)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال 1: اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغۡفِرُ اَنۡ يُّشۡرَكَ بِهٖ وَيَغۡفِرُ مَا دُوۡنَ ذٰ لِكَ لِمَنۡ يَّشَآءُ ’’ بلاشبہ اللہ تعالیٰ اس کو نہیں بخشے گا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے اور اس کے علاوہ جس کے لیے چاہے گا وہ بخش دے گا‘‘ شرک نا قابل معافی جرم ہے، وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ شرک نا قابل معافی جرم ہے۔ رب العزت کا فرمان ہے: وَمَنۡ يُّشۡرِكۡ بِاللّٰهِ فَكَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَآءِ فَتَخۡطَفُهُ الطَّيۡرُ اَوۡ تَهۡوِىۡ بِهِ الرِّيۡحُ فِىۡ مَكَانٍ سَحِيۡقٍ اور جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرتا ہے تو گویا وہ آسمان سے گر گیا، پھر پرندے اسے اچک لیتے ہیں یا ہوا اسے دور دراز جگہ میں گرا دیتی ہے۔ (الحج: 31) ﴿2﴾ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: اللہ تعالیٰ کے نزدیک کون سا گناہ سب سے بڑا ہے؟ فرمایا: ’’یہ کہ تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو برابر ٹھہراؤ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ہی تم کو پیدا کیا ہے‘‘۔ میں نے عرض کیا کہ ’’یہ تو واقعی سب سے بڑا گناہ ہے۔ پھر اس کے بعد کون سا گناہ بڑا ہے‘‘؟ فرمایا: ’’یہ کہ تم اپنی اولاد کو اس خوف سے مار ڈالو کہ وہ تمہارے ساتھ کھائیں گے۔‘‘ میں نے پوچھا: ’’اور اس کے بعد‘‘؟ فرمایا: ’’یہ کہ تم اپنے پڑوسی کی عورت سے زنا کرو۔‘‘ (صحیح بخاری: 4477) ﴿3﴾ جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ جنت اور دوزخ کو واجب کرنے والی چیز کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’جس نے کسی کو اللہ کے ساتھ شریک نہ کیا وہ جنت میں داخل ہوگا اور جس نے کسی کو اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرایا وہ دوزخ میں داخل ہوگا۔‘‘ (مسلم: 269) ﴿4﴾ جو شخص شرک کرتا ہے وہ نیکی اور بھلائی کے دائرے سے باہر نکل جاتا ہے، شرک کرنے والے کی اصلاح کی کوئی اُمید باقی نہیں رہتی، شرک کرنے والے کی فطرت بگڑ جاتی ہے۔ اس آیت میں واضح الفاظ میں بتایا گیا ہے کہ شرک نا قابلِ عفو گناہ ہے کیونکہ اس سے زیادہ گمراہ، کن جاذبِ اوہام اور کوئی عقیدہ نہیں۔ فطرتِ انسان کو اللہ تعالیٰ نے اتنا پاکیزہ اور بلند پیدا کیا ہے کہ وہ کسی طرح بھی شرک جیسی ذلت کو برداشت نہیں کر سکتی۔ (تفسیر سراج البیان: 1/229) ﴿5﴾ شرک سب سے بڑا ظلم ہے۔ رب العزت نے فرمایا: وَاِذۡ قَالَ لُقۡمٰنُ لِابۡنِهٖ وَهُوَ يَعِظُهٗ يٰبُنَىَّ لَا تُشۡرِكۡ بِاللّٰهِ ؕ اِنَّ الشِّرۡكَ لَظُلۡمٌ عَظِيۡمٌ اور جب لقمان نے اپنے بیٹے سے کہا اور وہ اس کو نصیحت کر رہا تھا، اے میرے چھوٹے بیٹے! اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا، بلاشبہ شرک یقیناً بہت بڑا ظلم ہے۔ (لقمان: 13) ﴿6﴾ انسان میں سب سے بڑا عیب یہی ہے کہ وہ اپنے بڑوں کی بے ادبی کرے۔ پھر اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر بڑا کون ہو سکتا ہے اور شرک اس کی شان میں بے ادبی ہے۔ ﴿7﴾ اللہ تعالیٰ شرک سے بیزار ہے۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ’’میں شریکوں میں سب سے زیادہ شرک سے بے پرواہ ہوں۔ جس نے کوئی ایسا عمل کیا جس میں اس نے میرے ساتھ غیر کو شریک کیا تو میں اس کو اور اس کے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

شریک کو چھوڑ دیتا ہوں۔‘‘(مسلم:7475)

سوال2: وَیَغْفِرُ مَادُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ یَّشَآءُ ’’اوراس کے علاوہ جس کے لیے چاہے گا وہ بخش دے گا‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب: ’’اوراس کے علاوہ جس کے لیے چاہے گا وہ بخش دے گا‘‘ اللہ تعالیٰ آگاہ فرماتا ہے کہ وہ اس شخص کو کبھی نہیں بخشے گا جس نے مخلوق میں سے کسی کو اس کا شریک ٹھہرایا اس کے علاوہ اگر اس نے چاہا اور اس کی حکمت مقتضی ہوئی تو وہ تمام چھوٹے بڑے گناہ بخش دے گا۔ شرک سے کمتر گناہوں کی مغفرت کے لیے اللہ تعالیٰ نے بہت سے اسباب مقرر فرمائے ہیں مثلاً برائیوں کو مٹانے والی نیکیاں، دنیا اور برزخ میں نیز قیامت کے روز گناہوں کا کفارہ بننے والے مصائب، اہل ایمان کی ایک دوسرے کے لیے مغفرت کی دعائیں، شفاعت اور اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ کی بے پایاں رحمت جس کے سب سے زیادہ مستحق اہل ایمان وتوحید ہیں۔ جب کہ شرک کا معاملہ اس کے برعکس ہے مشرک نے خود اپنے لیے مغفرت کا دروازہ بند کرلیا اس نے خود اپنے آپ پر اللہ تعالیٰ کی رحمت کی راہیں مسدود کرلیں۔ توحید کے بغیر نیکیاں اسے کوئی نفع نہ دیں گی اور توحید کے بغیر مصائب اسے کوئی فائدہ نہیں پہنچائیں گے۔ (تفسیر سعدی:525/1)

سوال3: وَمَنْ یُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا بَعِیْدًا ’’اور جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک بنائے تو بلاشبہ وہ دور کی گمراہی میں کھو چکا ہے‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب: جس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہرایا وہ گمراہی میں بہت دور نکل گیا۔ جس نے شرک کیا اس کی فطرت بگڑ گئی۔ اگر اس کی فطرت میں کوئی نیکی کا عنصر ہوتا تو وہ ایک اللہ تعالیٰ کے ساتھ رشتہ جوڑ لیتا لیکن ایسے شخص نے سارے رشتے توڑ دیئے۔

سوال4: اگر کوئی موت سے چند منٹ پہلے شرک سے توبہ کرے تو کیا وہ جہنم سے نجات پا سکتا ہے؟

جواب: جب تک حالتِ نزع طاری نہیں ہوتی توبہ قبول ہوسکتی ہے۔ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ’’اللہ تعالیٰ بندے کی توبہ تب تک قبول کرتے ہیں جب تک کہ غرغرہ نہ لگے۔‘‘(ترمذی:3537)

سوال5: مشرک کا کیا انجام ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ اسے جہنم میں داخل کریں گے۔

اِنْ یَّدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلَّآ اِنٰثًا ۚ وَاِنْ یَّدْعُوْنَ اِلَّا شَیْطٰنًا مَّرِیْدًا(117)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

وہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ نہیں پکارتے مگر عورتوں کو اور وہ سرکش شیطان کے سوا کسی کو نہیں پکارتے۔(117)

سوال1: اِنۡ یَّدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِہٖۤ اِلَّاۤ اِنٰثًا ’’وہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ نہیں پکارتے مگر عورتوں کو‘‘ اِنٰثًا (عورتوں) سے کیا مراد ہے؟

جواب:《1》اِنٰثًا سے بے جان چیزیں مراد ہیں پتھر مٹی وغیرہ۔(بخاری کتاب التفسیر)《2》ابن زید نے کہا: اس سے مراد ان کے معبود ہیں لات، عزیٰ، اساف اور نائلہ وہ سب عورتیں تھیں جنہیں وہ اللہ کے ماسوا پکارتے تھے۔(تفسیر جامع البیان:324/5)《3》ضحاک نے کہا: ملائکہ کے بارے میں وہ یہ گمان رکھتے تھے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں (تفسیر جامع البیان:325/5)《4》قرآن حکیم میں مشرکوں کے بارے میں فرمایا اِنَّ الَّذِیۡنَ لَا یُؤۡمِنُوۡنَ بِالۡاٰخِرَۃِ لَیُسَمُّوۡنَ الۡمَلٰٓئِکَۃَ تَسۡمِیَۃَ الۡاُنۡثٰی یقیناً جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں لاتے، بلاشبہ وہ فرشتوں کے عورتوں کے سے نام رکھتے ہیں۔(النجم:27) وَجَعَلُوا الۡمَلٰٓئِکَۃَ الَّذِیۡنَ ھُمۡ عِبٰدُ الرَّحۡمٰنِ اِنَاثًا ؕ اَشَھِدُوۡا خَلۡقَھُمۡ ؕ سَتُکۡتَبُ شَھَادَتُھُمۡ وَیُسۡئَلُوۡنَ اور انہوں نے فرشتوں کو، جو رحمٰن کے بندے ہیں، عورتیں بنا دیا؟ کیا ان کی پیدائش کے وقت وہ موجود تھے؟ ضرور ہی ان کی گواہی لکھی جائے گی اور ان سے پوچھا جائے گا۔(الزخرف:19)

سوال2: کیا شرک کے لیے اِنٰثًا (عورتوں) کو زیادہ اہمیت حاصل رہی ہے؟

جواب: مشرکانہ مذاہب کی تاریخ بتاتی ہے کہ دیویوں کو سب سے زیادہ اہمیت حاصل رہی ہے۔ چین، ہندوستان، عرب، مصر، بابل اور نینوا وغیرہ میں دیویوں کو زیادہ اہمیت حاصل رہی ہے۔

سوال3: دیویوں کی اہمیت کی وجہ کیا تھی؟

جواب:《1》زندگی کی اصل ضرورتوں کا تعلق دیویوں سے سمجھا جاتا تھا۔《2》عربوں میں بھی خدائی کے کام میں دیویوں کا قبضہ سمجھا جاتا تھا مثلاً لات، منات، عزیٰ وغیرہ۔《3》مشرکین کا یہ عقیدہ تھا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی لاڈلی بیٹیاں ہیں اور ان کی بات اللہ تعالیٰ کبھی رَدّ نہیں کرتے۔ اگر یہ راضی ہوں تو ان کے واسطے سے جو کچھ مانگا جائے ملتا ہے۔

سوال4: عربوں میں کون کون سی شرکیہ رسومات جاری تھیں؟

جواب《1》ملائکہ کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں کہتے تھے۔《2》جانوروں کو ان دیویوں کے نام پر نذر کرتے تھے۔《3》شیطان کی پوجا کرتے تھے۔

سوال5: عرب میں فرشتوں کی پوجا کیسے شروع ہوئی؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:《1》ابتداء میں لوگ صرف یہ سمجھتے تھے کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں۔《2》اس کے بعد وہ فرشتوں کی مورتیاں بنانے لگے۔《3》مورتیوں کے نام رکھے گئے مثلاً لات،منات،عزّیٰ وغیرہ ۔《4》مورتیوں کی پوجا شروع ہوگئی۔《5》فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قربت کا ذریعہ بنالیا گیا۔《6》فرشتوں کی بذاتِ خود پوجا کرنے لگے۔

سوال6: وَاِنۡ یَّدۡعُوۡنَ اِلَّا شَیۡطٰنًا مَّرِیۡدًا ''اور وہ سرکش شیطان کے سوا کسی کو نہیں پکارتے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》مَّرِیۡدًا کا معنی ہے شریر (بخاری کتاب التفسیر)《2》شَیۡطٰنًا مَّرِیۡدًا کا مطلب ہے شریر شیطان۔《3》اللہ تعالیٰ نے وضاحت فرمائی ہے کہ وہ عورتوں کی عبادت نہیں کرتے بلکہ شیطان کے پجاری ہیں۔(تفسیر ابن کثیر:368/369)

سوال7: باغی شیطان کو کیسے معبود بنایا جاتا ہے؟

جواب: فرشتوں،بتوں اور دیگر بزرگ ہستیوں کی عبادت شیطان کی عبادت ہے کیونکہ شیطان ہی اللہ تعالیٰ کی عبادت سے روک کر انسانوں کو ان کے آستانوں پر جھکاتا ہے۔اس طرح انسان شیطان کو معبود بناتا ہے۔شیطان انسان کا پہلا اور سب سے بڑا دشمن ہے۔اس نے دھمکی دی تھی کہ میں اللہ کے بندوں کو توحید سے ہٹا کر شرک میں مبتلا کردوں گا۔سو شرک کہیں بھی پایا جاتا ہے، پیچھے کروانے والا شیطان ہے۔اسی وجہ سے ہر دُعا،اِلتجا اور ہر عبادت جو کہیں بھی غیر اللہ کے لیے کی جارہی ہو وہ شیطان کے لیے ہوتی ہے۔

لَّعَنَهُ اللّٰهُ ۘ وَقَالَ لَاَتَّخِذَنَّ مِنۡ عِبَادِكَ نَصِيۡبًا مَّفۡرُوۡضًا(118)

اللہ تعالیٰ نے اس پر لعنت کی ہے۔اور اس نے کہا کہ میں تیرے بندوں میں سے ایک مقررہ حصہ ضرور لے لوں گا۔(118)

سوال1: لَّعَنَهُ اللّٰهُ ''اللہ تعالیٰ نے اس پر لعنت کی ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ''اللہ تعالیٰ نے اس پر لعنت کی ہے''یعنی اللہ تعالیٰ نے شیطان کو اپنی رحمت اور فضل سے دور کردیا ہے۔

سوال2: اللہ تعالیٰ نے شیطان پر لعنت کیوں بھیجی ہے؟

جواب:《1》شیطان نے یہ دھمکی دی تھی کہ وہ انسانوں کے ایک بڑے حصے کو گمراہ کرکے رہے گا۔《2》انہیں جھوٹی تمناؤں اور جھوٹی خواہشات کے چکر میں ڈالے گا۔《3》انہیں لذتوں کے حصول میں گم کردے گا۔《4》انہیں دنیا کی کامیابیوں کے پیچھے دیوانہ کردے گا۔《5》انہیں آخرت کی خوش فہمیوں میں مبتلا کردے گا۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال3: وَقَالَ لَاَتَّخِذَنَّ مِنۡ عِبَادِكَ نَصِيۡبًا مَّفۡرُوۡضًا ’’اوراس نے کہا کہ میں تیرے بندوں میں سے ایک مقررہ حصہ ضرور لے لوں گا‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ شیطان نے بیڑا اٹھایا ہے کہ میں انسان کو برابر بہکا تارہوں گا اور حق سے ہٹا تا رہوں گا۔(مختصر ابن کثیر:1369/)
﴿2﴾ مقررہ حصہ سے مراد نذرونیاز بھی ہوسکتی ہے جنہیں شرک کرنے والے قبروں میں دفن شدہ لوگوں کے نام پر نکالتے ہیں۔
﴿3﴾ اس سے مراد وہ لوگ بھی ہوسکتے ہیں جنہیں شیطان گمراہ کرکے اپنے ساتھ جہنم لے جائے گا۔ ﴿4﴾ جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: اَمِ اتَّخَذَ مِمَّا يَخۡلُقُ بَنٰتٍ وَّاَصۡفٰكُمۡ بِالۡبَنِيۡنَ ﴿١٦﴾ وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمۡ بِمَا ضَرَبَ لِلرَّحۡمٰنِ مَثَلًا ظَلَّ وَجۡهُهٗ مُسۡوَدًّا وَّهُوَ كَظِيۡمٌ کیااس نے اپنے لیے بیٹیاں بنائی ہیں اس میں سے جو وہ پیدا کرتا ہے اور تمہیں بیٹوں کے لیے چن لیا ہے؟ اور جب ان میں سے کسی کو اس چیز کی خوشخبری دی جائے جس کی اس نے رحمٰن کے لیے مثال بیان کی ہے تو اس کا چہرہ سیاہ پڑ جاتا ہے اور وہ غم سے بھرا ہوتا ہے۔(الزخرف:16،17) ﴿5﴾ قَالَ اَرَءَيۡتَكَ هٰذَا الَّذِىۡ كَرَّمۡتَ عَلَىَّ لَـئِنۡ اَخَّرۡتَنِ اِلٰى يَوۡمِ الۡقِيٰمَةِ لَاَحۡتَنِكَنَّ ذُرِّيَّتَهٗۤ اِلَّا قَلِيۡلًا اس نے کہا: کیا تو نے دیکھا یہ شخص جس کو تو نے مجھ پر فضیلت دی ہے؟ یقیناً اگر تو مجھے قیامت کے دن تک مہلت دے گا تو بہت تھوڑے لوگوں کے سوا اس کی پوری نسل کو ہر صورت جڑ سے اکھاڑ پھینکوں گا۔(بنی اسرائیل:62) ﴿6﴾ وَلَقَدۡ صَدَّقَ عَلَيۡهِمۡ اِبۡلِيۡسُ ظَنَّهٗ فَاتَّبَعُوۡهُ اِلَّا فَرِيۡقًا مِّنَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ اور بلاشبہ یقیناً ابلیس نے ان پر اپنا گمان سچ کر دکھایا، تو اہل ایمان کے ایک گروہ کے سوا ان سب نے اس کا پیچھا کیا۔(سبا:20) ﴿7﴾ قَالَ رَبِّ بِمَاۤ اَغۡوَيۡتَنِىۡ لَاُزَيِّنَنَّ لَهُمۡ فِى الۡاَرۡضِ وَلَاُغۡوِيَنَّهُمۡ اَجۡمَعِيۡنَ ﴿٣٩﴾ اِلَّا عِبَادَكَ مِنۡهُمُ الۡمُخۡلَصِيۡنَ اس نے کہا: اے میرے رب! اس وجہ سے کہ تو نے مجھے بہکایا ہے، میں زمین میں ضرور ان کے لیے (گناہ) مزین کروں گا اور میں ان سب کو ضرور بہکاؤں گا۔ مگر ان میں وہ بندے جو خالص کیے ہوئے ہیں۔(الحجر:39,40)

وَّلَاُضِلَّنَّهُمۡ وَلَاُمَنِّيَنَّهُمۡ وَلَاٰمُرَنَّهُمۡ فَلَيُبَتِّكُنَّ اٰذَانَ الۡاَنۡعَامِ وَلَاٰمُرَنَّهُمۡ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلۡقَ اللّٰهِ‌ ؕ وَمَنۡ يَّتَّخِذِ الشَّيۡطٰنَ وَلِيًّا مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ فَقَدۡ خَسِرَ خُسۡرَانًا مُّبِيۡنًا(119)

اور میں ضرور انہیں گمراہ کروں گا اور میں ضرور انہیں جھوٹی اُمیدیں دِلاتا رہوں گا اور میں ضرور انہیں حکم دوں گا، سو وہ میرے حکم سے جانوروں کے کان چیریں گے اور میں ان کو ضرور حکم دوں گا سو وہ اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی صورت کو ضرور بدلیں

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

گے۔اور جو اللہ تعالیٰ کے علاوہ شیطان کو دوست بناتا ہے تو بلاشبہ اس نے خسارہ اٹھایا، واضح خسارہ۔(119)

سوال 1: وَّلَاُضِلَّنَّهُمْ وَلَاُمَنِّيَنَّهُمْ وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُبَتِّكُنَّ اٰذَانَ الْاَنْعَامِ وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ ''اور میں ضرور انہیں گمراہ کروں گا اور میں ضرور انہیں جھوٹی اُمیدیں دِلاتا رہوں گا۔اور میں ضرور انہیں حکم دوں گا، سو وہ میرے حکم سے جانوروں کے کان چیریں گے۔اور میں ان کو ضرور حکم دوں گا سو وہ اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی صورت کو ضرور بدلیں گے'' اللہ تعالیٰ نے شیطان کے طریقۂ واردات کے بارے میں کیا واضح فرمایا ہے؟

جواب: شیطان کے طریقۂ واردات کے بارے میں چار باتیں واضح کی گئی ہیں۔﴿1﴾ وَّلَاُضِلَّنَّهُمْ ''اور میں ضرور انہیں گمراہ کروں گا'' الاضلال: گمراہ کرنا یعنی انسانوں کو صحیح عقائد سے پھیر دینا۔ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کسی کے پاس شیطان آتا ہے اور تمہارے دل میں پہلے تو یہ سوال پیدا کرتا ہے کہ فلاں چیز کس نے پیدا کی' فلاں چیز کس نے پیدا کی؟ اور آخر میں بات یہاں تک پہنچاتا ہے کہ خود تمہارے رب کو کس نے پیدا کیا؟ جب کسی شخص کو ایسا وسوسہ ڈالے تو اسے چاہیے کہ اللہ سے پناہ مانگے اور شیطانی خیال کو چھوڑ دے۔(صحیح بخاری:3276)﴿2﴾ وَلَاُمَنِّيَنَّهُمْ ''اور میں ضرور انہیں جھوٹی اُمیدیں دلاتا رہوں گا'' امانی: جھوٹی اور باطل امیدوں کو دل میں مزین کرنا انسان کی اہم خواہشات میں سے ہے جیسے لمبی عمر پانا اور لازوال بادشاہت حاصل کرنا۔اسی سے اس نے حضرت آدم اور حوا علیہا السلام کو پھسلایا تھا فَوَسْوَسَ اِلَيْهِ الشَّيْطٰنُ قَالَ يٰٓاٰدَمُ هَلْ اَدُلُّكَ عَلٰى شَجَرَةِ الْخُلْدِ وَمُلْكٍ لَّا يَبْلٰى پس شیطان نے اس کے دل میں وسوسہ ڈالا، اُس نے کہا: اے آدم! کیا میں تمہیں دائمی زندگی کا درخت نہ بتاؤں اور ایسی بادشاہت جو پرانی نہ ہو؟(طٰہٰ:120)﴿3﴾ وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُبَتِّكُنَّ اٰذَانَ الْاَنْعَامِ ''اور میں ضرور انہیں حکم دوں گا، سو وہ میرے حکم سے جانوروں کے کان چیریں گے'' جیسا کہ اہل عرب کیا کرتے تھے کہ جب کوئی اونٹنی دس بچے جن لیتی یا جس اونٹ کے نطفہ سے دس بچے پیدا ہو چکتے تو اسے اپنے دیوتا کے نام پر چھوڑ دیتے تھے اور اس سے کام لینا حرام سمجھتے تھے۔اور علامت کے طور پر اس کے کان چیر دیتے تھے۔(تفسیر تیسیر القرآن:464/1)﴿4﴾ وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ ''اور میں ان کو ضرور حکم دوں گا سو وہ اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی صورت کو ضرور بدلیں گے'' حافظ سیوطی نے ''الاکلیل'' میں لکھا ہے کہ یہ آیت خصی کرنے، گدوانے، اضافی بال جوڑنے، دانتوں کے درمیان فاصلہ پیدا کرنے اور چہرے کے بال اکھاڑنے کی حرمت پر دلیل ہے۔﴿5﴾ عورتوں کو بانجھ بنانا، مردوں کی نس بندی کرنا۔﴿6﴾ مردوں کا داڑھی منڈوانا، سر پر مصنوعی بال لگوانا، دانت باریک کروانا۔﴿7﴾ عورتوں کو فطری فرائض سے ہٹا کر انہیں مردوں کی صف میں لا کھڑا کرنا۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

بیضاوی نے لکھا ہے کہ خَلْقَ اللّٰهِ سے مراد انسان کا چہرہ، صورت اور صفت ہے، اور آزاد کردہ نر اونٹ کی آنکھ پھوڑ دینا، غلاموں کو خصی کرنا، گدوانا اور گال پر زینت کے لیے نشان بنوانا، لواطت، سحاق (دو عورتوں کا آپس میں جنسی خواہش پوری کرنا) شمس وقمر کی عبادت، اسلام میں تبدیلی لانا، اور اعضاء و جوارح کو غیر مفید کاموں میں استعمال کرنا جس سے انسان کو کوئی فائدہ نہ ہو، یہ سبھی صورتیں اس آیت کے ضمن میں آتی ہیں۔ (تیسیر الرحمٰن:296)

سوال2: وَّلَاُضِلَّنَّهُمْ ''اور میں ضرور انہیں گمراہ کروں گا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ شیطان کا قول ہے کہ میں انہیں ضرور بہکاؤں گا۔ بہکانے سے مراد گمراہ کرنا ہے۔ شیطان باطل عقیدوں اور جھوٹی آرزوؤں کے ذریعے انسان کو گمراہ کرتا ہے۔ ﴿2﴾ اضلال کہتے ہیں ہدایت کے راستے سے گمراہی کے راستے پر لے جانا۔ (فتح القدیر:659/1) ﴿4﴾ قرآنِ حکیم میں ابلیس کا قول بیان کیا گیا ہے: قَالَ فَبِمَآ اَغْوَيْتَنِيْ لَاَ قْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيْمَ ابلیس نے کہا: پھر اس وجہ سے کہ آپ نے مجھے گمراہ کیا ہے یقیناً میں ان کے لیے آپ کے سیدھے راستے میں ضرور بیٹھوں گا۔ (الاعراف:16) انسان رب سے دعائیں کرتا ہے۔ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ہمیں سیدھے راستے پر چلا۔ (الفاتحہ:6) لیکن سیدھے راستے سے روکنے کے لیے شکاری بیٹھا ہے۔ اس نے اپنے پھندے لگا رکھے ہیں، اپنے جال پھیلا رکھے ہیں، اپنے مورچے لگا رکھے ہیں۔ وہ خواہشات کے جال میں اُلجھاتا ہے، جھوٹی اُمیدوں سے فریب دیتا ہے، باطل عقیدوں کو خوبصورت بنا کر پیش کرتا ہے جس کی وجہ سے انسان سیدھے راستے کو گم کر بیٹھتا ہے۔

سوال3: وَلَاُمَنِّيَنَّهُمْ ''میں ضرور انہیں جھوٹی اُمیدیں دِلاتا رہوں گا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ امانی سے مراد شیطان کی دلائی ہوئی جھوٹی امیدیں ہیں (فتح القدیر:659/1) ﴿2﴾ شیطان انسان کے دل میں جھوٹی امیدیں پیدا کرتا ہے کہ گناہ کرتے رہو اللہ غفور رحیم ہے۔ ابھی عمر پڑی ہے توبہ کرلیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے سارے انسانوں کو جہنم کے لیے تو پیدا نہیں کیا۔ محمد رسول اللہ ﷺ کے اُمتیوں کی شفاعت ہوجائے گی۔ اس قسم کے خیالات اور گمان باطل اُمیدوں میں شامل ہیں۔

سوال4: باطل اُمیدیں کیسے پیدا ہوتی ہیں؟

جواب: ﴿1﴾ باطل اُمیدیں شیطان کے وسوسوں سے پیدا ہوتی ہیں جو انسان کی گمراہی کا سبب بنتی ہیں۔ ﴿2﴾ وَلَاُمَنِّيَنَّهُمْ ''میں ضرور انہیں جھوٹی اُمیدیں دِلاتا رہوں گا۔'' یعنی میں ان کو گمراہ کرنے کے ساتھ ساتھ یہ امیدیں بھی دلاتا رہوں گا کہ انہیں وہ سب

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کچھ حاصل ہوگا جو ہدایت یافتہ کو حاصل ہوتا ہے اور یہ عین فریب ہے۔پس اس نے انہیں مجرد گمراہ کرنے پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ اس نے اس گمراہی کو ان کے سامنے آراستہ کیا جس میں وہ مبتلا ہوئے اور یہ ان کی برائی میں مزید اضافہ ہے کہ انہوں نے اہل جہنم کے اعمال کیے جو عذاب کے موجب ہیں اور سمجھتے رہے کہ یہ اعمال انہیں جنت میں لے جائیں گے (تفسیر سعدی:595/1) شیطان ان خواہشات کے راستے انسان کے اندر داخل ہو جاتا ہے پھر انسان کو بھلا دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے کیا حکم دے رکھا ہے؟

سوال5: شیطان جھوٹی اور باطل اُمیدیں کیوں دلاتا ہے؟

جواب:《1》شیطان انسان کو گمراہ کرنے کے لیے اُسے جھوٹی اور باطل اُمیدیں دِلاتا ہے۔《2》رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جوں جوں آدمی بوڑھا ہوتا جاتا ہے اس کی حرص اور خواہشیں جواں ہوتی رہتی ہیں اور یہی دو باتیں تمام گناہوں کا سرچشمہ ہیں ۔ (تفسیر تیسیر القرآن:465/1)

سوال6: وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُبَتِّكُنَّ اٰذَانَ الْاَنْعَامِ ''اور میں ضرور انہیں حکم دوں گا، سو وہ میرے حکم سے جانوروں کے کان چیریں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》عربی میں امر کا لفظ حکم دینے، مشورہ دینے اور سمجھانے کے معنوں میں آتا ہے۔《2》شیطان یہ مشورے اپنے ساتھیوں کی وساطت سے دیتا ہے۔شیطان انسان کے دل میں وسوسے ڈالتا ہے اور انسان سمجھتا ہے کہ کیا کمال بات سوجھی ہے! کیا کمال راستہ نظر آیا ہے! اور یوں شیطان کا کام ہو جاتا ہے۔《3》شیطان کے ایجنٹ اگر زور آور ہوں تو انکے ہاتھوں وہ قانون بھی بنواتا ہے اور اس کو نافذ بھی کرواتا ہے۔《4》مشرکین مختلف اَدوار میں اپنے خاص خاص جانوروں کے کان چیر کر اُنہیں اپنے جھوٹے معبودوں کے نام پر چھوڑ دیتے تھے۔کان چیرنے کا مقصد یہ ہوتا تھا کہ کوئی ان جانوروں سے فائدہ نہ اٹھائے۔《5》گمراہی کی یہ قسم اللہ تعالیٰ کی حلال کردہ چیزوں کو حرام ٹھہرانے اور حرام کردہ چیزوں کو حلال ٹھہرانے کی متقاضی ہے اور اسی میں فاسد اعتقادات اور ظلم و جور پر مبنی احکامات بھی شامل ہیں جو بڑی گمراہیوں میں سے ہیں۔(تفسیر سعدی:596/1)

سوال7 وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ ''اور میں ان کو ضرور حکم دوں گا سو وہ اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی صورت کو ضرور بدلیں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》''اور میں ان کو ضرور حکم دوں گا سو وہ اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی صورت کو ضرور بدلیں گے'' اس سے مراد اس فطرت کو بدلنا ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے ساری مخلوقات کو پیدا کیا ہے مثلاً عقیدہ توحید جو کہ انسان کی فطرت میں ہے لیکن شیطان

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اوراس کے ایجنٹوں نے اس عقیدے کوخراب کیا۔《2》شیطان کا یہ کام باطنی تخلیق کی تبدیلی کوبھی شامل ہے۔اللہ تعالیٰ نے بندوں کوحنیف بنا کراچھی فطرت پر پیدا کیا ہے،ان میں قبول حق اورحق کوترجیح دینے والوں کی فطرت تخلیق کی۔شیاطین آئے اورانہوں نے ان کواس خوبصورت تخلیق سے ہٹادیااورشر،شرک،کفر،فسق اورمعصیت کوان کے سامنے آراستہ کردیا،حالانکہ پیدا ہونے والا ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے مگراس کے والدین اس کو یہودی،نصرانی یا مجوسی وغیرہ بنادیتے ہیں۔اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کوجس فطرت پر پیدا کیا ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی توحید،اس کی محبت اوراس کی معرفت،وہ اس فطرت کوبدل ڈالتے ہیں۔اس مقام پرشیاطین بندوں کواسی طرح شکارکرتے ہیں جس طرح درندے اوربھیڑیئے ریوڑ سے الگ ہونے والی بھیڑوں،بکریوں کو پھاڑ کھاتے ہیں۔(تفسیر سعدی:596/1)اللہ رب العزت نے فرمایا:فَاَقِمۡ وَجۡهَكَ لِلدِّيۡنِ حَنِيۡفًا‌ؕ فِطۡرَتَ اللّٰهِ الَّتِىۡ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيۡهَا‌ؕ لَا تَبۡدِيۡلَ لِخَـلۡقِ اللّٰهِ‌ؕ ذٰلِكَ الدِّيۡنُ الۡقَيِّمُۙ وَلٰـكِنَّ اَكۡثَرَ النَّاسِ لَا يَعۡلَمُوۡنَ چنانچہ آپ یکسوہوکراپنارخ دین پر قائم رکھیں،اللہ تعالیٰ کی فطرت ہے جس پراُس نے لوگوں کو پیدا کیااللہ تعالیٰ کی تخلیق میں کوئی تبدیلی نہیں،یہی سیدھا دین ہے لیکن اکثرلوگ نہیں جانتے۔(الروم:30)《3》اس تبدیلی سے مرادفطرت میں تبدیلی بھی ہے جیسے مردوں کی نَس بندی کی جاتی ہے اورعورتوں کے آپریشن کرکے انہیں بے اولاد بنانے کی کوشش کی جاتی ہے۔《4》اس سے مرادحلال وحرام کے احکامات میں تبدیلی بھی ہے۔《5》اللہ تعالیٰ کی تخلیق میں تبدیلی جانوروں کے کان کاٹنے،چیرنے،سوراخ کرنے وغیرہ سے ہوتی ہے۔《6》تفسیرابنِ کثیرمیں وضاحت کی گئی ہے کہ ایک معنی یہ بھی کیے گئے ہیں چہرے پرگودنااورگودوانا۔ابن مسعودرضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا:''اللہ تعالیٰ بدن گودنے والیوں اورگدوانے والیوں اورپلکوں کے بال اُکھڑوانے والیوں اورخوب صورتی کے لیے دانتوں کے درمیان فاصلہ کرنے والیوں پرجواللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی صورت میں تبدیلی کرتی ہیں لعنت فرمائی ہے۔''(بخاری:5931)
《7》نبی ﷺ نے فرمایا:ہربچہ دین فطرت پر پیدا ہوتا ہے پھراس کے ماں باپ اسے یہودی،عیسائی یا مجوسی بنادیتے ہیں جس طرح جانورصحیح کانوں کا پیدا ہوتا ہے۔کیا کبھی کسی نے جانور کا بچہ چیرے ہوئے کان والا دیکھا ہے؟(بخاری،مسلم)

سوال8:وَمَنۡ يَّتَّخِذِ الشَّيۡطٰنَ وَلِيًّا مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ فَقَدۡ خَسِرَ خُسۡرَانًا مُّبِيۡنًا ''اورجواللہ تعالیٰ کےعلاوہ شیطان کودوست بناتا ہے توبلاشبہ اس نے خسارہ اٹھایا،واضح خسارہ'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》جس نے شیطان کودوست بنایاوہ واضح خسارے میں ہے۔شیطان کودوست بنانے سے مراداسے اپنے معاملات سونپ دینا،اسے امام بنانااوراس کی پیروی کرنا ہے۔(تفسیرمنیر:287/3)《2》فَقَدۡ خَسِرَ خُسۡرَانًا مُّبِيۡنًا ''توبلاشبہ اس نے خسارہ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اٹھایا‘‘اس نے اپنے نفس کے حق میں کمی کی،اسے غبن کیا،اس نے اللہ تعالیٰ کا حق شیطان کو دے دیا(قرطبی:271/3:3)《3》عظیم خسارہ یہ ہے کہ قرآن کی ہدایت چھوڑ کر شیطان کے اسالیب اور طریقوں کی پیروی کی۔(تفسیر منیر:287/3)

يَعِدُهُمْ وَيُمَنِّيْهِمْ ۭ وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا(120)

وہ اُنہیں وعدے دیتا ہے اور انہیں جھوٹی اُمیدیں دلاتا ہے اور شیطان ان کو دھوکے کے سوا کوئی وعدہ نہیں دیتا۔(120)

سوال1:يَعِدُهُمْ’’وہ اُنہیں وعدے دیتا ہے‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》’’وہ اُنہیں وعدے دیتا ہے‘‘ان کو جھوٹی اُمیدیں دلاتا ہے،شیطان انسانوں کے سامنے سبز باغ پیش کرتا ہے۔وہ جس طرف لے جانا چاہتا ہے اُس کے لیے کسی کو لُطف اُٹھانے لذت حاصل کرنے کے وعدے دیتا ہے اور کسی کو کامیابی کے وعدے دیتا ہے۔《2》جب لوگ فی سبیل اللہ خرچ کرنے لگتے ہیں تو انہیں فقیر ہو جانے کا وعدہ دیتا ہے۔وہ دلوں میں وسوسے ڈالتا ہے خرچ کرو گے تو مال ختم ہو جائے گا یا کم ہو جائے گا اور تم فقیر بن کر ذلیل ہو جاؤ گے۔جب کوئی جوا کھیلتا ہے تو اسے مالدار ہونے کا وعدہ دیتا ہے۔(تفسیر منیر:318/2)《3》شیطان کے وعدے جھوٹے ہیں یہ ایک سچی خبر ہے جس میں کوئی شک نہیں۔شیطان اپنے دوستوں سے جھوٹے وعدے کرتا ہے انہیں بے کار آرزوئیں دلاتا ہے کہ تم دنیا وآخرت میں کامیاب رہو گے۔اسی وجہ سے فرمایا کہ شیطان انہیں دھوکہ دیتا ہے اور وہ اس دھوکے میں اپنے عمل کو نیک سمجھنے لگتے ہیں جیسا کہ حق تعالیٰ نے قیامت کے دن کے بارے میں خبر دی ہے۔وَقَالَ الشَّيْطٰنُ لَمَّا قُضِيَ الْاَمْرُ اِنَّ اللّٰهَ وَعَدَكُمْ وَعْدَ الْحَقِّ وَوَعَدْتُّكُمْ فَاَخْلَفْتُكُمْ ۭ وَمَا كَانَ لِيَ عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ اِلَّآ اَنْ دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِيْ ۚ فَلَا تَلُوْمُوْنِيْ وَلُوْمُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ۭ مَآ اَنَا بِمُصْرِخِكُمْ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُصْرِخِيَّ ۭ اِنِّىْ كَفَرْتُ بِمَآ اَشْرَكْتُمُوْنِ مِنْ قَبْلُ ۭ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ اور شیطان کہے گا،جب کام کا فیصلہ کر دیا جائے گا بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے تم سے جو وعدہ کیا،وہ سچا وعدہ تھا اور میں نے تم سے جو وعدہ کیا تھا سو میں نے تم سے خلاف ورزی کی اور میرا تم پر کوئی غلبہ نہ تھا سوائے اس کے کہ میں نے تمہیں بلایا تو تم نے میرا کہا مان لیا،چنانچہ مجھے ملامت نہ کرو اور خود ہی کو ملامت کرو میں تمہاری فریاد رسی کرنے والا نہیں ہوں اور تم میری فریاد رسی کرنے والے نہیں ہو،یقیناً میں بالکل انکار کرتا ہوں کہ اس سے پہلے تم نے مجھے شریک بنایا تھا،ظالموں کے لیے یقیناً دردناک عذاب ہے۔(ابراہیم:22)شیطان کہے گا میرے وعدے جھوٹے تھے میرا تم پر کوئی زور نہیں تھا البتہ میں نے تمہیں دعوت دی تھی،تم نے میری دعوت قبول کر لی۔مجھے ملامت نہ کرو بلکہ اپنی جانوں کو

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ملامت کرو۔نہ میں تمہاری مدد کر سکتا ہوں اور نہ تم میری۔(مختصر ابن کثیر:370/1)

سوال2:وَیُمَنِّیْهِمْ ’اور انہیں جھوٹی اُمیدیں دلاتا ہے‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:’’اور انہیں جھوٹی اُمیدیں دلاتا ہے‘‘شیطان کسی کو کامیابی کی اُمید دلاتا ہے اور کسی کو نافرمانی کے اعمال پر بھی آخرت کی کامیابیوں کا یقین دِلاتا ہے۔کسی کو یہ تسلی دِلاتا ہے کہ آخرت میں کسی کے سہارے بچ نکلو گے۔

سوال3:وَمَایَعِدُهُمُ الشَّیْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا ’’اور شیطان ان کو دھوکے کے سوا کوئی وعدہ نہیں دیتا‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:شیطان کا وعدہ محض فریب ہے۔وہ انسان کے لیے جال بچھاتا ہے،اسے آہستہ آہستہ اس جال میں پھانستا ہے۔اس جال میں وہ لوگ پھنس جاتے ہیں جن کی فطرت بدل گئی ہو،جو یہ نہیں سوچتے کہ انہیں کس راستے پر چلایا جارہا ہے اور کس دھوکے میں انہیں مبتلا کیا جارہا ہے۔اللہ تعالیٰ نے شیطان کے دھوکے کے بارے میں آگاہ کیا ہے یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا ٚ وَلَا یَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ۝ اِنَّ الشَّیْطٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا ؕ اِنَّمَا یَدْعُوْا حِزْبَهٗ لِیَكُوْنُوْا مِنْ اَصْحٰبِ السَّعِیْرِ اے لوگو!یقیناً اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے تو دنیا کی زندگی تمہیں دھوکے میں نہ ڈالے اور نہ ہی وہ بڑا دھوکے باز اللہ تعالیٰ کے متعلق تمہیں دھوکے میں ڈالے۔(5)یقیناً شیطان تمہارا دشمن ہے تو تم دشمن بنالو اُسے یقیناً وہ اپنے گروہ کو اس لیے بلاتا ہے تاکہ وہ بھڑکتی ہوئی آگ والوں میں سے ہوجائیں۔(فاطر:5,6)

سوال4:شیطان کے پھندے میں کون پھنستا ہے؟

جواب:《1》جس کی فطرت بدل جائے۔《2》جس کے اندر بھلائی قبول کرنے کا مادّہ کمزور پڑ جائے۔

سوال5:شیطان کے پھندے سے کون بچ جاتا ہے؟

جواب:《1》جو صحیح ایمان لے آئے۔《2》جو یہ جان لے کہ شیطان دشمن ہے اور اس کی چالوں سے غافل نہ ہو۔《3》جس کا عقیدہ پختہ ہو《4》جو اللہ تعالیٰ سے مدد مانگتا ہو۔《5》جو شیطان کے پھندے سے بچنے کے لیے اللہ تعالیٰ کی پارٹی میں شامل ہوجائے۔

سوال6:شیطان کب تک مُخلص بندوں کے ساتھ مقابلے میں کمزور رہتا ہے؟

جواب:《1》جب تک وہ اللہ تعالیٰ کی رسی(قرآنِ حکیم)کو مضبوطی سے تھامے رکھیں۔《2》جب تک وہ اِنفرادی اور

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اجتماعی سطح پر کوششیں کرتے رہیں۔﴿3﴾جب تک وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے لیے کوششیں کرتے رہیں۔

أُولَٰئِكَ مَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ وَلَا يَجِدُونَ عَنْهَا مَحِيصًا(121)

یہی لوگ ہیں جن کا ٹھکانہ جہنم ہے اور وہ اس سے بھاگنے کی کوئی جگہ نہ پائیں گے۔(121)

سوال1:أُولَٰئِكَ مَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ ''یہی لوگ ہیں جن کا ٹھکانہ جہنم ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو تنبیہ کی ہے جو شیطان کے وعدوں اور اس کی دلائی ہوئی امیدوں کو سچا سمجھ رہے ہیں کہ قیامت کے دن ان کا ٹھکانہ اور انجام جہنم ہے جس سے انہیں بھاگنے اور چھپنے کی جگہ نہیں ملے گی اور نہ وہ اس سے رہائی اور نجات پا سکتے ہیں۔(مختصر ابن کثیر:370/1)

سوال2:وَلَا يَجِدُونَ عَنْهَا مَحِيصًا ''اور وہ اس سے بھاگنے کی کوئی جگہ نہ پائیں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾شیطان کے وعدوں کو سچا سمجھنے والے کل جب رب العزت کے حضور پہنچیں گے تو جہنم سے فرار کا وہ کوئی راستہ نہیں پائیں گے۔﴿2﴾جہنم کی ہولنا کیوں کا شعوری احساس دِلا کر انسان کی سوچ کا رخ جنت کی طرف موڑا گیا ہے۔اسی لیے ربّ العزت نے ارشاد فرمایا:اِسْتَجِيبُوا لِرَبِّكُمْ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَأْتِيَ يَوْمٌ لَا مَرَدَّ لَهُ مِنَ اللَّهِ ۚ مَا لَكُمْ مِنْ مَلْجَإٍ يَوْمَئِذٍ وَمَا لَكُمْ مِنْ نَكِيرٍ ''اپنے رب کی پکار پر لبیک کہو قبل اس سے کہ وہ دن آئے جس کے اللہ تعالیٰ سے ٹلنے کی کوئی صورت نہیں۔اُس دن تمہارے لیے نہ کوئی جائے پناہ ہوگی اور نہ ہی انکار کی کوئی صورت ہوگی''(الشوریٰ:47)

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سَنُدْخِلُهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ۖ وَعْدَ اللَّهِ حَقًّا ۚ وَمَنْ أَصْدَقُ مِنَ اللَّهِ قِيلًا(122)

اور وہ جو ایمان لائے ہیں اور انہوں نے نیک عمل کیے ہیں،انہیں ہم بہت جلد جنتوں میں داخل کریں گے جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔ان میں ہمیشہ رہنے والے ہیں،ہمیشہ ہمیشہ۔اللہ تعالیٰ کا سچا وعدہ ہے۔اور اللہ تعالیٰ سے زیادہ کون بات میں سچا ہے؟(122)

سوال1:وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سَنُدْخِلُهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ''اور وہ جو ایمان لائے ہیں

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اورانہوں نے نیک عمل کیے ہیں،انہیں ہم بہت جلد جنتوں میں داخل کریں گے جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔ان میں ہمیشہ رہنے والے ہیں،ہمیشہ ہمیشہ'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ اوراس کے رسول کوسچا کہا۔《2》وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ یعنی جنہوں نے اطاعت کی کیونکہ اللہ اوراس کے رسول کی ہراطاعت عمل صالح ہے(ایسرالتفاسیر:279)《3》سعادت مندوں اور پرہیز گاروں کی عزت وکمال اوراحترام کاذکر ہے جن لوگوں کے دلوں نے تصدیق کی،اعضاء نے اللہ کے حکم کے مطابق کام کیے، برے کاموں سے رکے رہے،ہم انہیں جنتوں میں داخل کریں گے وہ جہاں چاہیں گے چلیں پھریں گے،کھائیں پیئیں گے،موج اڑائیں گے،نہ فنا ہے،نہ انتقال مکانی کاڈر۔یہ اللہ کاوعدہ ہے۔(مختصرابن کثیر:370/1)

سوال2:ایمان اورعملِ صالح کرنے والوں کے لیے کیاخوش خبریاں ہیں؟

جواب:《1》ایسی جنتوں میں داخل کیاجائے گاجن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی۔《2》وہاں ہمیشہ کی زندگی ملے گی،لازوال نعمتیں ہوں گی۔

سوال3:وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا''اللہ تعالیٰ کاسچاوعدہ ہے''کی وضاحت کریں؟

جواب:اللہ تعالیٰ کاوعدہ سچا ہے،انصاف پرمبنی ہے،ہرایک کواس کے کیے کابدلہ ملے گا۔اللہ تعالیٰ کاوعدہ پوراہوکررہے گا۔

سوال4:وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِيْلًا''اوراللہ تعالیٰ سے زیادہ کون بات میں سچا ہے''کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》اللہ تعالیٰ سے بڑھ کرسچی بات کس کی ہوسکتی ہے سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنے خطبے میں ارشادفرماتے:فَإِنَّ خَيْرَ الْحَدِيثِ كِتَابُ اللّٰهِ وَخَيْرُ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ''بے شک ہربات سے بہتر اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے اورسب سے بہتر محمد ﷺ کاراستہ ہے۔''(مسلم:2005)《2》اللہ سے بڑھ کرسچی بات کس کی ہوسکتی ہے۔اس سے مرادخبر ہے لا اله الا هو اس کے سوا کوئی معبودنہیں اوراس کے سوا کوئی رب نہیں(تفسیرمنیر:288/3)

لَيْسَ بِاَمَانِيِّكُمْ وَلَآ اَمَانِيِّ اَهْلِ الْكِتٰبِ ؕ مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا يُّجْزَ بِهٖ ۙ وَلَا يَجِدْ لَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا(123)

نہ تمہاری تمناؤں پر(مدار)ہے اورنہ اہلِ کتاب کی تمناؤں پر،جوکوئی بھی بُراعمل کرے گا اُسے اُس کی سزادی جائے گی اوروہ اللہ تعالیٰ کے سوانہ کوئی دوست پائے گااورنہ کوئی مددگار۔(123)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال1:لَيْسَ بِاَمَانِيِّكُمْ وَلَآ اَمَانِيِّ اَهْلِ الْكِتٰبِ "نہ تمہاری تمناؤں پر (مدار) ہے اور نہ اہلِ کتاب کی تمناؤں پر" کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》اس آیت میں یہ حقیقت واضح کی گئی ہے کہ دین آرزوؤں اور تمناؤں کا نام نہیں بلکہ دین تو پختہ عقیدے کا دلوں کے اندر رچ بس جانا ہے اور عمل کا اس ایمان کی تصدیق کرنا ہے۔《2》اللہ تعالیٰ نے واضح کیا ہے کہ جیسے اہلِ کتاب بہت سی آرزوؤں اور تمناؤں کا شکار تھے ایسے ہی تمہاری بھی آرزوئیں اور تمنائیں ہیں جن کی وجہ سے نجات ملنی ممکن نہیں۔نجات کا انحصار تو اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور اس کے رسول ﷺ کی سنت کی اتباع میں ہے۔

سوال2:اہلِ کتاب کی آرزوئیں اور خوش فہمیاں کیا تھیں؟

جواب:اللہ تعالیٰ قرآنِ حکیم میں فرماتے ہیں:وَقَالُوْا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ اَيَّامًا مَّعْدُوْدَةً ۭ قُلْ اَتَّخَذْتُمْ عِنْدَ اللّٰهِ عَهْدًا فَلَنْ يُّخْلِفَ اللّٰهُ عَهْدَهٗٓ اَمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ اور انہوں نے کہا "جہنم کی آگ ہمیں ہرگز نہیں چھوئے گی مگر گنے ہوئے چند دن"۔کہہ دو:"کیا تم نے اللہ تعالیٰ سے کوئی عہد لے رکھا ہے تو وہ اپنے عہد کی خلاف ورزی کبھی نہیں کرے گا یا تم اللہ تعالیٰ پر ایسی بات کہتے ہو جو تم نہیں جانتے"؟(البقرہ:80)وَقَالُوْا لَنْ يَّدْخُلَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ كَانَ هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى ۭ تِلْكَ اَمَانِيُّھُمْ ۭ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ اور انہوں نے کہا کہ کوئی شخص جنت میں ہرگز داخل نہیں ہوگا مگر وہ جو یہودی یا عیسائی ہو،یہ اُن کی تمنائیں ہیں،آپ کہہ دیں کہ اپنی دلیل لاؤ اگر تم سچے ہو۔(البقرہ:111)

سوال3:مَنْ يَّعْمَلْ سُوْۗءًا يُّجْزَ بِهٖ "جو کوئی بھی بُرا عمل کرے گا اُسے اُس کی سزا دی جائے گی" کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》السوء سے یہاں مراد شرک ہے حسن نے کہا یہ آیت کافر کے بارے میں ہے۔(قرطبی:271/3)《2》یہ آیت مسلمانوں کو دہشت میں مبتلا کر گئی انہیں ان کے عمل کی سزا ملے گی تو انہوں نے خود کو میدانِ حشر میں محسوس کیا اور آیت سن کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اس آیت کے بعد فلاح کیسے ہوگی۔ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو مسلمان شدید پریشان ہوئے۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:"میانہ روی اور استقامت اختیار کرو۔مسلمان کو جو بھی تکلیف پہنچتی ہے وہ (اس کے گناہوں کا) کفارہ ہوتی ہے یہاں تک کہ جو ٹھوکر لگتی ہے یا کانٹا چبھتا ہے (تو وہ بھی گناہوں کا کفارہ ہو جاتا ہے)۔"(مسلم:6569)

《3》عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے یہ آیت تلاوت کی:جو کوئی بھی بُرا عمل کرے گا اُسے اُس کی سزا دی جائے گی تو وہ کہنے لگا کہ اگر ہمیں ہمارے عمل کا بدلہ دیا جائے گا تو ہم تو ہلاک ہو جائیں گے۔نبی ﷺ کو یہ بات معلوم ہوئی تو فرمایا: "ہاں!البتہ مومن کو اس کا بدلہ دنیا ہی میں جسمانی ایذاء اور مصیبت کی شکل میں دے دیا جاتا ہے۔"(احمد:24872)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال4:اس آیت میں کیا اسباق ملتے ہیں؟

جواب:《1》اللہ تعالیٰ کی جزا اور سزا کا دارومدار انسانی خواہشات اور تمناؤں پر نہیں ہے۔《2》یہ اللہ تعالیٰ کی مستقل اور دائمی سنت ہے۔《3》دنیا میں کوئی نہیں جس کے لیے اس اُصول میں کوئی نرمی کی جائے۔《4》دنیا میں کوئی نہیں جس کے لیے قانون بدل جائے۔《5》جو جیسا کرے گا ویسا بھرے گا۔

سوال5:وَلَا يَجِدْ لَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ”اور وہ اللہ تعالیٰ کے سوا نہ کوئی دوست پائے گا اور نہ کوئی مددگار“ کی وضاحت کریں؟

جواب:”اور وہ اللہ تعالیٰ کے سوا نہ کوئی دوست پائے گا اور نہ کوئی مددگار“ اللہ تعالیٰ کی سنن بھی اس کے احکامات کی طرح ہیں کوئی ان کو بدلنے کی قدرت نہیں رکھتا بلکہ وہ جاری ہیں اس لیے کسی برائی کرنے والے کو دوست اور مددگار فائدہ نہیں دیں گے۔(ایسر التفاسیر:298)

سوال6:اللہ تعالیٰ نے اپنے سوا کسی اور ولی اور نصیر کے نہ ملنے کا شعور کیوں دِلایا ہے؟

جواب:اللہ تعالیٰ نے کسی اور ولی اور نصیر کے نہ ملنے کا شعور اس لیے دلایا ہے تاکہ لوگ جھوٹی عقیدتوں اور جھوٹی توقعات سے بچ جائیں اور نیک عمل کرنے کی ٹھان لیں۔

وَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ مِنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُوْنَ نَقِيْرًا(124)

اور جو بھی نیک اعمال میں سے کوئی عمل کرے مرد ہو یا عورت اور وہ مومن ہے تو یہ لوگ جنت میں داخل ہوں گے اور ان پر کھجور کی گٹھلی کے شگاف برابر بھی ظلم نہ کیا جائے گا۔(124)

سوال1: وَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ مِنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ ”اور جو بھی نیک اعمال میں سے کوئی عمل کرے مرد ہو یا عورت اور وہ مومن ہے تو یہ لوگ جنت میں داخل ہوں گے “کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے احسان اور فضل وکرم کی وضاحت کی ہے کہ وہ مرد اور عورت میں اعمال کی جزا کے اعتبار سے فرق نہیں کرتا بشرطیکہ وہ صاحبِ ایمان ہوں۔وہ انہیں جنت میں داخل کرے گا اور ان کی نیکیوں میں ذرّہ برابر کمی نہیں کی جائے گی۔《2》وہ جنت میں اپنے نفس کی پاکیزگی اور روحوں کی طہارت کی وجہ سے داخل ہوں گے۔(مراغی:322/2)

سوال2:وَلَا يُظْلَمُوْنَ نَقِيْرًا ”اور ان پر کھجور کی گٹھلی کے شگاف برابر بھی ظلم نہ کیا جائے گا“ کی وضاحت کریں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:﴿1﴾نقیر کھجور کی گٹھلی کی پشت پر چھوٹے سے سوراخ کو کہتے ہیں۔﴿2﴾اللہ تعالیٰ نے واضح کیا ہے کہ جزا سزا کے دن کسی کی حق تلفی نہیں ہوگی، ہر ایک کو پورا پورا اجر دیا جائے گا۔ارشاد فرمایا: وَاَنۡ لَّیۡسَ لِلۡاِنۡسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی ﴿۳۹﴾ وَاَنَّ سَعۡیَهٗ سَوۡفَ یُرٰی ﴿۴۰﴾ ثُمَّ یُجۡزٰىهُ الۡجَزَآءَ الۡاَوۡفٰی ''اور یہ کہ انسان کے لیے صرف وہی ہے جس کی خود اُس نے کوشش کی۔اور بلاشبہ اُس کی کوشش جلد ہی اسے دکھائی جائے گی۔پھر اُسے اس کا بدلہ دیا جائے گا، پورا بدلہ۔''(النجم:39،41)

وَمَنۡ اَحۡسَنُ دِیۡنًا مِّمَّنۡ اَسۡلَمَ وَجۡهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحۡسِنٌ وَّاتَّبَعَ مِلَّةَ اِبۡرٰهِیۡمَ حَنِیۡفًا ؕ وَاتَّخَذَ اللّٰهُ اِبۡرٰهِیۡمَ خَلِیۡلًا (125)

اور دین میں اُس سے اچھا کون ہے جس نے اپنا چہرہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا اور وہ نیکی کرنے والا ہو اس نے ابراہیم کی ملّت کی پیروی کی اور وہ ایک (اللہ کی) طرف ہو جانے والا تھا اور ابراہیم کو اللہ تعالیٰ نے خاص دوست بنا لیا تھا۔(125)

سوال1: وَمَنۡ اَحۡسَنُ دِیۡنًا مِّمَّنۡ اَسۡلَمَ وَجۡهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحۡسِنٌ ''اور دین میں اُس سے اچھا کون ہے جس نے اپنا چہرہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا اور وہ نیکی کرنے والا ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾جس نے اپنی ذات اللہ کے حوالے کر دی اور اپنے عزت وجلال والے رب کی رضامندی کے لیے خلوص سے عمل کرتا رہا اور اس کے ثواب پر یقین کر کے اور اللہ کو خوش کرنے کے لیے اس کی رضامندی کے کام کیے، اپنے عمل میں شریعت کی مطابقت کا لحاظ رکھا اس کے لیے جنت ہے۔﴿2﴾ہر عمل کے لیے دو شرائط ہیں خالص اللہ کی رضا کے لیے ہو اور سنت کے مطابق ہو﴿3﴾خالص وہ عمل ہے جو دل سے کیا جائے اور صواب وہ عمل ہے جو سنت اور شریعت کے مطابق ہو لہٰذا ظاہری عمل شریعت کی مطابقت سے اور باطنی عمل اخلاص سے صحیح ہوتا ہے پھر عمل میں ان دو شرطوں میں سے کوئی شرط نہ پائی جائے تو وہ عمل باطل ہوگا۔

سوال2: اللہ تعالیٰ کے یہاں کامیابی کا معیار کیا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کے یہاں کامیابی کا معیار اسلام، احسان اور ملتِ ابراہیم علیہ السلام کی پیروی کرنا ہے۔﴿1﴾اسلام یعنی اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کرنا۔﴿2﴾احسان یعنی اللہ تعالیٰ کے لیے مخلص ہونا۔﴿3﴾ملتِ ابراہیم علیہ السلام کی پیروی کرنا یعنی اللہ تعالیٰ کی محبت کو دل میں ایسے راسخ کر لینا کہ کسی اور کی جگہ نہ رہے۔

سوال3: اسلام لانے کا کیا مطلب ہے؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:《1》اسلام لانے کا مطلب ہے اپنی ہستی کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دینا《2》اپنی سوچ، اپنے خیال، اپنے جذبات، اپنے احساسات اور اپنے عمل کو مکمل طور پر اللہ تعالیٰ کے حوالے کر دینا۔

سوال4: مِّمَّنۡ اَسۡلَمَ وَجۡهَهٗ لِلّٰهِ ''اُس سے اچھا کون ہے جس نے اپنا چہرہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا'' اپنی ہستی کو اللہ تعالیٰ کے حوالے کیسے کیا جاتا ہے؟

جواب:《1》چہرہ سب سے معزز عضو ہے پھر جب وہ اللہ کے آگے جھک جاتا ہے تو سارے اعضاء اس کے تابع ہو جاتے ہیں (تفسیر خازن:431/1)《2》یہاں اخلاص سے مراد ہے چہرے کا اللہ تعالیٰ کے سامنے جھک جانا جو قلب کے خشوع، اس کی توجہ، اس کی انابت اور اس کے اخلاص پر دلالت کرتا ہے۔ (تفسیر سعدی:601/1)

سوال5: محسن سے کیا مراد ہے؟

جواب:《1》محسن سے مراد مخلص ہے جو دل سے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے کام کرے۔《2》محسن وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی نگرانی کے یقین کے ساتھ عمل کرتا ہے۔ (الاساس فی التفسیر:1190/2)《3》حسن عمل اس کا ہے جو سنت کے مطابق عمل کرے۔

سوال6: حنیف کسے کہتے ہیں؟

جواب:《1》ایسے شخص کو حنیف کہتے ہیں جو ہر طرف سے کٹ کر یک سُوئی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا ہو جاتا ہے۔《2》محمد بن کعب نے کہا حنیف مستقیم کو کہتے ہیں (ابن ابی حاتم:1074/4)

سوال7: یک سُوئی کیسے پیدا ہوتی ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے نماز کے لیے قبلے کا تعین کیا تا کہ انسان کے اندر یک سُوئی پیدا ہو۔ دن میں پانچ بار اللہ تعالیٰ کے لیے یک سُو ہونا سکھایا جاتا ہے۔ انسان ساری دنیا سے منہ موڑ کر اللہ تعالیٰ کی طرف اپنا رخ کر لیتا ہے۔ یہ حنیف ہونے کی تصویر ہے۔ اللہ تعالیٰ یہ چاہتے ہیں کہ انسان یہ رویہ نماز کے علاوہ بھی اپنی زندگی میں اپنائے۔《1》اپنے ہر معاملے میں سب کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کی طرف رُخ کرے۔《2》اپنی زندگی کے سارے فیصلے اللہ تعالیٰ کی کتاب اور سنتِ رسول ﷺ سے لے۔《3》اپنی خواہش اور دوسروں کی مرضی کو اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں اہمیت نہ دے۔

سوال8: وَّاتَّبَعَ مِلَّةَ اِبۡرٰهِيۡمَ حَنِيۡفًا ''اور اس نے ابراہیم کی ملّت کی پیروی کی اور وہ ایک (اللہ کی) طرف ہو جانے والا تھا'' سے کیا

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

مراد ہے؟

جواب:《1》ملت ابراہیم:اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا جو ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔(ایسر التفاسیر:298)《2》اس سے مراد نبی ﷺ ہیں اور جن لوگوں نے قیامت تک آپ ﷺ کی پیروی کی۔رب العزت نے فرمایا: اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ بِاِبْرٰهِيْمَ لَلَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ وَهٰذَا النَّبِيُّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ؕ وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِيْنَ یقیناً لوگوں میں ابراہیم کے سب سے زیادہ قریب وہ ہیں جنھوں نے ان کی پیروی کی اور یہ نبی اور وہ لوگ جو ایمان لائے،اور اللہ تعالیٰ مومنوں کا دوست ہے۔(آل عمران:68)

سوال9: وَاتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرٰهِيْمَ خَلِيْلًا ''اور ابراہیم کو اللہ تعالیٰ نے خاص دوست بنالیا تھا'' ابراہیم علیہ السلام کے خلیل ہونے کی وجہ کیا تھی؟

جواب:《1》خُلّہ محبت کی بلندترین نوع ہے اور محبت کا یہ اعلیٰ ترین مرتبہ اللہ تعالیٰ کے دو خلیلوں کو حاصل ہوا ہے، جناب محمد مصطفیٰ اور جناب ابراہیم کو اور رہی اللہ تعالیٰ کی محبت عامہ تو یہ عام اہل ایمان کے لیے ہے۔ابراہیم علیہ السلام کو خلیل اس لیے بنایا کیونکہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے تمام احکام کو پورا کیا اور ہر آزمائش میں پورے اترے۔پس اللہ تعالیٰ نے انہیں تمام لوگوں کا امام ٹھہرایا اور اپنا خلیل بنالیا اور تمام جہانوں میں ان کے ذکر کو بلند کیا۔(تفسیر سعدی:601/1)《2》جندب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے آپ ﷺ کے وصال سے پانچ دن پہلے سنا۔آپ ﷺ فرمارہے تھے کہ میں اللہ تعالیٰ کے سامنے اس چیز سے بری ہوں کہ تم میں سے کسی کو اپنا دوست بناؤں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنا خلیل (دوست) بنایا ہے جیسا کہ ابراہیم علیہ السلام کو خلیل بنایا تھا اور اگر میں اپنی امت سے کسی کو اپنا خلیل بناتا تو ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بناتا۔(صحیح مسلم:1188)

《3》انہوں نے ہر طرف سے کٹ کر اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے حوالے کر دیا۔امام ابن قیم رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''الجواب الکافی''میں لکھا ہے کہ کلمہ ''خلۃ'' جس سے ''خلیل'' بنا ہے اس کا معنی کمال محبت اور انتہائے محبت ہے کہ جس کے بعد دل میں کسی دوسرے کے لیے کوئی گنجائش باقی نہ رہے اور یہ منصبِ عظیم صرف ابراہیم علیہ السلام و محمد ﷺ کے لیے خاص تھا۔(تیسیر الرحمٰن:298)

رب العزت کا فرمان ہے: اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ كَانَ اُمَّةً قَانِتًا لِّلّٰهِ حَنِيْفًا ؕ وَلَمْ يَكُ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ یقیناً ابراہیم ایک اُمت تھے اللہ تعالیٰ کا فرماں بردار اور ایک اللہ کی طرف ہو جانے والے اور وہ مشرکوں میں سے نہ تھے۔(النحل:120)

وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيْطًا(126)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اور اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کا ہمیشہ سے احاطہ کرنے والا ہے۔(126)

سوال1: وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيْطًا ''اور اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کا ہمیشہ سے احاطہ کرنے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》''اور اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے''یعنی ساری کائنات اللہ تعالیٰ کی مملوک اس کی غلام اور اس کی مخلوق ہے، اس میں اس کا تصرف اور اختیار ہے، اس کے حکم کو کوئی ٹالنے والا نہیں اور اس کے فرمان کی تعمیل میں کوئی دیر نہیں کرسکتا اس کی عظمت وقدرت، عدل وحکمت اور رحمت وشفقت عام ہے اس سے کوئی باز پرس نہیں کرسکتا۔《2》''اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کا ہمیشہ سے احاطہ کرنے والا ہے''اللہ تعالیٰ کا علم گوشہ گوشہ میں پھیلا ہوا ہے اور ہر چیز گھیرے ہوئے ہے اس سے کوئی چیز چھپی ڈھکی نہیں آسمانوں میں اور زمین میں کوئی ذرہ برابر چیز یا اس سے کم وبیش اس سے پوشیدہ نہیں ایک ایک ناقابل تقسیم جزو کی اسے خبر ہے۔(ابن کثیر:373/1)

سوال2: جب انسان کے اندر یہ شعور پختہ ہوجاتا ہے کہ زمین وآسمانوں میں جو کچھ ہے اللہ تعالیٰ کا ہے تو اس میں کیا تبدیلی آتی ہے؟

جواب:《1》انسان اللہ تعالیٰ کو اپنا الٰہ (معبود) اور حاکم تسلیم کرلیتا ہے۔《2》انسان صرف اللہ تعالیٰ کی غلامی کرتا ہے۔《3》انسان صرف اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

سوال3: اللہ تعالیٰ نے اپنے مُحیط ہونے کا شعور کیسے دِلایا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کی ملکیت سے اپنے مُحیط یعنی گھیرنے والا ہونے کا شعور دلایا ہے۔

رکوع نمبر16

وَيَسْتَفْتُوْنَكَ فِي النِّسَآءِ ؕ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِيْهِنَّ ۙ وَمَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ فِيْ يَتٰمَى النِّسَآءِ الّٰتِيْ لَا تُؤْتُوْنَهُنَّ مَا كُتِبَ لَهُنَّ وَتَرْغَبُوْنَ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الْوِلْدَانِ ۙ وَاَنْ تَقُوْمُوْا لِلْيَتٰمٰى بِالْقِسْطِ ؕ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِهٖ عَلِيْمًا(127)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اورلوگ آپ سے عورتوں کے بارے میں فتویٰ پوچھتے ہیں، آپ کہہ دیں کہ اللہ تعالیٰ تمہیں ان کے بارے میں فتویٰ دیتا ہے اوراس کتاب میں جوتم پر پڑھا جاتا ہے یتیم عورتوں کے بارے میں ہے جن کوتم وہ نہیں دیتے جوان کے لیے فرض کیا گیا ہے اورتم رغبت رکھتے ہوکہ اُن سے نکاح کرواور بے بس کمزوربچوں کے بارے میں بھی اور یہ کہ تم یتیموں کے بارے میں انصاف پر قائم رہواور جوبھی تم بھلائی کروگے تو بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے اس کوخوب جاننے والا ہے۔(127)

سوال1:اس آیت کا شانِ نزول کیا ہے؟

جواب:سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ یہ آیت ایسے شخص کے بارے میں نازل ہوئی کہ اگراس کی پرورش میں کوئی یتیم لڑکی ہواوروہ اس کا ولی اوروارث بھی ہواورلڑکی اس کے مال میں بھی حصہ دار ہو یہاں تک کہ کھجور کے درخت میں بھی اب وہ شخص خوداس لڑکی سے نکاح کرنا چاہے کیوں کہ اسے یہ پسند نہیں کہ کسی دوسرے سے اس کا نکاح کردے کہ وہ اس کے اس مال میں حصہ دار بن جائے جس میں لڑکی حصہ دار تھی اس وجہ سے اس لڑکی کا کسی دوسرے شخص سے وہ نکاح نہ ہونے دے تو ایسے شخص کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی تھی۔(بخاری:4600)

سوال2:وَيَسْتَفْتُوْنَكَ فِي النِّسَآءِ ’’اورلوگ آپ سے عورتوں کے بارے میں فتویٰ پوچھتے ہیں‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:’’اورلوگ آپ سے عورتوں کے بارے میں فتویٰ پوچھتے ہیں‘‘لوگ آپ سے عورتوں اوران کی میراث کے بارے میں فتویٰ طلب کرتے ہیں۔(ایسرالتفاسیر:299)

سوال3:قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِيْهِنَّ ’’آپ کہہ دیں کہ اللہ تعالیٰ تمہیں ان کے بارے میں فتویٰ دیتا ہے‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:’’آپ کہہ دیں کہ اللہ تعالیٰ تمہیں ان کے بارے میں فتویٰ دیتا ہے‘‘《1》اللہ تعالیٰ نے عورتوں کے بارے میں ظلم سے روکا اور ہر حصہ دار کا حصہ مقرر کردیا۔《2》ابن عباس فرماتے ہیں جاہلیت میں دستور تھا کہ اگرکوئی شخص یتیم بچی کا ولی بننا چاہتا تو اس پر کپڑا ڈال دیتا تھا۔پھردستور کے مطابق کوئی اس سے نکاح نہیں کرسکتا تھا اگر وہ حسین ہوتی اورخود ولی اس کی طرف مائل ہوتا تو اس سے شادی کرلیتا اوراس کا مال کھاتا اوراگر بدصورت ہوتی تو اسے مرتے دم تک بٹھائے رکھتا۔جب مرجاتی تو اس کا وارث بنتا۔اللہ تعالیٰ نے اس کوحرام قرار دیا اوراس سے لوگوں کوروک دیا۔(مختصرابن کثیر:374/1)

سوال4:وَمَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ فِيْ يَتٰمَى النِّسَآءِ ’’اوراس کتاب میں جوتم پر پڑھا جاتا ہے یتیم عورتوں کے بارے میں ہے ‘‘

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کی وضاحت کریں؟

جواب: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اس آیت میں جو کہا گیا ہے کہ ''جو اس کتاب سے یتیم عورتوں کے بارے میں تمہیں سنایا جاتا ہے''یعنی (سابقہ احکام) تو اس سے مراد سورۃ النساء کی سابقہ آیت ہے یعنی وَ اِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِی الْیَتٰمٰی (النساء:3)

سوال5: الّٰتِیْ لَا تُؤْتُوْنَھُنَّ مَا کُتِبَ لَھُنَّ ''جن کو تم وہ نہیں دیتے جو ان کے لیے فرض کیا گیا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اس سے مراد ہے کہ جو کچھ ان کے مہر اور میراث ہیں اسے فرض کیا گیا ہے۔

سوال6: وَ تَرْغَبُوْنَ اَنْ تَنْکِحُوْھُنَّ ''اور تم رغبت رکھتے ہو کہ اُن سے نکاح کرو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے فرمان: وَ تَرْغَبُوْنَ اَنْ تَنْکِحُوْھُنَّ سے مراد یہ ہے کہ اگر تم میں سے کسی کے ہاں کوئی یتیم لڑکی زیرِ تربیت ہو اور مال و خوبصورتی میں کم ہو اور وہ اس وجہ سے اس کے ساتھ نکاح کرنے سے اعراض کرتا ہو تو ان کو بھی اس سے بھی منع کیا گیا ہے جو یتیم عورتوں کے مال اور خوبصورتی میں رغبت کرتے ہیں کہ بغیر انصاف کے ان کے ساتھ نکاح نہ کریں۔ (مسلم:7528)

سوال7: وَ الْمُسْتَضْعَفِیْنَ مِنَ الْوِلْدَانِ ''اور بے بس کمزور بچوں کے بارے میں بھی'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ابن عباس نے کہا: جاہلیت میں چھوٹے بچوں اور بیٹیوں کو جائیداد میں سے حصہ نہیں دیا جاتا تھا اللہ تعالیٰ نے یہاں اس سے روک دیا ہے۔ (ابن ابی حاتم:1078/4)

سوال8: وَ اَنْ تَقُوْمُوْا لِلْیَتٰمٰی بِالْقِسْطِ ''اور یہ کہ تم یتیموں کے بارے میں انصاف پر قائم رہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ''اور یہ کہ تم یتیموں کے بارے میں انصاف پر قائم رہو'' اللہ تعالیٰ نے یتیموں کے بارے میں تلقین کی ہے کہ ان کے لیے انصاف پر قائم رہو یعنی اگر تم یتیم لڑکیوں سے نکاح کرنا چاہتے ہو تو انہیں مہر ادا کرو جو کچھ طے کروا نہیں ادا کرو اور انہیں دوسرے حقوق بھی دو۔ ﴿2﴾ یتیموں کے لیے حق اور انصاف قائم کرنے والے بنو گے تو اللہ تعالیٰ کے یہاں اجر پاؤ گے۔ ﴿3﴾ بِالْقِسْطِ ''انصاف پر'' میراث اور مہر میں انصاف پر قائم رہو۔ (تفسیر منیر:301/3) ﴿4﴾ ابو شریح خویلد بن عمرو خزاعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اے اللہ! میں لوگوں کو دو ضعیفوں کے حق سے بہت ڈراتا ہوں (کہ ان میں کوتاہی مت کرنا) ایک یتیم اور دوسری عورت۔ (نسائی)

سوال9: وَ مَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَیْرٍ فَاِنَّ اللّٰہَ کَانَ بِہٖ عَلِیْمًا ''اور جو بھی تم بھلائی کرو گے تو بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے اس کو خوب جاننے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》''تم جوبھی نیکی کرو گے اللہ تعالیٰ اسے خوب جاننے والا ہے۔''اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو یقین دلایا ہے کہ تمہارے اعمال ضائع نہیں ہوں گے۔اللہ تعالیٰ اس کو خوب جانتا ہے۔اس نے ان کا ریکارڈ تیار کروا رکھا ہے۔وہ ہر ایک عمل کا پورا پورا بدلہ دے گا۔《2》وَمَا تَفۡعَلُوۡا مِنۡ خَيۡرٍ ضعفاء کے حق میں ان کے مالوں کی حفاظت اور ان کے قائم رہنے کی تدبیر سے اور ان کے لیے انصاف کرنے میں سے کوئی کام جو تم کرو گے۔《3》فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِهٖ عَلِيۡمًا بے شک اللہ تعالیٰ اسے پوری طرح جاننے والا ہے وہ اس کی جزا دے گا۔(تفسیر قاسمی:504/5)

سوال10:اللہ تعالیٰ نے اپنے عَلِیم ہونے کا شعور کیسے دلایا ہے؟

جواب:《1》اللہ تعالیٰ نے یتیم لڑکیوں کو نکاح میں لانے کی رغبت کے علم سے اپنے علیم ہونے کا شعور دلایا ہے۔《2》اللہ تعالیٰ نے یتیموں اور کمزور بچوں کے حقوق کی حفاظت کے لیے دیئے جانے والے احکامات سے اپنے علم کا شعور دلایا ہے۔《3》قتادہ نے کہا:اللہ تعالیٰ علیم ہے۔اس کے پاس یہ محفوظ ہے وہ اس کو پوری طرح جاننے والا ہے اس کا قدردان ہے اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر کوئی قدردان نہیں اور نہ اس سے بڑھ کر کوئی خیر کی جزا دے سکتا ہے(ابن ابی حاتم:1079/4)

وَاِنِ امۡرَاَةٌ خَافَتۡ مِنۡۢ بَعۡلِهَا نُشُوۡزًا اَوۡ اِعۡرَاضًا فَلَا جُنَاحَ عَلَيۡهِمَاۤ اَنۡ يُّصۡلِحَا بَيۡنَهُمَا صُلۡحًا ؕ وَالصُّلۡحُ خَيۡرٌ ؕ وَ اُحۡضِرَتِ الۡاَنۡفُسُ الشُّحَّ ؕ وَاِنۡ تُحۡسِنُوۡا وَتَتَّقُوۡا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ خَبِيۡرًا(128)

اور اگر کوئی عورت اپنے شوہر سے کسی قسم کی زیادتی یا بے رُخی کا خوف رکھے تو ان دونوں پر کوئی گناہ نہیں ہے کہ دونوں آپس میں کسی طرح کر صلح کرلیں اور صلح بہر حال بہتر ہے اور ہر نفس میں حرص حاضر رکھی گئی ہے اور اگر تم نیکی کرو اور تقویٰ اختیار کرو تو یقیناً اللہ تعالیٰ اُس سے جو تم عمل کرتے ہو ہمیشہ سے پورا باخبر ہے(128)

سوال1:اس آیت کا شانِ نزول کیا ہے؟

جواب:《1》عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ ایسا مرد جس کے ساتھ اس کی بیوی رہتی ہے لیکن شوہر کو اس کی طرف کوئی خاص توجہ نہیں بلکہ وہ اسے جدا کر دینا چاہتا ہے،اس پر عورت کہتی ہے کہ میں اپنی باری اور اپنا نان ونفقہ معاف کر دیتی ہوں (تم مجھے طلاق نہ دو) تو ایسی صورت کے متعلق یہ آیت اسی باب میں اتری۔(بخاری:4601)《2》ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ سودہ رضی اللہ عنہا

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کوخوف ہوا کہ بوجہ بڑھاپے کے نبی ﷺ انہیں طلاق نہ دے دیں۔چنانچہ انہوں نے عرض کی کہ آپ ﷺ مجھے طلاق مت دیجئے اور مجھے اپنی بیویوں میں شامل رکھیے اور میں اپنی باری عائشہ رضی اللہ عنہا کو معاف کر دیتی ہوں۔سو نبی ﷺ نے ایسا ہی کیا۔پس یہ آیت نازل ہوئی۔(ترمذی:3040)

سوال2:وَاِنِ امۡرَاَةٌ خَافَتۡ مِنۡۢ بَعۡلِهَا نُشُوۡزًا اَوۡ اِعۡرَاضًا ''اور اگر کوئی عورت اپنے شوہر سے کسی قسم کی زیادتی یا بے رُخی کا خوف رکھے''عورت شوہر کی طرف سے زیادتی اور بے رُخی کا اندازہ کیسے لگاتی ہے؟

جواب:﴿1﴾نشوز ابمعنی بغض وعداوت کے معنی میں ہے۔(بخاری کتاب التفسیر)﴿2﴾نحاس نے کہا نشوز اور اعراض میں فرق ہے۔نشوز تو دوری ہے اور اعراض یہ ہے کہ وہ عورت سے کلام نہ کرے یا انس نہ رکھے۔(فتح القدیر:664/1)﴿3﴾نشوز یہ ہے کہ شوہر بیوی کے ساتھ سونا چھوڑ دے۔اور اسکے اخراجات میں کمی کر دے۔اور اعراض یہ ہے کہ بیوی کے ساتھ بیٹھنا اور بات چیت کرنا بند کر دے۔

سوال3:فَلَا جُنَاحَ عَلَيۡهِمَاۤ اَنۡ يُّصۡلِحَا بَيۡنَهُمَا صُلۡحًا ''تو ان دونوں پر کوئی گناہ نہیں ہے کہ دونوں آپس میں کسی طرح کی صلح کرلیں''کی وضاحت کریں؟

جواب:اللہ تعالیٰ نے شوہر اور بیوی کے تعلقات میں خرابی کی صورت میں تعلقات کی بہتری کے لیے دونوں کو آمادہ کیا ہے کہ باہمی صلح میں کوئی حرج نہیں،صلح بہر حال بہتر ہے،عورت کو اپنے شوہر کی بیزاری کا ڈر ہے تو اگر اسے خوش کرنے کے لیے اپنے تمام یا بعض حقوق سے دست بردار ہو جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں مثلاً نان ونفقہ چھوڑ دے،اپنی باری معاف کر دے،شوہر کو اس کی بات مان لینی چاہیے اس میں شوہر کا حرج ہے نہ بیوی کا پھر حق تعالیٰ نے ملاپ کو جدائی سے بہتر بتایا کیوں کہ صلح کی صورت لڑائی سے بہتر ہے۔(مختصر ابن کثیر:375/1)

سوال4:وَالصُّلۡحُ خَيۡرٌ ''اور صلح بہر حال بہتر ہے''مرد اور عورت کی صلح کے بارے میں فرمایا کہ بہر حال بہتر ہے اس کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾صلح جدائی،نشوز اور اعراض سے بہتر ہے۔(تفسیر قاسمی:505/5)﴿2﴾صلح بہتر ہے کیوں کہ ازدواجی تعلق عظیم روابط میں سے ہے اور اس کا حق بڑا ہے اور یہ معاہدہ مضبوط معاہدات میں سے ہے۔(تفسیر مراغی:326/2)﴿3﴾صلح کی وجہ سے خشک اور سنگدل لوگوں کے دل بھی نرم پڑ جاتے ہیں۔﴿4﴾صلح کی وجہ سے محبت اور اُنس پیدا ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے باہمی تعلقات بہتر ہو جاتے ہیں۔﴿5﴾صلح کی وجہ سے ازدواجی تعلقات کو برقرار رکھنے کی خواہش پیدا ہو جاتی ہے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال5:وَاُحۡضِرَتِ الۡاَنۡفُسُ الشُّحَّ ''اور ہر نفس میں حرص حاضر رکھی گئی ہے'' اسلام نفس انسانی کے ساتھ کیسا معاملہ کرتا ہے؟

جواب:اسلام وہ تمام ذرائع اور وسائل کام میں لاتا ہے جس سے انسانی نفس کی سطح بلند ہوجائے۔ارشاد فرمایا:وَمَنۡ يُّوۡقَ شُحَّ نَفۡسِهٖ فَاُولٰٓٮِٕكَ هُمُ الۡمُفۡلِحُوۡنَ ''اور جو اپنے نفس کی بخیلی سے بچالیا گیا تو وہی فلاح پانے والے ہیں۔''(التغابن:16) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''بخل اور ایمان کبھی ایک بندے کے اندر جمع نہیں ہوسکتا۔(نسائی:3112)《1》الشُّحَّ ایسے بخل کو کہتے ہیں جس کے ساتھ حرص ملی ہوئی ہو۔(راغب)《2》الشُّحَّ سے مراد یہ ہے کہ جو کچھ انسان پر خرچ کرنا واجب ہے اسے خرچ کرنے میں راغب نہ ہو اور اپنا حق حاصل کرنے کا بڑا حریص ہو،تمام نفوس طبعی طور پر اسی جبلت پر پیدا کیے گئے ہیں۔(تفسیر سعدی:601/1)《3》وَاُحۡضِرَتِ الۡاَنۡفُسُ الشُّحَّ ہر نفس کو اپنے فائدے کا لالچ ہوتا ہے۔(بخاری کتاب التفسیر)

سوال6:نفس تنگ دلی کی طرف جلدی کیوں مائل ہوجاتے ہیں؟

جواب:انسانی نفس کی تنگ دِلی،بخل اور حرص فطری امر ہے۔پھر شوہر بیوی کی زندگی میں بعض اوقات ایسے اسباب جمع ہو جاتے ہیں جن کی وجہ سے بخل اور تنگ دِلی اُبھر آتی ہے۔

سوال7:مرد کی طرف سے شُح کیا ہے؟

جواب:مرد کی طرف سے شُح یہ ہے کہ عورت سے پورا فائدہ اٹھائے مگر اس کے پورے حقوق ادا نہ کرے۔

سوال8:عورت کی طرف سے شُح کیا ہے؟

جواب:عورت کی طرف سے شُح یہ ہے کہ مرد سے نان ونفقہ اور مہر پورا وصول کرے مگر حقوق ادا کرنے میں کمی کرے۔

سوال9:رشتۂ نکاح کو برقرار رکھنے کے لیے عورت اور مرد کو کس چیز کا خیال رکھنے کی ضرورت ہے؟

جواب:《1》 کسی عورت کو اپنے شوہر کی طرف سے اگر یہ خدشہ لاحق ہو کہ وہ اسے چھوڑ دے گا یا اس سے بے پروائی اختیار کرے گا تو اس میں کوئی حرج نہیں کہ عورت حق مہر،عدل اور نان ونفقے میں شوہر کو ایسی رعایتیں دے کہ آپس کے تعلقات خراب ہونے کا خدشہ ختم ہوجائے۔اس کے لیے ایثار کی ضرورت ہے۔رشتۂ نکاح کو برقرار رکھنے کے لیے عورت کو قربانی دینی پڑے تو اسے قربانی دے دینی چاہیے۔《2》وَاِنۡ تُحۡسِنُوۡا وَتَتَّقُوۡا سے مرد کو اُبھارا گیا ہے کہ احسان وتقویٰ اور ایثار وقربانی کا میدان تو ان کے لیے ہے۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال10:انسانی نفس کواحسان اورتقویٰ کی طرف پکارنا کیسے متاثر کرتا ہے؟

جواب:《1》انسان کے نفس پرتقویٰ کی پکار کے گہرے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔《2》اس دعوت کے لیے نفس جلدی تیار ہوجاتے ہیں۔《3》انسان اس پکار پر لبیک کہتا ہے۔

سوال11: وَاِنْ تُحْسِنُوْا وَتَتَّقُوْا ''اوراگرتم نیکی کرواورتقویٰ اختیارکرو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》وَاِنْ تُحْسِنُوْا'' اوراگرتم نیکی کرو'' عورتوں کے ساتھ اچھابرتاؤ کرو۔《2》وَتَتَّقُوْا'' اورتقویٰ اختیارکرو'' اور عورتوں پرظلم کرنے سے بچو۔(تفسیرمنیر:302/3)《3》اللہ تعالیٰ نے ارشادفرمایاہے کہ اگرچہ نفس میں تنگ دلی،حرص اوربخل ہے پھربھی شوہراوربیوی اگرایک دوسرے سے حسن سلوک کرتے رہیں اوراللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہیں تواجرضرورپائیں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ ان کے ہرعمل سے باخبر ہے جیسا کہ اس نے فرمایا: وَاَحْسِنُوْا ۚ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ اورنیکی کرو، بلاشبہ اللہ تعالیٰ نیکی کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔(البقرہ:195)

سوال12: فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا'' تویقیناً اللہ تعالیٰ اُس سے جوتم عمل کرتے ہوہمیشہ سے پوراباخبرہے'' اللہ تعالیٰ نے اپنے خبیرہونے کاشعورکیوں دلایاہے؟

جواب:《1》اللہ تعالیٰ نے اپنے خبیرہونے کاشعوراس لیے دلایاہے تاکہ لوگ صلح پرآمادہ ہوجائیں۔《2》اللہ تعالیٰ نے صلح کے راستے کی رکاوٹ نفس کی بخیلی (شُحّ) کی خبرکاشعوردلایاہے تاکہ لوگ احسان اورتقویٰ کی رَوش اختیارکریں کیونکہ اللہ تعالیٰ تمام اعمال سے باخبر ہے۔

وَلَنْ تَسْتَطِيْعُوْٓا اَنْ تَعْدِلُوْا بَيْنَ النِّسَآءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ فَلَا تَمِيْلُوْا كُلَّ الْمَيْلِ فَتَذَرُوْهَا كَالْمُعَلَّقَةِ ۭ وَاِنْ تُصْلِحُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا(129)

اورتم ہرگزاستطاعت نہیں رکھتے کہ بیویوں کے درمیان عدل کروخواہ تم حرص بھی رکھو چنانچہ تم بالکل(ایک جانب)پوری طرح نہ جھک جاؤ،کہ تم اس(دوسری کو)لٹکی ہوئی کی طرح چھوڑدواوراگرتم اصلاح کرواورتم ڈرتے رہوتوبلاشبہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے بےحد بخشنے والا،نہایت رحم والا ہے۔(129)

سوال1: وَلَنْ تَسْتَطِيْعُوْٓا اَنْ تَعْدِلُوْا بَيْنَ النِّسَآءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ'' اورتم ہرگزاستطاعت نہیں رکھتے کہ بیویوں کے درمیان عدل کرو

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

خواہ تم حرص بھی رکھو' کی وضاحت کریں؟

جواب: ابن عباس نے فرمایا: تم ہرگز استطاعت نہیں رکھتے کہ بیویوں کے درمیان محبت اور جماع میں عدل کرسکو (ابن ابی حاتم: 4/1083)

سوال 2: بیویوں کے درمیان کہاں کہاں انصاف ہونا چاہیے؟

جواب: ﴿1﴾ خرچ دینے میں انصاف۔ ﴿2﴾ باریوں کی تقسیم میں انصاف۔ ﴿3﴾ حقوقِ زوجیت میں انصاف۔ ﴿4﴾ مسکراہٹوں میں انصاف۔ ﴿5﴾ زبانی الفاظ کہنے میں انصاف وغیرہ۔

سوال 3: فَلَا تَمِيْلُوْا كُلَّ الْمَيْلِ فَتَذَرُوْهَا كَالْمُعَلَّقَةِ "چنانچہ تم بالکل (ایک جانب) پوری طرح نہ جھک جاؤ، کہ تم اس (دوسری کو) لٹکی ہوئی کی طرح چھوڑ دو" کوئی انسان اپنی بیویوں میں سے ایک کی طرف زیادہ مائل ہو تو وہ اپنے میلان کو ختم نہیں کرسکتا، اس کا حل کیا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ یعنی ظاہری معاملات میں ایسا جھکاؤ نہ ہو کہ دوسری بیوی کے حقوق مارے جائیں کہ وہ نہ تو بیوی رہے نہ طلاق یافتہ ﴿2﴾ اسلام اس بات کو تسلیم کرتا ہے کہ انسان بیویوں کے درمیان مکمل عدل نہیں کرسکتا اگرچہ وہ ایسا کرنے کی کوشش کرے۔ باریاں تقسیم کرلے پھر بھی محبت اور دل کے میلان کو ختم نہیں کیا جاسکتا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے نصیحت کی ہے اگر ایک بیوی کی طرف زیادہ میلان ہو تو حد سے نہیں نکلنا چاہیے کہ دوسری کو لٹکا ہوا چھوڑ دو۔ اس لیے اپنے معاملات کی اصلاح کرلو یعنی عدل کے لیے باریاں تقسیم کرلو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو تو اللہ بڑا ہی معاف کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔ ﴿3﴾ اسلام کسی ایسے کام پر انسان سے مؤاخذہ نہیں کرتا جو اس کی طاقت سے باہر ہو۔ ﴿4﴾ اسلام ایسے کام کو نہ گناہ قرار دیتا ہے اور نہ اس پر سزا دیتا ہے۔ ﴿5﴾ اسلام چاہتا ہے کہ بیویوں کے درمیان معاملات میں انصاف کیا جائے۔ ﴿6﴾ اسلام اس بات سے منع کرتا ہے کہ ظاہری معاملات میں شوہر ایک بیوی کی طرف جھک جائے اور دوسری کے حقوق مارے جائیں۔ ﴿7﴾ آپ ﷺ نے فرمایا: جس کی دو بیویاں ہوں اور وہ ان میں سے ایک کی طرف میلان رکھے تو قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اس کا ایک پہلو جھکا ہوا ہوگا۔ (دارمی کتاب النکاح)

سوال 4: أَنْ تَعْدِلُوْا بَيْنَ النِّسَآءِ "بیویوں کے درمیان عدل کرو" کیا رسول اللہ ﷺ دلی میلان کے باوجود عدل کرتے تھے؟

جواب: ﴿1﴾ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ مسلمانوں کو یہ معلوم تھا کہ رسول اللہ ﷺ کو زیادہ محبت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہے۔ پس جب ان میں سے کسی کے پاس کچھ ہدیہ ہوتا اور وہ چاہتا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کو دے تو وہ اس کو روک لیتا یہاں

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

تک کہ جب رسول اللہ ﷺ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر ہوتے تو وہاں ہدیہ پہنچایا جاتا۔(بخاری:2581)《2》عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ سے پوچھا کہ آپ کو سب سے زیادہ عزیز کون شخص ہے؟فرمایا:''عائشہ رضی اللہ عنہا۔''

سوال5:رسول اللہ ﷺ بیویوں کے درمیان کیسے انصاف کرتے تھے؟

جواب:《1》عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ (اپنی ازواج کے مابین)تقسیم کرتے اور عدل کرتے اور فرمایا کرتے:اے اللہ!یہ میری تقسیم ہے جو میرے بس میں ہے اور اس بات میں مجھے ملامت نہ فرمانا جس کا تُو مالک ہے اور میرا اس پر اختیار نہیں۔(ابوداؤد:2134)عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ جب رسول اللہ ﷺ کی بیماری بڑھی اور تکلیف شدید ہوگئی تو آپ نے اپنی بیویوں سے اپنے ایامِ مرض میرے پاس گزارنے کی اجازت طلب کی اور سب نے آپ ﷺ کو بخوشی اجازت دے دی۔(بخاری:2588)

سوال6:وَاِنْ تُصْلِحُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا''اور اگر تم اصلاح کرو اور تم ڈرتے رہو تو بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے بے حد بخشنے والا،نہایت رحم والا ہے''کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》وَاِنْ تُصْلِحُوْا اگر تم اپنے باہمی معاملات درست کرلو اور اپنی استطاعت کے مطابق بیویوں میں برابری کرتے رہو۔《2》وَتَتَّقُوْا اور اللہ سے ڈر جاؤ۔《3》فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا''تو بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے بے حد بخشنے والا،نہایت رحم والا ہے''باہمی معاملات کی اصلاح کر کے اختیاری چیزوں میں برابری کرنے لگو تو کسی ایک طرف جھک جانے کو اللہ تعالیٰ معاف کردے گا۔

سوال7:اللہ تعالیٰ نے اپنے غفور اور رحیم ہونے کا شعور کیوں دلایا ہے؟

جواب:《1》اللہ تعالیٰ نے پورا عدل کرنے کی کوشش کے باوجود نہ کرپانے پر اپنے غفور اور رحیم ہونے کا شعور دلایا ہے تاکہ ایک سے زائد بیویوں کے درمیان عدل کرسکیں۔《2》اللہ تعالیٰ نے اپنے غفور اور رحیم ہونے کا شعور اس لیے دلایا ہے تاکہ لوگ اصلاح کر کے تقویٰ کی روش اختیار کرسکیں۔

وَاِنْ يَّتَفَرَّقَا يُغْنِ اللّٰهُ كُلًّا مِّنْ سَعَتِهٖ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ وَاسِعًا حَكِيْمًا(130)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اور اگر وہ دونوں جُدا ہوجائیں تو ہر ایک کو اللہ تعالیٰ اپنی وسعت سے غنی کردے گا اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ ہی سے بڑی وسعت والا، کمال حکمت والا ہے۔(130)

سوال1: وَاِنْ يَّتَفَرَّقَا ’’اور اگر وہ دونوں جُدا ہوجائیں‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ یعنی شوہر اور بیوی اگر آپس میں اتفاق سے صلح نہ کرسکیں اور معاملہ طلاق تک پہنچ جائے۔ ﴿2﴾ جدائی کی صورت جب تفریق ہوگئی ہے تو اللہ دونوں کو ایک دوسرے سے بے نیاز کردے گا۔

سوال2: شوہر اور بیوی کے درمیان جدائی کب بہتر ہے؟

جواب: ﴿1﴾ جب شوہر اور بیوی کے درمیان صُلح کی ہر ممکن کوششوں کے باوجود صُلح نہ ہوسکے۔ ﴿2﴾ جب باہمی تعلقات خراب ہوجائیں۔ ﴿3﴾ جب آپس میں حسنِ سلوک کے ساتھ زندگی گزارنا ممکن نہ رہے۔ ﴿4﴾ جب دِلوں میں نفرت پیدا ہوجائے۔

سوال3: وَاِنْ يَّتَفَرَّقَا يُغْنِ اللّٰهُ كُلًّا مِّنْ سَعَتِهٖ ’’اور اگر وہ دونوں جُدا ہوجائیں تو ہر ایک کو اللہ تعالیٰ اپنی وسعت سے غنی کردے گا‘‘ زوجین کی علیحدگی کی صورت میں اللہ تعالیٰ کا کیا وعدہ ہے؟

جواب: ﴿1﴾ ’’اور اگر وہ دونوں جُدا ہوجائیں تو ہر ایک کو اللہ تعالیٰ اپنی وسعت سے غنی کردے گا‘‘ زوجین کے اندر علیحدگی کے لیے اٹھنے والے وسوسوں کا علاج کیا گیا ہے کہ رازِق تم نہیں اللہ تعالیٰ ہے۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ اپنی وسیع قدرت اور فضل وکرم سے ہر ایک کو دوسرے سے بے نیاز کردے گا اور بہتر رشتے کا انتظام کردے گا۔

سوال4: شوہر اور بیوی کو کن بنیادوں پر اکٹھا کیا جاسکتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ واجبات وفرائض کی انجام دہی۔ ﴿2﴾ محبت۔ ﴿3﴾ باہم رحم دِلی۔ ﴿4﴾ حسنِ سلوک۔

سوال5: وَكَانَ اللّٰهُ وَاسِعًا حَكِيْمًا ’’اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ ہی سے بڑی وسعت والا، کمال حکمت والا ہے‘‘ اللہ تعالیٰ نے اپنے وَاسِع اور حکیم ہونے کا شعور کیوں دِلایا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے شوہر اور بیوی کے درمیان باہمی ہم آہنگی نہ ہونے کے باوجود خدشوں کی وجہ سے جدا نہ ہوسکنے پر اپنے وَاسِع ہونے کا شعور دلایا ہے تاکہ لوگ ایک دوسرے کے لیے وبال جان بننے کی بجائے سکون سے علیحدگی اختیار کرسکیں

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنی وُسعت سے ہر ایک کو دوسرے سے بے نیاز کر دینے والا ہے۔﴿2﴾اللہ تعالیٰ نے اپنے حکیم ہونے کا شعور دلایا ہے کہ اس نے حکمت بھرے احکامات دیئے ہیں جس کی وجہ سے شوہر اور بیوی دونوں کے لیے علیحدگی کا راستہ بن جاتا ہے اور وہ سکون سے اپنی زندگی کا آغاز کر سکتے ہیں۔یقیناً اللہ تعالیٰ اپنے افعال اور شریعت میں حکیم ہے۔(تفسیر قاسمی:512/5)

وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَلَقَدْ وَصَّيْنَا الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَاِيَّاكُمْ اَنِ اتَّقُوا اللّٰهَ ؕ وَاِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَنِيًّا حَمِيْدًا (131)

اور اللہ تعالیٰ ہی کا ہے جو بھی آسمانوں میں ہے اور جو بھی زمین میں ہے۔اور تم سے پہلے جو لوگ کتاب دیئے گئے تھے، بلاشبہ انہیں بھی اور تمہیں بھی ہم نے وصیت کی ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ڈر کر رہو اور اگر تم کفر کرو گے تو یقیناً جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے سب اللہ تعالیٰ ہی کا ہے اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ ہی سے ہر طرح بے پرواہ، ہر تعریف کا حق دار ہے۔(131)

سوال1:وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ''اور اللہ تعالیٰ ہی کا ہے جو بھی آسمانوں میں ہے اور جو بھی زمین میں ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾تخلیق،ملکیت،تصرف اور تدبیر کے اعتبار سے ہر چیز اسی کی ہے۔(ایسر التفاسیر:301,302)﴿2﴾اللہ تعالیٰ ہی آسمان وزمین کا حاکم ہے اور وہی کائنات کا مالک وخالق ہے لہٰذا اس سے ڈر جاؤ۔

سوال2:وَلَقَدْ وَصَّيْنَا الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَاِيَّاكُمْ اَنِ اتَّقُوا اللّٰهَ ''اور تم سے پہلے جو لوگ کتاب دیئے گئے تھے، بلاشبہ انہیں بھی اور تمہیں بھی ہم نے وصیت کی ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ڈر کر رہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾وَلَقَدْ وَصَّيْنَا ہم نے تم سے تقویٰ کا عہد لیا۔﴿2﴾الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ ''جو لوگ کتاب دیئے گئے تھے'' اس سے مراد یہود ونصاریٰ ہیں۔(ایسر التفاسیر:301)﴿3﴾اللہ تعالیٰ زمین وآسمان کا مالک ہے اسی وجہ سے اس نے جن لوگوں کو پہلے کتاب دی تھی انہیں بھی اور تمہیں بھی نصیحت کی ہے کہ عزت وجلال والے اللہ سبحان وتعالیٰ سے ڈر کر رہو، اسی ایک کی عبادت کرو اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ۔﴿4﴾اَنِ اتَّقُوا اللّٰهَ ''کہ اللہ تعالیٰ سے ڈر کر رہو'' اللہ تعالیٰ کی شریعت اور اس کی سنن کو قائم کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ سے ڈر کر رہو۔(تفسیر مراغی:329/2)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال3:اللہ تعالیٰ نے ہر دور کے اہلِ کتاب کوتقویٰ کی وصیت کیوں کی ہے؟

جواب:《1》تقویٰ سے مراداللہ تعالیٰ کے ثواب کی امید کی وجہ سے اس کی اطاعت کرنااوراس کے عذابوں سے ڈر کراس کے روکے سے رک جاناہے اللہ تعالیٰ نے تقویٰ کی وصیت اس لیے کی ہے کہ 《2》اللہ تعالیٰ کے تقویٰ سے ہی دِلوں کی اصلاح ہوسکتی ہے۔《3》اللہ تعالیٰ کے تقویٰ سے ہی ہر نظام کی اصلاح ہوسکتی ہے۔《4》اللہ تعالیٰ کے تقویٰ سے ہی کسی نظام کی جزویات پرعمل کیاجاسکتاہے۔

سوال4:اللہ تعالیٰ انسان کووصیت کیوں کرتے ہیں؟

جواب:《1》انسانوں کی بھلائی کے لیے۔《2》انسانوں کے حالات درست کرنے کے لیے۔

سوال5:تقویٰ کی وجہ سے کیاتبدیلی آتی ہے؟

جواب:تقویٰ کی وجہ سے دِلوں کی اورسارے حالات کی اصلاح ہوسکتی ہے۔

سوال6:وَاِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ”اوراگرتم کفرکروگےتویقیناً جوکچھ آسمانوں میں ہےاورجوکچھ زمین میں ہےسب اللہ تعالیٰ ہی کا ہے“کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》اگرتم اللہ تعالیٰ کے آگےنہیں جھکتے تونہ جھکوساری کائنات بلکہ خودتمہارے اعضاء بھی اس کے آگے جھکے ہوئے ہیں۔اللہ تعالیٰ کوتمہاری عبادت کی پرواہ نہیں،وہ بے نیاز ہے اسے بندوں کی حاجت نہیں۔(مختصرابن کثیر:377/1)《2》تمہارا کفراللہ تعالیٰ کا کچھ نہیں بگاڑسکتا کیونکہ وہ آسمانوں وزمین کا مالک ہے۔تمہاری نافرمانی سے اس کی عزت وشان میں کمی نہیں آتی۔

سوال7:وَكَانَ اللّٰهُ غَنِيًّا حَمِيْدًا ”اوراللہ تعالیٰ ہمیشہ ہی سے ہرطرح بے پرواہ،ہرتعریف کاحق دارہے“اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات غَنِی اور حَمِید کاشعورکیسے دلایاہے؟

جواب:《1》اللہ تعالیٰ نے زمین وآسمان کی ملکیت سے اپنے غَنِی اور حَمِید ہونے کاشعوردِلایاہے۔اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے بے پرواہ ہےاوراپنے فیصلوں اوراحکامات میں تعریف کاحق دارہے۔《2》حمیداس امرپردلالت کرتاہےکہ وہ ہرقسم کی حمدوثنا،محبت اوراکرام کامستحق ہے۔اس لیے وہ صفات حمد سے متصف ہے جوکہ جمال اورجلال کی صفات ہیں اور چونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کوبےشمارنعمتوں سے نوازاہےاس لیے وہ ہرحال میں محمودہے۔ان دواسمائے گرامی یعنی الغنی اورالحمید کا یکجاہوناکتناخوبصورت ہے۔یقیناًوہ بے نیازاورقابل تعریف ہے،اسے کمال بے نیازی بھی حاصل ہے اورکمال حمد بھی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اوران دونوں کے حسن امتزاج کا کمال بھی۔(تفسیر سعدی:607,608/1)

وَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا (132)

اوراللہ تعالیٰ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو بھی زمین میں ہے اوراللہ تعالیٰ ہی وکیل کافی ہے۔(132)

سوال1:وَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ”اوراللہ تعالیٰ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو بھی زمین میں ہے اوراللہ تعالیٰ ہی وکیل کافی ہے“ کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》اللہ تعالیٰ تمام کائنات کا بادشاہ ہے ساری کائنات پر اللہ ہی کا حکم چلتا ہے وہ ہر شخص کے اعمال کو گھیرے ہوئے ہے، ہر ایک کا نگران ہے اور اس کا علم ہر جگہ ہمہ وقت موجود ہے اور وہی کارساز ہے۔《2》جو زمین و آسمان کا مالک ہے وہ اختیارات رکھتا ہے، وہی کام بنا سکتا ہے، اس لیے اُسی پر بھروسہ کیا جا سکتا ہے۔ ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اے میرے بندو! میں نے اپنے اوپر ظلم کو حرام قرار دیا ہے اور میں نے تمہارے درمیان بھی ظلم کو حرام قرار دیا ہے تو تم ایک دوسرے پر ظلم نہ کرو۔ اے میرے بندو! تم سب گمراہ ہو سوائے اس کے جسے میں ہدایت دوں۔ تم مجھ سے ہدایت مانگو میں تمہیں ہدایت دوں گا۔ اے میرے بندو! تم سب بھوکے ہو سوائے اس کے کہ جسے میں کھلاؤں تو تم مجھ سے کھانا مانگو میں تمہیں کھانا کھلاؤں گا۔ اے میرے بندو! تم سب ننگے ہو سوائے اس کے کہ جسے میں پہناؤں تو تم مجھ سے لباس مانگو تو میں تمہیں لباس پہناؤں گا۔ اے میرے بندو! تم سب گناہ کرتے ہو اور میں سارے گناہ بخشتا ہوں تو تم مجھ سے بخشش مانگو میں تمہیں بخش دوں گا۔ اے میرے بندو! تم مجھے ہرگز نقصان نہیں پہنچا سکتے اور نہ ہی ہرگز مجھے نفع پہنچا سکتے ہو۔ اے میرے بندو! اگر تمہارے اول اور آخر، تمہارے انسان اور جنات سب اس شخص کی طرح ہو جائیں جس کے دل میں تم میں سے سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کا ڈر ہے تو یہ بات میری بادشاہی میں کوئی اضافہ نہیں کر سکتی۔ اے میرے بندو! اگر تمہارے اول اور آخر، تمہارے انسان اور جنات اس شخص کی طرح ہو جائیں جو تم میں سے سب سے زیادہ فاجر و فاسق ہے تو یہ چیز میری بادشاہی میں کوئی کمی نہیں کر سکتی۔ اے میرے بندو! اگر تم سب اولین و آخرین اور جن و انس ایک صاف چٹیل میدان میں کھڑے ہو کر مجھ سے مانگنے لگو اور میں ہر انسان کو جو وہ مجھ سے مانگے عطا کر دوں تو پھر بھی میرے خزانوں میں اس قدر بھی کمی نہیں ہوگی جتنی کہ سمندر میں سوئی ڈال کر نکالنے سے۔ اے میرے بندو! یہ تمہارے اعمال ہیں کہ جنہیں میں

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

تمہارے لیے اکٹھا کرر ہا ہوں پھر میں تمہیں ان کا پورا پورا بدلہ دوں گا تو جو آدمی بہتر بدلہ پائے وہ اللہ کا شکرادا کرے اور جو بہتر بدلہ نہ پائے تو وہ اپنے نفس ہی کو ملامت کرے۔سعد فرماتے ہیں کہ ابوادریس خولانی ؒ جب یہ حدیث بیان کرتے تھے تو اپنے گھٹنوں کے بل جھک جاتے تھے۔(مسلم:6572)

سوال 2:اللہ تعالیٰ نے اپنے وکیل ہونے کا شعور کیسے دلایا ہے؟

جواب:اللہ تعالیٰ نے زمین وآسمان کی ملکیت سے اپنے وکیل یعنی کارساز ہونے کا یقین دلایا ہے۔

اِنْ یَّشَاْ یُذْهِبْكُمْ اَیُّهَا النَّاسُ وَ یَاْتِ بِاٰخَرِیْنَ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ عَلٰى ذٰلِكَ قَدِیْرًا(133)

اگر وہ چاہے تو تمہیں لے جائے اے لوگو!اوردوسروں کو لے آئے اوراللہ تعالیٰ اس پر ہمیشہ سے پوری طرح قدرت رکھنے والا ہے۔(133)

سوال 1:اِنْ یَّشَاْ یُذْهِبْكُمْ اَیُّهَا النَّاسُ وَ یَاْتِ بِاٰخَرِیْنَ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ عَلٰى ذٰلِكَ قَدِیْرًا ''اگر وہ چاہے تو تمہیں لے جائے اے لوگو! اوردوسروں کو لے آئے اوراللہ تعالیٰ اس پر ہمیشہ سے پوری طرح قدرت رکھنے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》جب یہ آیت نازل ہوئی تو آنحضرت ﷺ نے سلمان کی طرف اشارہ کرکے فرمایا:''ھم قوم ھذا'' کہ یہاں آخرین سے مراد یہ لوگ ہیں۔(قرطبی)(تفسیر اشرف الحواشی:120/1)《2》رب العزت کا فرمان ہے :هٰۤاَنْتُمْ هٰۤؤُلَآءِ تُدْعَوْنَ لِتُنْفِقُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ۚ فَمِنْكُمْ مَّنْ یَّبْخَلُ ۚ وَ مَنْ یَّبْخَلْ فَاِنَّمَا یَبْخَلُ عَنْ نَّفْسِهٖ ؕ وَ اللّٰهُ الْغَنِیُّ وَ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ ۚ وَ اِنْ تَتَوَلَّوْا یَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَیْرَكُمْ ۙ ثُمَّ لَا یَكُوْنُوْۤا اَمْثَالَكُمْ سنو تم وہ لوگ ہو کہ تمہیں بلایا جاتا ہے تاکہ تم اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرو تو تم میں سے بعض لوگ بخل کرتے ہیں اور جو بخل کرتا ہے بس وہ اپنے آپ ہی سے بخل کرتا ہے اوراللہ تعالیٰ غنی ہے اور تم محتاج ہو اور اگر تم منہ موڑو گے تو وہ تمہارے علاوہ کسی دوسری قوم کو بدل لائے گا پھر وہ تم جیسے نہ ہوں گے۔(محمد:38)《3》اِنْ یَّشَاْ یُذْهِبْكُمْ وَ یَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِیْدٍ ۙ وَّ مَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِیْزٍ اگر وہ چاہے تو تم لوگوں کو لے جائے اور ایک نئی مخلوق لے آئے اور یہ اللہ تعالیٰ پر بالکل بھی دشوار نہیں ہے۔(ابراہیم:19,20)《4》اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنی ملکیت اور حاکمیت کا خوف دلایا ہے کہ دیکھو وہ صاحبِ اختیار ہے۔چاہے تو تمہیں لے جائے اور تمہاری جگہ دوسروں کو لے آئے۔انسان اس بات سے خوف کھا کر کہ اللہ تعالیٰ مجھے لے جائے گا اور دوسروں کو لے آئے گا،اپنی اصلاح کے لیے آمادہ ہو جاتا ہے۔《5》اگر تم نافرمانی کرو گے،رب کے احکامات ٹھکراؤ گے،اس کے قانون کی توہین کرو گے،اس کی فرماں برداری سے بھاگو گے تو وہ تمہیں فناء کرنے کی قدرت رکھتا ہے نافرمانوں کو

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

فنا کر کے وہ فرماں برداروں کو پیدا کرے گا۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے اپنے قَدِیۡر ہونے کا شعور کیسے دِلایا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے اپنی مشیت سے ان لوگوں کو لے جانے اور ان کی جگہ دوسروں کو بدل دینے سے اپنے قَدِیۡر ہونے کا شعور دلایا ہے۔

مَنۡ کَانَ یُرِیۡدُ ثَوَابَ الدُّنۡیَا فَعِنۡدَ اللّٰہِ ثَوَابُ الدُّنۡیَا وَ الۡاٰخِرَۃِ ؕ وَ کَانَ اللّٰہُ سَمِیۡعًۢا بَصِیۡرًا (134)

جو دُنیا کے بدلے کا ارادہ رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے پاس دُنیا اور آخرت کا بدلہ ہے اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے سب کچھ سننے والا، سب کچھ دیکھنے والا ہے۔ (134)

سوال 1: مَنۡ کَانَ یُرِیۡدُ ثَوَابَ الدُّنۡیَا فَعِنۡدَ اللّٰہِ ثَوَابُ الدُّنۡیَا وَ الۡاٰخِرَۃِ ”جو دُنیا کے بدلے کا ارادہ رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے پاس دُنیا اور آخرت کا بدلہ ہے“ کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ کے پاس دنیا اور آخرت دونوں کا ثواب ہے جب دونوں کا سوال کرو گے تو وہ دونوں دے گا اور مال دار بنا دے گا صرف دنیا چاہو گے تو آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہوگا۔ فَمِنَ النَّاسِ مَنۡ یَّقُوۡلُ رَبَّنَاۤ اٰتِنَا فِی الدُّنۡیَا وَ مَا لَہٗ فِی الۡاٰخِرَۃِ مِنۡ خَلَاقٍ پھر لوگوں میں سے کوئی ہے جو کہتا ہے: اے ہمارے رب! ہمیں دنیا ہی میں دے۔ اور اُس کے لیے آخرت میں کوئی حصّہ نہیں۔ (البقرہ:200) مَنۡ کَانَ یُرِیۡدُ الۡعَاجِلَۃَ عَجَّلۡنَا لَہٗ فِیۡہَا مَا نَشَآءُ لِمَنۡ نُّرِیۡدُ ثُمَّ جَعَلۡنَا لَہٗ جَہَنَّمَ ۚ یَصۡلٰىہَا مَذۡمُوۡمًا مَّدۡحُوۡرًا جو شخص جلدی والی دنیا کا ارادہ کرتا ہے تو اُسے ہم اسی میں جلدی دیں گے جو ہم چاہیں گے، جس کے لیے ہم ارادہ کریں گے، پھر اُس کے لیے ہم نے جہنم بنا رکھی ہے، وہ مذمت کیا ہوا، دھتکارا ہوا اس میں داخل ہوگا۔ (بنی اسرائیل:18) اگر دنیا اور آخرت دونوں چاہو گے تو وہ دونوں دے گا۔ وَ مِنۡہُمۡ مَّنۡ یَّقُوۡلُ رَبَّنَاۤ اٰتِنَا فِی الدُّنۡیَا حَسَنَۃً وَّ فِی الۡاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّ قِنَا عَذَابَ النَّارِ اور ان میں سے کوئی ہے جو کہتا ہے: اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں بھی بھلائی عطا فرما اور آخرت میں بھی بھلائی عطا فرما اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچا۔ (البقرہ:201) مَنۡ کَانَ یُرِیۡدُ حَرۡثَ الۡاٰخِرَۃِ نَزِدۡ لَہٗ فِیۡ حَرۡثِہٖ ۚ وَ مَنۡ کَانَ یُرِیۡدُ حَرۡثَ الدُّنۡیَا نُؤۡتِہٖ مِنۡہَا وَ مَا لَہٗ فِی الۡاٰخِرَۃِ مِنۡ نَّصِیۡبٍ جو کوئی آخرت کی کھیتی کا ارادہ رکھتا ہے ہم اُس کے لیے اُس کی کھیتی میں اضافہ کریں گے اور جو کوئی دنیا کی کھیتی کا ارادہ رکھتا ہے ہم اُسے اُس میں سے کچھ دے دیں گے اور آخرت میں اُس کے لیے کوئی حصہ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

نہیں۔(الشوریٰ:20)《2》جو دنیا میں صلہ چاہتا ہے تو دنیا کا مالک اللہ تعالیٰ ہے وہ جس کو جتنا چاہتا ہے دیتا ہے۔جو آخرت کا صلہ چاہتا ہے تو اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت کا صلہ عطا فرماتا ہے۔جیسا کہ فرمایا: مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا نُوَفِّ اِلَيْهِمْ اَعْمَالَهُمْ فِيْهَا وَهُمْ فِيْهَا لَا يُبْخَسُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَيْسَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا النَّارُ ۖ وَحَبِطَ مَا صَنَعُوْا فِيْهَا وَبٰطِلٌ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (ھود:15،16) جو کوئی دنیا کی زندگی اور اس کی زینت کا ارادہ رکھتا ہے، ہم اُن کے اعمال کا اسی دنیا میں ہی انہیں پورا پورا بدلہ دے دیں گے اور اسی دنیا میں ان سے کمی نہیں کی جائے گی۔یہی لوگ ہیں جن کے لیے آخرت میں آگ کے سوا کچھ نہیں اور انہوں نے جو کچھ دنیا میں بنایا وہ سب برباد ہو گیا اور باطل ہیں جو وہ عمل کرتے رہے تھے۔《3》جو صرف دنیا میں صلہ چاہتا ہے اور اپنی پوری ہمت دنیا کے لیے لگا دیتا ہے وہ جانوروں کی طرح ہے۔اس میں ان لوگوں کو تنبیہ کی گئی ہے جو اپنے دنیا کے مفادات کی خاطر اللہ تعالیٰ کی شریعت سے فرار کا راستہ اختیار کرتے ہیں حالانکہ دنیا طلبی پر بھی ملتا وہی ہے جو اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا ہے۔زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس کا مقصد آخرت ہی بن جائے اللہ تعالیٰ اس کے منتشر امور کو جمع فرما دے گا اور اس کے دل کو غنی کر دے گا اور دنیا اس کے پاس ذلیل ہو کر آئے گی اور جس کی نیت حصول دنیا ہو اس کے کاموں کو منتشر فرما دے گا اور اس کی آنکھوں کے سامنے تنگی کر دے گا اور دنیا اسے اتنی ہی ملے گی جتنی اس کے لیے لکھ دی گئی ہے۔(الترغیب والترھیب:4/121)

سوال2: وَكَانَ اللّٰهُ سَمِيْعًا بَصِيْرًا ''اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے سب کچھ سننے والا، سب کچھ دیکھنے والا ہے'' اللہ تعالیٰ نے اپنے سَمِیع اور بَصِیر ہونے کا شعور کیسے دلایا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے دنیا کے ثواب اور آخرت کے ثواب کے انسانی ارادوں سے اپنے سَمِیع اور بَصِیر ہونے کا شعور دلایا ہے۔یقیناً وہ زبان سے کہی باتوں اور دل کی آوازوں کو سنتا اور پردۂ غیب میں چھپے ہوئے حقائق کو دیکھتا ہے۔

سوال3: اللہ تعالیٰ اپنی صفات کا شعور کیوں دلاتے ہیں؟

جواب: اللہ تعالیٰ اپنی صفات کا شعور اس لیے دلاتے ہیں تا کہ لوگوں میں تقویٰ پیدا ہو۔

رکوع نمبر17

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَلَوْ عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ اَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ ۚ اِنْ يَّكُنْ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

غَنِيًّا اَوْ فَقِيْرًا فَاللّٰهُ اَوْلٰى بِهِمَا ۫ فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوٰٓى اَنْ تَعْدِلُوْا ۚ وَ اِنْ تَلْوٗٓا اَوْ تُعْرِضُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا (135)

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! انصاف پر قائم رہنے والے اور اللہ تعالیٰ کے لیے گواہی دینے والے بنو اگرچہ تمہاری اپنی جانوں کے یا والدین کے اور رشتے داروں کے خلاف ہو۔ اگر وہ امیر ہوں یا فقیر ہوں اللہ تعالیٰ ان دونوں سے زیادہ حق دار ہے۔ چنانچہ خواہشِ نفس کی اتباع نہ کرنا کہ تم عدل کرو اور اگر تم زبان کو پیچ دو یا پہلو تہی کرو تو یقیناً اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے جو تم عمل کرتے ہو اس سے پوری طرح باخبر ہے۔ (135)

سوال 1: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! انصاف پر قائم رہنے والے اور اللہ تعالیٰ کے لیے گواہی دینے والے بنو'' کی وضاحت کریں۔؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو عدل پر قائم رہنے کا حکم دیا ہے۔ کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ ڈریں۔ کسی کو خوش کرنے کے لیے نہ کسی طمع سے، کسی پر ترس کھا کر یا کسی کی مروت کی وجہ سے یا سفارش سے عدل سے نہ ہٹیں۔ سب مل کر ایک دوسرے کے مددگار بن کر عدل قائم کر لیں۔ ﴿2﴾ قوام مبالغے کا صیغہ ہے یعنی اپنے تمام حالات میں عدل پر قائم رہو۔ (تفسیر سعدی: 609/1) ﴿3﴾ قسط سے مراد حقوق اللہ اور حقوق العباد کے بارے میں عدل وانصاف ہے۔ پس اللہ تعالیٰ کے حقوق میں انصاف یہ ہے کہ اس کی نعمتوں کو اس کی نافرمانی میں استعمال نہ کیا جائے بلکہ ان کو اس کی اطاعت اور فرمانبرداری میں صرف کیا جائے اور حقوق العباد میں عدل وانصاف یہ ہے کہ بندوں کے وہ تمام حقوق ادا کیے جائیں جو تجھ پر اسی طرح واجب ہیں جس طرح تیرے حقوق ان پر واجب ہیں اور تو اپنے حقوق کا مطالبہ کرتا ہے پس نفقات واجبہ اور قرض وغیرہ ادا کر اور لوگوں سے اسی اخلاق وحسن صلہ کے ساتھ معاملہ کر، جو تو اپنے بارے میں ان سے چاہتا ہے۔ (تفسیر سعدی: 609/1) ﴿4﴾ قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ ''انصاف پر قائم رہنے والے'' سے مراد ہے: الف۔ نصاف کی رَوش پر چلنے والے۔ ب۔ انصاف پر پوری طرح قائم رہنے والے۔ ﴿5﴾ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ (الف) اللہ کی رضا کے لیے گواہی دو، شہادت صحیح واقعی عدل والی اور برحق ہو، بدلی ہوئی نہ ہو اور شہادت کو نہ چھپاؤ اگرچہ تمہارے خلاف ہی کیوں نہ ہو، یعنی حق کا دامن نہ چھوڑو اگرچہ سچی شہادت سے خود تمہیں بظاہر دنیاوی نقصان پہنچتا ہو۔ جب تم سے کوئی بات پوچھی جائے تو حق بات کہو خواہ اس کا نقصان بظاہر دنیا

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

میں تم ہی کو پہنچ رہا ہو۔ کیونکہ اللہ سچے آدمی کی مدد فرما کر اسے ہر تکلیف دہ بات اور مضرت سے بچالے گا۔ (مختصر ابن کثیر:378/1)

سوال 2: وَلَوْ عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ اَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ ''اگرچہ تمہاری اپنی جانوں کے یا والدین کے اور رشتے داروں کے خلاف ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ محبت وعداوت دو ایسی چیزیں ہیں جو انسان کو عدل وانصاف کی راہ سے ہٹا کر ظلم وجور میں مبتلا کر سکتی ہیں، سورہ نساء اور سورہ مائدہ کی دونوں آیتوں میں انہی دونوں رکاوٹوں کو دور کیا گیا ہے۔ (تفسیر معارف القرآن:576/2) ﴿2﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ ۡ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا ۭ اِعْدِلُوْا ۣ هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ۡ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ تعالیٰ کے لیے خوب قائم رہنے والے، انصاف کے ساتھ گواہی دینے والے بن جاؤ، اور کسی قوم کی دشمنی تمہیں ہرگز اس بات کا مجرم نہ بنادے کہ تم عدل نہ کرو، عدل کرو یہی تقویٰ کے زیادہ قریب ہے اور اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ، جو بھی تم عمل کرتے ہو یقیناً اللہ تعالیٰ اُس سے پوری طرح باخبر ہے۔ (المائدہ:8) ﴿3﴾ شہادت سے تمہارے ماں باپ اور رشتہ داروں کو خواہ نقصان پہنچتا ہو، شہادت میں ان کی مروت نہ کرنا، ڈنکے کی چوٹ پر شہادت دینا اور ان کے نقصان کا خیال نہ کرنا کیونکہ حق وصداقت کا حکم سب پر حاوی ہے۔ (مختصر ابن کثیر:379/1) ﴿4﴾ اسلام ایسا عدل چاہتا ہے جس سے ظلم کی نفی ہو۔ جس کی وجہ سے ہر حقدار کو اس کا حق ملے۔ حقوق میں سب برابر ہوں۔ رشتہ اور غیر رشتہ دار، دوست اور دشمن، فقیر اور غنی کا درجہ ایک ہو۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ ایک مخزومی عورت کا معاملہ جس نے چوری کی تھی، قریش کے لوگوں کے لیے اہمیت اختیار کر گیا اور انہوں نے کہا کہ آنحضرت ﷺ سے اس معاملے میں کون بات کر سکتا ہے؟ اُسامہ رضی اللہ عنہ کے سوا جو آنحضرت ﷺ کو بہت پیارے ہیں اور کوئی آپ ﷺ سے اس کے سوا سفارش کی ہمت نہیں کر سکتا۔ چنانچہ اُسامہ رضی اللہ عنہ نے آنحضرت ﷺ سے بات کی تو آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تم اللہ تعالیٰ کی حدود کے بارے میں سفارش کرنے آئے ہو؟ پھر آپ ﷺ کھڑے ہوئے خطبہ دیا اور فرمایا: اے لوگو! تم سے پہلے کے لوگ اس لیے گمراہ ہو گئے کہ جب ان میں کوئی بڑا آدمی چوری کرتا تو اسے چھوڑ دیتے لیکن اگر کمزور چوری کرتا تو اس پر حد قائم کرتے تھے اور اللہ کی قسم! اگر فاطمہ بنت محمد ﷺ نے بھی چوری کی ہوتی تو محمد ﷺ اس کا ہاتھ ضرور کاٹ ڈالتے۔ (بخاری:6788)

سوال 3: اِنْ يَّكُنْ غَنِيًّا اَوْ فَقِيْرًا فَاللّٰهُ اَوْلٰى بِهِمَا ۣ فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوٰٓى اَنْ تَعْدِلُوْا ''اگر وہ امیر ہوں یا فقیر ہوں اللہ تعالیٰ ان دونوں سے زیادہ حق دار ہے۔ چنانچہ خواہشِ نفس کی اتباع نہ کرنا کہ تم عدل کرو'' کی وضاحت کریں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب :اِنْ يَّكُنْ غَنِيًّا اَوْ فَقِيْرًا فَاللّٰهُ اَوْلٰى بِهِمَا''اگروہ امیرہوں یافقیرہوں اللہ تعالیٰ ان دونوں سے زیادہ حق دارہے۔﴿1﴾ تو ایسے میں مالدار کے مال کی رعایت نہ کرنا اور فقیر پر ترس کھا کر جھوٹی گواہی نہ دینا۔اللہ تعالیٰ سب کا خیرخواہ ہے۔وہ خوب جاننے والا ہے کہ کس کی اصلاح کس میں ہے۔﴿2﴾فَلَاتَتَّبِعُواالْهَوٰٓى اَنْ تَعْدِلُوْا'' چنانچہ خواہشِ نفس کی اتباع نہ کرنا کہ تم عدل کرو'' خواہشات کی پیروی تمہیں عدل سے نہ روکے۔کسی سے بغض یا دشمنی یا کسی کی محبت تمہیں عدل سے ہٹا کر ظلم کے راستے پر نہ لے آئے۔ہر حال میں عدل کرو۔﴿3﴾عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کو نبی ﷺ نے خیبر کے محصولات کی وصولی کے لیے بھیجا۔وہ وہاں گئے تو ان لوگوں نے انہیں رشوت دینی چاہی کہ وہ ان کے ساتھ نرمی کریں۔انہوں نے یہودیوں سے کہا: خدا کی قسم! میں ایک ایسے شخص کا نمائندہ ہوں جو اس پوری دنیا سے زیادہ مجھے محبوب ہے اور خدا کی قسم! میں تمہیں بندروں اور خنزیروں سے بھی برا سمجھتا ہوں لیکن حضور ﷺ کی محبت اور تمہاری نفرت مجھے اس بات پر آمادہ نہیں کر سکتی کہ میں تمہارے درمیان عدل کے سوا کچھ اور کروں۔اس پر یہودیوں نے کہا: ایسے ہی لوگوں کی وجہ سے زمین وآسمان کا نظام قائم ہے۔(ابن کثیر:660/1)

سوال4: گواہی دینا مشکل کام کیوں ہے؟

جواب:﴿1﴾رحم دِل انسان یہ چاہتا ہے کہ کمزوری کی وجہ سے غریب کے حق میں گواہی دے جبکہ گواہی حق پر دینی چاہیے۔
﴿2﴾غریب مال دار سے نفرت کرتا ہو اور ناحق اس کے خلاف گواہی دینا چاہے تو اس وقت حق پر گواہی دینا مشکل ہوتا ہے۔
﴿3﴾امیر کے خلاف گواہی دینا مشکل کام ہے۔

سوال5:خواہشات کس طرح انصاف کے راستے کی رکاوٹ بنتی ہیں؟

جواب:﴿1﴾انسان خواہشات سے متاثر ہوتا ہے۔﴿2﴾ کبھی ذات کی محبت رکاوٹ بنتی ہے۔﴿3﴾ کبھی رشتہ داروں کی محبت رکاوٹ بنتی ہے۔﴿4﴾ کبھی فقیر کے ساتھ رحم دلی کے جذبات رکاوٹ بنتے ہیں۔﴿5﴾ کبھی کسی امیر کا لحاظ رکاوٹ بنتا ہے۔﴿6﴾ کبھی کسی کی نفرت کبھی کسی کی محبت رکاوٹ بنتی ہے۔

سوال6:وَاِنْ تَلْوٗٓا اَوْ تُعْرِضُوْا'' اور اگر تم زبان کو پیچ دو یا پہلو تہی کرو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾وَاِنْ تَلْوٗٓا مجاہد کہتے ہیں اگر تم شہادت بدل دو۔(جامع البیان:376/5)﴿2﴾تَلْوٗٓا سے مراد زبان کو پیچ دے کر اس طرح بات کرنا کہ جس کے خلاف گواہی پڑ جائے وہ بچ جائے۔﴿3﴾اَوْ تُعْرِضُوْا مجاہد کہتے ہیں اس سے مراد ہے تم اسے چھپاتے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ہو۔(مختصرابن کثیر)تم شہادت کو چھپاؤ یا گواہی کو ترک کر دو۔﴿4﴾اعراض سے شہادت کو چھپانا یا شہادت نہ دینا مراد ہے۔

سوال7: کج بیانی اور سچائی سے پہلوتہی سے اسلام نے کیسے روکا ہے؟

جواب: یہ کہہ کر کہ تم جو بھی کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس سے باخبر ہے تاکہ مومنوں کے دل میں یہ بات پختہ ہو جائے کہ اگر انہوں نے ایسا کیا تو انجام برا ہوگا۔

سوال8: گواہی کو چھپانا کیسا عمل ہے؟

جواب: رب العزت کا ارشاد ہے: وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ ۚ وَمَنْ يَّكْتُمْهَا فَاِنَّهٗٓ اٰثِمٌ قَلْبُهٗ اور گواہی کو نہ چھپاؤ اور جو اس کو چھپائے گا تو یقیناً اس کا دل گناہ گار ہے۔(البقرہ:283)

سوال9: بہتر گواہ کون ہے؟

جواب: زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی ﷺ نے فرمایا: کیا میں تمہیں بہتر گواہ کے متعلق نہ بتاؤں؟ جو پوچھنے سے پہلے ہی (سچی) گواہی دے دے۔(مسلم:4494)

سوال10: فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ''تو یقیناً اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے جو تم عمل کرتے ہو اس سے پوری طرح باخبر ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے گواہی چھپانے والوں کو ڈرایا ہے کہ یاد رکھو اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے باخبر ہے۔وہ تمہیں تمہارے کیے کی سزا ضرور دے گا۔

سوال11: اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے اعمال سے اپنے خَبِیر ہونے کا شعور کیوں دلایا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو انصاف پر قائم رہنے، حق کا گواہ بننے، خواہشات کی پیروی کر کے انصاف کو چھوڑ دینے سے بچانے کے لیے اپنے خَبِیر ہونے کا شعور دلایا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِيْ نَزَّلَ عَلٰي رَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ ۭ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاللّٰهِ وَمَلٰۗىِٕكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًۢا بَعِيْدًا(136)

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسول پر اور اس کی کتاب پر ایمان لے آؤ جو اس نے اپنے رسول پر

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

نازل فرمائی ہےاوراس کتاب پربھی جواس سے پہلے اس نے نازل کی اور جوکوئی اللہ تعالیٰ کااوراس کے فرشتوں کااور اُس کی کتابوں کااوراس کے رسولوں کااور آخرت کے دن سے کفرکرتا ہےتویقیناًوہ بھٹک گیا،بہت دور بھٹک جانا۔(136)

سوال1:یٰٓاَیُّھَاالَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اٰمِنُوْا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَالْکِتٰبِ الَّذِیْ نَزَّلَ عَلٰی رَسُوْلِہٖ ''اے لوگو جوایمان لائے ہو!اللہ تعالیٰ پراور اس کے رسول پراوراس کی کتاب پرایمان لے آؤ جواس نے اپنے رسول پرنازل فرمائی ہے''ایمان والوں کوایمان لانے کاحکم کیوں دیا گیاہے؟

جواب:《1》اس آیت میں مسلمانوں کواللہ تعالیٰ حکم فرماتا ہے کہ وہ ایمان کی تمام شاخوں پراس کے ارکان واصول پرحاوی ہو جائیں۔《2》ایمان والوں کوایمان لانے کاحکم دینے کامطلب یہ ہے کہ مومن ایمان کے اصول وفروع پرقائم ودائم اور جمے رہیں جس طرح ایک مومن ہرنماز میں اِھْدِنَاالصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ کی دعا مانگتا ہے کہ اے اللہ ہمیں سیدھی راہ کی بصیرت دے،ہماری ہدایت میں اضافہ فرمااورہمیں ہدایت پرثابت قدم رکھ۔اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کواللہ اوراس کے رسول پرایمان کاحکم دیا ہے۔(مختصرابن کثیر:379/1)《3》ایمان والوں سے یہ مطالبہ کیا گیا ہے کہ خالص سچے مؤمن بن جاؤ۔ حقیقی معنوں میں ایمان لاؤ۔

سوال2:اللہ تعالیٰ اوراس کے رسولوں پرایمان لانے کا کیا اجر ہے؟

جواب:رب العزت کاارشاد ہے:یٰٓاَیُّھَاالَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَاٰمِنُوْا بِرَسُوْلِہٖ یُؤْتِکُمْ کِفْلَیْنِ مِنْ رَّحْمَتِہٖ وَیَجْعَلْ لَّکُمْ نُوْرًا تَمْشُوْنَ بِہٖ وَیَغْفِرْ لَکُمْ ط وَاللّٰہُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ اے ایمان والو!اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو۔اوراس کے رسول پرایمان لاؤ۔وہ تمہیں اپنی رحمت میں سے دوگنا حصہ عطافرمائے گااورتمہیں ایسی روشنی عطا کرے گا جس کو لے کرتم چلو گے اوروہ تمہیں بخش دے گا۔اوراللہ تعالیٰ خوب بخشنے والا،بہت رحم کرنے والا ہے۔(الحدید:28)

سوال3:رسول اللہ ﷺ پرنازل کردہ کتاب پرایمان لانا کیوں ضروری ہے؟

جواب:ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں محمد ﷺ کی جان ہے کہ اس امت کا کوئی بھی یہودی اورنصرانی جومیری بات سنے،(شریعت)جس کے ساتھ میں بھیجا گیاہوں(یعنی اسلام)اوروہ اس پرایمان نہ لائے تواس کاٹھکانہ جہنم والوں میں سے ہوگا۔(مسلم:386)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال4: وَالْكِتٰبِ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ ’’اوراس کتاب پربھی جو اس سے پہلے اس نے نازل کی‘‘ میں کتاب سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مرادتورات ہے۔

سوال5: قرآنِ مجید کے لیے نَزَّلَ اورتورات کے لیے اَنْزَلَ کا لفظ استعمال کرنے میں کیا حکمت ہے؟

جواب: نَـزَّلَ کا مطلب ہے: تدریج کے ساتھ آہستہ آہستہ اُتارنا۔قرآنِ مجید تقریباً23 برس میں اُترا ہے۔اَنْزَلَ کا مطلب ہے: اُتار دینا تورات اُتاری گئی تھی۔

سوال6: رسول اللہ ﷺ سے پہلے نازل کردہ تمام کتابوں پر ایمان لانے کے مطالبے کا مقصد کیا ہے؟

جواب: اس کا مقصد یہ واضح کرنا ہے کہ ساری کتابیں دراصل ایک ہی سلسلے کی کڑی ہیں۔

سوال7: ایمان کے اساسی عناصر میں پچھلی کتابوں پر ایمان لانا ضروری ہے۔وضاحت کریں؟

جواب: پچھلی کتابوں پر ایمان لانا اس لیے ضروری ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تھیں۔وہ دین بھی اسلام تھا۔سب میں تعلیم بھی ایک تھی کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ساری کتابوں کا مقصد بھی ایک تھا یعنی انسان کو سیدھے راستے کی طرف راہ نمائی دینا۔

سوال8: وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًاۢ بَعِيْدًا ’’اور جو کوئی اللہ تعالیٰ کا اور اس کے فرشتوں کا اور اُس کی کتابوں کا اور اس کے رسولوں کا اور آخرت کے دن سے کفر کرتا ہے تو یقیناً وہ بھٹک گیا، بہت دور بھٹک جانا‘‘ کفر کرنے کا کیا انجام ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ، فرشتوں، کتابوں، رسولوں اور آخرت کے دن سے کفر کرنے والے کا انجام یہ ہے کہ وہ ﴿1﴾ حق کے راستے سے بھٹک جائے گا۔﴿2﴾ کھلی گمراہی میں مبتلا ہو جائے گا۔﴿3﴾ اعتدال کے راستے سے بہت دور جا پڑے گا۔

سوال9: فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًاۢ بَعِيْدًا ’’تو یقیناً وہ بھٹک گیا، بہت دور بھٹک جانا‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب: جو لوگ اللہ تعالیٰ، فرشتوں، کتابوں، رسولوں اور آخرت کے دن پر ایمان نہیں لاتے وہ گمراہی میں اتنی دور نکل گئے ہیں کہ اب ان کا ہدایت کے راستے پر آنا ممکن نہیں، ان سے امید بھی نہیں کی جا سکتی۔

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ ازْدَادُوْا كُفْرًا لَّمْ يَكُنِ اللّٰهُ لِيَغْفِرَ لَهُمْ وَلَا لِيَهْدِيَهُمْ سَبِيْلًا (137)

یقیناً وہ لوگ جو ایمان لائے، پھر انہوں نے کفر کیا، پھر ایمان لائے، پھر کفر کیا، پھر کفر میں بڑھتے ہی چلے گئے، نہ ہی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اللہ تعالیٰ ان کو معاف کرے گا اور نہ ہی وہ انہیں سیدھا راستہ دکھائے گا۔(137)

سوال 1: اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ ازْدَادُوْا ''یقیناً وہ لوگ جو ایمان لائے، پھر انہوں نے کفر کیا پھر ایمان لائے پھر کفر کیا، پھر کفر میں بڑھتے ہی چلے گئے'' ایمان کے بعد کفر اختیار کرنا کیسا عمل ہے؟

جواب: جو شخص ہمیشہ اندھیرے میں رہا ہو، اگر وہ روشنی نہ دیکھ پائے تو وہ معذور ہے لیکن جو روشنی دیکھ لینے کے بعد اندھیرے میں رہنا چاہے اس کی ذہنی صحت پر شبہ ہوتا ہے۔ جو ایمان کے بعد کفر کا رویہ اختیار کرتا ہے تو وہ مرتد ہو جاتا ہے ایسے شخص کی موت کے بعد توبہ نہیں اللہ تعالیٰ اسے نہ معاف فرمائے گا، نہ اسے اس مصیبت سے نکالے گا اور نہ اس کی ہدایت کی کوئی صورت ہے۔

سوال 2: لَّمْ يَكُنِ اللّٰهُ لِيَغْفِرَ لَهُمْ وَلَا لِيَهْدِيَهُمْ سَبِيْلًا '' نہ ہی اللہ تعالیٰ ان کو معاف کرے گا اور نہ ہی وہ انہیں سیدھا راستہ دکھائے گا'' جو لوگ ایمان کے بعد بار بار مرتد ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ کیسا معاملہ کریں گے؟

جوب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ ایسے شخص کے مرنے کے بعد اس کی توبہ قبول نہ کریں گے۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ اسے ہدایت کا کوئی راستہ عطا نہیں کریں گے۔ ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو معاف نہیں کریں گے۔ ﴿4﴾ ایسا شخص جس حال میں ہوگا اس سے نکلنے کے لیے اللہ تعالیٰ کوئی صورت پیدا نہیں کریں گے۔ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا فَطُبِعَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ یہ اس وجہ سے ہے کہ وہ لوگ ایمان لائے پھر اُنہوں نے کفر کیا تو اُن کے دلوں پر مہر لگا دی گئی ہے۔ چنانچہ وہ کچھ نہیں سمجھتے۔ (منافقون:3)

بَشِّرِ الْمُنٰفِقِيْنَ بِاَنَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا (138)

آپ منافقوں کو خوشخبری دے دیں کہ ان کے لیے واقعتاً دردناک عذاب ہے۔(138)

سوال 1: بَشِّرِ الْمُنٰفِقِيْنَ '' آپ منافقوں کو خوشخبری دے دیں'' نفاق کسے کہتے ہیں؟

جواب: ﴿1﴾ امام جرجانی رحمہ اللہ کے بقول نفاق زبان سے ایمان کا اقرار کرنا اور دل میں کفر کا چھپانا ہے۔ (التعریفات:245)

﴿2﴾ حافظ ابن رجب رحمہ اللہ کہتے ہیں: شرعی اعتبار سے نفاق کی دو قسمیں ہیں: نفاق اکبر اور نفاق اصغر۔ الف۔ نفاق اکبر یہ ہے کہ انسان ظاہری طور پر اللہ اُس کے فرشتوں، اُس کی کتابوں، اُس کے رسولوں اور آخرت کے دن پر ایمان رکھے اور باطن میں وہ جو سارے کا سارا یا اُس کا کچھ حصہ اسلام کو توڑنے والا ہو۔ یہ نفاق رسول اللہ ﷺ کے عہد میں تھا اور قرآن مجید میں اُن کی مذمت کی گئی، اُن کو کافر قرار دیا گیا اور خبر دی گئی کہ یہ دوزخ کے سب سے نچلے درجے میں ہوں گے۔ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ ۚ وَاِذَا قَامُوْٓا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰى ۙ يُرَآءُوْنَ النَّاسَ وَلَا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا قَلِيْلًا ۝ مُّذَبْذَبِيْنَ بَيْنَ ذٰلِكَ ۖ لَآ اِلٰى هٰٓؤُلَآءِ وَلَآ اِلٰى هٰٓؤُلَآءِ ۭ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ سَبِيْلًا ۝ بلاشبہ منافق اللہ تعالیٰ کو دھوکہ دیتے ہیں حالانکہ وہ انہیں دھوکہ دینے والا ہے اور جب وہ نماز میں کھڑے ہوتے ہیں تو سست ہو کر کھڑے ہوتے ہیں وہ لوگوں کو دکھاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کو یاد نہیں کرتے مگر بہت ہی کم۔ وہ درمیان ہی میں ڈانواں ڈول ہیں، نہ اِن کی طرف ہیں نہ اُن کی طرف ہیں اور جسے اللہ تعالیٰ گمراہ کر دے تو آپ اس کے لیے ہرگز کوئی راستہ نہیں پائیں گے (النساء:142،143)۔ب۔نفاقِ اصغر سے مراد نفاقِ عمل ہے کہ انسان ظاہر میں جو کچھ ہے دل میں اُس کے خلاف چُھپا ہے۔(جامع العلوم والحکم:375، بخاری:34)

سوال4:بِاَنَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ’’کہ ان کے لیے واقعتاً دردناک عذاب ہے‘‘ منافقوں کا کیا انجام ہوگا؟

جواب:《1》منافق ایمان لا کر کفر کرتے ہیں تو ان کے دلوں پر مہر لگا دی جاتی ہے۔《2》اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ منافقوں کے لیے دردناک عذاب ہوگا۔

الَّذِيْنَ يَتَّخِذُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۭ اَيَبْتَغُوْنَ عِنْدَهُمُ الْعِزَّةَ فَاِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا(139)

وہ لوگ جو مومنوں کے علاوہ کافروں کو اپنا دوست بناتے ہیں کیا وہ ان کے پاس عزت تلاش کرتے ہیں؟ تو بلاشبہ عزت ساری کی ساری اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے۔(139)

سوال1:الَّذِيْنَ يَتَّخِذُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ’’وہ لوگ جو مومنوں کے علاوہ کافروں کو اپنا دوست بناتے ہیں‘‘ منافق مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا دوست کیوں بناتے ہیں؟

جواب:《1》منافق مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو اس لیے اپنا دوست بناتے ہیں تاکہ غلبہ اور قوت حاصل کریں۔《2》منافق کافروں کے پاس عزت تلاش کرتے ہیں۔منافق حقیقت میں کافروں ہی کے ساتھ ہیں۔

سوال2:اَيَبْتَغُوْنَ عِنْدَهُمُ الْعِزَّةَ فَاِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا ’’کیا وہ ان کے پاس عزت تلاش کرتے ہیں؟ تو بلاشبہ عزت ساری کی ساری اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے‘‘ انسان کہاں سے عزت پا سکتا ہے؟

جواب:《1》اس کائنات میں عزت اور قوت کا سرچشمہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ارشاد فرمایا: مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعِزَّةَ فَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ جَمِيْعًا ۭ جو عزت کا ارادہ رکھتا ہو تو عزت ساری کی ساری اللہ تعالیٰ کے لیے ہے۔(فاطر:10)《2》انسانی نفس کے لیے ایک

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ہی سہارا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے جہاں سے وہ عزت پاسکتا ہے۔﴿3﴾صرف اللہ تعالیٰ کی غلامی سے انسان معزز ہوسکتا ہے۔اس لیے عزت صرف اسی سے طلب کرنی چاہیے۔

سوال3:اللہ تعالیٰ کے یہاں عزت کس لیے ہے؟

جواب:1۔رب العزت کا ارشاد ہے:وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ حالانکہ عزت تو صرف اللہ تعالیٰ کے لیے اور اُس کے رسول کے لیے اور ایمان والوں کے لیے ہے لیکن منافق جانتے نہیں ہیں۔(المنافقون:8)

﴿2﴾مستدرک حاکم میں ہے کہ سیدنا فاروق رضی اللہ عنہ نے ملک شام کے عامل (گورنر) سے فرمایا:یعنی (اے ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ) تم تعداد میں سب سے کم اور سب سے زیادہ کمزور تھے،تم کو محض اسلام کی وجہ سے عزت وشوکت ملی ہے،تو خوب سمجھ لو اگر تم اسلام کے سوا کسی دوسرے ذریعہ سے عزت حاصل کرنا چاہو گے تو اللہ تعالیٰ تم کو ذلیل کردے گا۔(مستدرک:82/3)

وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ اَنْ اِذَا سَمِعْتُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ يُكْفَرُ بِهَا وَيُسْتَهْزَاُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوْا مَعَهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖٓ ۖ اِنَّكُمْ اِذًا مِّثْلُهُمْ ۗ اِنَّ اللّٰهَ جَامِعُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْكٰفِرِيْنَ فِيْ جَهَنَّمَ جَمِيْعًا ۙ(140)

اور یقیناً اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں تم پر حکم نازل کردیا ہے کہ جب تم سنو کہ اللہ تعالیٰ کی آیات کے ساتھ کفر کیا جاتا ہے، اوران کا مذاق اُڑایا جاتا ہے تو ان کے ساتھ مت بیٹھو یہاں تک کہ وہ کسی دوسری بات میں مشغول ہوجائیں بلاشبہ تم بھی اس وقت ان ہی جیسے ہوگے۔یقیناً اللہ تعالیٰ منافقوں اور کافروں سب کو جہنم میں جمع کرنے والا ہے۔(140)

سوال1:وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ اَنْ اِذَا سَمِعْتُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ يُكْفَرُ بِهَا وَيُسْتَهْزَاُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوْا مَعَهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖٓ ’’اور یقیناً اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں تم پر حکم نازل کردیا ہے کہ جب تم سنو کہ اللہ تعالیٰ کی آیات کے ساتھ کفر کیا جاتا ہے،اور ان کا مذاق اُڑایا جاتا ہے تو ان کے ساتھ مت بیٹھو یہاں تک کہ وہ کسی دوسری بات میں مشغول ہوجائیں‘‘مراتبِ نفاق کا بدترین درجہ کون سا ہے؟

جواب:﴿1﴾نفاق کا بدترین درجہ یہ ہے کہ ایمان والا کسی ایسی مجلس میں بیٹھا رہے جس کے اندر اللہ تعالیٰ کی آیات کا مذاق اُڑایا جارہا ہو اور وہ خاموش بیٹھا رہے یا چشم پوشی کرے،پھر اس کو رواداری کا نام دے یا آزادی اور وُسعتِ قلبی کا نام دے تاکہ لوگ اسے کمزور ایمان کا طعنہ نہ دیں۔﴿2﴾فَلَا تَقْعُدُوْا مَعَهُمْ تمہارا ان کے ساتھ بیٹھنا اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ کی آیتوں کے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

انکار کیے جانے اور ان کا مذاق اڑائے جانے پر تم راضی ہو، پھر کفر اور عذابِ جہنم کے مستحق ہونے میں تم انہی کے مانند ہو جائے گے۔حاکم کہتے ہیں کہ جو علمائے اسلام ملحدین اسلام کے ساتھ مناظرہ کرنے کے لیے ان کی مجلسوں میں جاتے ہیں۔ان کے لیے کوئی ممانعت نہیں بلکہ انہیں اجر و ثواب ملے گا،اور اگر کسی مجلس میں اللہ،رسول یا دین اسلام کا مذاق اڑایا جا رہا ہو،جو شخص اس سے راضی ہوگا،وہ کافر ہو جائے گا،اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اِنَّكُمْ اِذًا مِّثْلُهُمْ (تیسیر الرحمٰن:305)《3》 سیدنا عمر بن عبدالعزیز نے ایک مرتبہ چند لوگوں کو اس جرم میں گرفتار کیا کہ وہ شراب پی رہے تھے،ان میں سے ایک شخص کے بارے میں ثابت ہوا کہ وہ روزہ رکھے ہوئے ہے،اس نے شراب نہیں پی،لیکن ان کی مجلس میں شریک تھا،عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے اس کو بھی سزا دی کہ وہ ان کی مجلس میں بیٹھا ہوا کیوں تھا۔(بحر محیط:375/3)《4》 تفسیر ابن کثیر میں اس جگہ یہ حدیث نقل فرمائی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یعنی جو شخص اللہ پر اور روز آخرت پر ایمان رکھتا ہے اس کو چاہیے کہ ایسے دستر خوان یا کھانے کی میز پر بھی نہ بیٹھے جہاں شراب کا دور چلتا ہو۔(ابن کثیر:567/1)

سوال2:اگر کوئی مومن کسی مجلس میں اپنے دین کے ساتھ مذاق سنے تو وہ کیا کرے؟

جواب:《1》اپنے دین کا دفاع کرے۔《2》اگر یہ ممکن نہ ہو تو وہاں سے اُٹھ کر چلا جائے۔

سوال3:کوئی ایمان والا اللہ تعالیٰ کی آیات کا مذاق اُڑانا کیسے برداشت کر سکتا ہے؟

جواب:ایمان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی آیات کا مذاق اُڑاتے دیکھنا ممکن نہیں ہے۔انسان کا ایمان کمزور ہوتا ہے تو اس کے لیے یہ قابلِ برداشت ہو جاتا ہے۔

سوال4:دین کے ساتھ مذاق پر چشم پوشی کرنا یا خاموش رہنا کیسا عمل ہے؟

جواب:یہ انسان کے ایمان کی شکست کا پہلا مرحلہ ہے ابوسعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے خود رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا:جو شخص تم میں سے کوئی بات شریعت کے خلاف دیکھے تو وہ ہاتھ سے اس کو بدل دے اگر ایسا ممکن نہ ہو تو زبان سے ایسا کرے اگر یہ بھی ممکن نہ ہو تو دل سے ہی اس کو برا جانے مگر یہ ضعیف ترین ایمان کا درجہ ہے۔(مسلم:177)

سوال5:حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖٓ ''یہاں تک کہ وہ کسی دوسری بات میں مشغول ہو جائیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:اہل باطل کے ساتھ مجالست کی چند صورتیں ہیں:《1》ان کے کفریات پر رضا کے ساتھ،یہ کفر ہے،《2》اظہار کفریات کے وقت کراہیت کے ساتھ یہ بلا عذر فسق ہے،《3》کسی ضرورت دنیوی کے واسطے مباح ہے،《4》تبلیغ احکام

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

کے لیے عبادت ہے،《5》اضطرار اور بے اختیاری کے ساتھ، اس میں معذور ہے۔(تفسیر معارف القرآن:586/2)

سوال6:کسی شخص کے ایمان کی نشانی کیا ہے؟

جواب:《1》اللہ تعالیٰ کے لیے محبت۔《2》اللہ تعالیٰ کے دین کے لیے محبت۔《3》اللہ تعالیٰ کی آیات کے لیے محبت۔

سوال7: اِنَّكُمْ اِذًا مِّثْلُهُمْ ''بلاشبہ تم بھی اس وقت ان ہی جیسے ہوگے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:''بے شک تم بھی اس وقت ان جیسے ہوگے'' اس سے مراد یہ ہے کہ جن مجالس میں اللہ تعالیٰ کی آیات کا مذاق اُڑایا جاتا ہے اگر اہلِ مجلس کو روکو گے نہیں تو تم بھی گناہ میں ان کے برابر ہوگے۔ رب العزت کا ارشاد ہے: وَاِذَا رَاَيْتَ الَّذِيْنَ يَخُوْضُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖ ۭ وَاِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ اور جب آپ ان کو دیکھیں کہ ہماری آیتوں پر فضول بحث کرتے ہیں تو آپ ان سے منہ موڑ جائیں یہاں تک کہ وہ اس کے علاوہ کسی اور بات میں مشغول ہو جائیں اور اگر آپ کو شیطان بھلا دے تو یاد آنے کے بعد ایسے ظالم لوگوں کے ساتھ مت بیٹھیں۔(الانعام:68)

سوال8: اِنَّ اللّٰهَ جَامِعُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْكٰفِرِيْنَ فِيْ جَهَنَّمَ جَمِيْعَۨا ''یقیناً اللہ تعالیٰ منافقوں اور کافروں سب کو جہنم میں جمع کرنے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: منافق اور کافر دونوں جہنم میں جمع ہوں گے یعنی جس طرح دنیا میں وہ کفر اور شرک میں شریک تھے اسی طرح خلودِ نار میں بھی شریک ہوں گے پکڑ دھکڑ میں، بیڑیوں اور طوقوں میں، کھولتے ہوئے پانی اور زخموں کا دھون پینے میں سب برابر کے شریک ہوں گے اور سب کو ہیشگی والے عذاب کی سزا کا مستوجب قرار دیا جائے گا (مختصر ابن کثیر:381/1)

الَّذِيْنَ يَتَرَبَّصُوْنَ بِكُمْ ۚ فَاِنْ كَانَ لَكُمْ فَتْحٌ مِّنَ اللّٰهِ قَالُوْٓا اَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ ڮ وَاِنْ كَانَ لِلْكٰفِرِيْنَ نَصِيْبٌ ۙ قَالُوْٓا اَلَمْ نَسْتَحْوِذْ عَلَيْكُمْ وَنَمْنَعْكُمْ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۭ فَاللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ وَلَنْ يَّجْعَلَ اللّٰهُ لِلْكٰفِرِيْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ سَبِيْلًا(141)

جو تمہارے بارے میں انتظار میں رہتے ہیں، پھر اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہارے لیے کوئی فتح ہو تو کہتے ہیں: ''کیا ہم تمہارے ساتھ نہ تھے؟'' اور اگر کافروں کے لیے کوئی حصہ ہو تو ان سے کہتے ہیں: ''کیا ہم تم پر غالب

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

نہیں ہوگئے تھے؟ ہم نے تمہیں مسلمانوں سے نہیں بچایا؟'' چنانچہ اللہ تعالیٰ ہی قیامت کے دن تمہارے درمیان فیصلہ کرے گا۔ اور اللہ تعالیٰ کافروں کے لیے مومنوں پر ہرگز کوئی راہ نہیں بنائے گا۔(141)

سوال1: اَلَّذِيْنَ يَتَرَبَّصُوْنَ بِكُمْ '' جو تمہارے بارے میں انتظار میں رہتے ہیں'' مسلمانوں کے بارے میں منافق کس چیز کے انتظار میں رہتے ہیں؟

جواب: منافق مسلمانوں کے زوال کے منتظر رہتے ہیں کہ کسی طرح ان کا دین ختم ہو اور ان کے دشمن ان پر غالب آئیں۔

سوال2: فَاِنْ كَانَ لَكُمْ فَتْحٌ مِّنَ اللّٰهِ قَالُوْٓا اَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ ۖ وَاِنْ كَانَ لِلْكٰفِرِيْنَ نَصِيْبٌ ۙ قَالُوْٓا اَلَمْ نَسْتَحْوِذْ عَلَيْكُمْ وَنَمْنَعْكُمْ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ '' پھر اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہارے لیے کوئی فتح ہو تو کہتے ہیں: کیا ہم تمہارے ساتھ نہ تھے؟ اور اگر کافروں کے لیے کوئی غلبہ ہو تو ان سے کہتے ہیں: کیا ہم تم پر غالب نہیں ہوگئے تھے؟ ہم نے تمہیں مسلمانوں سے نہیں بچایا'' منافقوں کے دوہرے کردار کی وضاحت کریں؟

جواب: اسلام اور مسلمانوں کے بدخواہ انتظار میں رہتے ہیں۔﴿1﴾ مسلمان شکست کھائیں تو کافروں کو یقین دلاتے ہیں کہ ہماری تدبیروں کی وجہ سے تم مسلمانوں سے محفوظ رہے۔﴿2﴾ اگر مسلمانوں کو فتح نصیب ہو اور مالِ غنیمت ملے تو کہتے ہیں کہ ہم اگر جنگ پر نہیں گئے تھے تو تمہاری پشت پر تمہارے ہی مددگار تھے۔

سوال3: مسلمانوں کی فتح وشکست کے لیے کیا شرط ہے؟

جواب:﴿1﴾ مسلمان اپنی عملی زندگی میں ایمان کے تقاضوں کے مطابق تبدیلی لائیں۔﴿2﴾ ایمان کی حقیقت یہ ہے کہ مسلمان دشمنوں کے آگے نہ جھکیں اور صرف اللہ تعالیٰ سے عزت کے طلب گار ہوں۔

سوال4: فَاللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ''چنانچہ اللہ تعالیٰ ہی قیامت کے دن تمہارے درمیان فیصلہ کرے گا '' کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ منافقوں اور مومنوں کے درمیان قیامت کے دن فیصلہ کریں گے یعنی منافق یہ نہ سمجھیں کہ دنیا میں زبان سے اقرار کرنے کی وجہ سے انہیں مسلمانوں کے گروہ میں شمار کیا جاتا رہا تو قیامت کے دن وہ بچ جائیں گے۔

سوال5: وَلَنْ يَّجْعَلَ اللّٰهُ لِلْكٰفِرِيْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ سَبِيْلًا '' اور اللہ تعالیٰ کافروں کے لیے مومنوں پر ہرگز کوئی راہ نہیں بنائے گا '' کی وضاحت کریں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:《1》اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا ہے کہ وہ کافروں کو مسلمانوں پر کبھی ایسا غلبہ نہیں دے گا کہ مسلمان ختم ہو جائیں۔《2》اللہ تعالیٰ کی طرف سے مدد کا وعدہ مسلمانوں سے ہے۔ارشاد ہے: وَ لَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَ اَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ اور نہ تم ہمت ہارو اور نہ غم کرو اور تم ہی غالب رہو گے اگر تم مومن ہو۔(آل عمران:139)

سوال6:اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ کافروں کے لیے مومنوں پر ہرگز کوئی راستہ نہیں بنائے گا۔اب اس وقت معاملہ برعکس کیوں ہے؟

جواب:《1》انسانی تاریخ اس بات پر گواہ ہے کہ جن مومنوں کا یہاں ذکر کیا گیا ہے ان پر کبھی کفار کو غلبہ نہیں ملا۔《2》یہاں راہ سے مراد حجت ہے۔کافروں کی کوئی حجت مسلمانوں پر کارگر نہیں ہوگی کیوں کہ دنیا و آخرت میں اہل تقویٰ کا انجام ہی بہتر ہوگا جیسا کہ فرمایا: اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُوْمُ الْاَشْهَادُ یقیناً ہم مدد کرتے ہیں اپنے رسولوں کی اور ان لوگوں کی جو ایمان لائے دنیا کی زندگی میں بھی اور جس دن گواہ کھڑے ہوں گے۔(مومن:51) وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۠ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ۭ يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْـًٔا ۭ وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ اللہ تعالیٰ نے ان کے ساتھ وعدہ کیا ہے جو تم میں سے ایمان لائے اور نیک عمل کیے کہ وہ ان کو زمین میں ضرور بہ ضرور جانشین بنائے گا جیسا کہ اس نے ان سے پہلے لوگوں کو جانشین بنایا تھا اور ان کے لیے ان کے دین کو ضرور بہ ضرور اقتدار دے گا جسے اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے پسند کیا ہے اور وہ ضرور بہ ضرور ان کے خوف کے بعد بدل کر امن دے گا وہ میری عبادت کریں گے اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں گے اور جس نے اس کے بعد کفر کیا تو وہی لوگ نافرمان ہیں۔(النور:55)《3》ابو مالک نے کہا: اس سے مراد ہے کہ قیامت کے دن کافروں کے لیے مومنوں پر ہرگز کوئی راہ نہیں بنائے گا۔(جامع البیان:5/387)

آخری آیات

اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ ۚ وَاِذَا قَامُوْٓا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰى ۙ يُرَاۗءُوْنَ النَّاسَ وَلَا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا قَلِيْلًا(142)

بلاشبہ منافق اللہ تعالیٰ کو دھوکہ دیتے ہیں حالانکہ وہ انہیں دھوکہ دینے والا ہے اور جب وہ نماز میں کھڑے ہوتے ہیں تو سست ہو کر کھڑے ہوتے ہیں وہ لوگوں کو دکھاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کو یاد نہیں کرتے مگر بہت ہی کم۔(142)

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

سوال1:اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب:ابن جریج نے کہا یہ آیت عبداللہ بن ابی اور ابو عامر بن نعمان منافقین کے بارے میں نازل ہوئی۔(تفسیر جامع البیان:388/5)

سوال2: منافق کیسے دھوکہ دیتے ہیں؟

جواب:مسلمانوں کے سامنے وہ کلمہ پڑھتے ہیں اور دل میں کفر چھپائے ہوئے ہیں۔

سوال3:اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ ''بلاشبہ منافق اللہ تعالیٰ کو دھوکہ دیتے ہیں حالانکہ وہ انہیں دھوکہ دینے والا ہے'' اللہ تعالیٰ کا منافقوں کو دھوکہ دینے سے کیا مراد ہے؟

جواب:《1》يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ: وہ اللہ تعالیٰ کو دھوکہ دیتے ہیں اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ دھوکے میں نہیں آتا کیوں کہ دھوکے میں وہی آتا ہے جسے باتیں معلوم نہ ہوں۔اللہ تعالیٰ تو دلوں کی باتوں سے خوب آگاہ ہے اور وہ کیسے دھوکے میں آسکتا ہے؟(مختصرابن کثیر)《2》وَهُوَ خَادِعُهُمْ منافقوں کو دھوکہ دینے سے مراد یہ ہے کہ وہ منافقوں کو ان کے دھوکے کا بدلہ دیتا ہے۔《3》وَهُوَ خَادِعُهُمْ اللہ تعالیٰ منافقوں کو دنیا اور آخرت میں رسوا کرتا ہے۔《4》اللہ تعالیٰ کا دھوکہ یہ ہے کہ اس نے منافقوں کو ڈھیل دے رکھی ہے۔وہ سرکشی اور گمراہی میں ڈوبتے جارہے ہیں۔اس طرح حق تک کبھی نہیں پہنچ سکیں گے۔دنیا میں حق سے محروم رہیں گے کیوں کہ وہ سمجھتے ہیں کہ اگر ہم حق پر نہ ہوتے تو اللہ تعالیٰ ہمیں پکڑ لیتا۔وہ تو ہم پر مہربان ہے۔ہمارے لیے تو برکتوں کے دروازے کھلے ہوئے ہیں یہی استدراج ہے۔《5》قیامت کے دن کے دھوکے کا تذکرہ سورۃ الحدید میں ہے۔يَوْمَ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوا انْظُرُوْنَا نَقْتَبِسْ مِنْ نُّوْرِكُمْ ۚ قِيْلَ ارْجِعُوْا وَرَآءَكُمْ فَالْتَمِسُوْا نُوْرًا ۭ فَضُرِبَ بَيْنَهُمْ بِسُوْرٍ لَّهٗ بَابٌ ۭ بَاطِنُهٗ فِيْهِ الرَّحْمَةُ وَظَاهِرُهٗ مِنْ قِبَلِهِ الْعَذَابُ جس دن منافق مرد اور منافق عورتیں ایمان والوں سے کہیں گے:ہمارا انتظار تو کرو کہ ہم بھی تمہارے نور سے روشنی حاصل کریں'' کہا جائے گا:اپنے پیچھے لوٹ جاؤ،پھر کچھ نور تلاش کرو چنانچہ اُن کے درمیان دیوار حائل کردی جائے گی جس میں ایک دروازہ ہوگا،اُس کے اندرونی حصے میں رحمت ہوگی اور اُس کے بیرونی حصے میں اس کی طرف عذاب ہوگا۔(الحدید:13)

سوال4:وَاِذَا قَامُوْٓا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰى ''اور جب وہ نماز میں کھڑے ہوتے ہیں تو سست ہوکر کھڑے ہوتے ہیں'' منافق کی نماز کی کیا خصوصیات ہیں؟

جواب:《1》منافق کی نماز کا مقصد لوگوں کے لیے دکھاوا ہوتا ہے تاکہ انہیں نیک سمجھا جائے۔《2》منافق کی نیت نماز کی

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

نہیں ہوتی۔《3》منافق نماز کے لیے بوجھل دل، بوجھل وجود کے ساتھ اُٹھتا ہے۔《4》منافق بے وقت نماز پڑھتا ہے۔
《5》منافق نماز کے ارکان اور اعمال پر غور نہیں کرتا۔

سوال5: یُرَآءُوْنَ النَّاسَ ''وہ لوگوں کو دکھاتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》منافق کی نماز کا مقصد ہے وہ لوگوں کو دکھانے کے لیے نماز پڑھتا ہے۔عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے: جو شخص شہرت کا طالب ہو اللہ تعالیٰ اس کی بدنیتی قیامت کے دن سب کو سنا دے گا اور جو شخص لوگوں کو دکھانے کے لیے نیک کام کرے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کو لوگوں کو دکھلا دے گا۔(مسلم:7476)《2》شداد بن اوس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: جس نے دکھاوے کی نماز پڑھی اس نے شرک کیا' جس نے دکھاوے کا روزہ رکھا اس نے شرک کیا جس نے دکھاوے کا صدقہ کیا اس نے شرک کیا۔(احمد)

سوال6: وَلَا یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ اِلَّا قَلِیْلًا ''اور اللہ تعالیٰ کو یاد نہیں کرتے مگر بہت ہی کم'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》منافق نماز میں اللہ تعالیٰ کو کم ہی یاد کرتے ہیں۔انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا: یہ منافق کی نماز ہے کہ بیٹھ کر سورج کا انتظار کرتا رہتا ہے حتیٰ کہ جب وہ شیطان کے دو سینگوں کے درمیان ہو جاتا ہے تو یہ کھڑے ہو کر چار ٹھونگیں مار لیتا ہے اور ان میں بھی اللہ تعالیٰ کا ذکر بہت کم کرتا ہے۔(مسلم:1412)《2》عبدالعزیز کے بھائی عثمان بن ابی رواد نے بیان کیا کہ انہوں نے کہا کہ میں نے زہری سے سنا کہ میں دمشق میں انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی خدمت میں گیا۔آپ رضی اللہ عنہ اس وقت رو رہے تھے میں نے عرض کیا کہ آپ کیوں رو رہے ہیں؟ انہوں نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ کے عہد کی کوئی چیز اس نماز کے علاوہ اب میں نہیں پاتا اور اب اس کو بھی ضائع کر دیا گیا ہے۔(صحیح بخاری:530)《3》ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ''منافقوں پر فجر اور عشاء کی نماز سے زیادہ اور کوئی نماز بھاری نہیں اور اگر انہیں معلوم ہوتا کہ ان کا ثواب کتنا زیادہ ہے (اور چل نہ سکتے) تو گھٹنوں کے بل گھسٹ کر آتے اور میرا تو ارادہ ہو گیا تھا کہ مؤذن سے کہوں کہ وہ تکبیر کہے پھر میں کسی کو نماز پڑھانے کے لیے کہوں اور خود آگ کی چنگاریاں لے کر ان سب کے گھروں کو جلا دوں جو ابھی تک نماز کے لیے نہیں نکلے۔(صحیح بخاری:657)《4》منافق اللہ سے نہیں ڈرتے نماز سے جو بھلائی ملتی ہے اس سے محروم ہو جاتے ہیں۔

سوال7: مومن کی نماز کی کیا خصوصیات ہیں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب:《1》اللہ تعالیٰ سے ملاقات کے شوق میں نماز پڑھنا۔《2》اللہ تعالیٰ کے سامنے غلامی کا اظہار کرنا۔《3》اللہ تعالیٰ سے مدد مانگنا۔《4》اللہ تعالیٰ کی یاد کے ذریعے اللہ تعالیٰ سے جڑنا۔《5》اللہ تعالیٰ کی طرف ہمہ تن متوجہ رہنا۔《6》وقت کی پابندی کے ساتھ نماز ادا کرنا۔《7》ایک نماز کے بعد اگلی نماز کا انتظار کرنا۔

مُّذَبْذَبِيْنَ بَيْنَ ذٰلِكَ ۖ لَآ اِلٰى هٰٓؤُلَآءِ وَلَآ اِلٰى هٰٓؤُلَآءِ ۗ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ سَبِيْلًا (143)

وہ درمیان ہی میں ڈانوا ڈول ہیں، نہ ان کی طرف ہیں نہ اُن کی طرف ہیں اور جسے اللہ تعالیٰ گمراہ کردے تو آپ اس کے لیے ہرگز کوئی راستہ نہیں پائیں گے۔(143)

سوال1:مُّذَبْذَبِيْنَ بَيْنَ ذٰلِكَ ۖ لَآ اِلٰى هٰٓؤُلَآءِ وَلَآ اِلٰى هٰٓؤُلَآءِ "وہ درمیان ہی میں ڈانوا ڈول ہیں، نہ ان کی طرف ہیں نہ اُن کی طرف ہیں"کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》اللہ تعالیٰ نے منافقوں کی حالت بیان کی ہے کہ وہ ایمان اور کفر کے درمیان حیران اور تذبذب کی حالت میں ہیں۔منافق نہ مسلمانوں کے ساتھ ہیں اور نہ کافروں کے ساتھ ہیں،کبھی مسلمانوں کو اطمینان دلاتے ہیں اور کبھی کافروں کو یقین دلاتے ہیں۔ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:منافق کی مثال اس بکری کی طرح ہے جو دو ریوڑوں کے درمیان ماری ماری پھرتی ہے کبھی اس ریوڑ میں چرتی ہے کبھی اس ریوڑ میں۔(مسلم:7043)《2》ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:تم قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے ہاں اس شخص کو سب سے بدتر پاؤ گے جو کچھ لوگوں کے سامنے ایک رخ سے آتا ہے اور دوسروں کے سامنے دوسرے رخ سے جاتا ہے۔(صحیح بخاری:6058)

سوال2:وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ سَبِيْلًا "اور جسے اللہ تعالیٰ گمراہ کردے تو آپ اس کے لیے ہرگز کوئی راستہ نہیں پائیں گے"وضاحت کریں؟

جواب:جو شخص سب کچھ جانتے اور سمجھتے ہوئے گمراہی میں جا پڑے اس کو سیدھے راستے پر لانے کے لیے انسانی کوششیں کامیاب نہیں ہوسکتیں۔ارشاد ہے:مَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ ۭ وَيَذَرُهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ جس کو اللہ تعالیٰ گمراہ کردے تو اُس کو راستہ دکھانے والا کوئی نہیں اور انہیں وہ سرکشی میں چھوڑ دیتا ہے کہ وہ بھٹکتے پھرتے ہیں۔(الاعراف:186)

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۭ اَتُرِيْدُوْنَ اَنْ تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ عَلَيْكُمْ سُلْطٰنًا

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

مُّبِيۡنًا(144)

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست نہ بناؤ، کیا تم چاہتے ہو کہ اپنے خلاف اللہ تعالیٰ کے لیے ایک واضح حجت بنالو؟(144)

سوال1: يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَتَّخِذُوا الۡـكٰفِرِيۡنَ اَوۡلِيَآءَ مِنۡ دُوۡنِ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست نہ بناؤ'' مسلمانوں کے مقابلے میں کفار سے دوستی کس چیز کی دلیل ہے؟

جواب: ﴿1﴾ کفار سے دوستی بڑا جرم ہے، یہ قطعی کفر ہے اس کے بعد دوزخ کا داخلہ لکھ دیا جائے گا۔ ﴿2﴾ حاکم کہتے ہیں کہ یہ آیت دلیل ہے کہ کافر کی دوستی حرام ہے۔(تیسیر الرحمٰن:307)

سوال2: اَتُرِيۡدُوۡنَ اَنۡ تَجۡعَلُوۡا لِلّٰهِ عَلَيۡكُمۡ سُلۡطٰنًا مُّبِيۡنًا ''کیا تم چاہتے ہو کہ اپنے خلاف اللہ تعالیٰ کے لیے ایک واضح حجت بنالو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے واضح کیا ہے کہ اگر مومن کافروں سے ہمدردی اور خیرخواہی کریں، ان کو دوست بنائیں تو اللہ تعالیٰ کو اپنے خلاف ایک واضح حجت دے دیں گے اور عذاب کے مستحق بنیں گے۔

اِنَّ الۡمُنٰفِقِيۡنَ فِى الدَّرۡكِ الۡاَسۡفَلِ مِنَ النَّارِ‌ۚ وَلَنۡ تَجِدَ لَهُمۡ نَصِيۡرًا(145)

یقیناً منافق دوزخ کے سب سے نچلے درجے میں ہوں گے اور آپ ان کا ہرگز کوئی مددگار نہ پاؤ گے۔(145)

سوال1: اِنَّ الۡمُنٰفِقِيۡنَ فِى الدَّرۡكِ الۡاَسۡفَلِ مِنَ النَّارِ ''یقیناً منافق دوزخ کے سب سے نچلے درجے میں ہوں گے'' منافقین کا درجہ کافروں سے بھی نیچے کیوں ہے؟

جواب: تذبذب والا ایمان اللہ تعالیٰ کے ہاں قابلِ قبول نہیں۔ اس کے مقابلے میں کفرِ صریح میں دھوکہ نہیں ہے۔ دوزخ کا سب سے نچلا طبقہ اس دھوکے کی سزا ہے۔

سوال2: الدَّرۡكِ الۡاَسۡفَلِ ''سب سے نچلے درجے میں'' سے کیا مراد ہے؟

جواب: ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ الدَّرۡكِ الۡاَسۡفَلِ سے مراد جہنم کا سب سے نچلا درجہ ہے۔(بخاری کتاب التفسیر)

سوال3: وَلَنۡ تَجِدَ لَهُمۡ نَصِيۡرًا ''اور آپ ان کا ہرگز کوئی مددگار نہ پاؤ گے'' کی وضاحت کریں؟

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

جواب: اللہ تعالیٰ نے واضح کیا ہے کہ منافقوں کو اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں کوئی مددگار نہیں ملے گا۔

اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا وَاَصْلَحُوْا وَاعْتَصَمُوْا بِاللّٰهِ وَاَخْلَصُوْا دِيْنَهُمْ لِلّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۭ وَسَوْفَ يُؤْتِ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا (146)

مگر وہ لوگ جنہوں نے توبہ کی اور اصلاح کر لی اور انہوں نے اللہ تعالیٰ (کے دین) کو مضبوطی سے تھام لیا اور اپنے دین کو اللہ تعالیٰ کے لیے خالص کر لیا تو یہ لوگ مومنوں کے ساتھ ہوں گے اور اللہ تعالیٰ جلد ہی مومنوں کو اجرِ عظیم عطا کرے گا۔ (146)

سوال 1: اس آیت سے مراد کون لوگ ہیں؟

جواب: اسود نے بیان کیا کہ ہم عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے حلقۂ درس میں بیٹھے ہوئے تھے کہ حذیفہ رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور ہمارے پاس کھڑے ہو کر سلام کیا پھر کہا: نفاق میں وہ جماعت مبتلا ہوگئی جو تم سے بہتر تھی۔ اس پر اسود بولے: سبحان اللہ! اللہ تعالیٰ تو فرماتے ہیں کہ (منافق دوزخ کے سب سے نچلے درجے میں ہوں گے)'' عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ مسکرانے لگے اور حذیفہ رضی اللہ عنہ مسجد کے کونے میں جا کر بیٹھ گئے۔ اس کے بعد عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اٹھ گئے اور آپ کے شاگرد بھی اِدھر اُدھر چلے گئے پھر حذیفہ رضی اللہ عنہ نے مجھ پر کنکری پھینکی (یعنی مجھے بلایا) جب میں حاضر ہو گیا تو کہا: مجھے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی ہنسی پر حیرت ہوئی حالانکہ جو کچھ میں نے کہا تھا اسے وہ خوب سمجھتے تھے۔ یقیناً نفاق میں ایک جماعت کو مبتلا کیا گیا تھا جو تم سے بہتر تھی پھر انہوں نے توبہ کر لی اور اللہ تعالیٰ نے بھی ان کی توبہ قبول کر لی۔ (بخاری: 4602)

سوال 2: اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا وَاَصْلَحُوْا وَاعْتَصَمُوْا بِاللّٰهِ وَاَخْلَصُوْا دِيْنَهُمْ لِلّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ '' مگر وہ لوگ جنہوں نے توبہ کی اور اصلاح کر لی اور انہوں نے اللہ تعالیٰ (کے دین) کو مضبوطی سے تھام لیا اور اپنے دین کو اللہ تعالیٰ کے لیے خالص کر لیا تو یہ لوگ مومنوں کے ساتھ ہوں گے'' الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ سے بچا لیے جانے والوں کی کیا خصوصیات ہیں؟

جواب: ﴿1﴾ توبہ: اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا '' مگر وہ لوگ جنہوں نے توبہ کی'' یہاں توبہ سے مراد ندامت ہے یعنی پچھلے اعمال پر شرمندگی۔ اس سے مراد نفاق سے توبہ ہے۔ (تفسیر قاسمی: 533/5) ﴿2﴾ اصلاح: وَاَصْلَحُوْا '' اور اصلاح کر لی''۔ الف۔ اصلاح سے مراد آئندہ کے لیے اپنے عقیدے اور اعمال کی اصلاح ہے۔ ب۔ اس سے مراد نفاق اور اعمال کی اصلاح ہے۔ (الاساس: 1216/2) ﴿3﴾ اِعتصام باللہ: وَاعْتَصَمُوْا بِاللّٰهِ '' اور انہوں نے اللہ تعالیٰ (کے دین) کو مضبوطی سے تھام لیا'' الف۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

اللہ تعالیٰ کی رسی کو یعنی قرآنِ مجید کو مضبوطی سے تھام لیا۔ب۔مخلص مومنوں کی طرح اللہ تعالیٰ سے مضبوتی سے جڑ گئے۔ (الاساس:1216/2)۔《4》اخلاص :وَاَخْلَصُوْا دِيْنَهُمْ لِلّٰهِ ”اور اپنے دین کو اللہ تعالیٰ کے لیے خالص کر لیا“ الف۔ دین کو اللہ تعالیٰ کے لیے خالص کر دینے سے مراد ہے کہ ہر کام اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے کریں۔ب۔اس سے مراد ہے کہ انہوں نے ریا کاری کو چھوڑ کر اخلاص اپنا لیا اور پھر اللہ کی رضا کے لیے اطاعت کی۔(الاساس:1216/2)۔ج۔رب العزت نے فرمایا: اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ہم صرف تیری عبادت کرتے ہیں اور صرف تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔(الفاتحہ:5)

سوال3: فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ ”تو یہ لوگ مومنوں کے ساتھ ہوں گے“ کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے واضح کیا ہے کہ جو توبہ، اصلاح، اعتصام باللہ اور دین کو اللہ تعالیٰ کے لیے خالص کرے گا اللہ تعالیٰ انہیں مومنوں کی جماعت میں شامل کرے گا۔

سوال4: وَسَوْفَ يُؤْتِ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا ”اور اللہ تعالیٰ جلد ہی مومنوں کو اجرِ عظیم عطا کرے گا“ کی وضاحت کریں؟

جواب: منافقوں کو نفاق چھوڑنے پر اجر کی خوشخبری دی جا رہی ہے کہ اگر تم توبہ کر لو تو دنیا اور آخرت کے جو مفادات مومنوں کو حاصل ہوں گے تمہیں بھی دیئے جائیں گے۔جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ چنانچہ کوئی شخص نہیں جانتا ان کے لیے آنکھوں کی ٹھنڈک میں سے کیا چھپا کر رکھا گیا اس عمل کے بدلے میں جو وہ کرتے تھے۔(السجدہ:17)

مَا يَفْعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ اِنْ شَكَرْتُمْ وَاٰمَنْتُمْ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ شَاكِرًا عَلِيْمًا (147)

کیا کرے گا اللہ تعالیٰ تمہیں عذاب دینے سے اگر تم شکر کرو اور ایمان لے آؤ؟ اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ ہی سے قدر کرنے والا، سب کچھ جاننے والا ہے(147)

سوال1: مَا يَفْعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ اِنْ شَكَرْتُمْ وَاٰمَنْتُمْ ”کیا کرے گا اللہ تعالیٰ تمہیں عذاب دینے سے اگر تم شکر کرو اور ایمان لے آؤ؟“ کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》اللہ تعالیٰ نے واضح کیا ہے کہ عذاب کی وجہ شکر نہ کرنا اور ایمان نہ لانا ہے ورنہ اللہ تعالیٰ کو کیا ضرورت ہے کہ آپ کو عذاب دے۔معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت میں ایک سفر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سواری پر آپ ﷺ کے پیچھے

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

بیٹھا ہوا تھا۔ میرے اور آپ ﷺ کے درمیان کجاوے کی درمیانی لکڑی کے علاوہ کوئی اور چیز حائل نہ تھی۔ اتنے میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے معاذ بن جبل! میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! میں حاضر ہوں۔ پھر تھوڑی دیر چلے پھر فرمایا: اے معاذ بن جبل! میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! میں حاضر ہوں۔ پھر تھوڑی دیر چلے۔ پھر فرمایا: اے معاذ بن جبل! میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ! میں حاضر ہوں۔ پھر فرمایا: کیا تو جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا حق بندوں پر کیا ہے؟ میں نے عرض کیا: اللہ اور اس کا رسول ﷺ ہی بہتر جانتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا حق بندوں پر یہ ہے کہ بندے صرف اُسی کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں۔ (اس کے بعد) پھر آپ ﷺ تھوڑی دیر چلتے رہے۔ پھر فرمایا: اے معاذ بن جبل! کیا تو جانتا ہے کہ بندوں کا حق اللہ تعالیٰ پر کیا ہے؟ بشرطیکہ وہ ایسا کریں (یعنی شریک نہ کریں) میں نے عرض کیا: اللہ اور اس کا رسول ﷺ ہی بہتر جانتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: بندوں کا حق اللہ تعالیٰ پر یہ ہے کہ وہ اپنے بندوں کو عذاب نہ دے۔ (بخاری:5967)《2》زیاد بن علاقہ نے بیان کیا کہ میں نے مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے سنا کہ نبی ﷺ اتنی دیر تک کھڑے ہو کر نماز پڑھتے رہتے کہ آپ ﷺ کے قدم یا (یہ کہا کہ) پنڈلیوں پر ورم آجاتا۔ جب آپ ﷺ سے اس کے متعلق کچھ عرض کیا جاتا تو فرماتے: کیا میں اللہ کا شکرگزار بندہ نہ بنوں؟ (صحیح بخاری:1130)

سوال2: شکرگزاری کا کیا مطلب ہے؟

جواب: شکرگزاری کا مطلب اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق برائیوں سے بچنا اور نیک عمل کرنا ہے۔

سوال3: وَ كَانَ اللّٰهُ شَاكِرًا ''اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ ہی سے قدر کرنے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》اللہ تعالیٰ بندے کی نیکی کی قدر کرتا ہے۔《2》اللہ تعالیٰ بندے کے شکرگزاری اور احسان مندی کے رویے کی قدر کرتا ہے۔

سوال4: وَ كَانَ اللّٰهُ شَاكِرًا عَلِيْمًا ''اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ ہی سے قدر کرنے والا، سب کچھ جاننے والا ہے'' اللہ تعالیٰ نے اپنے شاکر اور علیم ہونے کا شعور کیوں دلایا ہے؟

جواب:《1》اللہ تعالیٰ نے انسانوں میں شکرگزاری کا رویہ پیدا کرنے کے لیے اپنے شاکر ہونے کا شعور دلایا ہے کہ جو شکر کرے گا اللہ تعالیٰ اس کی قدر کرے گا۔《2》اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے دل سے ایمان لانے کے لیے اپنے علیم ہونے کا شعور دلایا ہے کہ جو دل سے ایمان لائے گا اللہ تعالیٰ اس کو جان لے گا۔《3》اللہ تعالیٰ نے اپنے علیم ہونے سے، اپنے شاکر

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com

ہونے کا شعور دلایا ہے کہ وہ شکرگزاریوں کا علم رکھتا ہے اس لیے وہی ان کی بہترین جزا دے سکتا ہے لہٰذا تم شکرگزاری کا رویہ اختیار کرو۔

PDF created with pdfFactory trial version www.pdffactory.com